# محبتوں میں حساب کیسا

مدیحہ تبسم

"میرے شوز میں سے جرابیں تم نے اڑائی ہیں ناں؟" غوری نے بیڈ کے نیچے سے اپنے شوز باہر گھسیٹے جرابوں کے بغیر خالی شوز اس کا منہ چڑا رہے تھے، وہ چراغ پا ہو کر وہب کی جانب مڑا اور اسے خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا تھا۔

"تمہاری جرابیں اس قابل ہوتی ہیں کہ کوئی باہوش انسان اسے استعمال کر سکے؟"

وہب جو بڑے مگن انداز میں ڈریسنگ کے سامنے ہیئر اسٹائل تبدیل کرنے کی کوشش میں تھا، جواب دینے کی بجائے الٹا سوال داغا تھا۔

"میں نے خود کل جم سے واپسی پر انہی شوز کے اندر دھکی تھیں اب کہاں چلی گئیں۔" اس نے باقاعدہ دونوں شوز جھاڑتے ہوئے جھنجلا کے استفسار کیا، ایک تو پہلے ہی اتنی دیر ہو رہی تھی اوپر سے یہ نئی مصیبت پڑ گئی تھی۔

## ناولٹ



"اچھا میری جان اب ان بے وفا جرابوں کا ماتم ختم کرو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ، ٹائم ہو رہا [illegible] جھاڑ رہا تھا ڈریسنگ کے آئینے میں اس کا جھنجلایا ہوا چہرہ دیکھ کر اس کی توجہ وقت کی جانب مبذول کروائی، خود تو وہ ٹک سک سے تیار تھا جبکہ غوری ابھی تک نائٹ سوٹ میں ٹاک ٹوئیاں مار رہا تھا۔

"نہیں مل رہیں تو دفعہ کرو آج سلیپر پہن جاؤ۔" مفت مشورے سے نوازا گیا تھا جس پہ غوری پوری جان سے جل کر خاک ہو گیا۔

"خود تو تمام کروز بننے کی ناکام کوششوں میں ہو اور اسے مشورے، جینز کے نیچے سلیپر کیا اب پرسنالٹی ہو گی میری۔" اس نے کچا چبا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

"جینز نہیں میرے بھائی، اسی ٹراؤزر میں جانا، کیونکہ آپ کے تمام ڈریسز "غیر استری شدہ" ہیں۔" وہب نے غیر استری شدہ پہ یوں

زور دیا گویا غیر شادی شدہ کہہ رہا ہو۔
”اف اللہ! ابھی تو کپڑے بھی پریس نہیں کیے۔“ وہ جراباں کا کام بھول کر فوراً وارڈروب کی طرف لپکا جو ڈریس ہاتھ لگا اسے کھینچا اور باہر کی طرف دوڑ لگا دی، وہ دو دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے اس نے آخری تین چار سیڑھیوں سے جمپ لگایا اور سیدھا آئرن اسٹینڈ کی طرف بڑھا۔
”ہائیں..... مگر یہ کیا.....؟“ وہاں تو پہلے ہی ہالہ قبضہ جمائے کھڑی تھی، جبکہ منال یونیفارم ہاتھ میں تھامے وہیں کھڑی اس کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔
”تم یہاں کیا کر رہی ہو؟“ ایک تو وہ پہلے ہی جھنجلایا ہوا تھا، مزید لیٹ ہو جانے کے خیال نے اسے اور تپا کر دیا۔
”روٹیاں بنا رہی ہوں۔“ ہالہ نے تڑاخ کے طنز کا تیر اچھالا تھا۔
”کل سارا دن بیڈ پہ پڑی اینڈتی رہی ہو تب تمہیں یاد نہیں تھا کہ اپنے کپڑے پریس کر لوں اب میرا یونیورسٹی جانے کا ٹائم ہو رہا ہے تو تمہیں بھی یاد آ گیا یہ نیک کام۔“ وہ غصے سے اسی پہ الٹ پڑا۔
”ہاں تم تو کل سارا دن نفلیں پڑھنے میں مصروف تھے جو کپڑے پریس کرنے کا ٹائم نہیں ملا، صبح سے شام تک ٹی وی کے آگے بیٹھے آنکھیں سینکتے رہے ہو، فرصت کہاں سے ملتی، ادھر منال کے پیچھے لائن میں لگ جاؤ اور اپنی باری کا انتظار کرو۔“ وہ کون سا اس کے غصے کی پرواہ کرنے والی تھی، لاپرواہی سے کہتے ہوئے اس نے ناک پر سے مکھی اڑائی اور تیزی سے ہاتھ چلانے لگی، منال ان کی طول پکڑتی لڑائی سے سخت بے زار کھڑی تھی۔
”مجھے نہیں لگتا کہ میں آج کی تاریخ میں یونیفارم پریس کر سکوں گی۔“ منال نے حسرت سے اسٹینڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جہاں اب غوری اور ہالہ کے درمیان باقاعدہ چھینا جھپٹی ہو رہی تھی۔
”غوری کے بچے! دفعان ہو جاؤ یہاں سے۔“ ہالہ نے استری سائیڈ پہ رکھی اور تن کے اس کے سامنے کھڑی ہو گئی لڑنے مرنے کے لیے تو وہ ہر وقت تیار رہتی تھی اور غوری تو اس کا دشمن اول تھا۔
”میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے صرف دو منٹ دے دو بعد میں کرتی رہنا، تمہیں تو سلو موشن میں ہر کام کرنے کی عادت ہے اب بھی کسی مجسمے کی طرح ایستادہ ہو خود پریس کر رہی ہو نہ کسی کو کرنے دے رہی ہو۔“ وہ بھی غوری تھا، بحث کر کر کے اگلے بندے کو عاجز کر دیتا، بحث کرنا، لڑنا لڑانا، ساری دنیا کے الٹے سیدھے کام کرنا اس کی محبوب عادتیں تھیں اور اگر مقابل ہالہ ہو پھر تو سونے پہ سہاگہ والی بات تھی۔
”دو منٹ؟ میرے [illegible] بھی تم سے اتنا [illegible] [illegible] گر پیچھے ہٹنے والی نہیں تھی بلکہ وہیں کھڑے اس سے لڑتے لڑتے شام ہو جائے، ایک دو منٹ کی ضد اور بحث میں وہ دونوں پانچ منٹ ضائع کر چکے تھے۔
”اوکے کر دیتا ہوں یہ لو۔“ غوری نے استری اٹھائی اور جھٹ اس کے یونیفارم کی قمیض پہ رکھ دی جسے اسٹینڈ پہ پھیلائے ہالہ پریس کر رہی تھی، استری خوب گرم ہو چکی تھی، نتیجتاً قمیض کی پوری آستین جل چکی تھی غوری کا مقصد پورا ہو چکا تھا، لہٰذا وہ فوراً اوپر کی طرف لپکا۔
”ہائے اللہ میری قمیض، میرا یونیفارم۔“ ہالہ روہانسی ہو گئی، ادھ جلی آستین، اچھا خاصا سوراخ بن گیا تھا، وہ اپنی قمیض آنکھوں سے لگا کے بھاں بھاں رونا شروع ہو گئی، منال نے اس وقفے سے فائدہ اٹھایا اور فوراً استری اپنے قبضے میں لے لی۔



”کیا بات ہے؟ کیا ہوا؟“ اس کے رونے کی آواز سن کے رمشا، کمرے سے نکلی تو ہالہ کے ہاتھ میں عجیب و غریب منظر پیش کرتی قمیض کو دیکھ کر اس کی ہنسی نکل گئی۔
”ہالہ! کب بڑی ہو گی تم؟ بچی ہو جو ساری قمیض جلا لی۔“ منزہ جی اس کی آواز سن کے کچن سے نکلیں تو اندر کی صورتحال دیکھ کر اسے ڈانٹنے بنا نہ رہ سکیں۔
”امی! یہ مجھ سے نہیں جلی غوری کے بچے نے جلائی ہے۔“ وہ رونا دھونا بھول کے فوراً بول اٹھی۔
”پریس تم کر رہی تھیں اور جل غوری سے گئی؟ تم ڈھنگ کے کام کرنا شروع کرو ہالہ!“ منزہ جی کی ڈانٹ میں اب غصے کا عنصر بھی شامل ہو گیا تھا۔
”امی! آپ منال سے پوچھ لیں۔“ وہ [illegible] اسی وقت [illegible] اور غوری نیچے سیڑھیوں سے اترتے دکھائی دیے تو ہالہ نے فوراً منال کو بازو سے دبوچا۔
”بتاؤ منال! غوری ابھی میری قمیض کی آستین جلا کے گیا ہے ناں۔“ منال نے ہالہ کی طرف دیکھا جو کہ رونی صورت بنائے اسے دیکھ رہی تھی، پھر ایک نظر غوری کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں چھپے جارحانہ اور دھمکی آمیز تاثرات دیکھ کے وہ گم سم کی ایک تو تھی ہی بہت بزدل اور ڈرپوک سی جس کا دل چاہتا ذرا دھمکا کے اس سے اپنا کام نکلوا لیتا۔
”مم ..... مجھے نہیں پتہ۔“ وہ گڑبڑا کے بولی، ایک طرف ہالہ تھی جس نے اس کی کھال ادھیڑ دینی تھی اور دوسری طرف غوری تھا جس نے اس کا سانس لینا ہی دشوار کر دینا تھا، وہ بیچاری تو چکی کے دونوں پاٹوں میں پس گئی تھی۔
”جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب مزید وقت مت برباد کرو، ہالہ تم دوسرا یونیفارم پہن لو اور منال تم بھی جلدی کرو۔“ رمشا، کو صورتحال کا کسی قدر اندازہ ہو گیا تھا، اس سے پہلے کہ ہالہ کی مزید شامت آتی اس نے جلدی سے بیچ بچاؤ والا راستہ نکالا۔
ہالہ نے دھمکاتی نظروں سے غوری کو گھورا، بس چلتا تو کچا چبا جاتی، امی جان کا لحاظ نہ ہوتا تو وہ اسی وقت حساب بے باق کر دالتی، تاہم بدلے کا ارادہ فی الوقت موقوف کرتی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔
”مامی جان! ناشتہ لائیں جلدی، دیر ہو رہی ہے۔“ وہ دونوں ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھ چکے تھے، غوری نے بیٹھتے ہی ہانک لگائی، دل ہی دل میں ہالہ کی کیفیت سے مسرور ہو رہا تھا، خود اب وہ بے کپڑے پہن رکھے تھے کہ وہ اکثر وبیشتر ہنگامی صورتحال کے لیے اپنے دو چار ڈریس پریس کر [illegible] کر دیتا تھا اور یہ ہنگامی صورتحال زیادہ تر [illegible] بجائے غوری کو ہی پیش آتی تھی۔
”ہزار دفعہ تم لوگوں سے کہا ہے کہ اپنے کپڑے پہلے پریس کر کے رکھا کرو، مجال ہے جو کسی کے کان پہ جوں تک رینگی ہو۔“ منزہ بیگم ناشتہ لگاتے ہوئے منال کو لتاڑنا نہیں بھولی تھیں۔
”ماما نظر نہیں آ رہی؟“ عبدالرحمن صاحب نے ہالہ کی غیر موجودگی پہ استفسار کیا۔
”میں آ گئی بابا ابو!“ ہالا تقریباً بھاگتی ہوئی ڈائننگ روم تک پہنچی تھی اپنا بیگ سنبھالتے ہوئے اس نے بیگ گود میں رکھا اور جلدی سے چائے کا کپ اپنی طرف کھسکایا۔
”بابا! آرام سے پیو چائے۔“ اسے گرم گرم چائے معدے میں انڈیلتے دیکھ کر الماس نے تنبیہی نظروں سے اسے دیکھا۔
”جی امی!“ اس نے فوراً تابعداری سے سر ہلایا۔
عبدالرحمن کا ناشتہ ہر روز صبح کا یہی منظر پیش

کرتا تھا، ہر طرف افراتفری اور جنگ بپا ہوتی تھی بالہ اور غوری کی تو..... تو ہمیں گے وقت تو پاک بھارت جنگ کا گمان ہوتا تھا، تاہم یہ سب لڑائیاں اور جھگڑے وقتی اور ظاہری ہوتے، چند لمحوں بعد وہ آپس میں یوں گھل مل جاتے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

------

"بال دیکھے ہیں اپنے کتنے بے رونق اور بے جان سے ہو رہے ہیں ہر وقت کتابوں میں سر گھسیڑے رہتی ہو کبھی اپنے اوپر بھی توجہ دے لیا کرو۔" ماہا کی آج شامت ہوئی تھی۔ الماس اس کے سر میں تیل کی مالش کر رہی تھیں، یوں وہ اکثر و بیشتر ہی اسے زبردستی پکڑ کے کر دیا کرتی تھیں، وہ خود تو اکثر ہی کترا جاتی، لیکن الماس اسے نہ چھوڑتی تھیں۔

"چلو جاؤ اور خبردار جو ابھی سر دھویا تو۔" خوب ڈھیر سارا تیل اس کے سر میں انڈیل کر مساج کرنے کے بعد انہوں نے اسے تنبیہ کی۔

"امی..... اتنی الرجی ہو رہی ہے مجھے اس تیل چپڑے سر سے۔" ماہا نے احتجاج کیا۔ آئینے میں اپنی ہونق تاپ شکل دیکھ کر وہ ہنسے بنا نہ رہ سکی۔

"کچھ نہیں ہوتا، دو گھنٹے بعد دھو لینا۔" انہوں نے گویا سزا میں ترمیم کی، ماہا بسورتے ہوئے وہیں کشن پہ دھرنا مار کے بیٹھ گئی۔

"ارے تمہیں کیا ہوا ہے؟ یہ شکل شریف پہ بارہ کیوں بج رہے ہیں؟" غوری جو ابھی صحن میں اندر داخل ہوا تھا اس کا پھولا ہوا منہ دیکھ کر استفسار کرنے لگا اور بس یہیں اس کی شامت بھی آ گئی۔

"غوری ادھر آؤ ذرا۔" الماس جو تیل والی شیشی لے کر اٹھنے ہی والی تھیں اسے دیکھ کر اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

"جی چھوٹی ماں!" وہ نہایت فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتا فوراً ان کی طرف بڑھا۔

"یہ بالوں کا کیا حال کیا ہوا ہے، بالکل ہی جھاڑ جھنکار ہو رہے ہیں بیٹھو ادھر۔" انہوں نے بازو سے کھینچ کر اسے نیچے بٹھایا۔

"لیکن..... چھوٹی ماں! میں تو کہیں جا رہا ہوں ضروری کام سے۔" وہ بیچارہ اس نئی افتاد پہ بھونچکا رہ گیا۔

"دفعہ کرو کاموں کو کام بھی ہوتے رہیں گے دماغ تو خشک ہو کر رہ گیا ہو گا صاحبہ نے دیکھ لیا تو کیا کہے گی، میرے بیٹے کی دیکھ بھال نہ کر سکیں دونوں بھابھیاں۔" انہوں نے اپنی نند کا نام لیا، غوری اور منال ان کی نند صاحبہ کے بچے تھے، جو پڑھنے کی غرض سے لاہور آئے تھے اور اپنے ماموؤں کے پاس رہتے تھے۔

"اب آیا نہ اونٹ پہاڑ کے نیچے۔" اس کی درگت بنتے دیکھ کر ماہا کو ہنسی آ گئی۔

اچھی طرح اس کا سر بھی تیل سے بھرنے کے بعد وہ [illegible] اندر کی طرف بڑھ گئیں۔

"یا خدا! اتنی مشکلوں سے ہیئر اسٹائل بنایا تھا، سارا ستیاناس ہو گیا۔" غوری نے ٹھنڈی آہ بھری، ماہا کے برابر کا کشن اٹھایا اور وہیں ٹانگیں پسار کر لیٹ گیا۔

"غوری! کشن کا کور خراب ہو جائے گا، تیل کا داغ لگ گیا تو جلدی صاف بھی نہیں ہو گا چھوڑو اسے۔" ماہا نے کشن اس کے سر کے نیچے سے کھینچا، تو وہ کراہ کے رہ گیا۔

"ظالم لڑکی!" اس کے کھینچتے کھینچتے بھی سفید کور پر تیل کا بڑا سا دھبہ پھیل چکا تھا۔

کپڑے دھونا چونکہ ان کی ڈیوٹی میں شامل تھا وہ اسی لیے ہلکان ہو رہی تھی، اگرچہ لوگ آپس میں مل جل کے رہتے تھے، ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے، تاہم گھر کے بڑوں نے گھر کے کچھ اصول بنائے تھے، جس کی پابندی کرنا ہر فرد پہ لازم تھی۔

ان کا تعلق متوسط طبقے سے تھا، تاہم منزہ اور الماس کی قناعت پسند اور معاملہ فہمی کی عادات کی وجہ سے اپنی کسی چیز کی تنگی نہ تھی اور حلال روزی میں تو اللہ نے ویسے ہی برکت رکھی ہے، چنانچہ خدا کا شکر تھا کہ انہیں ہر سہولت میسر تھی۔

ماہا اور رمشاء چونکہ بڑی تھیں لہٰذا ان کے ذمے رات کا کھانا اور کپڑوں کی دھلائی تھی، منال اور بالہ ان سے چھوٹی تھیں ان کے ذمے گھر کی ڈسٹنگ اور برتن دھونے کا کام تھا، الماس اور منزہ صبح کا ناشتہ تیار کرتیں اور چلتے پھرتے سو طرح کے کام تھے جو انہوں نے نمٹانا ہوتے تھے۔

وہ چاہتیں تو کام والی ماسی رکھ لیتیں، لیکن ان کا خیال تھا کہ بچیوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ گھرداری بھی سیکھنی چاہیے تاکہ آگے جا کے کوئی مشکل پیش نہ آئے، باہر کے سارے کام وہب اور غوری کے ذمہ تھے، وہب کامرس جبکہ غوری [illegible] رمشاء اور ماہا [illegible] فائنل ایئر میں تھیں جبکہ بالہ اور منال سیکنڈ ایئر میں تھیں۔

"رات کے کھانے کی تیاری کرنی ہے اور تم یہاں دھرنا مارے بیٹھی ہو۔" رمشاء اندر آتے ہوئے دھپ سے ماہا کے قریب بیٹھ گئی۔

"بہت ٹائم پڑا ہے پک جاتا ہے کھانا بھی۔" ماہا نے بے نیازی برتی۔

"میڈم ناہید قیصرانی کا ٹیسٹ بھی تیار کرنا ہے یا ان کے طنزیہ کاٹ دار جملے سننے کا ارادہ ہے؟" رمشاء نے تیکھے لہجے میں دریافت کیا۔

"افوہ ایک تو میڈم ناہید قیصرانی ہلاکو خان کی نسل سے تعلق رکھتی ہیں۔" ماہا نے بھی ناک چڑھا کر اظہار خیال کیا۔

"تم مجھے نمبر دو اپنی میڈم کا، ایک ہفتے کے اندر اندر پٹا لوں گا اسے۔" غوری نے بھی اپنی ٹانگ اڑائی۔

"شرم تو نہیں آتی بدتمیز! تم سے بڑی تو ان کی اولاد ہو گی۔" رمشاء نے گھرکا۔

"پتہ کرو، کوئی لڑکی وڑکی بھی ہے ان کی کہ نہیں۔" وہ کہاں باز آنے والا تھا۔

"ہاں رمشاء، بتاؤ اسے لگتا ہے موصوف کی دھلائی ہوئے کافی دن ہو گئے ہیں، اب طبیعت بوجھل ہو رہی ہو گی کسی لڑکی کے ہاتھوں پٹ کا تو افاقہ ہو گا۔" بالہ اسی وقت اندر داخل ہوئی تھی، وہ تو صبح سے تپی بیٹھی تھی اب بھی زبان الفاظ نہیں انگارے برسا رہی تھی۔

"ہائے سچ کہہ رہی ہو آج کل تو گرل فرینڈز کا کال پڑتا جا رہا ہے، سب ہی ایک ایک کر کے رخصت ہو رہی ہیں۔" اس نے نہایت بے چارگی سے ٹھنڈی آہ بھری۔

"تم جیسے سوکھے، چرخ، بلم ڈھینگے میں کیا رکھا ہے جو لڑکیاں تمہیں منہ لگائیں، ہونہہ عقل نہ شکل۔" اس نے ناک چڑھا کر گویا گرد جھاڑی۔

"ایسی بھی بات نہیں ہے لڑکی! ابھی بھی آدھا یونیورسٹی فدا ہے اپنی پرسنالٹی پہ۔" اس نے فرضی کالر جھاڑے پھر ماہا کی سمت متوجہ ہو کے بولا۔

"ماہا وہ جو فائن آرٹس ڈیپارٹمنٹ کی سحر نیازی جس کے بارے میں، میں تمہیں بتا رہا تھا، یار آج کل وہ بڑے بہانے بہانے سے ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے چکر لگا رہی ہے، بس میرے ارد گرد ہی منڈلاتی رہتی ہے۔" وہ کن انکھیوں سے بالہ کے بگڑتے زاویے دیکھ رہا تھا۔

"میں پھپھو کو فون کر کے بتاتی ہوں آپ کا لاڈلا سپوت یہاں کیا کارنامے سرانجام دے رہا ہے، پڑھائی کا تو بہانہ ہی ہے اصل مقصد تو کچھ اور ہے۔" وہ کاٹ دار لہجے میں بولی۔

"دیکھو اس میں ماہا کا تو فائدہ ہو گا ناں انہیں بہو نہیں ڈھونڈنی پڑے گی، گھر بیٹھے بٹھائے ہیرا صفت لڑکی مل جائے گی۔" وہ کہاں باز آنے

والا تھا، بابا زور سے ہنسی تھی اس کی بے سروپا باتوں پر۔
"ایسی ہی تھرڈ کلاس لڑکیوں نے تمہیں سر پر چڑھا رکھا ہے۔" اس نے ناک چڑھا کر نخوت سے کہا تو غوری نے بے ساختہ قہقہہ لگایا وہ یونہی اسے چڑاتا اور زچ کرتا رہتا تھا سب اس کی عادت سے بخوبی واقف تھے، ایک ہالہ ہی تھی جو جب گرا انگارہ بن جاتی تھی باقی سب تو خوب انجوائے کرتے تھے۔
"چھوٹی بات کہاں کی کہاں پہنچ گئی، میں کھانے کے بارے میں پوچھنے آئی تھی تم لوگوں نے اپنے ہی راگ الاپنے شروع کر دیئے۔" رمشاء نے مداخلت کر کے ان کی بحث کو طول دینے سے روکا۔
"اسی کا بھیجہ پکا لو۔" ہالہ نے سلگ کر تڑختے ہوئے کہا۔
"سوچ لو تمہارے علاوہ کسی کو ہضم نہیں ہو گا۔" لبوں پہ مدھم شرارتی مسکان لیے اسے پھر چڑانے سے باز نہیں آیا تھا، جواباً وہ غصے سے واک آؤٹ کر گئی، جبکہ وہ تینوں مسکرا دیئے۔

------

"میں ضرور جاؤں گی اماں چاہے کچھ بھی ہو جائے۔" نازنین نے ایک عزم سے اپنی ماں کی طرف دیکھا جن کی آنکھوں میں لکھی غصے اور خفگی کی تحریر صاف پڑھی جا سکتی تھی۔
"ہاں تیرا کون سا گھر میں پہلا دن ہے جو تجھے یہاں کے اصولوں کا نہیں پتہ اپنے باپ اور بھائیوں کا پتہ ہے ناں، وہ تیرا یوں گھر سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتے سکول بھیج دیتے ہیں یہی بڑی بات ہے۔" وہ بولیں تھیں تو ان کا لہجہ کم تلخ نہ تھا۔
نازنین کی سہیلی کی منگنی تھی اس کا منگیتر شہری بابو تھا اور اس نے بیاہ کر بھی شہر ہی جانا تھا، شہری لڑکے اور لڑکیاں دیکھنے کا نازنین کو بڑا شوق تھا، اب ایک سنہری موقع قدرت نے اسے فراہم کیا تھا جسے وہ ہرگز ہرگز گنوانا نہیں چاہتی تھی۔
"اماں! آسیہ میری سہیلی ہے تو اس کے سارے گھرانے کو اچھی طرح جانتی ہے، میں تھوڑی دیر کے لیے چلی جاؤں گی تو قیامت نہیں آ جائے گی، ویسے بھی میری کلاس کی ساری لڑکیاں جائیں گی میں نہ گئی تو سب میرے سے ناراض ہوں گی۔" اس نے ماں کو دلائل دے کر قائل کرنا چاہا، لیکن وہ بھی زرینہ بیگم تھیں اسی کی ماں تھیں۔
"سہیلیوں کی ناراضگی کی پرواہ ہے، ماں باپ کی پرواہ نہیں، شاباش دیکھتے تو بڑی بی بی لگی ہے۔" انہوں نے چھلکتی ہوئی نظروں سے اسے گھورا۔
نازنین کی اٹھان، بھرا بھرا متناسب وجود دلکش نین نقش وہ چلتی پھرتی قیامت تھی اور اس کے ناز و ادا بھی کچھ کم نہ تھے، زرینہ تو اس کے حسن و جوانی سے خوف کھاتے ہوئے تھیں بس نہ چلتا تھا [illegible] زمانے سے چھپا [illegible] مقید کر دیتیں [illegible] اس کے باپ نے اسے [illegible] دی ہوئی تھی، وہ اپنی بیٹی سے بڑا پیار کرتا تھا، اس کی کوئی فرمائش رد نہ کرتا تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ آج سکول میں پڑھ رہی تھی ورنہ ان کے خاندان میں لڑکیوں کو زیادہ پڑھانا لکھانا معیوب سمجھا جاتا تھا باپ کے لاڈ، پیار کی کثرت کی وجہ سے وہ ضدی اور ہٹ دھرم بن چکی تھی، کچھ اپنے حسن پہ بھی بڑا ناز تھا، لہٰذا ہمیشہ اپنی منوا کے ہی دم لیتی۔
"اماں! میری پیاری اماں! مان جاناں ایک ہی تو تیری بیٹی رہ گئی ہوں میں، باقیوں کی تو شادی ہو گئی، میری نہیں مانے گی تو کس کی مانے گی۔" وہ اب زرینہ کے گلے میں بانہیں ڈالے انہیں پیار و محبت سے رام کرنے کی کوشش میں تھی۔
"نازو! میری جان نہ کھا تیرے سے بحث کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں، جا یہاں سے مجھے



آرام کرنے دے۔" انہوں نے تیز لہجے میں کہتے ہوئے اسے پرے ہٹایا اور بان کی چارپائی پہ لیٹ گئیں، نازو نے ماں کا بے لچک رویہ دیکھا تو غصے سے سلگ اٹھی۔
"میں جاؤں گی اماں! اور ضرور جاؤں گی میری خوشیوں کی کسی کو پرواہ نہیں تو میں کیوں دوسروں کی خاطر اپنی خوشیوں سے منہ موڑوں۔" وہ ضدی اڑیل اور اکھڑ لہجے میں بولی اور تن کر کرتی وہاں سے اٹھ گئی، زرینہ نے دہل کر بیٹی کے انداز دیکھے اور کسی گہری سوچ میں گم ہو گئیں۔
"آج اس کا ابا آئے تو بات کرتی ہوں، خیر سے سولہویں میں لگ گئی ہے، اب اپنی بہن سے بات کر کے لے جائے اپنی امانت کو، مجھ سے نہیں سنبھالی جاتی۔" وہ سوچ کر کسی قدر مطمئن ہو گئیں، اس بات سے قطع نظر کہ نازو اپنے بچپن کے پھوپھو زاد منگیتر کو بالکل بھی پسند نہیں کرتی۔
اور پھر ہوا وہی جو نازو نے [illegible] اماں تو [illegible] ابا کو [illegible] راضی کر لیا تھا، صبح سے ہی وہ اڑی اڑی پھر رہی تھی، آج تو اماں کے خفگی اور ناراضی بھرے انداز کو بھی خاطر میں نہیں لا رہی تھی۔
"خیر ہے، اماں کا کیا ہے وقتی غصہ ہے آ کر منا لوں گی۔" اس نے دل میں سوچا اور جانے کی تیاری کرنے لگی، اپنا سرخ اور کالا شیشوں اور کڑھائی سے مزین سوٹ نکالا، یہ سوٹ اسے کسی خاص موقع پر ہی پہننے دیتی تھیں، دونوں کلائیوں میں بھر بھر کے میچنگ چوڑیاں پہنیں، آنکھوں میں کاجل کی لکیر جو اسے مزید قاتل بنا رہی تھی، ہونٹوں پر میچ کر کے سرخ لپ اسٹک لگائی، کانوں میں بڑے بڑے جھمکے پہنے، جن میں میچنگ موتی لٹک رہے تھے، سر کو ذرا سی جنبش دینے پہ جھمکے اس کے گال کو چومتے تو وہ دیکھنے کی چیز لگتی۔
"اتنی پیاری تو آج وہ آسیہ بھی نہیں لگ رہی ہوگی۔" اک ناز سے اٹھلاتے ہوئے اس نے خود کو آئینے میں دیکھا، جو اس کے بے حد خوبصورت لگنے کی گواہی دے رہا تھا۔
خود کو بڑی سی چادر میں چھپا کے چہرے کو اچھی طرح ڈھانپے ہوئے وہ باہر صحن میں آئی، جہاں بھائی منیر اسی کے انتظار میں کھڑا تھا، چونکہ اس نے خود کو مکمل طور پر چھپایا ہوا تھا، اس لئے بھائی منیر نے کوئی اعتراض نہیں کیا، اماں نے البتہ خفگی بھری تیز نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
"اچھا اماں! اللہ حافظ۔" سر جھکا کے اماں سے کہتی وہ فوراً بھائی منیر کے پیچھے نکل گئی۔
"ہائے نازو! یہ تو ہے، تو نے تو سکول کی ساری لڑکیوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔" آسیہ کے گھر میں ہر طرف گہما گہمی تھی، اس کی ساری سہیلیاں آ چکی تھیں، وہ سب سے لیٹ پہنچی تھی اندر آ کر اس نے بڑی سی پھولدار چادر اتاری تو اس کے لشکارے مارتے روپ کو دیکھ کر حسینہ کے [illegible]
"آج تو نازو کے آگے کوئی ٹھہر ہی نہیں سکتا۔" سلمہ نے بھی توصیفی انداز سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
لبوں پہ مدھم فاخرانہ مسکان لیے اپنی داد و تعریف سمیٹتے ہوئے اس کی کلف لگی گردن میں مزید اکڑ پیدا ہو گیا تھا۔
اسی اثناء میں رسم کا آغاز ہوا، رسم کا اہتمام بڑے ہال نما کمرے میں کیا گیا تھا، آسیہ کو نزاکت سے تھامے جب وہ اندر داخل ہوئی تو سب کی نگاہیں اسے سراہتی ہوئی محسوس ہوئیں۔
آسیہ کا سارا سسرال پڑھا لکھا اور سلجھے ہوئے افراد پر مشتمل تھا، دو نندیں تھیں، ایک نے ایم اے کیا تھا اور شادی شدہ تھی جبکہ دوسری گریجویشن کر رہی تھی، دونوں نے تھوپا تھاپی نہیں کی تھی، سادہ مگر نفیس لباس زیب تن کیے ہلکے

جھلکتے میک اپ اور جیولری میں بہت جاذب نظر لگ رہی تھیں، ایک ہی دیور تھا اس کا جو بلیک جینز پہ آف وائیٹ شرٹ پہنے، کہنیوں تک بازو فولڈ کیے وہ شاید باہر سے کوئی کام نمٹا کر آ رہا تھا۔

''اس کالی کلوٹی آسیہ کی قسمت کتنی تیز ہے، کیسا افسانوں، ڈراموں جیسا شاندار سسرال ہے، آسیہ کی جگہ تو مجھے ہونا چاہیے تھا۔'' ایک دم ہی اسے آسیہ سے بے پناہ حسد محسوس ہوا تھا، اس احساس کو اس نے دل میں ہی دبا کر رکھا تھا، ظاہر کرنے سے گریز ہی کیا تھا۔

''یہ بچی کون ہے؟'' آسیہ کی ساس نے اپنی سمدھن سے دریافت کیا تو اس کا دل تیزی سے دھڑکا۔

''آسیہ کی سہیلی ہے اسی پنڈ میں رہتی ہے بڑی گوڑی دوستی ہے دونوں کی۔'' آسیہ کی والدہ پرخلوص اور سادہ سی خاتون تھیں، بھی کو الٹیز آسیہ میں بھی پائی جاتی تھیں شاید اسی لئے انہوں نے اسے اپنی بہو منتخب کیا تھا۔

''ماشاءاللہ بہت پیاری ہے اللہ نصیب اچھے کرے۔'' انہوں نے کہا تو اسے خواہ مخواہ ڈھیروں شرم نے آن گھیرا۔

وہ دن اس کے لئے بہت اہم اور خوبصورت تھا وہ شمع محفل بنی ہر طرف چھائی رہی، وہ ہر لحاظ سے خوبصورت تھی البتہ اسے آسیہ کے سسرال والوں کی طرح پٹر پٹر انگلش بولنا نہیں آتی تھی آسیہ کی نند کھانے کے دوران اپنے کالج کا کوئی واقعہ بتا رہی تھی، نہایت دلچسپی سے وہ سن رہی تھی لیکن بار بار جب وہ درمیان میں انگلش کے الفاظ استعمال کرتی تو نازو ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگتی۔

اگرچہ وہ میٹرک کی اسٹوڈنٹ تھی لیکن اس کی انگلش گزارے لائق ہی تھی، کیونکہ ان کی انگلش کی مس کو بھی کوئی خاص انگلش نہیں آتی تھی آج کے دن اس نے مصمم ارادہ کیا تھا اگر وہ کچھ بننا چاہتی ہے تو اس کے لئے اس کے پاس تعلیم کا ہونا ضروری ہے ورنہ باوجود حسین ہونے کے وہ اس میدان میں بہت پیچھے رہ جائے گی۔

''میں آگے ضرور پڑھوں گی اور ہر حال میں کالج جا کے ہی دم لوں گی، چاہے جتنی مرضی ضد کرنے پڑی۔'' اس نے خود سے پکا عزم کیا اور آج کی ساری رات کالج کے خوش کن خواب دیکھنے اور روانی سے انگلش بولنے کے سپنے دیکھنے میں گزری تھی۔

------

''کتنے بور اور عجیب سے دن گزر رہے ہیں، دل چاہ رہا ہے کوئی ہنگامہ ہو، کوئی فنکشن ہو، ذرا ماحول بدلے روزانہ کی ایک ہی کی بندھی روٹین میں تو اکتا گئی ہوں۔'' رمشاء نے کتاب بند کر کے سائیڈ ٹیبل پہ لڑھکائی اور خود دھپ سے ماہا کے قریب صوفے میں دھنس گئی۔

آج ویک اینڈ تھا وہ سب لاؤنج میں [illegible] اپنے اپنے [illegible] رمشاء [illegible] کا دن فراغت سے گزارا جائے، یہ الگ بات ہے کہ فراغت کے مواقع انہیں قسمت سے ہی ملا کرتے تھے۔

''ہائے سچ رمشاء، میرا بھی یہی دل چاہتا ہے۔'' ہالہ نے بھی جھٹ اس کی تائید کی تو رمشاء مسکرا دی۔

''اب تم بھی کچھ چھوڑ لو۔'' رمشاء نے ماہا کے ہاتھ سے کتاب کھینچ کر اپنی کتاب کے اوپر رکھی اور چڑ کے اسے مخاطب کیا۔

''میں کیا چھوڑوں؟ جو کرنا ہے کرو، میں نے منع کیا ہے؟'' ماہا نے تیکھے چتونوں سے اسے گھورا اور دوبارہ کتاب پکڑنے کی سعی کی جو رمشاء نے ناکام بنا دی۔

''تم کوئی مشورہ دو ناں، کیا کریں؟'' ہالہ نے ذرا مناسب الفاظ میں اپنا مطمع نظر اسے سمجھایا۔



''آ..... اچھا۔'' اس نے سوچنے کی ایکٹنگ کی، پھر جیسے کچھ یاد آنے پہ جوشیلے انداز میں ان دونوں کی طرف دیکھا۔

''آئیڈیا۔''

''کیا؟'' وہ دونوں یک زبان ہو کر بولیں اور جی جان سے اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''تم لوگ یوں کرو۔'' اس نے ایک لمحہ توقف کیا، ان دونوں کی طرف دیکھا پھر دوبارہ گویا ہوئی۔

''مکئی کی روٹی بنانا سیکھ لو۔'' ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتے ہوئے وہ کمال اطمینان سے بولی۔

''ایں۔'' وہ دونوں ہونق بنی اسے دیکھنے لگیں۔

''ہاں..... سچ کہہ رہی ہوں یاد نہیں پچھلے دنوں امی اور تائی تمہارے پھوہڑ پن سے کتنا پریشان تھیں اگر تمہارے سسرال میں سے کسی نے مکئی کی روٹی کی فرمائش کر دی تو تو اپنی ماؤں کی [illegible] گی ہم [illegible] کی بجائے مکئی کی روٹی۔''

''ماہا کی بچی۔'' رمشاء نے کشن اٹھا کے اسے مارا تو اس کی قینچی کی طرح چلتی زبان کو بریک لگے۔

''تم ہمیں ڈفر بنا رہی ہو۔'' ہالہ بھی ہوش میں آتے ہوئے چلائی، پھر ہالہ اور رمشاء کی طرف سے کشن کی برسات تھی اور ماہا بیچاری۔

''بس کر جاؤ۔'' منال نے سخت اکتائے ہوئے انداز میں ان کی کارگزاری ملاحظہ کی اور ڈپٹنے والے انداز میں بلند لہجے میں بولی، ان دونوں کے ہاتھ واقعی ایک سیکنڈ میں رک گئے تھے۔

''سامنے کی بات ہے جو تم لوگوں کے دماغوں میں نہیں گھس رہی۔'' ناک کی پھننگ پہ سے پھسلتی عینک کو شہادت کی انگلی سے اس کے مطلوبہ مقام پہ ٹکایا اور دونوں کو گھورتے ہوئے بولی۔

''کیا.....؟'' اب تو ان دونوں کے ساتھ ساتھ ماہا بھی متجسس ہوئی۔

''وہ اوپر کیا ہے؟'' منال نے پوچھا تو ان تینوں نے چھت اوپر کی طرف دیکھا۔

''چھت۔'' تینوں کی زبان سے بیک وقت نکلا۔

''اوہ..... ہو..... نہیں..... اس سے اوپر۔'' اس نے جھنجھلا کر دوبارہ پوچھا۔

''ایک اور چھت۔'' ہالہ نے جھٹ سے کہا تو وہ اسے گھور کے رہ گئی۔

''صحیح کہتی ہے ماہا، تم دونوں کچن میں جاؤ اور مکئی کی روٹی بنانا اور آٹا گوندھنا سیکھو۔'' زچ ہو کر کہتے ہوئے اس نے ان دونوں کو لتاڑا۔

''بھئی میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اوپر وہب اور غوری کا کمرہ ہے ناں۔'' اس نے باری باری ان تینوں کی شکل دیکھی۔

''ہاں ہے تو؟'' وہ واقعی خاک نہیں سمجھی تھیں۔

''اسے گھسیٹ کر نیچے لے آؤ۔'' منال نے اپنا سر پیٹ لیا۔

''تم تینوں کے ذہن انتہائی ناکارہ ہیں کچھ نہیں کر سکتیں تم جیسی کند ذہن لڑکیاں ارے بابا اوپر جاؤ ان کے کمرے میں کوئی ہنگامہ کوئی تخریب کاری کرو، ایسا بندوبست کرو کہ ہوش ٹھکانے آ جائیں دونوں کے گھر میں کوئی بڑا بھی موجود نہیں، موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔'' بالآخر منال نے اشاروں کنایوں کی زبان ترک کر کے واشگاف الفاظ میں انہیں سمجھایا۔

''میں صدقے جاؤں تیرے۔'' ہالہ نے تو اٹھ کر باقاعدہ اس کی بلائیں لے ڈالیں۔

''آئیڈیا واقعی زبردستی ہے۔'' ماہا نے بھی اسے سراہا تو رمشاء نے بھی جھٹ تائید کی۔

''اوکے ٹھیک ہے ہم ذرا اوپر'' ''انتظام''

کر کے آتے ہیں، تم نیچے رکھوالی کرو، اگر کوئی آ گیا تو فوراً اطلاع کر دینا۔'' ماہا نے کھڑے ہوتے ہوئے منال کو ہدایت دی، جانتی تھی اپنی ڈرپوک اور بزدلانہ طبیعت کے باعث وہ بھی بھی ان کا ساتھ نہیں دے گی، لہٰذا اسے نیچے چھوڑ کر وہ تینوں غوری اور وہب کے مشترکہ کمرے میں آ گئیں۔

ہالہ نے وارڈ روب کھولی اور اگلے ہی لمحے سارے کپڑے نیچے کارپٹ پہ ڈھیر تھے۔

''یہ کیا کر رہی ہو ہالہ کی بچی!'' ماہا نے اس کی کارکردگی ملاحظہ کرتے ہوئے چیختے ہوئے پوچھا۔

''تمہارے پیٹ میں درد اٹھ رہے ہیں ناں تو تم پریس کر کے ہینگ کر دو۔'' وہ بھنا کے اس کی طرف پلٹی۔

''اس غوری کے بچے نے میرے نئے یونیفارم کا ستیاناس مار دیا تھا، اتنا بڑا سوراخ کر دیا تھا میری آستین میں۔'' اس نے جس قدر ہو سکتا تھا دونوں بازوؤں کو دائیں بائیں پھیلایا۔

''جلد سے مبالغہ آرائی کی ہالہ! اتنی بڑی تو تمہاری قمیض نہیں ہے جتنا بڑا تم اس سے سوراخ بتا رہی ہو۔'' رمشاء نے چیختے ہوئے اسے ٹوکا۔

''چلو جلدی کرو جو کرنا ہے ٹائم ضائع مت کرو۔'' ماہا نے اصل کام کی طرف ان دونوں کی توجہ مبذول کروائی۔

''میں نے تو ''بسم اللہ'' کر دی ہے تم دونوں بھی ہاتھ ہلا لو۔'' ہالہ نے فخریہ انداز میں گردن اکڑائی، اب وہ وارڈ روب کا نچلا دروازہ کھولے جوتوں پہ طبع آزمائی کر رہی تھی۔

''میں ذرا ان کے P.C کو باحیاء بنا دوں۔'' ماہا نے ریوالونگ چیئر پہ بیٹھتے ہوئے P.C آن کیا۔

اور اگلے چند منٹس میں وہ P.C میں موجود تمام سونگز، فلمیں، کلپس، پکچرز اور تمام الم غلم Delete کر چکی تھی اور اسی سے Releated ان کی تمام سی ڈیز ڈسٹ بن میں پہنچ چکی تھیں۔

رمشاء بیچاری کا غبارے پھولا پھولا کے برا حال تھا، یہ غبارے اس نے ایسی جگہ رکھنے تھے جہاں بے خبری میں بیٹھتے ہی ان کا پتا نہ نکل جاتا، ہالہ نے ان کے تمام کپڑے بڑے احتیاط سے میٹرس پہ پھیلا کے اوپر بیڈ شیٹ بچھا دی تھی، یوں کہ جب تک غور نہ کیا جائے پتہ نہیں چل سکتا تھا۔

وہ تینوں اپنے اپنے کاموں میں مگن تھیں جبکہ منال انہیں مفت مشورے سے نوازنے کے بعد اب دنیا و مافیہا سے بے خبر کتاب میں سر گھسائے بیٹھی تھی۔

''ہائے لعل سٹر! کیا ہو رہا ہے؟'' وہب اور غوری تھکے ماندے گھر میں داخل ہوئے تھے غوری نے بائیک کی چابی سنٹرل ٹیبل پہ رکھتے ہوئے منال کو مخاطب کیا، جبکہ وہب تو کاؤچ پہ ہی دراز ہو گیا تھا۔

''تم.... تم کب آئے ہو؟'' منال کرنٹ کھا کے سیدھی ہوئی تھی، وہ کتاب میں اتنی بری طرح غرق تھی کہ اسے بائیک رکھنے کی بھی آواز نہیں آئی، اب جو ان دونوں کو اپنے سامنے موجود پایا تو اسے اپنے ستارے گردش میں نظر آ رہے تھے، اتنی ہکلائی کہ جواب دینے کی بجائے الٹا سوال داغ دیا۔

''کافی سال ہو گئے ہیں چھوڑو تمہیں یاد نہیں آئے گا۔'' وہب نے لیٹے لیٹے ہی اسے جواب سے نوازا تھا۔

''تم دونوں ابھی اپنے کمرے میں مت جانا۔'' اس کے سر پہ چونکہ وہ تینوں اور کمرہ سوار تھا، کہنا کچھ اور تھا بوکھلاہٹ میں منہ سے وہی نکل گیا جو ذہن پہ سوار تھا۔

''کیوں؟ ہمارے کمرے میں کیا بھوتوں نے بسیرا کر رکھا ہے۔'' غوری نے استفہامیہ لہجے میں استفسار کیا، وہب بھی سیدھا ہوتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

''نہیں چڑیلوں نے۔'' چڑے کی زبان دوبارہ پھسلی تھی۔

''ایں۔'' وہ دونوں چونکے، غوری کی چھٹی حس نے خطرے کا الارم بجایا تھا۔

''ماہا، رمشاء، ہالہ کہاں ہیں؟'' وہب نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا تو اس کا رہا سہا دم بھی نکل گیا۔

''مم..... مجھے نہیں پتہ۔'' اس نے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیری۔

''تمہیں تو سارا پتہ ہے ڈیئر جلدی بتاؤ ورنہ.....'' وہب نے جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے دھمکایا۔

اس نے ایک نظر دونوں کے بگڑے ہوئے زاویے پہ ڈالی اور اگلے ہی لمحے وہ کتاب وہیں چھوڑ چھاڑ اوپر کی طرف دوڑ لگا دی۔

''تب.... ایں.... ایں.... یہ کیا ہوا۔'' غوری کے حیرت کے سمندر میں غوطے لگاتے ہوئے وہب کی طرف دیکھا تو اس نے لاعلمی سے کندھے اچکائے۔

''اوپر چل کے دیکھتے ہیں۔'' غوری نے کہا تو وہب نے بھی اس کی تائید کی۔

''وہ..... وہ آ گئے ہیں۔'' منال نے پھولی سانسوں سمیت بمشکل کہا تھا۔

''کون آ گئے ہیں۔'' ہالہ نے سرسری سے لہجے میں پوچھتے ہوئے الارم کلاک پہ رات دو بجے کا ٹائم سیٹ کرتے ہوئے بیڈ کی سائیڈ پہ رکھا۔

''وہ..... وہ ہی۔'' اس نے بے بسی سے باری باری ان تینوں کی طرف دیکھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ تینوں کچھ سمجھتیں وہب اور غوری ان کے سر پہ آن کھڑے ہوئے تھے۔

''کیا ہو رہا ہے گرلز!'' غوری نے مشکوک نظروں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

''صص..... صفائی، ہم صفائی کر رہی تھیں۔'' ہالہ جھٹ سے بولی۔

''صفائی کہ صفایا؟'' غور نے چاروں طرف نظریں دوڑاتے ہوئے کسی نادیدہ چیز کو تلاشنا چاہا۔

''ہے ہی کیا تم فقیروں کے پاس جو کسی نے صفایا کرنا ہے، وہ تو ہم ویسے ہی فارغ تھے تو سوچا تم لوگوں کے کمرے کی ڈسٹنگ کر دیں، لیکن تمہارے ساتھ تو نیکی کرنی ہی نہیں چاہیے۔'' ماہا نے تیز تیز لہجے میں بولتے ہوئے ان کی توجہ ہٹانی چاہی۔

''آہم..... آہم۔'' اس کے اتنے ایثارانہ اور ہمدردانہ انداز پہ وہب کو کھانسی کا شدید دورہ پڑا تھا۔

''ہمیشہ بہن کے پیار پر شک ہی کرنا۔'' ماہا نے اس کی کمر پہ دھپ رسید کرتے ہوئے کہا، جوابا شاندار ایکٹنگ کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہب دھڑام سے فلور کشن پہ گرا تھا۔

فلور کشن کے نیچے رکھے تین عدد غبارے احتجاجاً دم توڑ گئے تھے، زوردار دھماکہ ہوا تھا، وہب اچھل کے دوسری طرف گرا، ان تینوں نے بے ساختہ اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھے۔

''ہونہہ..... تو تم لوگ اندر تخریب کاری کر رہی تھیں ویل جو چیزیں بھی الٹ پلٹ کی ہیں انہیں فوراً ٹھیک کر دو، کیونکہ میں باہر سے لاک لگا رہا ہوں اور یہ تب ہی کھلے گا جب ہمارا کمرہ اپنی اصلی حالت میں لوٹ آئے گا۔'' غوری نے صرف انہیں دھمکایا تھا بلکہ اپنے کہے پر فوراً عمل بھی کر ڈالا تھا، وہب پہلے ہی باہر نکل چکا تھا۔

''مم..... مجھے پتہ ہی نہیں چلا وہ کب آ گئے۔'' ان تینوں کو خونخوار تیور لئے اپنی طرف دیکھتے پا کر وہ بری طرح بوکھلائی تھی۔

''تمہیں نیچے تماشہ دیکھنے کے لئے بٹھا کر

نہیں آئے تھے۔" ماہا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے سالم ہی نگل جائے۔

"میں نے بتایا تو تھا۔" اس نے منمنا کر صفائی دی۔

"ہاں جب وہ بلائیں ہمارے سر پہ آن چڑھیں تب آکر طبل بجانے لگی تھیں محترمہ۔" ہالہ کا تو غصے سے بی پی شوٹ ہونے کے قریب تھا، اتنی مشکل سے ایک سنہری موقع ہاتھ آیا تھا اس سے فائدہ تو کیا اٹھانا تھا الٹے لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔

"چونکہ تم نے اپنی کارگردی میں نہایت نااہلی ظاہر کی ہے لہٰذا اب ساری صفائی تم کرو گی۔" رمشاء نے قدرے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے لئے سزا تجویز کی۔

"بالکل ٹھیک۔" ماہا اور ہالہ نے بھی جھٹ تائیدی انداز میں سر ہلائے۔

"کیا..... آ..... آ....." منال تو صدمے سے بے ہوش ہو کے وہیں ڈھیر ہو گئی، جبکہ وہ تینوں سر پکڑ کے بیٹھ گئیں۔

------

"بیٹھ جا نازو! ایک جگہ ٹک کے بیٹھ جا۔" برآمدے میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک پیدل مارچ پاسٹ کرتے ہوئے اس کی ٹانگیں شل ہونے لگی تھیں، لیکن بھائی منیر آ کے نہیں دے رہا تھا، اماں سے اس کی حالت دیکھ کر رہا نہیں گیا تو بالآخر اسے ٹوک ہی دیا۔

آج اس کا میٹرک کا رزلٹ آنا تھا، ساری رات اس نے آنکھوں میں کاٹی تھی، پڑھنے میں وہ اگر اتنی لائق فائق طالبہ نہیں تھی تو ایسی کند ذہن بھی نہ تھی، ہاں بس یہ بات تھی کہ اس کا فیشن کی طرف دھیان زیادہ رہتا تھا اور پڑھنے لکھنے کی طرف کم، اگرچہ سکول بھی وہ اپنے شوق کی وجہ سے ضد کر کے گئی تھی تاہم اس کی نظر تعلیم کی افادیت کی بجائے دوسروں پر اپنا رعب جمانا تھا،

لیکن جب سے وہ آسیہ کی سسرال سے مل کے آئی تھی تب سے اس کے نظریات میں واضح تبدیلی ہوئی تھی، اس نے جانا تھا کہ دوسروں پر اپنی دھاک بٹھانے اور رعب جمانے کے لئے خالی خولی حسن اور فقط میٹرک تعلیم ناکافی تھی، اگر اسے سب سے منفرد اور ممتاز نظر آنا ہے تو اس کے لئے اسے بہت محنت اور کوشش کرنا پڑے گی۔

لہٰذا اس دفعہ اس نے ڈٹ کر محنت کی تھی کہ جب تک اچھے نمبروں سے پاس نہیں ہو گی تب تک کامیابی کی پہلی سیڑھی پہ قدم نہیں رکھ سکے گی، اسے دن رات کتابوں میں سر کھپائے دیکھ کر اماں اکثر چڑ جایا کرتیں، ایک تو انہیں لڑکیوں کا زیادہ پڑھنا لکھنا ویسے ہی نہیں بھاتا تھا دوسرا نازو کتابوں میں گم ہو کر گھرداری کی طرف متوجہ کم دیتی تھی تو انہیں اس کی کتابوں پہ مزید تاؤ آتا۔

"ارے بس کر، مت اتنا پڑھا کر، کیا کرے گی اتنا پڑھ کر، تو نے کون سا ڈاکٹر بننا ہے۔" کبھی کہتیں۔

"ہم نے تجھ سے نوکری نہیں کروانی جو دن رات پڑھ پڑھ کے خود کو ہلکان کرتی ہے۔"

لیکن نازو نے ہاں کو بھی آرام سے پیار سے، کبھی ناراضی سے خفگی دکھا کر رام کر ہی لیا اور امتحانوں سے پہلے اور دوران میں خوب محنت کی، آج صبح سے ہی اس نے رٹ لگا رکھی تھی کہ اس کا رزلٹ آنا ہے۔

"مجھے یقین ہے میری دھی سارے پنڈ سے زیادہ نمبر لے گی۔" ابا نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو اس ممنون نظروں سے ابا کی طرف دیکھا۔

"ابا تیری ہی دعاؤں کا سہارا ہے ورنہ اماں کی باتوں سے تو لگتا ہے وہ دن رات میرے فیل ہونے کی ہی بد دعائیں کرتی ہے۔" اس نے شاکی نظروں سے ماں کو دیکھا، تو ابا نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

"ماں جو بھی کرتی ہے تیرے بھلے کے لئے ہی کرتی ہے، تیری دشمن نہیں ہوں تیری بھلائی کے لئے ہی تجھے روکتی ٹوکتی ہوں۔" اماں اس کی نظروں کا مفہوم بخوبی سمجھ رہی تھیں، اس لئے اسے سمجھایا وہ ماں تھیں اپنی عادت سے مجبور، وہ لڑکی ذات کے لئے کچھ حد بندیوں کی قائل تھیں اور نازو جب اپنی اڑان سے اونچا اڑنے کی کوشش کرتی تو اماں اسے ٹوکے بنا نہ رہ پاتیں اور ویسے بھی وہ بیٹی کی آنکھوں میں عزم اور جنون کے سائے دیکھ کر خائف زدہ رہ جاتیں۔

"لے بھئی نازو تیرا رزلٹ لے آیا ہوں، بڑی مشکل سے لایا ہوں۔" بھائی منیر نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا، نازو نے لپک کر ان کے ہاتھ سے صفحے چھینا جس پر اس کے نمبر درج تھے۔

"ابا..... اماں۔" وہ خوشی سے چلاتے ہوئے پیچھے مڑی تو وہ دونوں گھبرا گئے۔

"کیا ہوا پتر! خیر تو ہے؟" اماں نے دھڑکتے دل سے دریافت کیا۔

انہیں یہ ڈر تھا کہ اگر خدانخواستہ نازو فیل ہو گئی تو ایک سال مزید اس کی شادی لیٹ ہو جائے گی اور پھر سارا سال وہ کتابوں کو چاٹتے گزارے گی، طوعاً کرہاً انہوں نے برداشت کیا تھا کہ چلو یہ آخری سال ہے جیسے تیسے گزر جائے پھر تو ہمیشہ کے لئے ان کی جان چھوٹ جائے گی، وہ بیٹی کے ارادوں سے قطعاً بے خبر اپنی ہی قیاس آرائیوں میں مشغول رہتیں۔

"اماں! میں نے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کر لیا ہے۔" وہ فوراً اماں کے گلے لگ گئی۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے، مبارک ہو۔" اماں کو "فرسٹ ڈویژن" تو نہیں البتہ "پاس" کا لفظ بخوبی سمجھ آ گیا تھا۔

ابا اور بھائی منیر نے بھی اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے مبارک باد دی تھی، ابا نے فوراً پانچ سو کا نوٹ نکال کے اسے دیا اور پانچ سو منیر کو تھماتے ہوئے کہا۔

"یہ لو اور مٹھائی لے کر آؤ۔"

اور یہ خبر جلد ہی پورے گاؤں میں پھیل گئی کہ نازو نے پورے پنڈ میں زیادہ نمبر لے کر میٹرک پاس کیا ہے، سارا پنڈ ہی مبارکباد دینے آیا تھا اور نازو گردن میں کلف لگائے ہر ایک سے مبارک باد وصول کر رہی تھی۔

اس کی پھوپھی بھی مٹھائی اور سوٹ سمیت شام کو آئی تھی، اماں تو اپنی نند کو دیکھ کر کھل اٹھی تھیں، البتہ نازو کے ماتھے پہ بل نمودار ہو گئے تھے اسے اپنی پھپھی اور اس کا بیٹا (جو اس کے بچپن کا منگ تھا) ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے، وہ اپنی متوقع سسرال کا موازنہ آسیہ کے سسرال سے کرتی تو جی جان سے جل جاتی، پھپھی نے چٹا چٹ اس کی بلائیں، وہ تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھی پھر کسی ضروری کام کا بہانہ کر کے اٹھ گئی۔

"نازو نے ماشاءاللہ پڑھ لکھ لیا ہے اب تو مجھے اس کے جہیز کی فکر ہے، بس تیری صلاح ہے اپنے گھر کی ہو تو میرا فرض بھی پورا ہو جائے گا، پھر آرام سے اپنے منیر کی دلہن تلاش کروں گی۔" رات کو اماں نے جان بوجھ کر اپنی نند کے سامنے یہ تذکرہ چھیڑا، درپردہ وہ نازو کی شادی کی بات کر رہی تھیں اور یہ بات سعیدہ بی بی (نازو کی پھپھی) بخوبی سمجھ گئی تھیں۔

"صلاح تو میری بھی یہی تھی بھرجائی کہ نازو کے فارغ ہوتے ہی اسے اپنے گھر کا جاتن بنا لاؤں گی پر تجھے تو پتہ ہے کوثر بڑی ہے اسلم سے میری صلاح تو یہی تھی کہ دونوں بہن بھائیوں کا ویاہ اکٹھا ہی کروں گی پر شہباز (کوثر کا منگیتر) پچھلے دنوں دبئی چلا گیا ہے اپنے چاچے کے پاس، دو سال بعد واپس آئے گا اس کی ماں بتا رہی تھی کہ ادھر اپنا کاروبار کرتا ہے، میں نے تو اسلم سے کہا تھا کہ نازو نے پڑھ لکھ لیا ہے میں

اب تیرا وعدہ کر دیتی ہوں جب شہباز آئے گا تو کوثر کا کر دوں گی، دونوں طرف گھر کی بات ہے، پر اسلم کہنے لگا، اماں آپا کی موجودگی میں، میں دیاد کرا تا اچھا لگوں گا، پہلے آپا کی ہو گی پھر میری ہو گی۔" سعیدہ بتا رہی تھی اور زرینہ بیگم کا دل بیٹھتا جا رہا تھا۔

انہوں نے سنا تھا کہ باہر جانے والے مرد واپس لوٹ کے گھر کم ہی آیا کرتے ہیں اور گھر آ بھی جائیں تو نخرے آسمان تک پہنچے ہوتے ہیں اور کوثر تو پہلے ہی قبول صورت تھی، خدانخواستہ اگر شہباز نے شادی سے انکار کر دیا تو نازو بھی اسی انتظار میں بیٹھی رہے گی۔

"اسلم دوسرے پنڈ میں مزید زمین لینے کا ارادہ کر رہا ہے میں نے کہا اللہ کا نام لے کر کام شروع کرو اس دفعہ گندم، چنے اور چاول بیچنے کا ارادہ ہے، یہ مشورہ بھی شہباز نے دیا تھا، اللہ بری نظر سے بچائے بڑا ہی نیک اور پیارا بچہ ہے شہباز۔" وہ اب اپنے متوقع داماد کی تعریفوں میں رطب اللسان تھیں۔

"ہاں یہ بات تو تیری ٹھیک ہے۔" زرینہ بیگم نے بھی فضول سوچوں کو ذہن سے جھٹکتے ہوئے سچے دل سے اعتراف کیا کہ اس بات کی تو وہ بھی قائل تھیں۔

"بس پھر باجی تو فکر نہ کر اسلم اور شہباز جو بھی کریں گے جتنا ان کا کاروبار بڑھے گا اتنا ہی ہماری دھیوں کو سکھ ملے گا، یہی سوچ کر میں نے شہباز کو نہیں روکا، اچھی بات ہے ناں ویاہ سے پہلے اپنے کاروبار کو بڑھائیں پھر بندہ بیوی بچوں پر صحیح توجہ دیتا ہے۔" سعیدہ نے کہا تو زرینہ بیگم بھی کسی قدر قائل ہو گئیں کہ کہہ تو وہ ٹھیک رہی تھی۔

"ٹھیک ہے سعیدہ! اگر میرے سوہنے رب کی یہی مرضی ہے تو مجھے بھی قبول ہے کس ماں کا دل کرتا ہے کہ اپنے جگر کے ٹکڑے کو پال پوس کر دوسروں کے حوالے کرے پر میرے رب نے تو یہی قانون بنایا ہے ناں نازو کی دونوں بہنوں کی شادیاں تو میں نے اپنے وقت پر کر دی تھیں، نازو اب ستر ہویں میں لگ جائے گی، میری جب اتنی عمر تھی تو میں ایک دھی کی ماں تھی، بیمار شمار رہتی ہوں اس لئے کہتی ہوں ویلے سر نازو میرے جیتے جی اپنے گھر کی ہو جائے۔" زرینہ بیگم کی آواز بھیگ رہی تھی، یہ ذکر ہی ایسا ہوتا ہے کہ ہر ماں دکھی ہو جاتی ہے۔

"اے لو اللہ خیر رکھے، تم نازو اور منیر کے بچوں کی بھی شادیاں اپنے ہاتھ سے کرو، اللہ لمبی عمر دے اور نازو اس گھر میں ہو یا اس گھر میں ایک ہی بات ہے دونوں گھر اس کے باپ کے ہیں اور ہے کسی کا دیا نہیں کھاتے جو کسی کی باتوں سے ڈریں، میری نازو کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھے تو سہی، میں اس کی ست پشتیں (سات نسلیں) نہ ادھیڑ دوں تو سعیدہ بیگم نام نہیں۔" انہوں نے ... کر کر جتا ... کہا

وہ جانتی تھی کہ زرینہ اس لئے پریشان ہے کہ کوئی اسے طعنے نہ دے کہ لڑکی کو گھر بٹھائے بٹھائے اتنی عمر کر دی ان کے پنڈ کے لوگ ایسے ہی تھے اگر سولہویں سے اوپر عمر ہو جائے تو طعن و تشنیع کرنے لگتے، یہ سمجھتے کہ شاید لڑکی میں کوئی عیب ہے جو اس کی شادی میں اتنی تاخیر ہو رہی ہے، اسی لئے اس نے اس کی ڈھارس بندھائی تھی۔

"تیری محبت پہ مجھے کوئی شک نہیں سعیدہ! یہ تو نازو کا نصیب ہے کہ اسے تمہارا گھر انہ ملا۔" زرینہ بیگم بھی اپنے بندے کے خلوص کی قائل تھیں، شروع سے ہی ان کے درمیان نند بھاوج کا معاملہ نہیں رہا تھا، وہ دونوں بہنوں کی طرح مل جل کر پیار و محبت سے رہتی تھیں۔

"میری دھی کسی سے کم ہے کیا، چاند سے بڑھ کر پیاری ہے، اللہ دونوں کی جوڑی سلامت رکھے۔" سعیدہ کی دعا پہ زرینہ بیگم نے زیر لب آمین کہا تھا۔

------

"تائی امی! لائیں میں آپ کا سر دباتی ہوں۔" ماہا نے منزہ کے سرہانے بیٹھتے ہوئے ان کے سر کو ہولے سے پکڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں بیٹا! اتنا بھی درد نہیں ہے تم پہلے ہی تھکی ہوئی ہو آرام کرو۔" اس کی محبت پہ نہال ہوتے ہوئے انہوں نے نرمی سے اس کی کلائی پکڑتے ہوئے اس کے ہاتھ کو ہٹانا چاہا، ایسی یہ بھتیجی انہیں سب سے زیادہ عزیز تھی، حتیٰ کہ وہ بالہ اور رمشاء کو اس قدر عزیز نہ رکھتیں تھیں جس قدر الفت وہ ماہا سے رکھتی تھیں، ماہا خود بھی ان سے بہت اٹیچ تھی اور شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ماہا کو دیکھ کر انہیں صالح کی یاد آتی تھی اور ہر وہ چیز جس کی نسبت صالح کے ساتھ تھی انہیں جان سے بڑھ کر عزیز تھی۔

"... ہوں ... جوت کے آئی ہوں ... تھک ... بھی تو عمر ہے جس میں جتنی مرضی کام کر لو لیکن تھکاوٹ جسم پر غالب نہیں آتی، ایسی تھکاوٹ تو ہم جوتے کی نوک پر بھی نہ جانیں۔" اس نے بات ہنسی میں اڑائی اور ہولے ہولے ان کا سر دبانے لگی۔

"ہائیں ...... تم کب سے اتنی چاق و چوبند اور چست و چالاک ہو گئیں، یہ تو بڑی اچھی بات ہے اب میرے حصے کا کام بھی تم ہی کر لیا کرنا۔" رمشاء نے بیٹھے بیٹھے پھلجڑی چھوڑی، منزہ مسکرا دیں، کوئی اور وقت ہوتا تو وہ بیٹی کی نا اہلی اور سستی پہ اسے ضرور ٹوکتیں، لیکن آج بات کچھ اور تھی وہ کسی کو بھی ڈانٹنے اور ٹوکنے کی حالت میں نہ تھی۔

"میرے سارے اچھے اخلاق و اوصاف صرف تائی امی کے لئے ہیں تمہارے لئے تو کچھ بھی نہیں ہے تم منہ دھو کے رکھو۔" ماہا نے جھٹ اس کی غلط فہمی دور کر کے اسے آئینہ دکھایا۔

"آہ ...... میں بھی کہوں یہ اپنی ماہا بی بی اتنی نیک کب سے ہو گئی ہیں، نہایت افسوس ہوا تمہارے زریں خیالات سن کر۔" رمشاء نے متاسفانہ نظروں سے گھورا جس کا اس نے حسب معمول مطلق اثر نہیں لیا تھا۔

"تھینکس فار دی آنر۔" اس نے بڑے انداز سے سر کو خم دیا تو سب مسکرا دیئے۔

منزہ نے ایک نظر ان سب کے خوش باش چہروں پہ ڈالی تو ان کے دل سے اک ہوک سی اٹھی۔

"پتہ نہیں میرا صالح کیسا ہو گا؟ اس کا تو خیال رکھنے والی بھی اب کوئی نہیں رہا، لڑکے تو اتنے لاپرواہ ہوتے ہیں پھر پرایا دیس، قد کاٹھ تو خوب نکالا ہو گا، بچپن سے ہی بہت خوبصورت تھا اب تو اور نکھار آ گیا ہو گا، راحیلہ نے تربیت میں تو کوئی کسر نہ چھوڑی ہو گی، پر بے قرار ممتا کو کیسے چین آئے۔" ان کا دل کرلا رہا تھا، ایسے ہی ہوتا تھا وہ خود کو بہت سنبھال کر رکھتی تھیں، بظاہر سب سے اچھے طریقے سے رہتیں، بچوں کے ساتھ بھی رویہ اور تربیت قابل تحسین تھی، لیکن اندر ہی اندر ان کی ممتا بے چین رہتی، ان کا اکلوتا فرزند، ان کے جگر کا ٹکڑا، صالح عبدالرحمن۔

جب بے چینی اور بے قراری حد سے بڑھ جاتی تو وہ اپنے شریک حیات عبدالرحمن سے کہے بنا نہ رہ پاتیں رات بھی یونہی ہوا تھا، بے حد مضطرب ہو کے انہوں نے عبدالرحمن سے کہا تھا۔

"آپ صالح سے کہیں ناں کہ وہ اپنے گھر آ جائے۔"

"وہ اپنی مرضی کا مالک ہے منزہ! تم اسے اپنا بیٹا نہیں راحیلہ کا بیٹا سمجھ کے سوچو، وہ جہاں ہے وہاں برائٹ فیوچر اس کا منتظر ہے جس عیش و آرام میں اس نے زندگی گزاری ہے اور گزار رہا ہے وہ اسے یہاں ہرگز نہیں مل سکتا، وہ ماحول، وہ سہولیات اور بہترین نظام زندگی ہم اسے نہیں

دے سکتے، ہم نے اپنے طور پہ کہہ دیا ہے آگے اس کی مرضی۔" عبدالرحمٰن نے نہایت نرمی اور تفصیل سے انہیں سمجھایا اور یہ باتیں وہ وقتاً فوقتاً اپنی زوجہ کو سمجھاتے رہتے تھے، کبھی تو وہ صبر کرنے کا تہیہ کر لیتیں اور کبھی دل ضد پہ آ جاتا تو وہ یونہی بے حس اور بے جان ہو جایا کرتی تھیں۔

وہ اپنے خیالات میں اس قدر گم اور کھوئی ہوئی تھیں کہ وہ سب کب وہاں سے اٹھ کر گئیں انہیں قطعاً احساس نہیں ہوا، وہ انہیں سوتا سمجھ کر شاید دبے پاؤں بغیر آہٹ کیے باہر نکل گئی تھیں، انہوں نے بازو آنکھوں سے ہٹایا جو ان کے آنسوؤں سے تر ہو گیا تھا، ماہا نجانے کب کی جا چکی تھی۔

ماہا کو دیکھ کر انہیں ہمیشہ صالح کا احساس آ جاتا تھا، ان کا دل چاہتا کہ ماہا کو اپنے صالح کی دلہن بنائیں، لیکن ایسا کوئی اختیار فی الوقت ان کے ہاتھ میں نہیں تھا، اس سوچ کو انہوں نے ہمیشہ خود تک محفوظ رکھا تھا کبھی الماس سے بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا، الماس جب کبھی بھی ماہا کی شادی کی بات کرتیں تو ان کا دل چاہتا فوراً کہہ دیں۔

"ماہا تو میری بیٹی ہے یہ میرے صالح کی ہی دلہن بنے گی کسی اور کے لئے تو تم سوچنا بھی مت۔"

لیکن وہ ایسا کہہ نہیں پاتی تھیں وہ کہہ ہی نہیں سکتی تھیں، کہتیں بھی کیسے؟ بس حسرت و یاس سے ماہا کی طرف دیکھتیں اور لبوں پر قفل لگا لیتیں، آج پھر ماضی کی یادیں ناگ بن کر انہیں ڈس رہی تھیں۔

------

منزہ اس گھر کی سب سے بڑی بہو تھیں اور تھیں بھی نہایت سلیقہ شعار اور معاملہ فہم، عبدالرحمٰن کے بھائیوں اور بہن کو وہ اپنا بہن بھائی سمجھتی تھیں، یہ تین بھائی تھے عبدالرحمٰن، عبداللہ اور مسعود تینوں کی شادیاں تھوڑے تھوڑے وقفے سے آگے پیچھے ہوئی تھیں اور سب سے چھوٹی بہن تھی صائمہ، عبدالرحمٰن اور منزہ کو اللہ نے بہت پیاری سی بیٹی دی تھی، خولہ ان کے خاندان کی پہلی لڑکی تھی لہٰذا اس نے سب ہی کا بہت بہت پیار سمیٹا تھا، عبدالرحمٰن ان دنوں ایک ملٹی نیشنل پرائیویٹ فرم میں اچھے عہدے پر تھے، کمپنی کی طرف سے وہ اکثر بزنس وغیرہ کے سلسلے میں شارجہ جاتے رہتے تھے اور شارجہ کے ہر دورے پر کمپنی اچھا خاصا پیکج دیتی تھی، لہٰذا گھر کے حالات بہت بہتر تھے چھوٹے بہن بھائیوں کی شادیاں بھی انہوں نے خود کی تھیں کہ ماں باپ کا سایہ تو سر سے اٹھ گیا تھا، اپنا سب سے چھوٹا بھائی مسعود انہیں بے حد عزیز تھا۔

مسعود کی شادی بھی انہوں نے نہایت دھوم دھام سے کی تھی، سب بہن بھائیوں کی شادیوں کے بعد وہ گویا اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے تھے، لیکن مسعود اور راحیلہ کی شادی کو ابھی فقط چھ ماہ گزرے تھے کہ ان پر جان لیوا انکشاف ہوا کہ مسعود کبھی باپ نہیں بن سکتا، گھر میں گویا سب ہی کو سانپ سونگھ گیا تھا، مسعود تو گویا ساری دنیا سے کٹ کے رہ گیا تھا، خولہ دو سال کی تھی جب منزہ کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ امید سے کر دیا۔

عبدالرحمٰن سے مسعود اور راحیلہ کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی، اپنے بھائی کی زندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے ایک اہم فیصلہ کر لیا اور جب انہوں نے اپنی شریک حیات کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تو وہ ششدر سی انہیں دیکھے گئیں۔

"مجھ سے مسعود کی حالت دیکھی نہیں جاتی منزہ! وہ جس طرح زندگی سے کٹ رہا ہے یہ بات مجھے دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے، پھر خود تمہیں بھی تو بہت پیارا ہے، ہمیں یہ قربانی دینا ہو گی اگر ہم اس کے لئے نہیں سوچیں گے تو کون سوچے گا؟ بجائے اس کے کہ وہ باہر سے کوئی بچہ اڈاپٹ کرے ہم ہی اس کے لئے یہ ایثار کیوں نہ کریں؟ پھر ہمارا بچہ ہماری نظروں کے سامنے ہو گا ایک ہی گھر میں، وہ کون سا الگ ہے بس میں نے فیصلہ کر لیا ہے اللہ نے مجھے جو بھی اولاد دی بیٹا یا بیٹی وہ ہم مسعود کو دے دیں گے اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے وہ اپنی رحمت سے ہمیں اور نوازے گا۔" نہایت نرمی و محبت سے وہ منزہ کو قائل کر رہے تھے وہ منزہ کی دلی کیفیات سمجھ سکتے تھے۔

منزہ نے خاموش بے بس شاکی نظروں سے اپنے مجازی خدا کو دیکھا اور لب کچلتے ہوئے اپنے اضطرار کو چھپانے کی سعی کرنے لگیں، عبدالرحمٰن نے انہیں محبت سے ساتھ لگایا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں وہ نرمی سے ان کے بال سہلاتے رہے اور پھر وہ دن بھی آ گیا جب منزہ نے نہایت خوبصورت، گل گوتھنے سے بیٹے کو جنم دیا۔

"لو بھئی یہ تمہاری امانت ہے اب تم سنبھالو۔" انہوں نے اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے راحیلہ کی طرف بڑھایا تو راحیلہ نے مسرت کے بے پایاں احساس سے متاع جاں کی طرح اس ننھے وجود کو خود میں سمیٹ لیا تھا، منزہ کا دل گویا کوئی دو دھاری تلوار سے کاٹ رہا تھا، لیکن وہ اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یہ سب بھی سہہ گئی تھیں۔

"آپ اس کا نام کیا رکھیں گی بھابھی!" راحیلہ نے بے پناہ خوشی سے معمور لہجے میں منزہ سے دریافت کیا۔

"اب یہ تمہارا اور مسعود کا بیٹا ہے راحیلہ! تم جو چاہو رکھ لو۔" خود کو بے پناہ ضبط سے گزارتے ہوئے انہوں نے بظاہر مسکرا کر راحیلہ سے کہا تھا، منزہ کا جواب عبدالرحمٰن کا مان کئی گنا بڑھا گئی تھی۔

"میں اس کا نام صالح رکھوں گی۔" راحیلہ نے اس کی ننھی سی ناک چھوتے ہوئے نام تجویز کیا۔

صالح کے وجود نے گھر بھر میں روشنیاں بکھیر ڈالی تھیں، منزہ کو اس لحاظ سے بھی حوصلہ رہتا کہ وہ ان کی نظروں کے سامنے تو ہے وہ جب چاہیں اسے پیار کر سکتی ہیں، عبداللہ اور الماس کو بھی اللہ نے دو سال بعد بیٹا دیا تھا اور صائمہ کو بھی، وہیب اور غوری کی آمد کے باوجود صالح کی حیثیت کم نہ ہو سکی تھی، وہ اسی طرح گھر بھر کا لاڈلہ تھا خولہ تین سال کی تھی جب ٹائیفائیڈ کی وجہ سے وہ دنیا سے چل بسی تھی بعد رمشاء، منزہ کے گھر اور ماہا الماس کے گھر پیدا ہوئی، منزہ جب چوتھی بار امید سے ہوئیں تو ماہا کی پیدائش کے وقت کچھ ایسی پیچیدگیاں ہو گئیں کہ ڈاکٹرز نے کہہ دیا آئندہ کبھی یہ ماں نہیں بن سکیں گی، اگرچہ یہ بات فی الحال ان سے چھپائی گئی تھی لیکن ایک دن تو بالآخر انہیں علم ہونا تھا ابھی تو صالح کی جدائی اور خولہ کا غم تازہ تھا۔

اس وقت صالح پانچ سال کا تھا، راحیلہ کے دل میں پتہ نہیں کیسا خوف بیٹھا تھا کہ انہیں ہر وقت منزہ کی طرف سے دھڑکا ہی لگا رہتا تھا۔

"اگر اب منزہ نے اپنا بیٹا واپس لے لیا تو......" یہ خوف انہیں ہر وقت ہراساں رکھتا، اس کا تذکرہ انہوں نے مسعود سے کیا تو وہ بھی پریشان ہو گیا کیونکہ اس عرصے میں وہ خود صالح سے بہت اٹیچ ہو چکا تھا۔

"آپ کی فرم کی ایک برانچ U.K میں بھی ہے ناں مسعود! آپ کوشش کریں تو ہم وہاں چلے جاتے ہیں میری زندگی کا محور تو اب صالح ہی ہے

میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔'' راحیلہ نے ڈبڈبائی آنکھوں اور بھیگے لہجے میں کہا تو سعود بھی سوچ میں پڑ گیا۔

چھ ماہ کی طویل کوشش اور جدوجہد کے بعد وہ بالآخر U.K برانچ میں ٹرانسفر ہو گیا تھا، مزہ نے سنا تو دل تھام کے رہ گئی، خود عبدالرحمن کا دل بھی ڈوب گیا تھا، لیکن وہ انہیں روک بھی نہیں سکتے تھے کہ سعود اپنے بہتر مستقبل کے لئے یہ حق رکھتا تھا کہ ترقی کے چانسز کو مس نہ کرے، یوں سب کو افسردہ ملول چھوڑ کر وہ تینوں U.K روانہ ہو چکے تھے۔

دن مہینے اور مہینے سال بنتے گئے، سعود اور راحیلہ ایسے گئے کہ کبھی پلٹ کے آنے کی بات نہ کی، نجانے ان کے دل میں کیسا خوف و ہراس پنہاں تھا، کہ وہ صالح کے سائے کو بھی پاکستان کی ہوا نہ لگنے دیتے تھے، خود عبدالرحمن کی مالی حالات بھی ایسے نہ تھے کہ وہ بیٹے سے ملنے U.K جاتے کیونکہ وہ جس پرائیویٹ فرم میں تھے وہ ملازمت بھی نہ رہی تھی۔

سب بچے جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھ چکے تھے، صالح سے فون پر بات ہوتی رہتی تھی لیکن نہ کبھی اس نے کسی کو دیکھا نہ کسی نے اس کو دیکھا، بابا اور بالقیوں نے بھی کئی دفعہ کہا کہ اپنی پکچر ہی دکھا دو تو وہ ہنس کر ٹال جاتا۔

''بس سرپرائز رہنے دو میں آؤں گا تو پھر لائیو ہی دیکھ لینا۔'' وہ جیسے ان کے تجسس کو اور ہوا دیتا۔

اور پھر وہ واقعہ پیش آ گیا جس کا کسی نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا، سعود کو برین ٹیومر تھا اور وہ بھی آخری اسٹیج پر، جس وقت انہیں پتہ چلا تب تک بہت دیر ہو چکی تھی، اگرچہ سعود کی خواہش تھی کہ وہ ایک دفعہ اپنوں کو دیکھ لے اپنی سرزمین پہ مر سکے، لیکن قدرت نے مہلت نہ دی ہسپتال

ایڈمٹ ہونے کے دوسرے دن ہی وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، راحیلہ جو اس بیماری کا سن کر پہلے ہی نیم جاں ہو چکی تھی خود بھی شوہر کے ساتھ ہی منوں مٹی تلے جا سوئی۔

یہ لمحات ان سب کے لئے قیامت سے کم نہ تھے، وہ فون پر صالح کو ڈھیروں تسلیاں دیتے اب تو وہ بالکل اکیلا ہو گیا تھا۔

''بیٹا اب تم واپس آ جاؤ، اپنوں کے درمیان ہم میں مزید تمہیں اکیلا چھوڑنے کا یارا نہیں۔'' عبداللہ نے ایک دن اسے غم لہجے میں کہا تھا، عبدالرحمن نے تو فیصلہ اس پر چھوڑ دیا تھا، لیکن عبداللہ کے بغیر نہ رہ سکے۔

''میری اسٹڈیز چل رہی ہیں تایا جان، ادھوری تعلیم لے کر پاکستان میں کیا کروں گا، میں پہلے اپنی اسٹڈی کمپلیٹ کروں گا کہ یہی پاپا کی بھی یہی خواہش تھی۔'' اس کا فیصلہ سن کر عبداللہ خاموش ہو گئے کہ اپنی جگہ وہ بھی ٹھیک کہہ رہا تھا، تعلیم ہی تو وہ چیز ہے جو انسان کو قابل بناتی ہے، یہاں تو ان کی بیٹیاں کالج میں پڑھ رہی تھیں، عبداللہ کالج میں لیکچرر تھے جبکہ عبدالرحمن پرائیویٹ جاب کر رہے تھے۔

آہستہ آہستہ سب کے زخم مندمل ہو رہے تھے، اس واقعے کو دو سال ہونے والے تھے، صالح کے آج کل فائنل ایگزامز چل رہے تھے لہٰذا اس نے کانٹیکٹ کم ہی ہوتا تھا البتہ مزہ ہر وقت اسی کی فکر میں گھلتی رہتی تھیں۔

......

''پتر! اتنا پڑھ کے کیا کرے گی جتنا پڑھ لیا اتنا ہی بڑا ہے، بس اب اپنی ماں کے ساتھ گھر داری کر۔'' زرینہ کسی ہمسائی کے لئے گئی تھیں تو نازو نے موقع غنیمت جانتے ہوئے ابا سے آگے پڑھنے کی اجازت لینا چاہی، وہ جانتی تھی اماں کی موجودگی میں ایسا ہونا ناممکن ہے اسی لئے وہ ان کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا رہی تھی۔

''ابا! کیا پہلے مجھے گھر داری نہیں آتی؟ پورے پنڈ میں مجھ سے سگھڑ کڑی کوئی نہیں ہے میں پڑھوں گی تو کام تھوڑی چھوڑ دوں گی، اماں کے ساتھ پورا ہاتھ بٹایا کروں گی بلکہ اگر اماں کہے تو میں سارا کام خود ہی کروں گی، ہم جی ہی کتنے ہیں تھوڑا سا تو کام ہوتا ہے۔'' ابا کی باتوں نے اگرچہ اسے بدمزہ کیا تھا تاہم اس نے ماتھے پہ شکن لائے بغیر ابا کو لاجواب کرنا چاہا، وہ جانتی تھی اگر وہ چار چکنی چپڑی باتیں اور کرے گی تو سیدھا سادا ابا مان ہی جائے گا، وہ ویسے بھی ابا کی لاڈلی تھی۔

''وہ تو تیری بات صحیح ہے پر پتر! میرا دل نہیں مانتا تجھے شہر بھیجنے کو، ویسے بھی ہمارے خاندان میں تو منڈے اتنا نہیں پڑھتے تو، تو پھر کڑی ہے ضد نہ کر پتر مان جا اتنا ہی بڑا ہے۔'' ابا نے روٹی کا آخری نوالہ منہ میں رکھا اور بڑے پیار سے نازو کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے گویا بات کا اختتام کرنا چاہا تھا۔

ایک لمحے کو تو نازو کا دل ڈوب سا گیا، لیکن اگلے ہی لمحے خود کو سنبھالتی وہ دوبارہ ابا کو قائل کرنے کی غرض سے آنکھوں میں پانی بھر لائی۔

''ابا! میں کوئی غلط کام کرنے جا رہی ہوں؟ پڑھنا ہی تو چاہتی ہوں ناں؟ کوئی گناہ تو نہیں؟'' ہونٹ کاٹتے ہوئے گیلی آنکھوں سے اس نے باپ کو دیکھا تو ان کا دل پسیج گیا۔

''ابا! میرا دل چاہتا ہے میں بہت سارا پڑھوں، اپنے ابا، اماں کا نام روشن کروں، پھر دوسروں کو پڑھاؤں، اپنے گاؤں میں بہت بڑا اسکول کھولوں کی جہاں سارے پڑھیں گے، کیا میری یہ خواہش غلط ہے؟'' اس کے آنسو اب ٹپ ٹپ باہر گر رہے تھے، ابا کا دل تو پہلے ہی نرم تھا بیٹی کی باتوں نے اور موم بنا دیا۔

''اچھا پتر! تو رونہ تو صحیح کہتی ہے پڑھنا لکھنا گناہ نہیں ثواب ہے میں تجھے ثواب سے کیوں روکوں، تو پڑھ لے پر جب تیری پھوپھی نے بیاہ کا کہا تو میں اسے منع نہیں کروں گا، باقی تو چاہے بیاہ کے بعد پڑھ لینا۔'' ابا نے کھانے کی چنگیر پرے کی، صافہ کندھے پر ڈالا اور جانے کے لئے کھڑا ہو گیا۔

نازو تو بے یقینی سے باپ کو دیکھ رہی تھی گویا اسے اپنی سماعت پہ اعتبار نہیں آ رہا تھا کہ ابا نے اسے واقعی اجازت دے دی ہے۔

''ابا! میرا ابا ساری دنیا سے زیادہ اچھا ہے۔'' وہ جیسے سکتے سے عالم ہوش میں آتے ہوئے چلائی اور فرط جوش و محبت سے ابا سے لپٹ گئی۔

''اوہ پگلی! میرا مان تو، تو ہے، بس اپنے باپ کا سر نیچا نہ کرنا۔'' ابا نے اس کے بال سہلاتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

''پتر! شملہ اونچا کروں گی ابا! یہ نازو کا وعدہ ہے۔'' خوشی اس قدر تھی کہ اسے ہر لفظ اپنی خوشی کے آگے چھوٹا لگ رہا تھا۔

''اچھا میں جاتا ہوں، کنڈا لگا لے تیری اماں تو پتہ نہیں کب آئے۔'' ابا نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو اس نے جھٹ تابعداری سے سر اثبات میں ہلایا۔

آخر اس کی اتنے دنوں کی محنت رنگ لے آئی تھی، وہ خوشی سے صحن میں گول گول گھومنے لگی۔

''اب میں کالج جاؤں گی، اتنا بڑا ہوتا ہے کالج وہ آسیہ کی نند کتنی پیاری پیاری باتیں بتا رہی تھی کالج کی، اب میں بھی پٹر پٹر انگلش بول سکوں گی، دیکھنا اب سارے پنڈ کی کڑیاں کیسے جل جل جاتی ہیں جب میں روز بن ٹھن کے کالج جایا کروں گی۔'' اس نے تصور میں ہی چٹخارہ لیا۔

صحیح بات تو یہ تھی کہ اسے پڑھنے وڑنے کا کوئی خاص شوق نہیں تھا بس دوسروں کو نیچا دکھانا اس کا مقصد ہوتا تھا، لیکن جب سے وہ آسیہ کی سسرال سے ملی تھی تب سے وہ بہت احساس کمتری کا شکار تھی، وہ ان کی طرح بول نہیں سکتی تھی، جیسے واقعات اور باتیں وہ دوسروں کو سنا رہی تھیں اس کے پاس ایسا کچھ بھی نہیں تھا اور دوسرا شہر کا ماحول اسے بہت پرکشش لگتا تھا، وہ بھی اسی ماحول کو پرکھنا چاہتی تھی، پچھلی وی کے الٹے سیدھے ڈراموں نے اس کی آتش شوق کو بڑھایا تھا، وہ ہر وقت شہری ماحول کے لئے مچلتی رہتی۔

''بھائی میر آتا ہے تو اس سے کہتی ہوں آج ہی داخلہ فارم لادے، پہلے ہی اتنے دن گزر گئے ہیں ابھی تو اماں سے بھی ایک طویل معرکہ ہونا ہے، اماں ابا کی طرح چکنی چپڑی باتوں میں تھوڑا آئے گی، خیر میں بھی نازو ہوں اپنی منوا کے ہی دم لوں گی۔'' وہ خود کلامی کے سے انداز میں بولی، آج کی خوشی اس کے لئے ہر چیز پر حاوی تھی۔

---

ماہا کی فرینڈ کی منگنی تھی اور اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کون سا ڈریس پہن کے جائے، باری باری وہ ہر ڈریس نکالتی، خود سے لگا کر آئینے میں دیکھتی اور پھر مسترد کر دیتی، کوئی زیادہ برائٹ لگتا اور کوئی بالکل ڈل۔

''حد ہوتی ہے ماہا اب کر چکو سلیکشن اتنی سوچ بچار بیچاری سونیا نے نہیں کی ہوگی جس کی آج انگیجمنٹ ہے جتنی تم کر رہی ہو۔'' رمشاء جو پچھلے ایک گھنٹے سے اس کی کارگزاری ملاحظہ کر رہی تھی بولے بنا نہ رہ سکی۔

''شرم کرو بجائے اس کے کہ میری کچھ ہیلپ کرواؤ، ایک تو زرافے کی طرح گردن اکڑائے مجھے دیکھے جا رہی ہو اوپر سے مشورہ دینے کی بجائے فضول ہانک رہی ہو۔'' ماہا نے اسے لتاڑا لیکن مجال ہے جو اس ڈھیٹ پر ذرا بھی اثر ہوا ہو، مار کھانے کی بجائے وہ الٹا دانت نکوسنے لگی۔

''چھوڑو نہ یونہی چلی جاؤ، ایسے بھی ٹھیک ہی لگ رہی ہو، وہاں تمہیں کون سا کسی نے پسند کرنا ہے۔'' رمشاء نے ناقدانہ نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے مفت مشورے سے نوازا، تو وہ سر سے پاؤں تک جل کے خاک ہوگئی۔

''ہاں یونہی ماسیوں والے حلیے میں سر جھاڑ منہ پہاڑ اٹھ کے چلی جاؤں وہ بھی جہاں کام کرنے والی آئی ہے بلکہ ایسے موقعوں پر تو کام کرنے والیاں سب سے اچھے حلیے میں ہوتی ہیں تاکہ کوئی انہیں پہچان نہ سکے۔'' ماہا نے دانت کچکچا کر اسے دیکھا۔

''حسن تو دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتا ہے ماہا ڈیئر اور جب یہ رمشاء تمہیں دیکھتی ہے نا تو اس کی آنکھوں میں سفید موتیا آتا ہے۔'' ہالہ نے بھی اندر داخل ہوتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا، رمشاء نے جواباً کشن کھینچ کر اسے دے مارا، جسے بڑی سہولت سے اس نے کیچ کر لیا تھا، اس کام میں وہ سب ہی بہت ماہر ہو چکے تھے، کیونکہ مار دھاڑ اس کی زندگی کا لازمی جزو بن چکی تھی، لہٰذا بچاؤ کی تدابیر وہ سب بہت حد تک سیکھ چکے تھے۔

''صحیح کہتا ہے غوری، تم نہایت میسنی، فسادن اور پھاپھا کٹنی ہو۔'' رمشاء نے آنکھیں سکیڑ کر قہر برساتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''اور امی بھی سچ کہتی ہیں رمشاء کی زبان کے آگے خندق ہے جہاں جائے گی ناک کٹوائے گی۔'' ہالہ نے بھی دوبدو جواب دیا۔

''تم دونوں کیا پاک بھارت محاذ کھول کے بیٹھ گئی ہو، میرے مسئلے کا حل نکالو۔'' اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید تو تو، میں میں ہوتی ماہا نے بچاؤ کراتے ہوئے توجہ اپنی طرف مبذول کروانا چاہی۔

''تم کون سا مسئلہ کشمیر لئے بیٹھی ہو جو حل ہونے میں نہیں آرہا۔'' دھپ سے رمشاء کے برابر بیٹھتے ہوئی اس نے رخ روشن ماہا کی جانب کیا۔

''سونیا کی انگیجمنٹ ہے کون سا ڈریس پہن کر جاؤں، جو فنکشن کے لحاظ سے مناسب ہو۔'' ماہا نے فوراً اپنا مسئلہ اس کے سامنے رکھا جیسے وہ تو حل کرنے کے لئے تیار بیٹھی ہو۔

''اپنی پسند سے نیا لے آؤ۔'' ہالہ نے جھٹ سے مشورہ دیا۔

''مہینے کے آخری دنوں میں ایسی عیاشی، مجھے امی کے عتاب کا نشانہ بننے کا کوئی شوق نہیں لہٰذا اپنا بودا مشورہ اپنے پاس ہی رکھو۔'' تیز نظروں سے اسے گھورتے ہوئے اس نے رخ پھیرا۔

''تو پھر فنکشن میں ہی شرکت نہ کرو دفع کرو، تمہاری کون سا وہ کلوز فرینڈ ہے۔'' دوسرا مشورہ رمشاء کی طرف سے آیا تھا۔

''اس نے اصرار بہت کیا تھا ورنہ تو نہ جاتی، مجھے ویسے بھی فنکشن وغیرہ اٹینڈ کرنے کا کوئی خاص شوق نہیں۔'' ماہا نے جواز بتایا۔

''گفٹ لینے کی خاطر سب سے اصرار کیا ہوگا یہ لڑکیاں بڑی تیز ہیں، سسرال والوں پر رعب ڈالنے کے لئے سارا محلہ اکٹھا کر لیتی ہیں۔'' ہالہ نے اپنی طرف سے بڑے پتے کی بات کی تھی۔

''اپنی عقل کے مطابق ہی سوچنا۔'' ماہا اسے گھور کے رہ گئی۔

''ماہا! چھوٹی ماں کہہ رہی ہیں مہمان آرہے ہیں ان کے لئے چائے پانی کا انتظام کرو۔'' منال نے اندر آکر الماس کا پیغام ماہا تک پہنچایا۔

''تم جب بھی آنا کوئی خیر کی خبر نہ لانا ہمیشہ بری خبریں ہی تمہارے پاس ہوتی ہیں۔'' ماہا جو پہلے ہی پی بیٹھی تھی منال کی بات سن کر اسی پہ الٹ پڑی۔

''میں نے کیا کیا ہے؟'' اس نے آنکھیں پٹپٹا کر معصومیت سے سوال داغا تو ہالہ اور رمشاء اس کی ادا پہ قربان ہوگئیں، جبکہ ماہا پیچ و تاب کھا کے رہ گئی۔

''یہی تو مصیبت ہے تم کچھ نہیں کرتی ہو، ایک نمبر کی نالائق اور نکمی لڑکی ہو۔'' ماہا نے تیز نظروں سے گھورا تو وہ بیچاری روہانسی ہوگئی۔

''تم بتاؤ کیا کرنا ہے میں کر دیتی ہوں۔'' رمشاء کو دونوں کی حالت پر ترس آگیا تو مجبوراً اپنی خدمات پیش کر دیں۔

''مہمانوں کی نوعیت پتہ چلے گی تو کچھ کروں گی ناں، امی سے پوچھ کے آتی ہوں، کس کی سواری باد بہاری تشریف لا رہی ہے۔'' وہ چپل گھسیٹتی ہوئی باہر نکلی تو رمشاء بھی اس کے تعاقب میں چل پڑی۔

''امی! کون آرہا ہے۔'' اس نے بڑے ہال نما کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا، جہاں منزہ اور الماس سلائی مشین رکھے نجانے کیا کیا ادھیڑ اور سی رہی تھیں۔

''تمہاری رحمت بوا آرہی ہیں، شاید ساتھ بھی کوئی ہو۔'' الماس جو بڑے فلور کشن کا کور سینے کے لئے اس کا ماپ لے رہی تھیں مصروف سے انداز میں بولیں۔

''میری نہیں ہیں وہ رحمت بوا۔'' ماہا نے لفظ ''میری'' کو کھینچ کے ادا کیا اور ماتھے پہ بل ڈالتے ہوئے تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

رحمت بوا اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھیں، وہ ابو کی کوئی دور پرے کی رشتہ دار تھیں آئے دن آن دھمکتی تھیں ہر کام میں سو سو کیڑے اور نقص نکالنا

شاید ان کا محبوب مشغلہ تھا، ایسی باریک بین ایکسرے کرتی نگاہوں سے لڑکیوں کا جائزہ لیتیں کہ وہ بیچاری پسینہ پسینہ ہو جاتیں، منال کے منہ میں تو خیر ویسے بھی زبان نہیں تھی رمشاء اور ماہا احترام و مروت کی وجہ سے خاموش رہتیں ہالہ کی البتہ ان سے خوب لگتی تھی، ہالہ کی قینچی کی طرح چلتی زبان اور حاضر جوابی سے خود بھی خائف رہتی تھیں، اس لیے اس کے منہ لگنے سے احتراز ہی کرتی تھیں۔

"ماہا! بری بات بڑوں کا احترام کرتے ہیں۔" الماس نے سخت تنبیہی نظروں سے اسے گھورا تو رحمت بوا کی شان میں بقیہ ماندہ قصیدہ اس نے دل میں ہی ادا کر لیا، کہ ان کے گھر میں بڑوں بزرگوں کا بہت احترام کیا جاتا ہے۔

"اچھا بتائیں کیا بنانا ہے؟" بمشکل تمام اس نے ماتھے کے چند بل ختم کیے اور لہجے کو بھی نسبتاً نرم کر کے استفسار کیا۔

"چائے کے ساتھ انڈوں کا حلوہ اور پکوڑے بنا لو رحمت بوا بہت شوق سے کھاتی ہیں، کھانے کا انتظام بعد میں کر لینا اور وہ جلدی میں ہوئیں تو شاید کھانا نہ کھائیں۔" وہ اسے ہدایت دینے کے بعد دوبارہ اپنے کام میں مگن ہو گئیں۔

"اتنی عمر ہو گئی مگر چٹخارہ نہ گیا، ذیابیطس کی مریضہ بن جائیں اللہ کرے کچھ تو ملک میں شوگر کے بحران پر کنٹرول پایا جا سکے۔" وہ ہال کمرے سے باہر نکل کے بڑبڑائی۔

"چلو جی تمہارا آج کا پروگرام تو کینسل۔" وہ کچن میں آئی تو رمشاء اسی کے انتظار میں کھڑی تھی اس کی بارہ بجاتی شکل دیکھ کر مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

"اب اس عمر میں انہیں کیا بد دعا دے سکتی ہوں۔" وہ کچھ دیر پہلے دی گئی بد دعاؤں کو یکسر فراموش کر کے نہایت بے چارگی سے بولی تو رمشاء زور سے ہنسنے لگی۔

------

آج کالج میں اس کا پہلا دن تھا، وہ بے حد گھبرائی ہوئی تھی، رنگ و خوشبو کا ایک نیا جہان آباد تھا جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا، اس کے تو تخیل کی پرواز بھی کبھی یہاں تک نہیں پہنچی تھی، جو کچھ آج وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، کالج کی وسیع و عریض عمارت، ہر طرف قہقہے لگاتیں بے فکر لڑکیاں، نت نئے فیشن، خود سے ڈرائیو کرتیں لیکچررز۔

وہ تحیر کے عالم میں گھری ایک ایک چیز دیکھ رہی تھی، اگرچہ وہ خود کو ذہنی طور پر اچھی طرح تیار کر کے آئی تھی، کالج کا نقشہ اور ماحول سے کسی حد تک اسے واقفیت تھی، مگر آگاہی کے جو در آنکھوں دیکھا حال دیکھ کر وا ہوئے تھے اس سے وہ قطعی طور پر نابلد و ناآشنا تھی، اس جیسی اور بھی کئی لڑکیاں تھیں جن کا آج پہلا دن تھا اور وہ بھی بڑی ہی بےچارگی بلکہ مارے سینئرز کی نگاہوں کا تماشا بنی ہوئی تھیں۔

بھائی منیر تو اسے باہر تک چھوڑ کر چلا گیا تھا، اندر اس کی کسی سے سلام دعا تک نہیں تھی نہ کسی سے جان پہچان، اتنی بڑی عمارت میں اسے ہرگز سمجھ نہیں آ رہا تھا کس طرف کو جانا ہے وہ یونہی اندازے سے ایک طرف چلنا شروع ہو گئی۔

"Hi poor girl where are u going۔" اپنے قریب ہی اسے آواز سنائی دی تو وہ اچھل کے مڑی، اپنی ہی دھن میں چلتے ہوئے وہ یقیناً اس کا جملہ سمجھ نہیں پائی تھی، دو انتہائی ماڈرن لڑکیاں لبوں پہ مسکراہٹ اور آنکھوں میں دلچسپی لیے اسے دیکھ رہی تھیں، وہ مزید کنفیوز ہو گئی۔

"جی...... ای۔" خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے وہ بمشکل اٹک اٹک کر بولی۔

"Fiest year fool۔" ان میں سے ایک نے گہری مسکراہٹ سمیت پوچھا۔

"But soo beautiful۔" دوسری نے ریمارکس دیے تو اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔

"میرا آج پہلا دن ہے۔" بمشکل تمام وہ ایک جملہ لبوں سے ادا کر پائی تھی، اس کے پنڈی کی لڑکیاں اسے یوں گھبراتا اور دوسروں سے قدر مرعوب ہوتا دیکھ لیتیں تو مارے حیرت کے بے ہوش ہو جاتیں وہ بھی جو پنڈی میں خود کو بڑا تیس مار خان سمجھتی تھی، آج چار لڑکیوں میں اپنی اوقات پتہ چل رہی تھی، فیشن کی ماری ہوئی لڑکیوں سے تو وہ بہت ہی متاثر تھی، بے حد پر اعتماد، لاپرواہ اور روانی سے انگلش بولتی لڑکیوں سے وہ تو وہ دور ہی سے مرعوب ہو گئی تھی۔

"بتانے کی ضرورت نہیں تمہارے Face پر لکھا صاف نظر آ رہا ہے۔" ان میں سے ایک قہقہہ لگا کر بولی تو بے ساختہ اس کا ہاتھ اپنے چہرے کی طرف اٹھ گیا۔

"So nice yaar!" وہ دونوں ہاتھ پہ ہاتھ پہ اس کی حرکت پہ بے ساختہ ہنس پڑیں۔

"Your name?" وہ دونوں محظوظ ہو رہی تھیں۔

"نازنین۔" یہ پہلا انگلش کا فقرہ تھا جو اس کی سمجھ میں آیا تھا۔

"Wow fantastic نیم تو بالکل تمہاری طرح پیارا ہے۔" اپنی تعریف سن کے اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا۔

"اوکے نازنین! تمہیں Songs آتے ہیں۔" اس خوبصورت لڑکی میں ان کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی اور اسے Fool بنا کر وہ دونوں خوب Enjoy کرنا چاہ رہی تھیں۔

"جی...... ای۔" ان کے اس قدر غیر متوقع سوال پہ وہ آنکھیں کھولے حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔

"تم ہمیں یا تو اچھا سا Song سناؤ یا کوئی Joke تو ہم تمہیں یہاں سے جانے دیں گے Otherwise ہم تمہارا bag اور File چھین کر بھاگ جائیں گی اور ہمیں آج کے دن اس کی Permision بھی ہے۔" وہ اب ذرا دھمکاتے ہوئے کہہ رہی تھیں، نازو نے غیر محسوس انداز میں بیگ دبوچا اور فائل کو مضبوطی سے سینے سے لگا لیا۔

ان کی عجیب و غریب خواہش پہ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا، اس معاملے میں اس کا ذوق کوئی اتنا اچھا بھی نہیں تھا، ویسے بھی وہ نئے ماحول اور بالکل نئے لوگوں میں خود کو بے حد پینڈو تصور کر رہی تھی، اس لیے فی الحال ان کے سامنے بولنے کی جرات وہ خود میں بالکل نہیں پا رہی تھی۔

"سناؤ ورنہ......" ایک لڑکی دھمکاتے ہوئے اس کی طرف بڑھی تو وہ بے ساختہ پیچھے ہٹی۔

"ورنہ...... کیا کر لو گی تم ورنہ...... مجھے بتاؤ۔" نازو کے عقب سے نکل کر بے حد اعتماد سے کہتی وہ تن کر ان کے سامنے کھڑی ہو گئی تو نازو کے ساتھ ساتھ مقابل کی دو لڑکیاں بھی چونک گئیں۔

"اگر عافیت چاہتی ہو تو دو گیارہ ہو جاؤ یہاں سے ورنہ تم جیسی لڑکیوں سے نمٹنا مجھے خوب آتا ہے۔" اس کے بائیں کندھے پہ انتہائی خوبصورت اور قیمتی لیدر کا بیگ، دائیں ہاتھ میں Nokia کا مہنگا ترین سیٹ، شولڈر کٹ سلکی بالوں پہ اٹکے ہوئے اٹالین فریم کے گلاسز، گفتگو کرنے کا پر اعتماد انداز، یہ سب چیزیں نظر انداز کیے جانے کے ہرگز قابل نہ تھیں، مقابل لڑکیاں

بھی شاید اس کی مالی حیثیت کا اندازہ کر چکی تھیں، اسی لئے انہوں نے چپکے سے کھسک جانے میں بھی عافیت جانی۔

"We are just joking."

کھسیانے لہجے میں کہتی ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے وہ فوراً دوسری طرف مڑ گئیں۔

"شکریہ۔" نازنین نے مشکور نظروں سے اپنی اس محسن کو دیکھا، باوجود کوشش کے وہ شکریہ کی بجائے Thanks نہیں کہہ پائی تھی، کہ ابھی اس کا اعتماد بحال نہیں ہوا تھا۔

"My name is mehreen but everyone call me marry very nice to meet you sweet girl." اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ خوشدلی سے بولی تو نازو نے فوراً اس کی دوستی کو قبول کیا تھا۔

"میرا نام نازنین ہے مجھے سب پیار سے نازو کہتے ہیں۔" اس نے بھی جواباً اپنا تعارف کروایا۔

"آج First year کا First day ہے نا تو Final کی لڑکیاں سب کو Fool بنانے کے چکروں میں ہیں، میں نے تو کئی لڑکیوں کو منہ توڑ جواب دیئے ہیں۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بتانے لگی تو نازو نے رشک بھرے انداز سے اسے دیکھا۔

"مجھے بھی اس جیسا بننا ہے۔" اس نے دل میں مصمم ارادہ کیا۔

"تمہیں اگر مجھ سے Friendship کرنی ہے تو سب سے پہلے اس Tant کو اتارو، وحشت ہو رہی ہے مجھے۔" میری نے اس کی چادر کی طرف اشارہ کیا تو نازو نے کچھ ہچکچاتے ہوئے چادر اتار دی، اماں نے کبھی دوپٹہ اسے سر سے اتارنے نہیں دیا تھا۔

"نازو یہ دوپٹہ عورت کی عزت ہوتی ہے اور عزت ہمیشہ سر پر رکھی جاتی ہے اس کو پاؤں میں نہیں روندا جاتا۔" اس کا دوپٹہ اگر کبھی سر سے سرک جاتا تو اماں اسے ٹوک کر نہ تھکتیں۔

اسی لئے اب دوپٹہ اتارتے ہوئے فطری جھجک تھی جو آڑے آ رہی تھی۔

"اب اسے بھی اماں جان ٹائپ بوڑھیوں کی طرح سر پہ لپیٹے نہ بیٹھ جانا گلے میں ہی رہنے دو۔" وہ جو چادر اتار کر دوپٹہ اوڑھنے جا رہی تھی میری کے ٹوکنے پر دوپٹہ یونہی گلے میں ڈال لیا۔

"شاباش اب کچھ ڈھنگ کی لڑکی لگ رہی ہو۔" اس نے توصیفی نظروں سے اس کا سراپا جانچا۔

"میری جیسی بننا چاہتی ہو تو میری ہدایات پر عمل کرنا ہوگا، پھر دیکھنا پورا کالج تمہارے جوتے کی نوک پر ہوگا، کسی کی ہمت نہیں ہوگی کہ تمہارے آگے ٹھہر سکے، ویسے میرا بھی آج First day ہے but میں بالکل Relex ہوں Beacuse i know مجھے کوئی Fool نہیں بنا سکتا۔" لاپروائی سے کہتے ہوئے اس نے بالوں میں اٹکے گلاسز کو اتارا اور ایک ادا سے بالوں کو جھٹکا۔

"ایسی لڑکیاں تو ٹی وی میں ہوتی ہیں، مجھے فخر کرنا چاہیے کہ میری جیسی لڑکی نے مجھے خود سے دوستی کی پیشکش کی ہے۔" دل میں سوچتے ہوئے اس نے فخر سے میری کو دیکھا۔

"آؤ آج ہم صرف کالج کی سیر کریں گے اور کھائیں پئیں گے، پڑھنے کے لئے ساری عمر پڑی ہے۔" میری نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تو وہ خوشی خوشی اس کے ساتھ چلنے لگی۔

------

"پانچ، چھ، سات، آٹھ۔" ہالہ کا ضبط جواب دے گیا، وہ جو واشنگ مشین لگائے



کپڑوں کی دھلائی میں مصروف تھی، غوری کی لاتعداد پینٹس، شرٹس، شلوار سوٹ، وہ تو دھو دھو کر ادھ موئی ہو گئی، رات اس نے اپنے حصے کے سارے برتن رمشاء سے دھلوائے تھے اور اب وہ رمشاء کی جگہ بابا کے ساتھ کپڑے دھلوا رہی تھی، بمشکل تمام وہ خود پہ صبر و جبر کرتی اس کے بے شمار کپڑے دھو پائی تھی کہ وہ اپنی مزید شرٹس پھینکتا گیا، ایسے میں ہالہ کے میٹر کا گھومنا لازمی امر تھا۔

"میں تمہاری نوکر لگی ہوئی ہوں؟" وہ غصے سے تنتناتی ہوئی اس کے سر پہ جا پہنچی، وہ جو جرنل میں سر گھسیڑے نجانے کیا لکھ پڑھ رہا تھا، چونک کر سر اوپر اٹھایا۔

"نہیں...... نوکرانی۔" نہیں کے بعد قدرے رک کر کمال اطمینان سے جواب دیا گیا۔

"غوری کے بچے میں شوٹ کر دوں گی تمہیں۔" ہالہ سلگ کے بولی، اس کے تو سر سے لگی تلووں پہ بجھی، بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے [illegible] کپڑے اٹھا کر اس کے منہ پہ دے مارے۔

"آج پہلی دفعہ تم کپڑے دھونے لگی ہو تو آپے سے باہر ہو رہی ہو، اگر ساری زندگی تمہیں میرے کپڑے دھونے پڑ گئے تو کیا کرو گی۔" وہ جلتی پہ مزید تیل چھڑکتے ہوئے بولا، اس کا کام ہی یہی ہوتا تھا، ہالہ سے دشمنی تو شاید اس کا مقصد حیات تھا۔

"تمہیں تمہارے کپڑوں سمیت اٹھا کر باہر پھینک دوں گی سمجھے تم، کسی خوش فہمی میں مت رہنا۔" وہ سخت طیش کے عالم میں غصے سے بل کھا کے بولی تھی۔

"اتنا غصہ صحت کے لئے اچھا نہیں ہوتا مائی ڈیئر جاؤ اپنا کام کرو شاباش، کام سے صحت بنتی ہے اور غصے سے بگڑتی ہے۔" اسے کسی کم سن بچے کی طرح پچکارتے ہوئے وہ نہایت اطمینان سے جرنل کھول کے یوں دوبارہ پڑھنے لگا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

وہ چند لمحے اسے سخت کھا جانے والی نظروں سے گھورتی رہی، پھر تن فن کرتی ہوئی باہر نکل گئی تو اس کے ردعمل پہ غوری کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

"حیرت ہے کوئی میزائل، بم چھوڑے بغیر ہی چلی گئی۔" وہ تحیر سے بڑبڑایا، لیکن اس کی حیرت اگلے ہی لمحے اڑنچھو ہو گئی جب وہ اس کے میلے کپڑوں کا ڈھیر اٹھائے اس کے کمرے میں چلی آئی۔

"یہ پڑی ہے تمہاری لانڈری اپنی کسی ہوتی سوتی سے دھلوا لینا، میں نے باہر دھوبی گھاٹ نہیں کھولا ہوا جو بیٹھ کر سارا دن تمہارے کپڑے دھوتی رہوں۔" اس کی شرٹس کا ڈھیر نیچے کارپٹ پہ پٹختے ہوئے وہ تڑاخ سے بولی تھی۔

"ہالہ! کیا کر رہی ہو تم، غوری کی یہ شرٹس میلی ہیں دھونے والی ہیں۔" بابا جو کھنگالے ہوئے کپڑوں کا ڈھیر اوپر پھیلانے گئی تھی، سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اس نے ہالہ کو شرٹس اٹھائے غوری کے کمرے کی طرف بڑھتے دیکھا تو اس کے پیچھے چلی آئی۔

"ہم اس کے نوکر نہیں لگے، یہ محترم اپنی گرل فرینڈ کو امپریس کرنے کے چکروں میں دن میں چھ دفعہ ڈریس چینج کریں تو ہم ان کو دھوتے پھریں، ایک دفعہ بائیکاٹ کریں موصوف کا، اگلی دفعہ خود ہی عقل آ جائے گی۔" وہ تو پہلے ہی بھری بیٹھی تھی، بابا کے بولنے کی دیر تھی اس کی بیٹری چارج ہو چکی تھی اور غوری کے خلاف تو وہ ویسے بھی بغیر فل سٹاپ کے صبح سے شام تک مسلسل اور لگاتار بول سکتی تھی۔

(باقی آئندہ)

# محبتوں میں حساب کیسا

دوسری قسط

مدیحہ تبسم

"لو جو ڈریسر میں ڈیس پر پہن کے گیا تھا وہ تو تم نے دھو بھی دیے۔" معصوم لہجے میں کہتے ہوئے اس نے انتہائی بھولپن سے اسے دیکھا تو وہ بھنا کے رہ گئی۔

"دفعہ کرو تم اس کی تو عادت ہے ہر وقت یوں ہی پڑا اتار رہتا ہے۔" ہالہ کا لال بھبھوکا چہرہ دیکھتے ہوئے ماہا کو ہنسی تو بہت آئی مگر وہ ضبط کر گئی، اسے پتہ تھا اگر وہ بھی ہنس پڑتی تو ہالہ یقیناً غصے سے واک آؤٹ کر جاتی اور نتیجتاً سارے کپڑے اس اکیلی کو دھونے پڑتے لہٰذا فی الحال وہ اس کی ناراضی افورڈ نہیں کر سکتی تھی، ساتھ ہی اس نے تنبیہی نظروں سے غوری کو بھی دیکھا تھا جس پہ وہ مسکرا کے رہ گیا۔

"میں اس کے کپڑوں کو ہاتھ تک نہیں

## ناولٹ



لگاؤں گی۔" وہ اپنی جگہ اڑ کے بولی۔

"تو کیا پاؤں سے دھوؤ گی؟" غوری نے تحمل سے دریافت کیا تو ماہا اپنی مسکراہٹ جو بے ساختہ امڈ آئی تھی روک نہ پائی۔

"کس کے کپڑوں کو ہاتھ نہیں لگاؤ گی تم؟"

برا ہوا تھا جو ہالہ کا فقرہ سامنے سے گزرتی منزہ کے کانوں میں پڑ گیا ہالہ سٹپٹا کے پیچھے مڑی۔

"میں ان کپڑوں کی بات کر رہی تھی۔" اس نے منمنا کر سامنے دھری شرٹس کی طرف اشارہ کیا، وہ جانتی تھی منزہ تربیت کے معاملے میں کس قدر سخت تھیں اور لڑکیوں کی نا اہلی اور سستی انہیں کس قدر ناپسند ہے اسی لیے تو انہوں نے شروع سے ہر ایک کو ایک ڈیوٹی سونپ دی تھی اور اپنا کام کرنا ہر ایک پر فرض تھا، آپس میں وہ جس طرح مرضی لڑتے جھگڑتے لیکن بڑوں کے سامنے مؤدب بننے کی پوری کوشش کی جاتی تھی۔

"ہالہ آج تمہیں کپڑے دھونے پڑ ہی گئے ہیں تو تمہاری جان پہ بن آئی ہے اگر روز دھونے پڑ گئے تو کیا حالت ہو گی تمہاری۔" وہ

"بہتر ہو کہ تمہیں اگلے پورے مہینے کپڑے مجھے نہ دھونے پڑ جائیں۔" اپنی متوقع سزا سوچ کے ہی اس کا دل ڈوبنے لگا کیونکہ کام کاج سے اسے کوئی خاص شغف نہیں تھا۔

"ابھی چھوٹی ہے ناں تائی امی، اسے کون سا اتنی سمجھ ہے وقت کے ساتھ خود ہی سمجھداری آ جاتی ہے۔" بابا فوراً اس کی حمایت کو آگے بڑھی تھی، وہ جانتی تھی اگر منزہ کا پارہ ہائی ہو گیا تو بالے ان کے عتاب سے کوئی نہیں بچا سکتا، اسی لئے اس نے نرم لہجے میں بات کو رفع کرنا چاہا تھا۔

"پتہ نہیں کب سمجھدار ہو گی یہ۔" وہ اسے متاسف نظروں سے دیکھتیں باہر نکل گئیں اور بالے نے خلاف توقع اتنی جلدی جان چھوٹ جانے پہ خدا کا شکر ادا کیا تھا۔

"شکر کرو بالے بی بی! ماہا نے تمہاری خلاصی کروا دی ورنہ تمہارے ستارے آج گردش میں تھے۔" منزہ کے جانے کا اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد غوری نے روئے سخن اس کی جانب کیا۔

"میرے ستارے گردش میں ہوں یا گرداب میں تمہیں کیوں ہول اٹھتے ہیں۔" بالے جو جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق باہر نکلنے والی تھی، اس کی بات سن کے اس کا غصہ نئے سرے سے عود کر آیا تھا، وہ چپ کے بولی ماتھے کی تیوریاں دوبارہ نمودار ہو چکی تھیں۔

"اب اگر تم دونوں نے جو پھر لڑائی کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔" ماہا انہیں دوبارہ سے میدان میں آنے کے لئے پر تولتا دیکھ کر دھمکاتے ہوئے بولی تو ان دونوں کے ہی کھلتے منہ بند ہو گئے تھے اس کی دھمکی نے خاطر خواہ اثر دکھایا تھا۔

واشنگ مشین کا بزر بجنے لگا تو ماہا شرٹس اٹھاتے ہوئے باہر نکل گئی، بالے بھی تیز چلاتی نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے باہر نکل گئی تھی۔

"لاؤ مجھے بتاؤ کوئی کام ہے تو میں کر دیتا ہوں۔" وہ دونوں ٹب میں پانی ڈالے کپڑے کھنگال رہی تھیں جب غوری نے آستین چڑھاتے ہوئے اپنی خدمات پیش کیں۔

وہ ایسے ہی تھے بظاہر لڑنے مرنے کے لئے آمادہ، لیکن اندر سے اتنا ہی ایک دوسرے کے لئے حساس رکھتے تھے، کانٹا ایک کو چبھتا تو تکلیف سب کو ہوتی تھی ان کے دلوں میں جو ایک دوسرے کے لئے اس قدر محبت رچی بسی ہوئی تھی تو اس میں اس گھر کے بڑوں کا بھی بہت ہاتھ تھا، انہوں نے ہمیشہ اپنے بچوں کو سبق ہی ایثار و خلوص کا دیا تھا۔

"یہ کپڑے اٹھاؤ اور اوپر پھیلا لاؤ، مجھ سے بار بار سیڑھیاں نہیں چڑھی جاتیں۔" ماہا نے فوراً آرڈر جاری کیا تو وہ سر تسلیم خم کرتا ہوا فوراً اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔

ماہا! تمہارا مساج بھی تو دنیا ہو گا ناں، غوری کو پر سوچ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ جیسے خیال میں کچھ کھوج رہی تھی، اس کے لہجے کی حسرت و یاس نے ماہا کو چند لمحات کے لئے ساکت کر دیا تھا۔

------

کبھی نرمی، کبھی گرمی، کبھی عجلت، کبھی دیر
وقت اے دوست! بہر حال گزر جاتا ہے
لمحہ لمحہ نظر آتا ہے کبھی ایک اک سال
کبھی لمحے کی طرح سال گزر جاتا ہے

"کیا خیال ہے کینٹین چلیں؟" نازو جو آج کے نوٹ کیے گئے لیکچرز کو ایک سرسری نظر دیکھ رہی تھی، میری کے استفسار پر فوراً جرنل بند کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں چلو، مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے، صبح اتنی جلدی ہوتی ہے کہ ناشتہ بھی نہیں کیا جاتا۔"

نازو نے میری کی توقع سے بھی جلدی اپنے



رنگ ڈھنگ بدلے تھے اور چند ہی دنوں میں وہ یہاں کے رنگ میں رنگ گئی تھی، ورنہ پہلی ملاقات اس کا جو امپریشن میری پر پڑا تھا، وہ کچھ اتنا حوصلہ افزا نہیں تھا، اس کا خیال تھا کہ نازو جیسی سیدھی بھولی، بولڈ نیس پینڈو ٹائپ شخصیت کو اپنے ٹریک پہ لاتے لاتے اسے کافی عرصہ لگ جائے گا، لیکن اسے حیرت آمیز خوشی تب ہوئی تھی جب نازو اس کے کہے بغیر خود ہی اسے کاپی کرنے کی کوشش کرتی تھی، وہ شاید خود ہی شہری ماحول سے متاثر تھی اور اپنے پینڈو پن سے باہر نکلنا چاہتی تھی۔

بول چال میں بھی وہ بہت زیادہ نہ سہی لیکن انگلش کے الفاظ استعمال کرنا شروع ہو گئی تھی، بالوں میں کس کر پراندہ ڈالنے کی بجائے وہ اب ڈھیلی ڈھالی سی چٹیا کر لیتی تھی، اپنا بیگ اور جیسے [illegible] اپنے [illegible] تھی، شخصیت میں نکھار آتا جا رہا تھا اور حسین کو مزید چار چاند لگتے جا رہے تھے، اپنی خوبصورتی کی وجہ سے وہ پورے کالج میں پاپولر ہوتی جا رہی تھی، بہت سی لڑکیاں اس سے دوستی کرنے کی خواہشمند تھیں لیکن وہ بذات خود میری سے امپریس تھی اور میری اپنے درمیان کسی تیسرے کا وجود برداشت نہیں کرتی تھی لہذا نازو بھی کسی سے سلام دعا سے زیادہ بات آگے نہیں بڑھاتی تھی، لاشعوری طور پر وہ ہر بات میں میری کو کاپی کرتی تھی۔

"تمہیں نیند آ رہی ہے کیا، طبیعت تو ٹھیک ہے صبح سے Lazy girl بنی ہوئی ہو۔" اسے بار بار جمائیاں لیتے دیکھ کر نازو سے رہا نہ گیا تو پوچھ بیٹھی، وہ کینٹین میں بیٹھیں سموسے اور کولڈ ڈرنک سے لطف اندوز ہو رہی تھیں جبکہ میری کھانے میں بھی بہت سست ہو رہی تھی۔

"ہاں یار بہت نیند آ رہی ہے، ساری رات

نہیں سوئی میں۔'' ایک اور جمائی لینے کے بعد اس نے پیپسی کا بڑا سا گھونٹ بھر کے خود کو بشاش کرنے کی ناکام سی سعی کی تھی۔

''طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری۔'' وہ کھانا پینا چھوڑ کے فکرمندی سے اسے دیکھنے لگی، تو اس کی بات پر میری نے اتنی اونچی قہقہہ لگایا جیسے اس کا بچکانہ پن کر بہت انجوائے کیا ہو۔

''ایسی عمر میں خرابی طبیعت کی وجہ سے نیند نہیں اڑتی میری جان۔'' اس کی معنی خیز بات خاک بھی نازو کے پلے نہیں پڑی تھی، وہ یونہی نا سمجھی کے عالم میں اسے دیکھے گئی۔

''سکندر ہے ناں، اس بدتمیز نے ساری رات سونے نہیں دیا۔'' میری کی آنکھوں میں بڑے خوبصورت رنگ اترے تھے اور لبوں پہ دلکش ناز بھری مسکراہٹ تھی۔

''کون سکندر؟'' وہ اب بھی نہیں سمجھی یونہی ہونق بن کے دوبارہ پوچھنے لگی۔

''میرا کزن ہے، پچھلے کچھ دنوں سے بزنس ڈیلیگیشن میں بزی ہونے کی وجہ سے ہماری بات نہیں ہونے پائی، ابھی بھی اسلام آباد میں تھا لیکن فری ہو گیا تھا، اس لئے ساری رات ہم نے خوب باتیں کیں۔'' اس نے پیپسی سے اسٹرا نکال کے دور اچھالا اور بوتل منہ سے لگالی۔

''تمہارے گھر میں کسی نے کچھ نہیں کہا۔'' نازو ابھی تک عالم حیرت میں تھی، ساری رات وہ ایک نامحرم سے باتیں کرتی رہی تھی اور گھر میں کسی نے روک ٹوک بھی نہیں کی تھی۔

اس کے سوال پہ وہ ایک مرتبہ پھر ہنسی تھی، طویل اور بے مقصد سی۔

''میرے گھر والے اتنے کنزرویٹو نہیں ہیں ویسے بھی ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں تو کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہم پر بلاوجہ روک ٹوک کرے۔'' بالآخر اس کی ہنسی تھمی تو وہ بے نیازی سے گویا ہوئی۔

''کیا اپنی مرضی کی لائف ہے۔'' نازو نے رشک سے اسے دیکھا۔

''میں نے سکندر کو تمہارا بتایا تھا کہہ رہا تھا لاہور آ کے تمہاری فرینڈ سے ملوں گا۔''

''نن۔۔۔۔ نہیں مجھے نہیں ملنا۔'' وہ ایکدم گھبرا کے بولی، اگرچہ وہ خود کو بہت بولڈ ظاہر کرنے کی کوشش کرتی تھی اور اس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوتی تھی تاہم ابھی وہ اتنی بولڈ نہیں ہوئی تھی کہ لڑکوں سے ملاقاتیں کرتی پھرے۔

''کم آن یار یو آر مائی فرینڈ اینڈ یو نو۔'' میری کی بات درمیان میں رہ گئی تھی کیونکہ اسی وقت اس کے موبائل کی بپ بج اٹھی تھی۔

اسکرین پہ چمکتے نمبر کو دیکھ کر اس کے لبوں پہ مسکان بکھری تھی، یس کا بٹن پش کرتے ہوئے اس نے سیل فون کان سے لگایا۔

''[illegible] نہیں [illegible] بغیر۔'' وہ اک ادا سے بالوں کو جھٹکتے ہوئے ناز سے بولی تو نازو دم بخود اسے دیکھنے اور سننے لگی۔

''سدھر جاؤ تم بہت شرارتی ہو گئے ہو رات بھی بہت Out ہو رہے تھے تم۔'' دوسری جانب پتہ نہیں کیا کہا گیا تھا جو وہ قہقہہ لگا کر بولی تھی۔

بات وہ کر رہی تھی جبکہ سرخ نازو ہوتی جا رہی تھی اس نے حقیقت میں کسی لڑکی کو اجنبی یا غیر محرم سے اس قدر فری ہوتے دیکھا تھا۔

''ہاں۔۔۔۔ میں کالج میں نازنین کے ساتھ ہوں، کیا۔۔۔۔؟ بات کرو گے اوکے یہ لو۔'' نازنین جو اپنا ذکر سن کے ہی گھبرا سی گئی تھی، میری کے یوں موبائل اس کی طرف بڑھانے پر بری طرح سٹپٹا گئی۔

''مم۔۔۔۔ میں کیا بات۔۔۔۔ کروں۔'' وہ بے حد ہچکچاتے ہوئے میری کی جانب دیکھ کے بولی۔

''Come on کچھ نہیں ہوتا بس Hello, hi کرلو۔'' میری نے Cell زبردستی اس کے ہاتھ میں تھمایا تو مجبوراً اسے سیل کان کو لگانا ہی پڑا۔

''ہیلو مس نازنین! میں سکندر بات کر رہا ہوں میرین کا کزن۔'' سیل فون سے ابھری نہایت گمبھیر دلکش آواز اس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔

''جی میں نازنین بات کر رہی ہوں۔'' وہ اتنی آہستگی سے گویا ہوئی کہ وہ بمشکل سن پایا، کسی بھی اجنبی سے بات کرنے کا یہ اس کا پہلا تجربہ تھا۔

''کیسی ہیں آپ؟ میری آپ کی بہت تعریفیں کرتی ہے اب تو آپ سے ملنے کا اشتیاق ہو چلا تھا۔'' وہ پرشوق لہجے میں کہہ رہا تھا نازو کا چہرہ سرخ پڑ گیا، میری اس کی حالت پہ ہنسنے لگی تو وہ مزید کنفیوز ہو گئی۔

''جی۔۔۔۔ یہ لیں میری سے بات کریں۔'' اسے اور کچھ سجھائی نہ دیا تو فوراً سیل اس کی طرف بڑھا دیا، میری نے مسکراتے ہوئے سیل تھاما اور چند ایک باتوں کے بعد آف کر کے بیگ میں ڈال دیا۔

''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا اپنے کزن کا اور اپنی پسند کا۔'' وہ یونہی اپنی خجالت مٹانے کو بات کا رخ موڑنے لگی، ورنہ جانتی تھی میری ابھی شروع ہو جائے گی۔

''بس شاید دھیان نہیں رہا، میں کل تمہیں البم لا کر دکھاؤں گی ہم جب بھی کسی پکنک اسپاٹ پہ جاتے تھے تو سکندر ڈھیروں تصاویر کھینچ لیتا تھا۔'' وہ اسے کوئی دلچسپ سا واقعہ سنانے لگی، تو نازو نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ میری کی توجہ اس سے ہٹ گئی، البتہ اس کا اور سکندر کا واقعہ وہ بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی کہ یہ ساری باتیں اس کے لئے فلمی اور افسانوی حیثیت رکھتی تھیں۔

------

''ماہا بیٹا! اپنے تایا ابو کو بھی بلا لاؤ۔'' وہ سب کے لئے دسترخوان لگا رہی تھیں، جب عبداللہ نے بیٹھتے ہوئے ماہا کو ہدایت کی۔

''جی ابو میں بس جانے ہی والی ہوں۔'' اس نے پانی کا جگ دسترخوان پہ رکھتے ہوئے کہا اور تایا ابو کے کمرے کی طرف بڑھ گئی صبح کا ناشتہ چونکہ افراتفری میں ہوتا تھا لہٰذا ناشتہ ڈائننگ ٹیبل پہ ہوتا جبکہ رات کا کھانا اطمینان سے دسترخوان پہ کھایا جاتا، وہ دستک دے کر اندر داخل ہوئی تو عبدالرحمن آنکھیں بند کیے ایزی چیئر پہ جھول رہے تھے، چہرے کے نقوش میں تناؤ تھا اور ماتھے پہ شکنوں کا جال سا بچھا تھا، جیسے وہ کسی عمیق سوچ میں ہوں، ماہا نے انہیں کئی دفعہ ایسی حالت میں دیکھا لیکن وجہ پوچھنے کی ہمت کبھی اس کے اندر پیدا نہیں ہوئی تھی شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ تھوڑا بہت ہی کسی پس منظر سے واقف ہی تھی۔

''تایا ابو! کھانا کھا لیں دسترخوان لگ گیا ہے۔'' اس کی آواز پہ وہ جیسے کسی گہرے خیال سے چونکے چند لمحے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھنے کے بعد شاید وہ ماضی سے حال میں لوٹ آئے تھے اسی لئے نرمی سے مسکراتے ہوئے مخاطب ہوئے۔

''اوکے تم چلو میں آ رہا ہوں۔'' وہ اثبات میں سر ہلاتی باہر نکل آئی۔

''تم اپنی ندیدی نظروں سے بریانی کو دیکھو گے تو کسی کو ہضم نہیں ہوگی۔'' وہ دسترخوان پہ آئی تو رمشاء وہب کو جھڑک رہی تھی، وہ مسکراتے ہوئے ہاتھ دھونے چلی گئی واپس آئی تو عبدالرحمن آ چکے تھے اسی لئے سب باادب باملاحظہ کی

ہوشیاری کی عملی تفسیر بنے بیٹھے تھے۔

''بہت مزے کا کھانا تھا جزاک اللہ۔''

حسب عادت کھانا کھانے کے بعد عبدالرحمٰن نے تعریف کی، پھر بولے۔

''آج صالح کا فون آیا تھا، وہ اگلے ہفتے پاکستان آ رہا ہے۔'' عبدالرحمٰن نے گویا بم پھوڑا تھا، سب کو سانپ سونگھ گیا تھا، سب جہاں کے تہاں ساکت و بے یقین نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے، ماحول پہ ایک سناٹا طاری تھا، سب کے ذہنوں میں ایک ہی فقرہ گردش کر رہا تھا۔

''صالح پاکستان آ رہا ہے......؟''

''یہ تو بہت بڑی خوشخبری سنائی آپ نے۔'' عبداللہ نے طویل سکوت کو توڑتے ہوئے اظہار خیال میں پہل کی تھی باقی سب بھی جیسے سکتے سے باہر نکلے تھے۔

''ہمارا بیٹا پہلی دفعہ اپنے گھر میں آ رہا ہے ہمارے لئے اس سے بڑھ کر خوشخبری اور کیا ہو سکتی ہے۔'' الماس بھی حیرت کے طویل جھٹکے سے نکلتے ہوئے مسرت کے بے پایاں احساس سمیت بولی تھیں۔

''صالح...... میرا لخت جگر، میری زندگی، وہ لوٹ کے آ رہا ہے؟'' منزہ ابھی تک بے یقینی میں گھری تھیں وہ خواب جو وہ دن رات اٹھتے بیٹھتے دیکھتی تھیں، کیا اس کے شرمندہ تعبیر ہونے کی وقت آ گیا ہے؟ بے یقینی سی بے یقینی تھی، اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لئے ان کا دل مچلا تھا۔

''صالح مستقل طور پر آ رہا ہے یا ویسے ہی عارضی طور پر سب کو ملنے ملانے کے لئے۔'' عبداللہ نے گویا سب کے مشترکہ خیال کو زبان دے دی تھی۔

''یہ تو میں نے اس سے نہیں پوچھا اور یہ سوال کچھ مناسب بھی نہیں لگا تھا، بہرحال اس کی مرضی ہو گی، ہم اسے فورس نہیں کریں گے۔'' عبدالرحمٰن نے نہایت متانت سے کہا اور ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے دسترخوان سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''کیسے ہوں گے صالح بھائی، ہم نے تو انہیں دیکھا بھی نہیں، کتنی افسوس کی بات ہے ناں، ہم نے آج تک اپنے بھائی کو نہیں دیکھا۔'' عبدالرحمٰن کے اٹھنے کی دیر تھی، سب سے پہلے ہالہ نے زبان کھولی تھی لہجے میں اشتیاق و حسرت پنہاں تھے۔

''سب تقدیر کے پھیر ہیں بیٹا ہم کسی چیز کو اتنا سینت سینت کے رکھتے ہیں کہ اسے دوسرے کی آنکھ بھی دیکھ نہ پائے، جبکہ مشیت ایزدی کچھ اور ہی ہوتی ہے، رب تعالیٰ کے فیصلے وہی ہی جانے نجانے راحیلہ کے دل میں کیا کیا وسوسے تھے جو اس نے اپنے ساتھ ساتھ صالح کو بھی پابند کر لیا، لیکن ہوا وہی جو اس ذات پاک کو منظور تھا بس اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے ہم یہ حکیمانہ اسرار اور رموز کبھی نہیں جان سکتے۔'' الماس نے گہری سانس بھرتے ہوئے یاسیت سے کہا تھا، عبداللہ بھی اٹھ کر جا چکے تھے۔

''مائی! اتنی ثقیل گفتگو اس کے محدود ذہن میں کہاں سمائے گی۔'' غوری نے ماحول پر چھائی کثافت کو کم کرنا چاہا۔

''آپ کے ذہن لامحدود ذہن میں سما گئی ہے بھائی؟'' وہب نے بڑی معصومیت سے رازدارانہ انداز میں استفسار کیا تھا، ان سب کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

''تم سب تو مسخرے ہو، چلو لڑکیو اٹھو دسترخوان اٹھاؤ۔'' الماس نے ایک نظر منزہ کے گم صم چہرے پہ ڈالی اور بچوں کو وہاں سے اٹھانا چاہا۔

وہ منزہ کی کیفیات سمجھ سکتی تھیں، جس طرح وہ ہر وقت اپنے بیٹے کے لئے بے قرار رہتی تھیں، اس کی ایک جھلک تک دیکھنے کو بے تاب اور بے چین تھیں، اس کا اندازہ انہیں بخوبی تھا جب تک راحیلہ زندہ رہیں تب تک وہ پھر بھی خود کو بہلائے رکھنے میں کامیاب ہوگئی تھیں لیکن ان دونوں کی وفات کے بعد تو اس کی بے چینی بڑھ گئی تھی۔

''مبارک ہو منزہ! صالح آ رہا ہے۔'' وہ سب اٹھ کر اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے تو الماس، منزہ کے پاس آ بیٹھیں اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے ذرا دباؤ ڈالتے ہوئے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا تھا۔

''الماس!'' انہوں نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

''ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہماری دعاؤں کو سن لیا، یہ شکرانے کے آنسو ہیں، ہم اپنے رب کا شکر گزار ہیں، چلیں انہیں ابھی صائمہ کو بھی اطلاع دینی ہے اور صالح کے لئے کمرہ وغیرہ بھی سیٹ کرنا ہے پیچھے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔'' الماس بڑے مصروف سے انداز میں کہتے ہوئے کھڑی ہو گئیں تو منزہ نے ممنون نظروں سے اپنی بہن نما دیورانی کو دیکھا۔

جو ہمیشہ ان کے دکھ سکھ میں شریک رہی تھیں، جو ان کی بے چین ممتا کی گواہ تھیں جس نے ہمیشہ انہیں خوش کن امید دلائی تھی۔

''تم چلو میں پہلے نفل پڑھ لوں۔'' ان کے لہجے میں محسوس کی جانے والی خوشی تھی الماس دل میں ڈھیروں اطمینان لئے اندر کی طرف بڑھ گئیں۔

اور پھر یہ ایک ہفتہ کس طرح گزرا ان میں سے کسی کو بھی احساس نہ ہو سکا پورے ہفتے ان سب کی زبان پر ایک ہی نام رہا تھا۔

''صالح!''

کچھ گھر میں تبدیلیاں کی گئیں، صالح کا کمرہ الگ سے سیٹ کیا گیا، ضرورت کے مطابق ہر چیز اس میں سیٹ کی گئی، رمشاء اور ہالہ کی خوشی اور اشتیاق قابل دید تھا، وہ ہر وقت اپنے بھائی کی ہی باتیں کرتی رہتیں، ان دونوں ان سب کی آپس میں لڑائیاں بھی کم ہی ہوئیں کیونکہ ان سب کی مصروفیت ہی بے حد رہی، ماما ان سب کی دائمی خوشی کے لئے دعا گو تھی اور پھر وہ دن بھی آن پہنچا جس دن صالح کی فلائیٹ تھی۔

------

کل ہلکی ہلکی بارش تھی
کل سرد ہوا کا رقص بھی تھا
کل پھول بھی نکھرے نکھرے تھے
کل ان پہ آپ کا عکس نہ تھا
کل بادل کالے گہرے تھے
کل چاند پہ لاکھوں پہرے تھے
کچھ ٹکڑے آپ کی یادوں کے
بہت دیر سے دل میں ٹھہرے تھے
کچھ یادیں ابھی الجھی تھیں
کل یاد بہت آپ آئے تھے

رات وہ سونے کے لئے لیٹی تو نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی اس کا ذہن عجیب و غریب خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

آج وہ کالج گئی تو میری اپنی اور سکندر کی تصویروں کا البم لائی تھی تصویریں ایسی تھیں کہ انہوں نے تازہ کے جذبات میں ہلچل سی مچا دی تھی۔

''آج میں البم لے کر آئی ہوں آؤ تمہیں دکھاؤں۔'' مسلسل تین پیریڈز لینے کے بعد ان کا چوتھا پیریڈ فری ہوا تھا تو میری اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے لان میں لے آئی، اسے بھی سکندر کو دیکھنے کا بہت شوق تھا، کہ اتنی خوبصورت آواز رکھنے والے مرد کی پرسنالٹی کیسی تھی۔

لان کی نرم گرم گھاس پر دھوپ سے بیٹھتے

ہوئے میری نے اپنے قیمتی لیدر بیگ سے البم نکالی اور نازو کو دکھانے لگی۔

"یہ ہے سکندر۔" سب سے پہلی تصویر اسی کی تھی، بلیک ٹو پیس پہنے انتہائی خوبصورت اور مردانہ وجاہت کا حامل سکندر اس کے سامنے تھا، وہ اپنی آواز سے بھی بڑھ کر پرکشش تھا۔

نازنین کو میری کی قسمت پہ بے تحاشا رشک آیا تھا، اتنا ہینڈسم شخص اس کا فیانسی تھا، اگلی تصویر میں سکندر اور میری ایک ساتھ کھڑے تھے، بڑا شاندار کپل لگ رہا تھا۔

"یہ میری برتھ ڈے کی Pictuee ہے میں نے اور سکندر نے Candle light diner کیا تھا۔" اس تصویر میں میری نے ایک سلیولیس ٹاپ پہن رکھی تھی اور سکندر سے بریسلیٹ پہنا رہا تھا۔

بعض تصویریں تو اتنی بولڈ تھیں کہ نازو کو اچھی خاصی شرم محسوس ہوئی تھی، کئی تصویروں میں سکندر، میری کی کمر کے گرد بازو حمائل کئے اسے ساتھ لگائے کھڑا تھا اس کے اندر ہیجان خیز قیامت برپا تھی، لاشعوری طور پر وہ سکندر اور اسلم کا موازنہ کرنے لگی۔

"دونوں کا موازنہ بنتا ہی نہیں۔" نہایت مایوسی سے سوچتے ہوئے اس نے خود سے کہا کہاں گاؤں کا رہنے والا میٹرک پاس سیدھا سادا اور بقول نازو کے جی بھر کے پینڈو اور فضول اسلم جبکہ سکندر نہایت ایجوکیٹڈ اور سلجھا ہوا شخص تھا۔

"میری مجھ سے زیادہ خوبصورت تو نہیں، میں میری سے کہیں بڑھ کے خوبصورت ہوں اور اگر میں بھی اس کی طرح پارلر کے چکر لگاؤں خود کو Maintain رکھوں اور مہنگی اشیاء استعمال کروں تو میری سے کئی گنا آگے بڑھ جاؤں۔" کروٹ بدلتے ہوئے وہ اب اپنا اور میری کا موازنہ کر رہی تھی۔

"قسمت قسمت کی بات ہے ناں میری کی قسمت میں وہ شہزادوں کی سی آن بان والا شخص لکھ دیا گیا اور میرے لئے وہ بدصورت اسلم۔"

اسلم سے دلچسپی تو شروع سے ہی نہ تھی، شروع سے ہی اس نے اپنا سٹینڈرڈ بلند رکھا تھا، لیکن کالج جانے اور میری سے ملنے کے بعد تو اسلم کی صورت میں اسے اپنا مستقبل اور بھی بھیانک لگتا تھا۔

رات نجانے الٹی سیدھی باتیں سوچتے اور کروٹیں بدلتے کب اس کی آنکھ لگی تھی۔

"نازو! آخری دفعہ تجھ سے کہہ رہی ہوں اٹھ جا۔" اماں نے نہایت غصے سے کہتے ہوئے چادر اس کے اوپر سے کھینچی تو اس نے کسمسا کے کروٹ بدلی۔

"کیا ہے اماں! ایک تو چھٹی ہے سونے دو مجھے۔" ساری رات کی بے خوابی کا نتیجہ تھا جو اب اس کی آنکھ کھلنے میں دے رہی تھی غنودگی کے عالم میں بڑبڑاتے ہوئے اس نے چادر کو کھینچ کے دوبارہ اپنے اوپر تانا۔

"تو کون سا سارا ہفتہ کمائی کرتی ہے جو مہارانی کو آج آرام کرنے دیا جائے، اٹھ جا نہیں تو کل سے تیرا کالج جانا بند کرتی ہوں، تیرے ابا سے کہتی ہوں یہ وقت پر اٹھتی نہیں ہے اسے بٹھاؤ گھر میں۔" اماں تو پہلے ہی اس کے کالج سے خار کھائے ہوئے تھیں روزانہ وہ اس کے کالج کو کوسنا نہ بھولتی تھیں۔

اماں کو تو نازو کے ابا پر بڑا غصہ تھا کہ انہوں نے اسے کالج جانے کی اجازت ہی کیوں دی، کتنے دن وہ سب سے خفا رہی کہ ان کی مرضی کے بغیر نازو کو یہ قدم اٹھانے کی ضرورت ہی کیا تھی، نازو سے تو انہوں نے کئی دن ڈھنگ سے بات تک نہیں کی۔

لیکن کہاں تک......؟ آخر وہ ماں تھیں اور ماں کا دل تو ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے بڑا نرم بنایا ہے بالکل موم کی طرح ذرا سی بات پر پگھل جائے، نازو نے بھی کسی نہ کسی طرح انہیں رام کر ہی لیا تھا، اب بھی وہ پوری کوشش کرتی تھی کہ اماں کو شکایت کا موقع نہ دے وجہ یہ نہیں تھی کہ اس کی ہٹ دھرمی کی عادت ختم ہوگئی تھی بلکہ وجہ یہی تھی کہ اسے ہر وقت اماں کی طرف سے دھڑکا لگا رہتا تھا کہیں وہ ابا سے کہہ کر اس کا کالج جانا بند نہ کروا دیں۔

اماں بھی اس کی کمزوری سے خوب واقف تھیں، اسی لئے اگر وہ کسی بات پر ضد کرتی یا نہ مانتی تو فوراً اس کی کالج چھڑوانے کی دھمکی دیتیں اور نازو جانتی تھی یہ خالی خولی دھمکی نہیں ہے، ابا لاکھ اس کے ناز نخرے اٹھاتا تھا، پر اماں کا درجہ بہرحال پہلا ہی تھا، اگر وہ اس کی کوئی شکایت لگا کر اڑ جاتیں تو نازو کے لئے بہت مشکل ہو جاتی اسی لئے وہ اماں کے ساتھ بنا کر رکھتی تھی۔

"ایک تو اماں کی زبان ہر وقت تیر برساتی رہتی ہے۔" وہ آنکھیں ملتی غصے سے بھری اٹھ کے بیٹھ گئی، اماں کی دھمکی نے اپنا اثر دکھایا تھا۔

"مجھے لگتا ہے میں تیری سگی اولاد نہیں ہوں، باقی سب سے اتنا پیار اور مجھ سے اتنی خار۔" وہ منہ بنا کر کھلتی بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹنے لگی۔

بے تحاشا سرخ و سفید چہرہ، نیند کا خمار لئے بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، کمر سے نیچے تک آتے گھنے سیاہ چمکدار بال وہ تو سادگی میں بھی قیامت ڈھا رہی تھی، زرینہ تو ہر وقت اس کے حسن و جوانی سے ہی خوف کھائے رہتی تھیں، ان کے دل میں کیا کیا وسوسے جنم لیتے تھے کیسے کیسے واہمے انہیں ہر وقت ستاتے رہتے تھے اب وہ اسے کیا بتائیں، بس اس پر نرمی سے زیادہ سختی رکھتی تھیں تاکہ وہ بگڑنے کی بجائے سدھرے لیکن نازو ہمیشہ ہر بات کا الٹ مطلب نکالتی تھی۔

"سگی ہے تو دن رات تیری فکر میں گھلتی رہتی ہوں، سوتیلی ہوتی تو مجھے کیا پرواہ تھی، چاہے سارے جہان کی خاک چھانتی پھرتی۔" زرینہ نے تیز لہجے میں کہا۔

"چل اٹھ ناشتہ کر، سورج سر پہ چڑھ آیا ہے، پتہ نہیں خالی پیٹ کیسے پڑی سوئی رہتی ہے۔" اماں اسے کہتی باہر نکل گئیں۔

"میں تو Sunday کو دو تین بجے اٹھتی ہوں۔" اسے بے اختیار میری کی بات یاد آگئی تو وہ طویل سانس لیتی کھڑی ہوگئی، گھڑی ابھی صرف سات بجا رہی تھی۔

------

"بس بھابھی! ابھی زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہے بچہ اتنا لمبا سفر کر کے آ رہا ہے، آتے ہی تو کچھ کھانے کو بھی دل نہیں کرتا، ویسے بھی آپ کو اس کی پسند ناپسند کا اتنا علم بھی نہیں ہے زیادہ اہتمام کل کے لئے اٹھا رکھیئے، آج بس نارمل سا انتظام کر لیں۔" صائمہ پھپھو راولپنڈی سے آچکی تھیں، سارے گھر میں گہما گہمی پھیلی ہوئی تھی، مزنہ مینو ترتیب دے رہی تھیں جب صائمہ نے درمیان میں انہیں ٹوکا۔

"پھپھو بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں، تھکاوٹ کی وجہ سے وہ شاید زیادہ کھا بھی نہ سکیں، کل ہم ان کی دعوت کر لیں گے، آج کے مینو میں زیادہ ہیوی ڈائٹ نہ رکھیں۔" ماہا نے بھی پھپھو کی تائید کی، بات تو مزنہ کی بھی دل کو لگی تھی، مگر آج تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ آج کیا کچھ کروا لیں۔

رمشا، اور مالہ کے چہروں سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی، وہ بھی صبح سے نہایت خوشگوار موڈ میں تھیں دبا دبا جوش ان کے چہروں سے صاف ظاہر تھا۔

"یا اللہ! صالح ہمیشہ کے لئے پاکستان رک جائیں۔" ان سب کے مسرت سے جگمگاتے چہروں کو دیکھ کر ماما صبح سے نجانے کتنی مرتبہ یہ دعا مانگ چکی تھی۔

وہب اپنے کسی دوست کی گاڑی لے آیا تھا، شہزاد، پھوپھا، عبدالرحمن اور عبداللہ صالح کو ریسیو کرنے ائیرپورٹ جا چکے تھے۔

"بھائی کو تو کسی نے نہیں دیکھا ہوا پھر انہیں پہچانیں گے کیسے۔" ان کے جانے کے بعد ہالہ کو نئی فکر لاحق ہوئی۔

"تم فکر نہ کرو تمہارے بھائی کے بجائے کسی اور کو اٹھا کے نہیں لائیں گے۔" غوری نے اسے اطمینان دلایا۔

"ویسے ہالہ کی بات میں وزن ہے۔" منال نے بھی اپنی عینک درست کرتے ہوئے کہا۔

"تم کم از کم آج کے دن تو یہ گلاسز اتار دو۔" رمشاء نے کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ ہاتھ بڑھا کر اس کے گلاسز اتار بھی دیئے تھے۔

"کچھ کھانے کو ہے تو دو مجھے بڑی بھوک لگ رہی ہے صبح سے دوڑ دوڑ کر برا حال ہو گیا ہے۔" غوری نے چہرے پر مسکینیت طاری کرتے ہوئے کہا تھا۔

"تم کیا میراتھن ریس سے آ رہے ہو۔" ہالہ نے فوراً اسے گھورا تھا، وہ اس کے کھانے پینے پر بڑی نظر رکھتی تھی، تاکہ عین موقع پر اسے منہ توڑ جواب دے سکے۔

"لاحول ولا قوۃ..... کیسی باتیں کرتی ہو لڑکی! میں انتہائی سند یافتہ شریف لڑکا ہوں کبھی کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تم میراتھن ریس کی بات کرتی ہو۔" وہ باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا لاحول پڑھنے لگا، انداز سراسر دہائی دینے والا تھا، ماما کی ہنسی چھوٹ گئی جبکہ ہالہ کے ماتھے پہ کئی بل ایک ساتھ نمودار ہوئے تھے۔

"تم کیا لڑکیوں کی طرح کچن میں گھسے کھڑے ہو چلو باہر جاؤ کوئی کام دیکھو ہر وقت کسی نہ کسی کے ساتھ تمہاری چوٹی لڑی رہتی ہے۔" صائمہ جو کچن کا جائزہ لینے آئی تھیں غوری کو کچن میں دیکھ کر اس کے لتے لینے لگیں۔

"امی میں تو کسی سے کچھ نہیں کہتا بلکہ اپنے سارے کام خود ہی کر لیتا ہوں چاہے تو ماما سے پوچھ لیں۔" وہ بھولپن سے اگلے بچے دانے توڑتے ہوئے سر جھکا کے بولا۔

"تم جتنے پانی میں ہو ناں خوب جانتی ہوں، منزہ بھابھی سے کہتی ہوں اسے کھینچ کر رکھیں زیادہ سر پہ چڑھانے کی ضرورت نہیں۔" وہ اسے ڈپٹ کر بولیں تو ہالہ کی ہنسی خود بخود باہر نکلنے لگی جو غوری سے ہرگز چھپی نہیں رہی تھی وہ کن انکھیوں سے اسے گھورتے ہوئے باہر کی طرف بڑھا۔

"کتنا کام رہ گیا ہے۔" انہوں نے استفسار کیا۔

"بس پھپھو تقریباً سب تیار ہے۔" ماما نے برنر کی آنچ دھیمی کرتے ہوئے جواب دیا اور رشین سیلڈ کے لئے بوائلڈ چکن کے ریشے کرنے لگی۔

"چلو تم لوگ نہا دھو کے فریش ہو لو صبح سے کاموں میں لگی ہوئی ہو، باقی میں دیکھ لیتی ہوں۔" ان کے حلیے دیکھتے ہوئے انہوں نے ہدایت کی۔

"ارے نہیں پھپھو! آپ بیٹھیں ہم کر لیتی ہیں بس دس منٹ لگیں گے، بریانی دم پر ہے میں تب تک سلاد بنا لیتی ہوں باقی سب کچھ تیار ہے آپ بے فکر ہو کے اندر بیٹھیں ہم ابھی انسانوں والے حلیے میں آ جاتی ہیں۔" وہ ریشے الگ



کر کے ڈش میں مکس کرتے ہوئے مسکرا کے بولی تو پھپھو بھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلاتیں منزہ کو بتانے چل پڑیں۔

"چلو تم لوگ میں بس دس منٹ میں آ رہی ہوں۔" ماما نے کہا تو وہ تینوں جھٹ باہر نکلیں۔

صالح نے ایک دفعہ اسے فون پر بتایا تھا کہ وہ سیلڈ شوق سے کھاتا ہے تو تین چار قسم کے سیلڈ بنا لئے تھے، سلاد بنا کر فریج میں رکھے بریانی کو چیک کیا اور کچن صاف کرتے اسے تقریباً نصف گھنٹہ لگ گیا تھا۔

وہ جب اوپر پہنچی تو باہر گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا، ہالہ، رمشہ، منال نیچے کی طرف بھاگیں جبکہ وہ جلدی سے اپنا پریس شدہ سوٹ اٹھا کر باتھ روم کی طرف لپکی، کیونکہ صبح سے کچن میں گھسے ہونے سے اس کا گرمی اور پسینے سے برا حال تھا۔

[illegible] لگا دی، لاؤنج سے بلند آوازیں باہر تک آ رہی ہیں وہ ایک لمحے کے لئے باہر رکی اور پھر اندر داخل ہو گئی۔

"یہ ماما ہے عبداللہ بھائی کی بیٹی۔" وہ اندر داخل ہوئی تو صائمہ پھپھو نے اس کا تعارف کروایا اس نے نظریں اٹھائیں اور ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک گئی۔

بلیک جینز کے اوپر بلیک ٹی شرٹ پہنے، آنکھوں میں ذہانت کی چمک لئے کھڑی ناک، روشن اور کشادہ پیشانی، خوبصورت نین نقوش کے ساتھ چہرہ مقناطیسی کشش لئے ہوئے تھا، دیکھنے والا خود بخود ہی کھنچا چلا جاتا۔

"السلام علیکم!" وہ جھجک کر سلام کرتے ہوئے منال کے ساتھ صوفے میں دھنس گئی۔

"وعلیکم السلام!" صالح نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ خواہ مخواہ ہی کنفیوز ہو گئی۔

کچھ صائمہ پھپھو کے لیکچر کا اثر تھا اور کچھ ابھی اجنبیت کی دیواریں حائل تھیں اور باقی بڑوں کی موجودگی کا لحاظ تھا کہ ان سب کی اصلیت ابھی تک صالح پہ نہیں کھلی تھی، بڑوں کی موجودگی میں وہ ویسے بھی اپنی زبانیں بند رکھنے کی کوشش ہی کرتے تھے۔

"افسوس میں نے اتنے زبردست سین مس کر دیئے۔" اس نے منال کے کان میں گھس کر اظہار افسوس کیا۔

"کس مووی کی بات کر رہی ہو، میں نے تو اتنے دنوں سے ٹی وی کو ہاتھ نہیں لگایا۔" منال نے اپنی عقل کے مطابق ہی سوال کو سمجھا تھا، ماما اس کی کم عقلی پہ ماتم کر کے رہ گئی۔

"تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

"تمہارے لئے ری کیپ کروا دیتے ہیں [illegible]" وہب قریب ہونے کی وجہ سے اس کا جملہ سن چکا تھا، وہ فقط مسکرا کر رہ گئی، بڑوں کی موجودگی میں زیادہ بولنا صحت کے لئے نقصان دہ بھی ہو سکتا تھا لہٰذا اس نے مسکرانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

"صالح بیٹا! تھک گئے ہو گے فریش ہو لو پھر کھانا لگاتے ہیں۔" الماس اس کی اتنی لمبی مسافت کے پیش نظر کہنے لگیں۔

"مجھے کوئی خاص بھوک نہیں ہے سفر میں کھانا کھا لیا تھا۔" صالح نے جواب دیا۔

"ہم نے تو اتنی محنت سے آپ کے لئے کھانا تیار کیا ہے اور ماما نے تو بطور خاص آپ کے لئے سیلڈز کی ڈشز تیار کی ہیں۔" اس کی بات سن کر ہالہ کا تو منہ لٹک گیا وہ تو سوچے بیٹھی تھی کہ بھائی سے خوب تعریفیں سمیٹے گی جبکہ اسے تو بھوک ہی نہیں تھی۔

"آپ لوگوں نے اتنی محنت اور محبت سے

بنایا ہے تو میں ضرور کھاؤں گا۔'' اس کی اتنی اتری ہوئی شکل دیکھ کر وہ فوراً بولا تو ہالہ کا چہرہ کھل اٹھا۔

غوری کی زبان میں کھجلی تو بہت ہو رہی تھی تاہم بڑوں کی موجودگی کا لحاظ کرتے ہوئے وہ خاموش رہ گیا، ورنہ ہالہ ہر بات کی ٹانگ کھینچنا اس کی عادت نہیں فطرت بن چکی تھی۔

''اچھو! کیو! دسترخوان لگاؤ اور وہب جاؤ تم بھائی کو کمرہ دکھاؤ، کھانا کھا کے صالح آرام کر لے باتیں واتیں تو ہوتی رہیں گی۔'' صائمہ پھپھو نے حکم نامہ جاری کیا، تو وہ چاروں اٹھ گئیں، جبکہ صالح، وہب کے ہمراہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

''اتنا اہتمام کیوں کیا آپ نے، میں نے اتنا تھوڑی کھانا تھا۔'' وہ فریش ہو کے آرام دہ ڈریس میں نیچے آیا تو یہاں سے وہاں تک لگے دسترخوان کو دیکھ کر حیرت سے گویا ہوا۔

''تمہاری آڑ میں اتنا کھانا دراصل اپنے لئے تیار کیا گیا ہے۔'' غوری نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے جیسے بڑے پتے کی بات بتائی تھی۔

''تم اپنی قیاس آرائیاں اپنے پاس ہی رکھو۔'' ہالہ نے جھلا کے اسے گھورا پھر صالح سے مخاطب ہوئی۔

''یہ ایک نمبر کا فسادی شخص ہے بھائی اس کی باتوں پہ مت جایئے گا، ہم نے یہ سب بطور خاص آپ کے لئے بنایا ہے۔''

''مجھے پتہ ہے۔'' صالح نے مسکراتے ہوئے نرمی سے اس کا گال تھپتھپایا تو وہ اتنی اپنائیت و محبت پہ نہال ہو گئی، وہب کو ماما کے لاڈ اٹھاتے اور غوری کو منال کے لاڈ اٹھاتے دیکھ کر اس کے اندر جتنی تشنگیاں جنم لیتی تھیں، یہ وہ ہی جانتی تھی۔

وہ لوگ آپس میں جتنا بھی فری تھے وہ الگ بات تھی لیکن اتنی فرینکنس کے باوجود ان کے درمیان کچھ حدود و قیود تھیں وہ بابا اور منال کی طرح وہب اور غوری کے کندھے سے اٹک کر کوئی فرمائش نہیں کر سکتی تھی، ان کی طرح استحقاق نہیں جتا سکتی تھی اب صالح کو دیکھ کر اس کی محرومیاں اور تشنگیاں ختم ہو رہی تھیں۔

کھانا نہایت خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا، صالح نے کھایا اگرچہ کم تھا لیکن اس نے ہر کھانے کو ٹیسٹ کر کے داد ضرور دی تھی، البتہ سویٹ ڈش اس نے بہت رغبت و شوق سے کھایا تھا۔

''بیٹا! آرام کر لو بہت تھک گئے ہو۔'' ممی محبت سے اس کی پیشانی پہ بکھرے بال سمیٹتے ہوئے بولیں تو صالح کے اندر تک ٹھنڈک اترنے لگی، کتنا ترسا تھا وہ اس لمس کے لئے اسے بار بار جمائیاں لیتے دیکھ کر وہ سب بھی اٹھ گئے تاکہ وہ آرام کر سکے۔

------

''کیا ہو رہا ہے...'' وہ جو با آواز بلند رٹا لگا کر ٹیسٹ کی تیاری کر رہی تھی صالح کو اندر آتے دیکھ کر خفیف سی ہو گئی، غیر محسوس انداز میں کتاب بند کرتے ہوئے اس نے سائیڈ پہ رکھ دی۔

''کچھ نہیں کل انگلش کا ٹیسٹ ہے میں Essey یاد کر رہی تھی۔'' اپنی حرکت پہ اسے ابھی تک ندامت محسوس ہو رہی تھی۔

''حیرت ہے تم ابھی تک بچوں کی طرح سبق یاد کرتی ہو۔'' وہ اس کی حرکت نوٹ کر چکا تھا اور اس کا نادم ہونا بھی ایک محظوظ سی مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا تھا۔

''سبق ایسے ہی یاد ہوتا ہے جناب ہماری میم اتنا Strickly پڑھاتی ہیں کہ اگر ذرا سی بھی غلطی ہو جائے تو پوری کلاس کے سامنے اچھی خاصی عزت افزائی کر دیتی ہیں۔'' وہ اب اپنے رٹا مارنے کی وجہ بتا رہی تھی۔

لائٹ اسکائی کلر کے سوٹ پہ ہم رنگ بڑا سا دوپٹہ لئے یہ نرم و نازک سی لڑکی اسے بطور کزن کے بہت اچھی لگی تھی، اپنی خوبصورتی سے قطعی بے نیاز، بچوں کی سی معصومیت لئے ماما اسے بہت پسند آئی تھی، ایک بات اس نے بطور خاص نوٹ کی تھی کہ اس گھر کے کچھ قاعدے قوانین تھے جن کی پابندی سب پہ لازم تھی، ہر ایک کی جو ذمہ داری تھی اسے وہ ہر حال میں پوری کرنا تھی، یہ سب کزنز اگرچہ آپس میں بے حد فری تھے لیکن کسی کو حد سے بڑھتے ہوئے اس نے کسی کو نہیں دیکھا تھا، ایسے گئے گزرے دور میں ان سب کی تربیت یقیناً بہت اچھے طریقے سے ہوئی تھی۔

''ایک بات پوچھوں آپ سے....؟'' اسے خوشگوار موڈ میں دیکھ کر ماما نے قدرے جھجکتے ہوئے سوال کیا تھا۔

''پہلے تو ایک بات تم مجھے بتاؤ۔'' وہ اس کا سوال [illegible] کرتے [illegible] سے استفسار کرنے لگا۔

''جی۔'' ماما متوجہ ہوئی۔

''تمہارا جو رشتہ غوری سے ہے وہی مجھ سے ہے اس سے تو تم نے کبھی یوں اجنبیت کا اظہار نہیں کیا بڑے آرام سے ہر بات کہہ سن لیتی ہو، پھر مجھ سے اتنی بے تکلفی کیوں نہیں۔'' وہ نظریں اسی پہ گاڑے پوچھ رہا تھا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔'' ماما نے صاف ٹالنا چاہا۔

''ایسی ہی بات ہے۔'' وہ اپنے لفظوں پہ زور دے کر بولا۔

''چلیں میں کوشش کروں گی کہ آئندہ احتیاط کروں۔'' اس نے گویا ہتھیار ڈال دیئے، یہ سچ تھا کہ وہ غوری کی طرح صالح سے ابھی اتنا فری نہیں ہوئی تھی پتہ نہیں کیا بات تھی لیکن اسے صالح سے بہت جھجک محسوس ہوتی تھی شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ بچپن سے ان کے ساتھ نہیں رہا تھا، کچھ اس کا رعب حسن تھا جو ماما کو کنفیوز کر دیتا تھا، اس کی سیاہ چمکتی آنکھوں میں وہ ایک لمحے کے لئے بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔

''بھائی آپ کو بڑا اچھا لگتا ہے آپ کے لئے بناؤں؟'' اسی وقت رمشاء نے انٹری دی تو ماما کا سوال درمیان میں ہی رہ گیا۔

''میری رمشاء بنائے گی تو میں ضرور کھاؤں گا۔'' اس نے محبت پاش نظروں سے رمشاء کو دیکھتے ہوئے کہا تو رمشاء کی آنکھیں احساس تشکر سے بھیگ گئیں۔

''رمشاء!'' صالح اس کی تیزی سے جھپکتی پلکیں دیکھ چکا تھا۔

''ادھر آؤ میرے پاس۔'' اس نے ہاتھ سے اپنے قریب اشارہ کیا، تو رمشاء آہستگی سے چلتی اس کے برابر آن کے بیٹھ گئی۔

''اب تو میں آ گیا ہوں پگلی، اب میری گڑیا کی آنکھوں میں آنسو کیوں؟ ہوں؟'' بھائیوں والے مان بھرے انداز سے کہتے ہوئے صالح نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا، اپنی انگلیوں سے اس کی آنسو صاف کیے، لڑکیاں اتنی نازک ہوتی ہیں اس کا اندازہ تو اسے یہاں آ کر ہوا تھا۔

''بھائی! میں بھی ہوں۔'' ہالہ بھی اسی وقت اندر داخل ہوئی اور رمشاء کو [illegible] دیکھ کر بسورتے ہوئے بولی۔

''تم بھی آ جاؤ ناں تم تو میری چھوٹی گڑیا ہو۔'' وہ اس کی چھوٹی سی ناک دبا کر بولا تو ہالہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''میرا خیال ہے رمشاء بڑا بنانے لگی تھی۔'' ماما نے یاد دہانی کروائی تو رمشاء اپنے ماتھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

''میں آپ سے پوچھنے آئی تھی کہ آپ کو کون سا بڑا پسند ہے؟ میں آج آپ کے لئے بناتی ہوں۔''

''چھوڑو بنانے کو، میں تمہیں کھلا کے لاتا ہوں چلو سب تیار ہو جاؤ۔'' اس نے آفر کی تو رمشا کا دل خوشی سے جھوم اٹھا وہ پہلے ہی کھانے پینے کے لئے ہر دم تیار رہتی تھی۔

''یاہو۔'' بالا نے بھی نعرہ لگایا۔

''پزاہٹ چلیں۔'' رمشا نے جھٹ سے کہا۔

''ماما سے پوچھتے ہیں، کیوں ماما! پزاہٹ چلیں یا کہیں اور۔'' صالح نے ماما کی رائے لینا چاہی۔

''پہلے پزاہٹ پھر جہاں آپ کہیں۔'' وہ محظوظ سی مسکراہٹ سمیت بولی تو صالح قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''تم تو بہت چالاک ہو میں تو تمہیں بھولی بھالی سمجھتا تھا۔''

''اف یہ ہنستے ہوئے کس قدر وجیہہ لگتے ہیں شاید انہیں علم نہیں۔'' ماما نے بے اختیار نگاہیں چراتے ہوئے سوچا۔

''منال نظر نہیں آ رہی اسے بھی بلا لاؤ۔'' منال کو غیر حاضر پا کر اس نے استفسار کیا۔

''کسی کتاب میں سر گھسیڑے بیٹھی ہوگی، کتابی کیڑا ہے وہ۔'' بالا نے ناک چڑھاتے ہوئے بتایا۔

''میں منال کو لے کر آتی ہوں۔'' ماما سائیڈ پہ دھری کتاب اٹھاتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔

وہ چاروں جب چینج کر کے نیچے آئیں تو صالح منزہ اور الماس سے اصرار کر رہا تھا کہ وہ بھی ساتھ چلیں۔

''نہیں بیٹا! تم لوگ جاؤ انجوائے کرو تمہاری عمر ہے ایسے کاموں کی۔'' منزہ اس کی اتنا اصرار کرنے پر نرمی سے کہتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''آپ بھی چلیں نا۔'' وہ ابھی تک اپنی بات پہ اڑا ہوا تھا۔

''چلو تم یوں کرنا ہمارے لئے پیک کروا کے لے آنا۔'' الماس نے درمیانی راہ نکالی تو اس نے بھی جیسے ہار مان لی۔

''او کے ٹھیک ہے۔''

''بیٹا! دھیان سے جانا اور جلدی واپس آ جانا آج کل حالات ٹھیک نہیں تم جب تک باہر رہو گے میرا دل سوکھے پتے کی طرح لرزتا رہے گا زیادہ اندھیرا نہ کرنا شام سے پہلے پہلے واپس آ جانا۔'' وہ گیٹ تک ان کے ساتھ آئیں ساتھ ساتھ ہدایات بھی جاری تھیں، شہر کے حالات واقعی بہت خراب ہو گئے تھے، دہشت گردی، لوٹ مار، چوری، اغوا، یہ واقعات تو بہت عام ہو گئے تھے۔

صالح کی خواہش کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے [illegible] اجازت [illegible] [illegible] وہب اور نوری نے بھی پچھلے دنوں جانے کی اجازت مانگی تو انہوں نے بڑے آرام اور پیار سے انہیں سمجھا دیا تھا، لیکن صالح کو وہ انکار نہیں کر سکی تھیں، مبادا وہ برا نہ مان جائے۔

''آپ بالکل فکر نہ کریں میں ساتھ ہوں نا، کچھ نہیں ہوگا انشاء اللہ۔'' ان کا خدشات اور تفکرات سے بھرا چہرہ دیکھ کر صالح نے انہیں اطمینان دلایا۔

''انشاء اللہ جاؤ فی امان اللہ۔'' انہوں نے آیت الکرسی پڑھ کر ان سب پہ دم کیا تو وہ سب مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے۔

''میری امیں وہاں جا کر کیا کروں گی۔'' وہ میری کا مطالبہ سن کے بولی تھی۔

میری نے آج جاتے ہی اسے بتایا تھا کہ آج سکندر کے ساتھ اس کا لنچ ہے، آج لاسٹ پیریڈ فری ہے، لہٰذا وہ جلدی ہی کالج سے چلی جائے



گی، سکندر اسے لینے آ جائے گا، میری کا اصرار تھا کہ نازو بھی اس کے ساتھ چلے، لیکن نازو کو ہوٹلنگ کا کوئی تجربہ نہیں تھا، اسی لئے وہ انکاری ہو رہی تھی، وہ اپنی زندگی میں نہ تو کبھی کسی ہوٹل میں گئی تھی اور نہ ہی ایسے طور طریقوں سے واقف تھی، ہوٹل میں کھانا کھانے کے ایٹی کیٹس سے وہ قطعی نابلد تھی، ایسے میں اگر اس سے کوئی خلاف میز بات سرزد ہو جاتی تو میری اور سکندر کے سامنے کس قدر سبکی ہوتی۔

اگرچہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ٹی وی ڈراموں میں دکھائے جانے والے افسانوی ماحول کو اپنی آنکھوں سے دیکھے لیکن موقع خجالت کے باعث وہ جانے سے انکاری ہو رہی تھی۔

''کیا کرتے ہیں کسی ہوٹل میں......؟''

میری نے الٹا اسی پہ سوال داغا تو وہ جزبز ہو کے کتاب کھولنے لگی۔

''بھئی میری [illegible] سے بات ہے سکندر نے ہمیں لنچ پہ انوائٹ کیا ہے، ہم وہاں کھانا کھائیں گے اور بس...... تم تو یوں گھبرا رہی ہو جیسے ہم کسی سینما میں جا رہے ہیں۔'' میری نے اس کے ہاتھ سے کتاب کو تقریباً کھینچتے ہوئے بند کر کے بیگ پہ پٹخا اور اسے قائل کرتے ہوئے بولی۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں نے گھر سے اجازت نہیں لی۔'' وہ اصل بات بتانے سے اسے کترا رہی تھی اس لئے ٹال مٹول سے کام لے رہی تھی۔

اس کا جواز سن کر میری نے بلند آواز سے قہقہہ لگایا اور کتنی دیر تک وہ اس کی بات کو انجوائے کر کے ہنستی رہی۔

''You are not a child dear! تم ابھی تک اپنی ماما کی انگلی تھام کر چلتی ہو یار! be brave یہ اکیسویں صدی ہے جس میں لڑکیاں اپنی شادی تک کے فیصلے اپنی مرضی سے کرتی ہیں اور تم نے کھانا بھی کھانا ہے تو والدین کی اجازت سے۔''

''What a joke سکندر کو پتہ چلے تو حیرت سے بے ہوش ہو جائے۔'' اس کی ہنسی تھی تو اس نے استہزائیہ انداز میں بھنویں اچکاتے ہوئے نازو کو دیکھا۔

اس کی باتیں سن کے نازو کو بے حد سبکی محسوس ہوئی تھی، ان کے ہاں لڑکیوں کا Life style کتنا بورا تھا، جیسے بندہ تیرہویں صدی میں آ گیا ہو، میری کو دیکھ کر یہ خیال اکثر اس کے ذہن میں آتا اور آج تو اسے میری کے سامنے بہت شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کہ وہ اتنی بیک ورڈ فیملی سے ہے۔

''میں تمہارا انکار بالکل نہیں سن رہی، تم میرے ساتھ چل رہی ہو اور ہر حال میں چل رہی ہو، میں نے تمہارے بارے میں سکندر سے نجانے کیا کچھ کہہ رکھا ہے، وہ کیا سوچے گا کہ اتنی بدتہذیب لڑکی اتنی کنزرویٹو ہے، مجھے اپنی Insult نہیں کروانی ڈیٹس آل۔'' وہ ہاتھ اٹھا کر فیصلہ کن انداز میں بولی۔

''مگر میں تمہاری بات مان بھی لوں تو گھر میں دیر ہونے کی وجہ کیا بتاؤں گی؟'' اس نے جیسے ہتھیار ڈال دیئے تھے، وہ ویسے بھی میری سے بہت مرعوب رہتی تھی، میری جیسا بننے کا

خدا کا شکر ہے بہت اچھا پڑوس مل گیا ہے گھر میں
آکر رہنے والی ایک خاتون نے اپنی پڑوسن سے کہا
''اب تو میرا پڑوس بھی بہت اچھا ہو گیا'' پڑوسن
پڑوسن خوش ہوتے ہوئے بولیں، ''کیا تم نے بھی
گھر بدل لیا ہے۔'' خاتون نے پوچھا
''نہیں ہم تو اسی گھر میں ہیں جس کے برابر سے تم
اٹھ کر آئی ہو'' پڑوسن نے جواب دیا۔

ارادہ تو اس نے پہلے دن ہی کر لیا تھا، گاؤں کے گھٹن زدہ ماحول سے نکل کر وہ بھی افسانوی لائف کو انجوائے کرنا چاہتی تھی، لیکن اپنے گھر والوں کا ڈر تو بہرحال اسے تھا۔

''ہمارا لاسٹ پریڈ فری ہے آج سو جلدی نکل جائیں گے میں نے سکندر کو ٹائم دے رکھا ہے، وہ Exact ٹائم پہ پہنچ جائے گا ہوٹل یہاں قریب ہی ہے، زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے تک ہم فری ہو جائیں گے اور تمہیں تمہارے گھر ڈراپ کرنے کے بعد ہم واپس آ جائیں گے۔'' وہ تو جیسے سارا پروگرام طے کیے بیٹھی تھی، ہر مسئلے کا حل اس کے پاس آل ریڈی موجود تھا۔

''Ok ٹھیک ہے۔'' وہ تھوڑی سی پس و پیش کے بعد بالآخر مان ہی گئی تھی۔

''Thanks my dear! میں یہی تو چاہتی ہوں کہ تم بھی میری طرح لائف کو انجوائے کرنا سیکھو، دیکھو یہ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے، اسے بھی گھٹ گھٹ کر گزارنا کہاں کی عقلمندی ہے، خود بھی Enjoy کرو اور دوسروں کو بھی کرنے دو، کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ہماری لائف پر اپنی مرضی تھوپ سکے، ہم اپنی زندگی کو کسی تجربے کی نظر نہیں کر سکتے۔'' میری اپنے نادر نظریات کا اظہار کر رہی تھی اور نازو کسی اقوالِ زریں کی طرح بڑے دھیان و گیان سے اسے سن رہی تھی۔

چھٹی ٹائم جب وہ گیٹ سے باہر نکلیں تو سیاہ ... ان کی منتظر کھڑی تھی، سکندر نے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا تھا، پہلے نازو کے لئے بیک ڈور اوپن کر کے اسے بٹھایا پھر میری کے لئے فرنٹ ڈور اوپن کیا۔

''نازنین! آپ نے میری ادنیٰ سی دعوت کو قبول کیا، میں تہہ دل سے آپ کا مشکور ہوں۔'' وہ ممنون لہجے میں نازو سے مخاطب ہوا۔

''تھینکس تو تمہیں میرا بولنا چاہیے، نجانے کن جتنوں سے محترمہ کو Agree کیا ہے۔'' میری اس کے بولنے سے پہلے ہی بول اٹھی، جبکہ نازو نے صرف مسکرانے پہ اکتفا کیا تھا، ٹھنڈے اے سی والے ماحول میں بھی اسے پسینے آ رہے تھے، پسینے سے بھیگتی ہتھیلیوں کو ایک دوسرے میں جکڑے وہ اپنی کنفیوژن اور ڈر پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی، لاکھ وہ اپنے ماحول سے متنفر ہی اور ایسے کھلے ماحول کی متمنی تھی، لیکن یوں بغیر اجازت کسی مرد کے ساتھ ہوٹلنگ کرنا یہ اس کا پہلا تجربہ تھا، اس لئے اس کے احساسات بالکل فطری تھے۔

''تم دونوں کا ہی احسان مند ہوں، وہ کیا کہتی ہیں کہ دوست کا دوست بھی دوست ہی ہوتا ہے۔'' وہ بیک مرر میں اسے دیکھتے ہوئے ہلکے سے مسکرایا۔

گاڑی ایک شاندار ہوٹل کے سامنے رکی، تو وہ ان دونوں کے ہمراہ چلتی ہوٹل میں داخل ہو گئی، ہوٹل کیا تھا رنگ و بو کا ایک نیا جہان تھا، ان کے کالج کی اور بھی کئی لڑکیاں سفید یونیفارم میں ملبوس اپنے بوائے فرینڈز کے ساتھ لنچ میں شریک تھیں، اپنے جیسی اور لڑکیوں کو دیکھ کر نازو کو کچھ حوصلہ ہوا تھا۔

گناہ میں بھی تو کشش ہے دوسرے کا عمل ... قطع نظر

اس کے کہ ہر انسان کو اپنے عمل کا جواب دہ ہونا ہے نہ کہ دوسرے کا۔

سکندر نے اپنے لئے ایک نسبتاً ویران ٹیبل کا انتخاب کیا تھا، میری، سکندر کے برابر والی سیٹ پر جبکہ نازو سامنے والی پہ بیٹھ گئی تھی۔

''کیا منگواؤں تمہارے لئے۔'' وہ مینو کارڈ اٹھاتے ہوئے میری سے مخاطب ہوا۔

''میری پسند کو چھوڑو، آج نازو ہمارے ساتھ پہلی دفعہ لنچ میں شریک ہوئی ہے، آج ہم بھی اس کی پسند کا کھانا کھائیں گے۔'' میری نے مینو کارڈ اس کے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے کہا۔

''گڈ...... تو بتایئے مس نازنین! کیا لیں گی آپ۔'' وہ نازو سے مخاطب ہوا، تو وہ بری طرح بوکھلا گئی، وہ گاؤں کی رہنے والی اور سادہ غذائیں کھانے والی تھی اسے کیا خبر کہ اتنے بڑے ہوٹل میں کیا الم غلم بنتا تھا۔

''آپ کی مہمان ہوں، آپ لوگ جو کھلائیں گے کھا لوں گی۔'' وہ اپنی گھبراہٹ پہ کسی قدر قابو پا کر بولی، وہ بدلتے ماحول کو ایک دم تو نہیں البتہ نسبتاً جلد قبول کر لیتی تھی یہ اس کے اندر ایکسٹرا آرڈنری خوبی تھی اور اس بات کو تو میری بھی تسلیم کرتی تھی۔

''آپ نے تو بات ہی ختم کر دی۔'' وہ اس کے جواب سے گویا محظوظ ہوا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا اس کے موبائل کی بپ بجنے لگی، اس کے یس کرنے سے پہلے ہی میری نے سیل اس کے ہاتھ سے جھپٹا اور کال ڈسکنکٹ کر دی۔

''میری موجودگی میں تو فون...... نو کال۔'' دھڑلے سے کہتے ہوئے اس نے اپنا استحقاق جمایا۔

''یار! دیکھنے تو دو، کوئی اہم کال بھی ہو سکتی ہے۔'' سکندر نے فون پکڑنا چاہا تو میری نے بڑے آرام سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''اگر کال مجھ سے زیادہ اہم ہے تو ضرور سنو۔'' اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے وہ قدرے روٹھے ہوئے انداز میں گویا ہوئی، نازو بڑی دلچسپی سے یہ صورتحال دیکھ رہی تھی۔

''تم سے اہم تو کچھ بھی نہیں My life۔'' اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے دوبارہ بج اٹھنے والی بپ کو نہ صرف Disconnect کر دیا بلکہ سرے سے موبائل ہی آف کر دیا، میری اس کی حرکت پہ تفاخر سے مسکرائی تھی۔

''اب Thanks تو کر دو ذرا......'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر معنی خیز نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

''شرم کرو، نازو بھی ہمارے درمیان چھوڑ دو۔'' میری نے ہنستے ہوئے ایک مکا اس کی بازو پر رسید کیا۔

''اوہ...... سوری...... مس نازنین! اگر آپ نے مائنڈ کیا ہو تو۔'' وہ جو اس کی موجودگی کو یکسر فراموش کر چکا تھا، میری کے یاد دہانی کروانے پر فوراً ایکسکیوز کرنے لگا۔

''اٹس او کے میں نے مائنڈ نہیں کیا۔'' اس نے آہستگی سے کہتے ہوئے اسے شرمندگی سے نکالنا چاہا۔

اسی وقت ویٹر آ گیا، تو سکندر اور میری نے اپنی اپنی پسندیدہ ڈشز لکھوا دیں، اس نے بھی مینو کارڈ سے جو ایک دو ڈشز اس کی سمجھ میں آئی تھیں لکھوا دیں۔

کھانا نہایت خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا، سکندر انہیں کوئی نہ کوئی مزیدار واقعہ سنا تا رہا تھا، بس چند ابتدائی لمحات گزرنے کے بعد وہ بھی مکمل طور پر لنچ کو انجوائے کرنے لگی تھی، اپنے گرد و پیش سے یکسر بے نیاز، یونہی ہنستے ہوئے اس کی نظر اچانک کلائی پہ بندھی گھڑی پہ پڑی تو وہ جیسے ہڑبڑا کے ہوش کی دنیا میں لوٹ آئی۔

''میری! ٹائم بہت ہو چکا ہے۔'' اس نے رسٹ واچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو میری بھی اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ گئی، وہ کسی حد تک اس کے گھریلو حالات سے واقف تھی۔

''او کے، چلو سکندر! جلدی کرو میری اپ، ٹائم اوور ہو رہا ہے۔'' وہ کھانے سے ہاتھ کھینچتے

ہوئے سکندر سے مخاطب ہوئی۔

''ابھی کہاں، ابھی تو ٹائم ہی کیا ہوا ہے۔'' وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بے نیازی سے گویا ہوا۔

''مجھے آج ضروری کام ہے ماما کے ساتھ کہیں جانا ہے اور ابھی نازو کو بھی ڈراپ کرنا ہے لہٰذا اب اٹھ جاؤ۔'' وہ اپنے کو بیگ کندھے پہ ڈالتی ہوئی بولی تو نازو نے ممنون نظروں سے اسے دیکھا، جو اس نے نازو کی بجائے اپنا عذر گھڑ لیا تھا۔

''اوکے۔'' حسب توقع سکندر نے اس کی بات سے انکار نہیں کیا۔

.......

ٹی وی پہ اس کا پسندیدہ پروگرام آرہا تھا، وہ فرنچ فرائز کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے رمشاء اور ہالہ سے خوش گپیوں کے ساتھ ساتھ ٹی وی بھی دیکھ رہی تھی۔

''پتہ نہیں لوگ نہا دھو کر کیسے فریش ہو لیتے ہیں، مجھے تو اور بھی سستی چڑھ جاتی ہے۔'' خالی پلیٹ کو سائیڈ پہ رکھتے ہوئے وہ اپنے لمبے گھنے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے نیند سے بوجھل لہجے میں گویا ہوئی۔

''تمہیں تو ویسے ہی ہر وقت سستی چڑھی رہتی ہے نہانا تو ایک بہانہ ہے، جب دیکھو تمہیں پیارے آنکھیں موندنے کے لئے تیار رہتی ہو۔'' رمشاء نے غصیلے لہجے میں اسے لتاڑا۔

''ہائے میری بہنا! ابھی تم ان ست لوگ دیکھے ہی کہاں ہیں، کبھی آئینہ دیکھو تو اس میں میرے بھی استاد نظر آئیں گے، جو ہر ہفتے سونے کے اعلیٰ ریکارڈ قائم کرتے ہیں۔'' وہ ایک لمبی سی جمائی لیتے ہوئے وہی صوفے پہ ہی دراز ہوگئی، ٹانگیں نہایت بے تکلفی سے رمشاء کی گود میں دھری تھیں، انداز میں کمال بے نیازی تھی۔

''رمادا، بہت تھک گئی ہوں۔'' وہ یوں کہہ رہی تھی گویا رمشاء بیٹھی ہی بطور خاص اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے تھی۔

''نہ تم پیر صاحب ہو اور نہ میں تمہاری مریدنی، جو تمہاری خدمتیں کر کے ثواب دارین حاصل کروں۔'' اس نے نہایت بے دردی سے اس کی ٹانگیں اٹھا کے صوفے پہ پٹخیں اور خود اٹھ کے کاؤچ پہ آ گئی۔

''ظالم لڑکی!'' ماہا کراہ کے رہ گئی۔

''ماہا! اندر جا کے سو جاؤ، یہاں کوئی آ بھی سکتا ہے۔'' منال اس کی نیند کے باعث بوجھل ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر بولی۔

''حد ادب لڑکی! ماہ دولت کو تنگ نہ کیا جائے۔'' وہ بازو آنکھوں پر رکھ کے کہتی گویا یہاں سے نہ اٹھنے کا ارادہ کر چکی تھی اور اگلے ہی لمحے وہ نیند کی عمیق وادیوں میں اتر چکی تھی۔

''بھائی کے بغیر گھر کتنا سونا سونا لگ رہا ہے، کتنی جلدی ہم ان کے عادی ہو گئے ہیں جیسے وہ ہمیشہ سے ہمارے ساتھ ہی رہے ہوں۔'' ہالہ نے کہا تو رمشاء بھی اس کی تائید میں سر ہلانے لگی، صالح راولپنڈی صائمہ پھپھو کی طرف انوائٹڈ تھا اور پرسوں سے وہیں تھا، ہالہ اور رمشاء اسے بہت مس کر رہی تھیں، وہ گھر میں ہوتا تو دونوں بہنیں اس کے ارد گرد منڈلاتی رہتیں، کبھی کیا بنا کر لے آتیں کبھی کیا۔

صالح اگرچہ کھانے پینے کا زیادہ شوقین نہیں تھا، لیکن ان کا دل رکھنے کی خاطر وہ خوشدلی سے کھا لیا کرتا تھا۔

منزہ تو گویا اپنے بیٹے کو دیکھ دیکھ کر جیتی تھیں، انہیں تو نئی زندگی مل گئی تھی۔

وہ بھی آسائشات کا عادی تھا، ان کی ممکنہ کوشش ہوتی کہ اسے ہر طرح کا آرام مہیا کیا جائے اگرچہ صالح انہیں زیادہ تکلفات میں پڑنے نہیں دیتا تھا، لیکن پھر بھی وہ اس کے



معاملے میں بہت زیادہ حساس تھیں۔

''بھائی!'' ہالہ نے اسے لاؤنج کے دروازے سے داخل ہوتے دیکھ کر زور دار نعرہ بلند کیا اور فوراً دوڑ کر اس کے کندھے سے لٹک گئی۔

''کیسی ہے میری گڑیا؟'' صالح اس کی دیوانگی پہ ہنستا ہوا بولا۔

''اتنے دن لگا دیئے آپ نے۔'' وہ اس سے الگ ہوتے ہوئے بسوری۔

''پھپھو آنے ہی نہیں دے رہی تھیں، ابھی بھی بہت مشکل سے اجازت لے کر آیا ہوں، اس وعدے پر کہ جلد ہی دوبارہ چکر لگاؤں گا۔'' وہ اپنے رکنے کا جواز بتانے لگا۔

''ہالہ! وہ اتنی دور سے آئے ہیں اور تم راستے میں ہی لے کے کھڑی ہو گئی ہو، اندر تو آنے دو۔'' رمشاء بڑے ہونے کا حق ادا کرتی اسے ڈپٹ کر بولی، اگرچہ اسے بھی بھائی سے بے حد و حساب محبت تھی تاہم وہ ابھی ہالہ کی طرح اس کا اظہار والہانہ طور پر نہیں کر سکتی تھی۔

''ارے بھئی مت ڈانٹو اسے ابھی بچی تو ہے۔'' صالح نے فوراً اس کی حمایت کی تو اس کی اکڑی گردن میں مزید کلف لگ گیا، اس نے فخریہ نظروں سے رمشاء کو چڑایا۔

''بیٹھیں آپ میں پانی لے کر آتی ہوں، اس بچی کو تو اتنی عقل بالکل نہیں ہے۔'' وہ ہالہ کو گھورتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

صوفے پر بیٹھتے ہی اس کی نظر سامنے اٹھی اور ایک پل کے لئے ٹھٹک گئی، ماہا اس کے عین سامنے والے صوفے پہ ارد گرد سے قطعی بے نیاز ایک بازو ماتھے پہ رکھے اور دوسرا سینے پر رکھے محو خواب تھی، دوپٹہ سر کے نیچے لٹک چکا تھا، لمبے سلکی بال آدھے اس کی کمر کے نیچے دبے ہوئے تھے، جبکہ آدھے اس کے بازو سے ہوتے ہوئے سامنے بکھرے تھے، گھنیری مڑی ہوئی پلکیں چہرے پہ سایہ فگن تھیں، تراشے ہوئے گلابی لب باہم ایک دوسرے میں پیوست تھے، میرون کلر اس کے تن پہ سج کے گویا اپنی قسمت پہ نازاں تھا۔

صالح نے آج پہلی بار اسے اس حلیے میں دیکھا تھا، ورنہ وہ دوپٹے کو عموماً اچھی طرح لپیٹ کے رکھتی تھی اور یقیناً اچھا ہی کرتی تھی، وہ اپنی بے لگام ہوتی نگاہوں کو بچاتے ہوئے سوچ رہا تھا، یہ نہیں تھا کہ اس نے کبھی حسن نہیں دیکھا تھا یا اتنا کھلا ڈلا بے باک حسن نہیں دیکھا تھا، اس نے اپنی ساری زندگی اتنے ایڈوانس ملک میں گزاری تھی، اس کے لئے کچھ بھی ''راز'' نہیں تھا، عورت کو اتنا سیف تو اس نے اپنے گھر میں دیکھا تھا اور عورت کے لئے یہی بات باعث کشش تھی کہ وہ پردے میں ہے، بازاروں میں گھومتیں، برائے نام لباس زیب تن کیئے، مردوں کو اپنی طرف مائل کرتی لڑکیاں، اس کے لئے کچھ بھی کشش نہیں رکھتی تھیں، بالکل ردی تھیں اس کے نزدیک، وہ ان کی حقارت کی نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔

''آ گیا ہے میرا بیٹا!'' منزہ کو بھی اس کے آنے کی اطلاع مل چکی تھیں، ان کی آواز نے صالح کی محویت کو توڑا تھا، وہ چونکتا ہوا ان کی طرف متوجہ ہوتے کھڑا ہو گیا۔

''السلام وعلیکم!''

''وعلیکم السلام! کیسا ہے میرا بیٹا! تمہاری پھپھو ٹھیک ہیں۔'' منزہ اس کے مؤدب رویے پہ نہال ہوتیں اس کا ماتھا چوم کر حال احوال پوچھنے لگیں۔

''جی اب ٹھیک ہیں پھپھو آپ کو سلام کہہ رہی تھیں۔''

''ہالہ! اٹھو بھائی کے لئے پانی وانی لے کر آؤ۔'' انہوں نے ہالہ کو آواز دی۔

''میں لے آئی ہوں امی!'' رمشاء اسی

وقت مینگو شیک لے کر اندر داخل ہوئی، صالح اور منزہ کو دینے کے بعد وہ بھی ہالہ کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔

''غوری نہیں آیا تمہارے ساتھ۔'' صالح چونکہ غوری کے ساتھ راولپنڈی گیا تھا، کیونکہ صالح کو ابھی راستوں سے واقفیت حاصل نہیں ہوئی تھی، اسی لئے غوری کو غیر حاضر پا کر وہ اس سے دریافت کرنے لگیں۔

''اسے یونیورسٹی میں کام تھا، وہ راستے میں ہی اتر گیا، کہہ رہا تھا وہاب کے ساتھ آ جاؤں گا، آپ گھر جائیں۔'' خالی گلاس ٹیبل پہ رکھتے ہوئے وہ منزہ کو بتانے لگا۔

''بھائی! اور لیں ناں۔'' رمشاء نے جھٹ اس کے لئے دوسرا گلاس بھی بھر دیا۔

''نہیں...... میں بس...... تم لوگ پیو۔'' وہ ہاتھ کے اشارے سے اسے منع کرتا ہوا بولا۔

''ویسے ایک بات ہے بھائی! آپ کی خوراک اتنی کم ہے پھر بھی صحت قابل رشک ہے، ایک وہ غوری ہے منگے کے منگے انڈیل جاتا ہے اپنے معدے میں، جسم پر پھر بھی کوئی ماس بوٹی نہیں ملتی۔'' ہالہ، غوری کے ذکر پر ناک چڑھا کے بولی، تو وہ قہقہہ لگا کے اس کی بات کو انجوائے کرنے لگا۔

''ہالہ!'' منزہ نے تنبیہی نظروں سے اسے دیکھا۔

''تمہیں کتنی دفعہ سمجھایا ہے وہ تم سے بڑا ہے، بالکل ادب، لحاظ نہیں ہے تمہارے اندر، آئندہ میں تمہیں کسی بڑے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرتے نہ دیکھوں۔'' ان کا لہجہ سخت تادیبی انداز لئے ہوئے تھا۔

''غائبانہ اس لومڑی کی اتنی حمایت کی جا رہی ہے اگر موجود ہوتا تو امی نے یقیناً ہاتھ جڑوا کے معافی منگوانا تھی۔'' وہ اندر ہی اندر غوری کو گالیاں سے نوازتے ہوئے بڑبڑائی۔

''ارے...... یہ ماہا ادھر کیوں سو رہی ہے۔'' ان کی نظر اب پڑی تھی ماہا پر، صالح جو منزہ کی موجودگی کا لحاظ کرتے ہوئے نگاہیں جھکائے ہوا تھا، دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''یہیں ٹی وی دیکھتے ہوئے سو گئی ہے۔'' ہالہ ایک نظر اس کے سوئے ہوئے وجود پر ڈال کر گویا ہوئی۔

''رات کو بہت دیر تک ٹیسٹ یاد کرتی رہی ہے، دو بجے بھی میری آنکھ کھلی تو پڑھ رہی تھی، میں نے کہا اب سو جاؤ، پتہ نہیں پھر کب سوئی، اسی لئے اب نیند آ رہی ہو گی۔'' رمشاء انہیں بتانے لگی۔

''ہالہ! اٹھاؤ ماہا کو، صوفے پہ کہاں ڈھنگ سے نیند آتی ہے، ساری رات تو نیند سے بے حال رہی ہے، اندر لٹاؤ اسے، میں نماز پڑھ لوں، ٹائم ہو رہا ہے۔'' ہالہ کو ہدایت دیتے ہوئے وہ کھڑی ہو گئیں۔

''صالح! تم بھی آرام کر لو بیٹا! راولپنڈی سے لاہور تک کا سفر، پھر ہمارا ٹریفک سسٹم تھک جاتا ہے بندہ۔'' وہ اس کے لئے ہر وقت فکر مند ہی رہتی تھیں، وہ بھی کیا کرتیں ایک ہی تو بیٹا تھا ان کا اور اس کے لئے بھی انہیں اتنے سال تڑپنا پڑا تھا، وہ جتنا بھی اس سے محبت کرتیں وہ انہیں کم ہی لگتی تھی۔

''ماہا! اٹھو چلو اندر چل کے لیٹو، منال تمہیں منع بھی کر رہی تھی یہاں نہ سوؤ۔'' ہالہ اس کا ماتھے پہ رکھا بازو ہٹاتے ہوئے اس کا کندھا ہلا کے اسے اٹھانے لگی۔

''اوں۔'' وہ کسمسائی۔

''سونے دو۔'' نیند کے خمار سے بوجھل لہجہ، اس نے کندھے پہ دھرا ہالہ کا ہاتھ پرے کرنا چاہا۔

صالح کے لبوں پہ مسکراہٹ رینگ گئی، وہ پوری طرح متوجہ ہو کر ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔

"اٹھ جاؤ، ورنہ میں پانی کا جگ تم پر انڈیل دوں گی۔" ہالہ نے دھمکایا۔

"کیا مصیبت ہے تمہیں کان کھانے آ گئی ہو۔" وہ مندی مندی آنکھیں کھول کر بالآخر ٹانگیں نیچے کر کے بیٹھ ہی گئی، ہالہ کی دھمکی نے اثر دکھایا تھا، کیونکہ ماہا جانتی تھی ہالہ سے کچھ بعید نہ تھا، وہ تو غوری کو نہیں بخشتی تھی جوائنٹ کا جواب پتھر سے دیتا تھا تو بیچاری ماہا کس کھاتے شمار میں تھی۔

سیدھا ہوتے ہی اس کے آبشار بالوں نے اس کی پوری کمر کو ڈھانپ لیا تھا۔

"عورت کا آدھا حسن اس کے بالوں میں ہوتا ہے۔" صالح کو اس محاورے کی صداقت پہ آج یقین آیا تھا۔

"حیرت ہے اتنی روشنی اور شور کے باوجود تم بڑے مزے سے سو رہی تھی، مجھے تو ان حالات میں کبھی نیند نہ آئے۔" صالح بڑی دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

"آ...... آپ...... کب آئے؟" وہ اس کی آواز سن کے کرنٹ کھا کے سیدھی ہوئی، ہڑبڑا کے اپنا صوفے سے نیچے گرا دوپٹہ اٹھایا، اپنے حلیے پہ اسے اچھی خاصی خجالت نے آن گھیرا تھا۔

اسے پتہ تھا کہ غوری اور صالح تو راولپنڈی گئے ہیں اور وہاب بھی یونیورسٹی سے شام سے پہلے نہیں لوٹنے گا، اسی لئے وہ کسلمندی سے یہیں لیٹ گئی تھی، اگر اسے علم ہوتا کہ صالح اتنی جلدی آ جائے گا تو وہ منال کی ہدایت کو کبھی اگنور نہ کرتی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے جب تم سو رہی تھی۔" اس کی بوکھلاہٹ اور خجالت اسے خاصا مزہ دے رہی تھی۔

"تم مجھے اٹھا نہیں سکتی تھی۔" وہ ہالہ پر چڑھ دوڑی۔

"اٹھا ہی تو رہی تھی۔" وہ نہایت بھولپن سے بولی تو ماہا اسے گھور کے رہ گئی۔

"رمشاء بتا رہی تھی کہ تم رات بہت دیر تک اسٹڈی کرتی رہتی ہو۔" وہ جانتا تھا، ماہا اب یہاں سے بھاگنے میں ایک منٹ نہیں لگائے گی، جبکہ دو دن دور رہنے کی وجہ سے آج اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس سے خوب باتیں کرے۔

"اں...... نہیں کچھ اتنی خاص بھی نہیں، ایگزامز آ رہے ہیں تو میں نے سوچا ابھی سے تیاری شروع کر لوں۔" وہ جو اٹھنے کے لئے پر تول رہی تھی اس کے سوال پہ دوبارہ بیٹھ گئی۔

"آگے کیا پڑھنے کا ارادہ ہے؟" وہ سوال سے سوال نکال رہا تھا۔

"آگے بس ہم نے بچی کی شادی کر دینی ہے۔" جواب اس کی بجائے رمشاء کی طرف سے آ رہا تھا، جو چھیڑتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بکواس بند کرو تم، تمہاری نہ کر دیں۔" وہ شرم سے سرخ ہوتی اسے آنکھیں نکال کے بولی۔

"سچ میں...... مذاق نہیں کر رہی چچی جان کہہ رہی تھیں، میری ایک ہی بیٹی ہے میں چاہتی ہوں جلد ہی اس کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔" اس کے لہجے میں شرارت رچی ہوئی تھی جو ہرگز اس کے الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"دفعان ہو جاؤ تم۔" وہ سائیڈ پہ پڑا کشن اٹھا کے اسے مارتی ہوئی غصے سے واک آؤٹ کر گئی، جبکہ رمشاء بسہولت اسے کیچ کرتے ہوئے پیچھے سے چلائی۔

"بات تو سنو ماہا!" ماہا رکے بغیر آگے بڑھ گئی اپنے پیچھے اسے ابھی تک رمشاء کی ہنسی کی آواز آ رہی تھی۔

"ماہا کی شادی......؟؟؟"

"اگر ہو گئی تو......؟؟؟"

"کیا میں اس پوزیشن میں ہوں کہ ماہا سے شادی کر سکوں؟" مختلف الفاظ اس کے ذہن میں چکرا رہے تھے۔

"مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔" اس نے خود کو ٹالنا چاہا۔

"میرا خیال ہے آپ تھک گئے ہیں کچھ دیر آرام کر لیں۔" رمشاء کی آواز اسے خیالات سے کھینچ لائی، تو وہ ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

------

کب یاد میں تیرا ساتھ نہیں، کب ہاتھ میں تیرا ہاتھ نہیں
صد شکر کہ اپنی راتوں میں، اب ہجر کی کوئی رات نہیں
مشکل ہیں اگر حالات وہاں، دل بیچ آئیں جاں دے آئیں
دل والو کوچہ جاناں میں، کیا ایسے بھی حالات نہیں
جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جاں کی تو کوئی بات نہیں
میدان وفا دربار نہیں، یہاں نام و نسب کی پوچھ کہاں
عاشق تو کسی کا نام نہیں، کچھ عشق کسی کی ذات نہیں
گر بازی عشق کی بازی ہے، جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

وہ اپنے لئے شام کی چائے بنانے کچن میں آئی تو صالح کو کھڑے دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"کافی بنا رہا ہوں اپنے لئے۔" وہ اپنے پیچھے ماہا کی آواز سن کے اس کی جانب رخ کرتا ہوا بتانے لگا۔

"تم پیو گی، تمہارے لئے بناؤں؟" فراخدلی سے اسے بھی آفر کی گئی۔

"نہیں، میں کافی نہیں پیتی۔" اس نے مسکراتے ہوئے انکار کا جواز بتایا۔

"عجیب لڑکی ہو کافی نہیں پیتی۔" وہ کافی پھینٹتے ہوئے بولا۔

"آپ ہٹیں میں بنا دیتی ہوں۔" وہ اس سے کپ پکڑتے ہوئے بولی۔

صالح کو کچن میں کھڑا دیکھ کر اسے عجیب سا لگ رہا تھا، یہ نہیں تھا کہ ان کے مردوں نے کچن میں کبھی اپنے لئے کچھ بنانا نہیں تھا، غوری اور وہاب تو اکثر اپنے لئے چائے بنا لیتے تھے، لیکن صالح کی بات اور تھی، اس گھر میں اسے وی آئی پی پروٹوکول حاصل تھا، لہٰذا سب ہی اس کا خیال رکھتے تھے اور ویسے بھی اپنی موجودگی میں بغیر کسی غور کے صالح کو کافی بناتا دیکھ کر اسے عجیب سا ہی فیل ہو رہا تھا، اسی لئے وہ اسے آفر کیے بنا نہ رہ سکی۔

"نو تھینکس، مجھے اپنا کام خود کرنے کی عادت ہے۔" وہ سہولت سے انکار کرتا کپ کو نرمی سے اس کے ہاتھ سے چھڑوا گیا۔

"وہ عادت جب تھی جب آپ اکیلے تھے، اب تو ایسا نہیں ہے، ویسے بھی آئم شیور، میں بہت اچھی کافی بناتی ہوں۔" وہ بہت اپنائیت سے کہتی اس سے مخاطب تھی، انداز اور لہجے میں ویسا ہی مان تھا، جیسا وہ سب ایک دوسرے کے لئے رکھتے تھے۔

"تھینکس بٹ میں کسی کا احسان نہیں لیتا۔" سرد و سپاٹ لہجے میں کہتا وہ اسے ساکت کر گیا، اس کے الفاظ سنسناتے ہوئے تیروں کی مانند ماہا کے دل میں پیوست ہو گئے تھے، وہ کئی لمحات تک کچھ بول نہیں سکی تھی۔

بظاہر وہ سب اگرچہ آپس میں بہت لڑتے جھگڑتے تھے، ان کے الفاظ چاہے جیسے بھی ہوتے مگر لہجوں میں کبھی فرق نہیں آیا تھا، جو محبت ان سب کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے تھی وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں تھی، ان کے درمیان کبھی لفظ "احسان" نہیں آ رہا تھا اور صالح نے جس لب و لہجے میں اس کی پیشکش کو ٹھکرایا تھا، اس

نے ماہا کو بری طرح خفت زدہ کر دیا تھا۔

وہ کچھ بھی کہے بنا باہر نکل گئی، چائے بھی نہیں بنائی، جس کی اسے شدید طلب ہو رہی تھی، صالح کے رویے نے اسے بری طرح ہرٹ کیا تھا، وہ یہ بات نرمی سے بھی کہہ سکتا تھا، وہ چپ چاپ اپنے مشترکہ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

مغرب کی نماز پڑھ کے وہ رات کے کھانے کا پوچھنے نیچے آئی، تو وہ سب ہال کمرے میں جمع تھے، منزہ اور الماس البتہ اسے نظر نہیں آئیں۔

''تائی امی کہاں ہیں؟'' اندر داخل ہونے کی بجائے وہ چوکھٹ میں ہی کھڑی ہو کے استفسار کرنے لگی، صالح کو دیکھ کر اس کے ابرو خود بخود ہی تن گئے تھے، چند گھنٹے پہلے والی بے عزتی اسے ہرگز نہیں بھولی تھی۔

''برابر والی آنٹی کے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے امی اور چچی جان وہیں گئی ہیں۔'' جواب رمشاء کی طرف سے آیا تھا۔

''میں ڈنر کا پوچھنے آئی تھی، خیر کچھ دیکھتی ہوں۔''

''آ جاؤ ماہا! ہم کیرم کھیلنے لگے ہیں، تم بھی آ جاؤ، کھانا بھی بن جائے گا ابھی بہت ٹائم پڑا ہے۔'' اسے واپس مڑتا دیکھ کر وہاب نے ہانک لگائی۔

''تم لوگ کھیلو، میں ابھی آتی ہوں۔'' اس کا انداز صاف ٹالنے والا تھا، وہ کہہ کر رکی نہیں۔

''کیا پکایا جائے۔'' وہ فریج کھول کر اس کا جائزہ لینے لگی۔

کھٹکے کی آواز پر مڑی تو صالح کو عین اپنے سر پہ کھڑے پایا، شاید وہ فریج سے پانی لینے آیا تھا، کوئی اور وقت ہوتا تو وہ فوراً اسے پانی کی بوتل نکال کر دیتی، لیکن اس کے ''احسان'' والی بات کرکے اس نے یہ زحمت گوارا نہیں کی تھی۔

فریج سے چکن نکالنے کے بعد اس نے بڑے آرام سے دروازہ بند کیا، چکن کا پیکٹ لے وہ کیبنٹ کی طرف بڑھ گئی۔

''اتنی جلدی ڈنر کی تیاری۔'' وہ فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے اس سے مخاطب ہوا۔

''ہمارے ہاں رات کا کھانا جلد کھایا جاتا ہے۔'' وہ چکن پیکٹ سے نکال کر باؤل میں منتقل کرتے ہوئے بڑے نارمل لہجے میں گویا ہوئی۔

''میرے لئے آج سادہ سی غذا تیار کرنا، میں پرتکلف کھانے کھا کھا کر اکتا گیا ہوں، ویسے بھی مجھے ایسے کھانوں کی عادت نہیں ہے۔''

ماہا کا جی تو چاہا کہ صاف منہ پر کہہ دے جو کھانا ہے خود بنا لو، مجھے دوسروں پر احسان کرنے کا کوئی شوق ہے نہ ضرورت، لیکن اس طرح کہہ کے وہ اپنی ناراضی کا اظہار نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''ٹھیک ہے۔'' وہ بغیر کسی پس و پیش کے مان گئی، اس کی موجودگی کو خاطر میں لائے بغیر وہ بڑے مگن انداز میں اپنے کام میں مصروف رہی، صالح چند لمحے وہاں کھڑا اس کے اکھڑے اکھڑے رویے پہ غور کرتا رہا، وہ پھر بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوئی تو وہ واپس پلٹ گیا۔

''کھانا بہت مزے کا ہے۔'' رات اس نے بطور خاص ماہا کے بنے ہوئے کھانے کی تعریف کی تھی۔

''میری بیٹی کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے۔'' منزہ کی تعریف پہ وہ مسکرانے لگی۔

''کہاں سے سیکھا ہے ماہا نے کھانا بنانا۔'' وہ ایک بار پھر اسے مخاطب کر گیا، اس کا کترایا ہوا انداز خفگی لئے ہوئے پرشکوہ نگاہیں اور پھولا ہوا چہرہ صالح سے ہرگز مخفی نہیں تھا، وہ اس رویے کا پس منظر بھی سمجھ گیا تھا، تاہم اس کا انداز اسے مزہ دے رہا تھا، وہ اسی لئے حیلے بہانے سے اسے بار بار مخاطب کر رہا تھا، ڈنر پر بھی اس کا رویہ کھنچا کھنچا سا تھا، البتہ باقی سب کے ساتھ وہ نارمل تھی۔



ڈنر کے بعد ان سب نے واکنگ کا پروگرام بنایا تھا، ان کے گھر کے سامنے ہی پارک تھا، وہ اکثر ڈنر کے بعد پارک چلے جاتے تھے، لیکن جب سے صالح آیا تھا، تب سے وہ ایک دفعہ بھی نہیں گئے تھے، ماہا نے لاکھ انکار کرنا چاہا لیکن ان سب نے اسے گھسیٹ لیا۔

''اک نظم یاد آ رہی ہے تم لوگوں کو سناؤں؟'' وہ تھک ہار کر نسبتاً ایک پرسکون گوشے میں بیٹھے تھے، جب صالح نے ان سے پوچھا، نظریں ماہا پہ تھیں جو وہاب کی کسی بات پہ اس کے بال بگاڑ گئی تھی۔

''شیور...... شیور۔'' وہ سب یک زبان ہو کر بولے، سوائے ماہا کے جو خاموشی سے گھاس کرید رہی تھی۔

''میرے ایک بہت اچھے دوست نے مجھے سنائی تھی، وہ بھی پاکستان کا رہنے والا تھا۔'' وہ ایک لمحے کے لئے رکا، پھر بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں فسوں پھونکنے لگا۔

کبھی ناراض مت ہونا
گلے چاہے بہت کرنا!
رلانا اور بہت لڑنا
سنو! ناراض مت ہونا
کبھی ایسا جو ہو جائے
کہ تیری یاد سے غافل
کسی لمحے جو ہو جاؤں
بنا دیکھے تیری صورت
کسی شب میں جو سو جاؤں
تو سپنوں میں چلے آنا
مجھے احساس دلا جانا
سنو! ناراض مت ہونا
کبھی ایسا جو ہو جائے
جنہیں کہنا ضروری ہو
وہ مجھ سے لفظ کھو جائیں
انا کو بیچ مت لانا
میری آواز بن جانا
کبھی ناراض مت ہونا
سنو! ناراض مت ہونا

اپنی سحر انگیز آنکھیں اس پہ جمائے، اس نے بڑے خوبصورت لب و لہجے میں پوری نظم پڑھی تھی، وہ ہمیشہ کی طرح اس کی نگاہوں سے پزل ہو گئی تھی، سرخ ہوئے چہرے سمیت وہ رخ موڑ گئی۔

''میری نگاہوں کا حصار تو تم چند لمحے برداشت نہیں کر سکتی اور چلی ہو مجھ سے ناراض ہونے۔'' وہ بڑے بھرپور انداز میں مسکرایا تھا۔

''زبردست، تم تو بڑے چھپے رستم نکلے ہو۔'' وہاب نے اس کی تعریف میں پہل کی تھی۔

''بھائی! آپ کی اردو بہت اچھی ہے۔'' بالا اس کی اردو سے بہت امپریس تھی۔

''میری انگلش بھی بہت اچھی ہے۔'' اس کی بات پہ ماہا نے اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ کو بامشکل روکا تھا، لیکن صالح کی زیرک نگاہوں سے اس کی حرکت مخفی نہیں رہ پائی تھی۔

''یار! تمہارا ذوق تو کمال کا ہے۔'' غوری نے بھی اسے داد دی۔

''چلیں اب، رات بہت ہو گئی ہے۔'' ماہا اٹھتے ہوئے بولی، تو وہ سب بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

------

وہ کالج سے گھر لوٹی تو اس کی پھپھو آئی ہوئی تھیں اور اسلم بھی ساتھ تھا، پھپھو اور اسلم کا سن کر اس کے ماتھے پہ کئی بل ایک ساتھ نمودار ہوئے تھے۔

''ایک تو تھکی ہاری کالج سے آئی ہوں اب ان کی چاکری بھی کرنی پڑے گی۔'' غصے سے

بڑبڑاتے ہوئے اس نے بیگ اور فائل میز پہ پٹخا۔

جی تو چاہ رہا تھا کہ ہاتھ، منہ دھو کے کھانا کھائے اور لمبی تان کے سو جائے، لیکن ایسا خواب فی الحال ممکن نہیں تھا، بددلی سے ہی لیکن اسے مہمان نوازی کرنی تھی، کیونکہ اگر وہ کوئی بدتہذیبی کرتی تو یقیناً اس کے کالج اور پڑھائی کو درمیان میں گھسیٹا جاتا اور کالج چھوٹ جانے کا ڈر ہر احساس پہ حاوی تھا کہ یہی تو ایک روزن تھا اس کے لئے، یہ بھی بند ہو جاتا تو وہ تو شاید اپنی موت آپ ہی مر جاتی، لہٰذا مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق وہ یونیفارم چینج کیے بغیر ہی پھپھو کو سلام کرنے چلی گئی۔

''ماشاءاللہ! آ گئی دھی رانی پڑھ کے۔''

پھپھو اسے دیکھتے ہی بلائیں لینے لگیں، اسے اندر ہی اندر کوفت تو بڑی ہوئی لیکن بظاہر اس نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

اسلم نے اس کے سلام کے جواب میں صرف ایک بار ہی اسے نظر اٹھا کے دیکھا تھا اور اس کے بعد دوبارہ نگاہیں جھکا کے اماں سے کوئی بات کرنے لگا، سادہ سے شلوار سوٹ میں درمیانی صورت والا اسلم اسے آج پہلے سے بھی بڑھ کر زہر لگ رہا تھا۔

''سکندر، میری کو کس قدر بے باک اور استحقاق بھری نظروں سے دیکھتا ہے اور اس ڈفر کے اندر تو لگتا ہے کوئی حس ہی نہیں ہے، میری میرے حسن کی کس قدر تعریف کرتی ہے اور اسلم...... یہ لو لگتا ہے میرے حسن و جوانی سے قطعی بے خبر ہے، میں اس مٹی کے مادھو کا کیا کروں، جسے عورت کی کشش کا اندازہ ہی نہیں۔'' وہ تنفر سے سوچتے ہوئے اسلم کو دیکھنے لگی۔

''تیری پڑھائی ٹھیک جا رہی ہے، اپنی صحت کا خیال رکھا کر پتر! مجھے تو تیری طرف سے فکر لگی رہتی ہے میں مکھن اور دیسی گھی لے کر آئی ہوں، پڑھ پڑھ کے تو دماغ خشک ہو جاتا ہے۔''

وہ ہمیشہ ہی اس کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور لے کر آتی تھیں، ابتداء تو نازو مکھن اور دیسی گھی بڑے شوق سے کھاتی تھی لیکن جب سے اس نے کالج جانا شروع کیا تھا، وہ ایسی سب چیزیں چھوڑ چکی تھی، لسی تو اب وہ بالکل نہیں پیتی تھی، البتہ چائے کی لت اسے پڑ چکی تھی۔

''ان سب کی کیا ضرورت تھی، میرے لئے تو آپ کا آ جانا ہی کافی ہے۔'' وہ بظاہر بڑی لگاوٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی، تو پھپھو بچاری تو قربان ہو ہو گئیں۔

''اے لو، کیوں ضرورت نہیں تھی، میرے لئے تو پہلے ہے کوثر بعد میں ہے، میرے گھر کی اصل دھی تو تو ہے، کوثر تو پرایا دھن ہے۔'' وہ اپنی پھپھو سے سیدھے منہ بات کم ہی کرتی تھی اور وہ ہمیشہ اپنی بچی سمجھ کے ٹال جاتیں، آج جو نازو اتنے پیار سے پیش آ رہی تھی تو ان کے سارے پچھلے گلے شکوے خود بخود ہی دور ہو گئے تھے۔

''میں ذرا کھانا وانا دیکھوں۔'' ان کی بات نے اس کا حلق تک کڑوا کر دیا تھا، مزید اداکاری کرنا اس کے بس میں نہیں تھا، لہٰذا اس نے اٹھ جانے میں ہی عافیت جانی۔

''اپنی نازو تو بڑی سمجھدار ہو گئی ہے اب۔'' نازو کے باہر نکلتے ہی وہ زرینہ سے مخاطب ہوئیں۔

''مجھے تو خود اس کی طرف سے بڑی پریشانی رہتی تھی کہ تیرے گھر جا کر یہ کیا کرے گی، اس کا تو بچپنا ہی ختم نہیں ہوتا، پر رب کا شکر ہے جب سے گیارہویں میں آئی ہے بڑی بی بی ہو گئی ہے، اب مجھے شکایت کا موقع کم ہی دیتی ہے۔''

زرینہ خود اس کے بدلتے رویے پہ بڑی مطمئن تھیں، ان کا خیال تھا کہ اب چونکہ وہ بڑی ہو گئی ہے اس لئے سمجھدار ہو گئی ہے، ان بچاری کو کیا علم تھا کہ ان کی بچی کس ڈر کی وجہ سے اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھتی تھی۔

اس کے گھر والوں کو اگر نازو کے کارنامے کی بھنک بھی پڑ جاتی تو وہ اس کی ٹانگیں، بازو توڑنے میں ایک لمحہ نہ لگاتے اور ان کی بے خبری ہی نازو کو روز بروز شہ دیتی جا رہی تھی۔

''آج سکندر کی طرف بزنس ڈنر ہے، مجھے بہت اصرار کر رہا تھا نازنین کو بھی لے کر آنا، مجھے پتہ تھا تمہیں گھر سے اجازت نہیں ملے گی، اسی لئے میں نے کوئی بہانہ گھڑ دیا۔'' وہ کچن میں بظاہر تو کھانا بنا رہی تھی لیکن اس کا دھیان آج کے واقعات میں ہی گردش کر رہا تھا۔

میری نے کئی دفعہ اس سے اصرار کیا تھا کہ اس کے گھر چلے لیکن نازو جانتی تھی اسے کبھی بھی اجازت نہیں ملے گی، بلکہ اگر اماں نے میری کو دیکھ لیا تو اس سے خوامخواہ کا بیر باندھ لیں گی، لہٰذا اس نے کبھی میری کا تذکرہ بھی نہیں کیا تھا، ورنہ اماں اپنی پند و نصائح کی پٹاری کھول کے بیٹھ جاتیں۔

''آہ...... ہاہ...... بزنس ڈنر اور میں......؟ اتنی قسمت کہاں۔'' اس نے مرغی بھونتے ہوئے حسرت و یاس سے سوچا۔

''مرد ہو تو سکندر جیسا، جو زندگی کو انجوائے کرنا جانتا ہے، جو عورت کی قدر و منزلت کو سمجھتا ہے، کس قدر لکی ہے وہ میری کے ساتھ، آہ...... لائف تو یہی ہے کتنا حسین وقت گزار رہے ہیں لوگ۔'' میری اپنی اور سکندر کی ملاقاتوں کی تفصیل جب اسے بتاتی تھی، تو وہ شرم سے دوہری ہو جاتی، کچھ کچی عمر کا تقاضا تھا کہ نازو کے جذبات بھی مچلنے لگتے۔

''میں منیر کے پاس جا رہا ہوں، اماں کہہ رہی ہیں اندر سے کنڈی لگا لو۔'' وہ جو ہانڈی بھونتے ہوئے اس میں پانی کے چھینٹے مار رہی تھی، اسلم کی آواز سن کے ایک دم سیدھی ہو کے اس کی طرف مڑی۔

دوپٹہ اتار کر اس نے کچن کے دروازے پہ لٹکایا ہوا تھا، لمبے بالوں کی چٹیا آگے آئی ہوئی تھی، قمیض پسینے سے شرابور ہونے کے باعث جسم سے چپک سی گئی تھی، اس کا ایمان ڈگمگا دینے والا سراپا نگاہوں کے سامنے تھا، اسلم نے ہڑبڑا کے نظریں جھکا لیں۔

''کھانا بس تیار ہے کھا کے جائیے گا۔'' وہ جو کبھی اسلم کو مخاطب کرنے کی روادار نہیں تھی، نجانے کیسے کہہ اٹھی، شاید سکندر اور میری کے تعلق کو سوچتے ہوئے اس کے دل میں بھی خواہش نے سر ابھارا تھا، کہ اسلم بھی سکندر کی طرح اس پہ استحقاق جمائے اس نے دوپٹہ اٹھا کر کندھے پہ ڈالنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی تھی، اماں یا ابا اگر اسے شرمناک حلیے میں اسلم کے روبرو دیکھ لیتیں تو یقیناً اس کی ہڈی پسلی ایک کر دیتیں۔

اسلم نے جو اس کے اس قدر اپنائیت بھرے انداز پہ حیرت سے اسے دیکھنا چاہا تو اس کا وہی دعوت نظارہ دیتا قاتل سراپا اس کے سامنے آ گیا، اس نے گھبرا کر نگاہیں دوبارہ جھکا لیں۔

''میں آ کر کھا لوں گا۔'' اپنے ماتھے پہ آئے پسینے کو صاف کرتا وہ فوراً وہاں سے ہٹ گیا اور تیز تیز قدموں سے چلتا دروازہ عبور کر گیا، گھبراہٹ کی وجہ سے اس کی چال میں جو لڑکھڑاہٹ آ گئی تھی وہ نازو کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھی۔

''اف! یہ بھی کوئی مرد ہے جو لڑکی دیکھ کر کنفیوز ہو جائے۔'' اس کے ارمانوں پہ جیسے اوس پڑ گئی، امید تو پہلے بھی اسے کچھ خاص اچھی نہیں تھی، اب تو اس کی رائے اسلم کے بارے میں اور بھی خراب ہو گئی تھی۔

"میرا مستقبل اس دو بو قسم کے مرد کے ساتھ کیسا ہو سکتا ہے؟ میری اگر اسلم کو دیکھ لے تو کیا سوچے وہ میرے بارے میں، میرا مستقبل کتنا تاریک ہے، اب تو میں پھر میری سے مل لیتی ہوں، اس سے دوستی قائم ہے شادی کے بعد کیا اسلم اجازت دے گا کہ میں میری ایسی لڑکی سے دوستی رکھ سکوں اور میں کیا خود اسلم ایسے شخص کو لے کر میری سے ملاقات کرنے جا سکتی ہوں، یہ نمونہ میری اوقات گرا تو سکتا ہے بڑھا نہیں سکتا؟" تخیل میں اپنے مستقبل کو تصور کرتے ہوئے اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

"نازو! کتنی دیر ہے کھانے میں۔" اماں کی پاٹ دار آواز اسے حال کی دنیا میں واپس کھینچ لائی۔

"اسلم چلا گیا ہے۔" اماں نے چوکھٹ پہ کھڑے ہو کر اس سے استفسار کیا۔

"چلا گیا ہو گا مجھے کیا پتہ۔" وہ نخوت سے کہتی ہنڈیا میں سبز دھنیا چھڑکنے لگی۔

"اچھا چل کھانے لے آ۔" تیار شدہ کھانے پہ اک اطمینان بھری نگاہ ڈالتے ہوئے اندر بڑھ گئیں، تو نازو بھی بددلی سے کھانا نکالنے لگی۔

---

"ماما! میرے گلاسز نہیں مل رہے بیٹا! میں نے تفسیر قرآن پاک کا مطالعہ کرنا ہے، میرا خیال ہے شاید نیچے لاؤنج میں رہ گئے ہیں۔" وہ جو بڑی شدومد سے اپنی اسائنمنٹ بنا رہی تھی، الماس کی آواز پہ اس کے تیزی سے چلتے ہاتھ رکے۔

"تم پڑھ رہی ہو، چلو رہنے دو میں خود ہی لے آتی ہوں، تم اپنا کام جاری رکھو۔" وہ جانتی تھی ماما پڑھائی میں کس قدر دلجمعی اختیار کرتی تھی، اسی لئے اسے مصروف دیکھ کر وہ واپس جانے لگیں۔

"آپ بیٹھیں میں لا دیتی ہوں۔" صفحات کو ترتیب دے کر انہیں بکھرنے سے بچانے کے لئے اوپر کتاب رکھی اور قلم یونہی کھلا چھوڑ کر باہر نکل گئی۔

اپنی دھن وہ یونہی تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی جب پوری قوت سے صالح سے ٹکرا گئی وہ بھی غالباً اسی سپیڈ سے اوپر چڑھ رہا تھا، وہ اس کے فولادی سینے سے ٹکرا کے لہراتی ہوئی نیچے گرنے والی تھی جب صالح نے جلدی سے اسے تھام لیا، لاشعوری طور پہ اس نے ماہا کا بازو پکڑتے ہوئے اپنی طرف کھینچا تھا، وہ ایک دفعہ پھر اس کے سینے سے آ ٹکرائی، اب کی دفعہ تو اسے صحیح معنوں میں دن میں تارے نظر آنے لگے، صالح کے دونوں کندھوں کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے وہ اپنے چکراتے سر کو قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"خیریت ہے، آج مجھ پر زیادہ پیار آ رہا ہے کیا؟" وہ ابھی تک اس کے ساتھ لگی کھڑی تھی، صالح کا لب ولہجہ خود بخود شریر ہو گیا، دل تو چاہ رہا تھا دونوں بازو اس کے گرد حمائل کر کے اسے مزید تنگ کرے، لیکن اس کی متوقع حالت کا سوچ کر اس نے خود کو باز رکھا تھا۔

"کیا..... آ..... آ۔" صالح کی آواز سن کر اسے شاک لگا تھا، وہ فوراً کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی، شرم وحیا کے زبردست ریلے نے اسے خود میں سمٹنے پہ مجبور کر دیا تھا، حیا کی لالی نے چہرے کو قندھاری انار کی طرح سرخ کر ڈالا تھا۔

وہ بقیہ ماندہ سیڑھیاں تیزی سے اترتے ہوئے لاؤنج میں گھس گئی، صالح نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا، چاہے قسم لے لو، تم خود ہی آ کر میرے......" وہ ہنستے ہوئے بات ادھوری چھوڑ گیا، ماہا کی حالت اسے بے حد وحساب مزہ دے گئی تھی۔



"شٹ اپ۔" وہ لال ٹماٹر چہرہ لئے چلائی، ایک تو وہ پہلے ہی خود ساختہ طور پر اس سے ناراض تھی، دو دنوں سے وہ اس سے بات بھی کرنے سے کترا رہی تھی اور اب یوں..... اوپر سے صالح کی ہنسی اسے شرم کے باعث مزید سرخ کر گئی تھی۔

"تم جو اتنے دنوں سے مجھ سے ڈھنگ سے بات بھی نہیں کر رہی تھی، مجھے دیکھ کر راستہ ہی بدل لیتی تھی، تو پھر اس کی سزا تمہیں ملنا تو تھی۔" وہ پر شوق نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"جی نہیں، میں نے تو ایسا کچھ نہیں کیا۔" وہ صاف مکر گئی۔

"بیٹھو، میں تمہارے لئے پانی لاتا ہوں، شاید تمہارے حواس کنٹرول میں آ جائیں۔" وہ اس کے پھولے ہوئے چہرے کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھتا گویا ہوا۔

"شکریہ مجھے اللہ نے ہاتھ دیئے ہیں، میں کسی کا احسان لئے بغیر خود پی سکتی ہوں۔" اسے اس دن والا واقعہ یاد آ گیا، تو وہ حالیہ حادثے کو بھول کر طنزیہ کاٹ دار لہجے میں بولی۔

"ویری گڈ۔" وہ اس کی بات پہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"یہی بات تھی جو اتنے دنوں سے تمہارے اندر پھانس کی طرح اڑی ہوئی تھی، جسے تم نہ نگل رہی تھی نہ اگل رہی تھی، حالانکہ اگر تمہیں میری اس دن کی بات بری لگی تھی تو تم میرے منہ پہ کہہ کے بات کلیئر کر سکتی تھی۔" وہ جیسے اس کی چوری پکڑ چکا تھا۔

"آپ کو خود احساس نہیں تھا اپنے سخت الفاظ اور سرد لہجے کا۔" وہ بھی گویا خم ٹھونک کر میدان میں اتر آئی، جب بات کھل ہی گئی تھی تو ضروری تھا کہ وہ اس سے دو دو ہاتھ کر لیتی۔

"مجھے کیا پتہ تھا کہ مجھے یہاں فری میں باورچن مل جائے گی، اب تو میں نے پانی کا گلاس بھی لینا ہو گا تو اس کے لئے تمہیں ہی آواز دوں گا۔" وہ مسکراہٹ لبوں میں دبا کر شرارت سے بولا۔

"میں نوکرانی نہیں ہوں آپ کی۔" حسب توقع وہ چڑ کے بولی تھی۔

"تمہیں خود ہی تو میرے کافی نہ بنوانے پہ اعتراض تھا۔" وہ تو گویا بال کی کھال اتارنے پہ مصر تھا۔

"مجھے کافی پر نہیں آپ کے رویے پر اعتراض تھا، آپ یہ بات آرام سے بھی کہہ سکتے تھے، مجھے آپ کا۔" وہ کسی لگی لپٹی کے بغیر صاف گوئی سے بولی، ان لوگوں کی یہی بات قابل تحسین تھی کہ وہ ایک دوسرے کے لئے دل میں کوئی رنجش نہیں رکھتے تھے، اگر کوئی مسئلہ ہو جاتا تو فوراً اسے کلیئر کروا لیا جاتا۔

"آئم ساری ماہا! آئم ریئلی ویری سوری، مجھے اپنے رویے کی بدصورتی پہ شرمندگی ہے۔" وہ شرارت اور مذاق چھوڑ چھاڑ کے انتہائی سنجیدگی سے معذرت خواہانہ لہجے میں اس سے ایکسکیوز کر رہا تھا۔

"اٹس اوکے۔" اسے سنجیدہ ہوتے دیکھ کر ماہا نے بھی خود ساختہ ناراضی کا چولا اتار پھینکا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

# محبتوں میں حساب کیسا

## تیسری قسط



"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" ڈنر کے بعد وہ سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے، تو صالح اٹھ کر عبدالرحمن کے کمرے میں آ گیا۔

عبدالرحمن کی عادت تھی وہ سونے سے پہلے کسی نہ کسی کتاب کا مطالعہ ضرور کرتے تھے۔ صالح کی بات سنتے ہوئے انہوں نے کتاب بند کر کے سائیڈ دراز پہ رکھی اور گلاسز کے ریلیکس انداز میں بیٹھ گئے۔

"ہاں بیٹا کہو۔" اپنے انتہائی خوبصورت اور وجیہہ بیٹے کو دیکھتے ہوئے ہمیشہ کی طرح ایک خیال کوندے کی طرح ان کے دماغ میں لپکا تھا، جسے جھٹکتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"میں جاب کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے آہستگی سے اپنا مدعا بیان کیا۔



"اگر تم اپنی رضا اور خوشی سے کرنا چاہتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں، تم اگر جاب نہ بھی کرو تب بھی یہ تمہارا گھر ہے اگر کرو تب بھی تمہارا ہے، مجھے خوشی ہوئی ہے کہ تم نے مجھ سے رائے یا اجازت لینا چاہی، میرے آفس میں جنرل منیجر کی سیٹ خالی ہے، اگر تم کہو تو میں بات کروں۔" اس کے عمل کو سراہتے ہوئے انہوں نے بڑے مان و فخر سے اپنے بیٹے کو دیکھا، راحیلہ اور مسعود نے یقیناً بہت اچھے طریقے سے اس کی پرورش کی تھی، جو اتنے ماڈرن ملک میں پرورش پانے کے باوجود اس کے کردار میں جھول نہیں تھی۔

"نہیں، آپ کے آفس میں نہیں۔" ان کی آفر پر اس کا چہرہ ایک لمحے کے لئے متغیر ہوا لیکن اگلے ہی لمحے وہ خود پر قابو پا چکا تھا۔

"یہاں ایک ملٹی نیشنل کمپنی ہے، ان کی ایک برانچ انگلینڈ میں بھی ہے، میں نے وہاں کچھ عرصہ جاب بھی کی ہے، میری ان سے بات ہوئی ہے، وہ مجھے اپنی اس Branch میں اپائنٹ کرنا چاہ رہے ہیں۔" وہ اپنے انکار کی وجہ بتا رہا تھا۔



''کوئی بات نہیں بیٹا! جیسے تمہیں سہولت اور آسانی ہو، ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔'' وہ شفقت سے اس کا کندھا تھپتھپا کر بولے تو صالح نے بے ساختہ شکر کا سانس لیا۔

اپنے اندازے کے مطابق وہ جو کچھ یہاں کے بارے میں سوچ کر آیا تھا، اس نے اس کے اکثر خیالات و نظریات کی نفی کی تھی، تاہم ابھی بہت سی باتیں ایسی تھیں جو وضاحت طلب تھیں، لیکن دن کے لئے وہ صحیح وقت کا منتظر تھا، وہ جذباتی بن کے اپنے لئے مسائل کھڑے کرنے نہیں چاہتا تھا۔

''اور ایک اور بات......'' وہ قدرے رک کر بولا۔

''ہاں کہو، تم ہر بات بلا جھجک کہہ سکتے ہو۔'' انہوں نے اپنے مخصوص پدرانہ لہجے میں کہا۔

''میرے لئے پبلک ٹرانسپورٹ میں ٹریول کرنا بہت مشکل ہے، میں گاڑی لینا چاہتا ہوں، میرے اکاؤنٹ میں رقم موجود ہے۔'' وہ واقعی ٹھیک کہہ رہا تھا اور وہ بھی یہ بات بخوبی جانتے تھے وہ غوری اور وہاب کی طرح بائیک پہ آزادانہ گھوم پھر نہیں سکتا تھا اور اگرچہ اس نے ابھی پبلک ٹرانسپورٹ میں ٹریول نہیں کیا تھا، لیکن اس کے آثار تو تھے، وہ جانتا تھا کہ اس گھر کے بڑوں کی زیادہ رقم گھر کے اخراجات اور تعلیم و تعلم پر صرف ہو جاتی تھی۔

''میں تمہاری مشکل سمجھتا ہوں بلکہ میں نے سوچا تھا تم سے اس سلسلے میں بات کروں، میرے اکاؤنٹ میں بھی کچھ رقم ہے تم وہ لے سکتے ہو، تمہارے باپ کی کمائی تمہاری کمائی ہے۔'' وہ پچھلے سالوں کی تلافیاں دور کرنا چاہ رہے تھے، قطع نظر اس کے کہ ان کا بیٹا اس بارے میں کیا نظریہ رکھتا ہے، جو کچھ انہوں نے اس کے ساتھ کیا تھا، اس نے اس کے اندر کتنا بڑا خلا پیدا کر دیا رہنا اس کے لئے ناممکن تھا، اس لئے اس نے سوچا تھا وہ جب تک یہاں ہے جاب ہی کر لے فراغت بھی نہ رہے اور وہ کسی پر بوجھ بھی نہ بنے۔

''شکریہ، اگر ضرورت پڑی تو میں لے لوں گا فی الحال نہیں ہے، آپ صبح ہی میرے ساتھ شو روم چلیں، کیونکہ اگلے ہفتے سے میری جاب اسٹارٹ ہو رہی ہے۔''

''ٹھیک ہے، میں اور عبداللہ صبح تمہارے ساتھ چلیں گے۔'' انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ طویل سانس لیتا جانے کے لئے کھڑا ہو گیا۔

------

''اب کی دفعہ میں تمہاری کوئی منت نہیں کروں گی، اگر تم سیدھے طریقے سے نہ مانی تو اٹھا کے گاڑی میں پھینک دوں گی۔'' میری نے دھونس بھرے انداز میں اس سے کہا تھا۔

''میں جانے سے انکار نہیں کر رہی بٹ......'' بات ادھوری چھوڑ کر اس نے تذبذب سے میری کی جانب دیکھا۔

آج سکندر سالگرہ تھی اس نے میری اور نازو کو اسپیشلی انوائٹ کیا تھا، میری نے آتے ہی نازو کو اطلاع کر دی تھی، اگرچہ اس لنچ کے بعد خود کئی دفعہ نازو کا جی چاہا تھا کہ وہ دوبارہ اسی ماحول میں ہوٹلنگ کرے، لیکن اب سکندر کی سالگرہ کا سن کر وہ ہچکچاہٹ کا شکار ہو گئی تھی۔

''تم اگر پہلے بتا دیتی تو میں ان کے لئے کوئی گفٹ تو خرید لیتی اب یوں خالی ہاتھ کسی کی برتھ ڈے میں شرکت کرتی میں کتنی آکورڈ لگوں گی۔'' اس نے اپنی ہچکچاہٹ کی وجہ بتائی تو میری نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

''میں تمہاری ہر پرابلم سمجھ سکتی ہوں، میں تمہیں انڈر اسٹینڈ نہیں کروں گی تو اور کون کرے میری جان!'' وہ معنی خیزی سے مسکرا رہی تھی۔



''کیا مطلب۔'' وہ ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھے گئی۔

''میں نے جب اپنا گفٹ خریدا تھا تو تمہاری طرف سے بھی لے لیا تھا اور تمہارا کیا خیال ہے ہم اتنے شاندار ہوٹل میں برتھ ڈے کے فنکشن پر یونہی سر جھاڑ منہ پہاڑ چلے جائیں گے۔'' لاپروائی سے بالوں میں انگلیاں پھیرتی وہ بے نیازی سے لان میں تقریباً نیم دراز ہو گئی۔

''پھر کیسے جائیں گے؟'' وہ جو اس کے پہلے مسئلے کے حل کرنے پر دلی مسرت و اطمینان محسوس کر رہی تھی اگلی بات پر ہونق پن سے بولی۔

''میں مکمل انتظام کر کے آئی ہوں، یہ بیگ دیکھ رہی ہو۔'' اس نے اپنا بڑا سا تھیلا نما بیگ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

''اس میں ہم دونوں کے گفٹس اور ڈریسز ہیں، اگر ہم کالج سے چھٹی ٹائم نکلیں تو تم بہت لیٹ ہو جاؤ گی اور اس یونیفارم میں ہمیں کوئی کالج سے نکلنے نہیں دے گا، ہم یہاں سے ڈریس چینج کر کے دس بجے تک نکل جائیں گی اور کالج ٹائم اوور ہونے سے پہلے پہلے تمہیں تمہارے گھر تک پہنچا دیں گے تم نے بس میری لاج رکھنی ہے سکندر تمہارے حالات سے واقف نہیں، اسی لئے وہ تمہیں بلا دھڑک انوائٹ کرتا ہے، کیونکہ تم میری واحد دوست ہو۔'' میری دوبارہ سیدھی ہو کے بیٹھی اور بڑے ٹھنڈے میٹھے لہجے میں اسے سمجھانے لگی۔

''تم بہت اچھی ہو میری! اگر تم مجھے نہ ملتیں تو میں شاید ساری عمر یونہی کڑھ کڑھ کر رہتی۔'' احساس تشکر سے اس کی پلکیں بھیگ گئیں۔

''وہ بھی آج میری کے لائف اسٹائل کا حصہ بنے گی، جدید خوبصورت ڈریسنگ، عالی شان گاڑی، شاندار ہوٹل کتنے لوگ ایسے ماحول کے ایک لمحے کو ترستے ہیں اور میں آج ایک خوبصورت دن گزاروں گی۔'' اک خوبصورت احساس نے اسے گدگدایا تھا۔

''No sorry, no thanks ٹائم الریڈی شارٹ ہے، یہ تمہارا ڈریس ہے، آؤ چینج کریں، ہمیں دس بجے تک تیار ہو کے پہنچنا ہے Hurry up۔'' میری نے بیگ سے ایک پیکٹ نکال کے اسے تھمایا اور ساتھ ہی خود بھی کھڑی ہو گئی۔

دونوں نے کلاس بنک کی اور واش روم کی طرف بڑھ گئیں، میری نے نازو کے لئے پنک اور آف وہائٹ کنٹراسٹ کا نہایت خوبصورت جدید فیشن کا سوٹ خریدا تھا، نازو کے وجود پہ جچ کے گویا اس کی قیمت میں اضافہ ہو گیا تھا، سوٹ اس کی جلد سے ہم آہنگ ہو کر اسے نیا نکھار دے رہا تھا، میری نے اس کے بالوں کو کھلا چھوڑ کر ہلکا سا کیچ کر دیا تھا اور انتہائی مہارت سے اس کو نیچرل میک اپ بھی کر دیا تھا، ہاف سلیوز اور ڈیپ گلے کا انتہائی فٹنگ کا ڈریس اس کے جسم کی خوبصورتی اور بھی نمایاں کر رہا تھا۔

''اوں ہوں، ماسی بننے کی ضرورت نہیں ہے، اسے یہیں رہنے دو۔'' وہ جو سر پہ دوپٹہ اوڑھنے جا رہی تھی میری کے ٹوکنے پر وہیں رک گئی، میری نے دوپٹے کو اس کے دائیں کندھے پہ ڈال دیا، وہ چلتی پھرتی قیامت لگ رہی تھی۔

''زبردست یار! تم تو قیامت ڈھا رہی ہو۔'' میری نے سراہتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ جھینپ گئی۔

''یقین نہ آئے تو یہ آئینہ دیکھ لو۔'' اس نے بیگ سے آئینہ نکال کے اس کے سامنے کیا، تو اپنا آپ دیکھ کر چند لمحوں کے لئے تو نازو حیرت سے ششدر رہ گئی اور اگلے ہی لمحے تفاخر سے اس کی گردن میں کلف لگ گیا تھا۔

''آج سے پہلے تو مجھے اپنے حسن کا ادراک

ہی نہیں تھا، میں تو اپنے حسن کو زنگ لگا رہی تھی۔'' دل میں سوچتے ہوئے وہ ایک مرتبہ پھر تہہ دل سے میری کی مشکور ہوئی، اسے لگ رہا تھا وہ آج میری جیسا بننے میں کامیاب ہوگئی ہے۔

''سکندر کی مسڈ کال آچکی ہے، وہ یقیناً آچکا ہے آجاؤ۔'' میری اس کا ہاتھ پکڑ کے باہر لے آئی، کالج گیٹ کراس کر کے وہ باہر نکلیں تو سکندر گاڑی لئے ان کا منتظر تھا۔

''ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔'' اس کے گاڑی سے نکلتے ہی میری گنگنائی تو وہ دلکشی سے مسکرا دیا۔

''تھینکس مائی سویٹ لائف۔'' وہ استحقاق بھری نگاہوں سے اس کے سراپے کو دیکھ کر بولا۔

میری نے کیپری کے اوپر سلیو لیس ٹاپ پہن رکھی تھی، انتہائی ڈیپ گلا جو اس کے نشیب و فراز کو نمایاں کر رہا تھا۔

''اسلم تو شاید ایسی عورت کو ایک آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھ سکتا، وہ بھی کوئی مرد ہے، بھاڑ میں جائے میری بلا سے وہ بدھو۔'' اس کی ذہنی رو بھٹک کے اسلم کی طرف گئی تو سر جھٹکتے ہوئے اس نے اسلم پر چار حرف بھیجے، اس وقت وہ اپنے موڈ کو خراب کرنا نہیں چاہتی تھی۔

آج ان کی گاڑی اس ہوٹل کے علاوہ اس سے کئی گنا بڑے اور شاندار ہوٹل کے سامنے رکی تھی، آج نازو پہلے کے مقابلے کافی پر اعتماد تھی، سکندر اسے خصوصی پروٹوکول دے رہا تھا، وہ جہاں جہاں سے گزرتی ہر نگاہ اسے سراہتی، تو اس کی کلف لگی گردن میں مزید اکڑاؤ پیدا ہو جاتا۔

''آپ ہمیشہ اپنی برتھ ڈے یونہی سلیبریٹ کرتے ہیں۔'' وہ اپنے لئے میز منتخب کر چکے تھے جب نازو نے بیٹھتے ہوئے سکندر سے دریافت کیا، جب وہ پہلی دفعہ آئی تھی تو اس کی حیثیت صرف ایک سامع کی تھی، جبکہ آج اسکا اعتماد کافی حد تک بحال ہو چکا تھا۔

''ہاں، ہمیشہ میں اور میری ہی ہوتے ہیں، یہ فرسٹ چانس ہے کہ آج میری کی فرینڈ بھی ہے اور میرے لئے یہ اعزاز کی بات ہے۔'' وہ ویٹر کو آرڈر لکھواتے ہوئے بولا، ابھی چونکہ صبح کا وقت تھا، اس لئے زیادہ ٹیبلز سنسان پڑی تھیں، ہاں کچھ نوجوان کپلز بیٹھے تھے۔

''عدیل...... تم...... یہاں؟'' سکندر ایک دم ہی اٹھ کر کرسی سے بغل گیر ہوا، تو میری اور نازو بھی چونک کر اس طرف متوجہ ہوئیں۔

گرے ٹو پیس میں ایک خوبرو اور وجیہہ لڑکا سکندر سے مل رہا تھا۔

''ہاں، یہاں کچھ کام تھا، تمہیں دیکھا تو ادھر آ گیا۔'' نو وارد اپنی دلکش اور گمبھیر آواز میں بولا۔

''آؤ ناں یہیں جوائن کرو، آج میری برتھ ڈے ہے۔'' سکندر نے اسے آفر کی۔

''ہیپی برتھ ڈے، لیکن میری شرکت بغیر کسی گفٹ کے ہوگی۔'' وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

''ڈونٹ بی فارمل یار! بیٹھو پلیز۔'' سکندر نے چیئر اس کے لئے کھینچی تو وہ بیٹھ گیا۔

''اسے تو تم جانتے ہو مہرین اور یہ مہرین کی فرینڈ ہیں نازنین۔'' سکندر نے تعارف کروایا۔

''اور نازنین یہ میرا بہت اچھا دوست عدیل ہاشمی ہے۔''

''ویری نائس ٹو میٹ یو۔'' عدیل نے وارفتہ پرشوق نگاہوں سے نازو کو دیکھتے ہوئے کہا، اس کی نرم گرم نگاہوں میں نازو کو دیکھتے ہی ایسے والہانہ پن چھلکا تھا کہ نازو بے حد پزل ہو کے نگاہیں جھکا گئی تھی، اس کا دل کسی خوبصورت احساس کے تحت پوری قوت سے دھڑکا تھا۔

☆☆☆



''می ٹو۔'' مدہم لہجے میں کہتی وہ اس کی پرشوق نگاہوں میں دیکھنے سے کترا رہی تھی۔

''آپ نے اس سے پہلے ہمیں اپنی فرینڈ سے کیوں نہیں ملوایا۔'' وہ اب شکوہ کناں نگاہوں سے میری کو دیکھتے ہوئے مخاطب ہوا۔

''اب ہمیں کیا علم تھا کہ آپ کو ابھی تک اپنا گوہر مقصود نہیں ملا۔'' میری ہاشمی کی نظروں میں اترتے رنگ دیکھ کے مسکرائی۔

''ابھی تک نہیں، ابھی سے پہلے تک نہیں، گوہر مقصود تو آپ نے چھپا رکھا تھا پھر ہمیں کہاں سے ملتا، اب تو مجھے لگتا ہے میں اتنے سالوں تک صحراؤں کی خاک چھان رہا تھا، منزل مقصود تو آج دکھائی دی ہے۔'' وہ یونہی اس پہ نظریں ٹکائے ہوئے تھا، نازو کو اپنی ذات پہ فخر محسوس ہونے لگا۔

''سپیڈ ذرا آہستہ رکھئے عدیل صاحب! وہ کہا ہے کہ۔''

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

سکندر نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے ہنستے ہوئے ٹوکا تھا۔

اتنے میں ویٹر سرو کرنے لگا تو عدیل کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''چلو سکندر! جلدی کیک کاٹو، میں نے تو صبح ناشتہ بھی نہیں کیا اب بھوک سے برا حال ہو رہا ہے۔'' میری نے نائف اسے تھماتے ہوئے کہا، تو ان تینوں کی پرشور تالیوں میں سکندر نے کیک کاٹا، سب سے پہلے اس نے کیک کا پیس دائیں طرف بیٹھی میری کے منہ میں ڈالا، پھر عدیل کے منہ میں، آخر میں اس نے اپنا ہاتھ نازو کی طرف بڑھایا تو اس نے جھجکتے ہوئے منہ آگے کیا، سکندر نے کیک کا پیس اس کے منہ میں ڈال دیا۔

''آہ، کاش! سکندر کی جگہ میں ہوتا۔'' سکندر کو نازو کے منہ میں کیک ڈالتے دیکھ کر عدیل حسرت کے گہرے احساس سمیت بولا، تو وہ سب ہنسنے لگے۔

''آپ بتائیں آپ کی برتھ ڈے کب ہے ہم اسے بھی اسی طرح Celeberate کریں گے۔'' میری اس کی بات کو خوب انجوائے کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''تب تک کون کافر انتظار کرے گا۔'' اس نے جس انداز سے کہا تھا اس نے نازو کے لبوں پر بڑی فاخرانہ مسکراہٹ کو ابھارا تھا۔

تیرے اک تبسم ناز نے دو نصیب بدلے ہیں اس طرح
میں جو خاص تھا ابھی عام ہوں وہ جو عام تھا ابھی خاص ہے

اس کے لبوں پہ مسکان دیکھ کے عدیل نے برابر جستہ شعر پڑھا تھا، نازو جھینپ گئی۔

''آپ میری فرینڈ کو تنگ نہ کریں یہ مجھے بہت عزیز ہے۔'' میری نے مصنوعی خفگی سے اسے دیکھا۔

''میں کہاں تنگ کر رہا ہوں میں تو ان سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اگر مس نازنین مجھے یہ اعزاز بخشیں تو تاعمر اپنی خوش بختی پہ ناز رہے گا۔''

''مجھ سے فرینڈ شپ کریں گی مس نازنین!'' وہ میری سے بات کرتا ایک دم ہی اس کی طرف متوجہ ہو کے پوچھنے لگا۔

آس و نراس کی کیفیت لئے وہ اس حسین مجسمے کو ہی دیکھ رہا تھا، اس کا مطالبہ سن کے ایک لمحے کو تو نازو گنگ رہ گئی تھی، قسمت اس پر مہربان تھی جو اسے میری اور سکندر جیسے دوست عطا کئے تھے، لیکن اتنی مہربان ہوگی کہ عدیل ہاشمی جیسا شاندار شخص اس سے دوستی کا متمنی ہوگا اتنا اندازہ اسے ہرگز نہیں تھا۔

''جی۔'' بالآخر یقین و بے یقینی کے درمیان ڈولتے اس نے یک لفظی اعتراف کر ہی لیا تھا۔

''تھینک یو، تھینک یو سو مچ۔'' اسے تو گویا

ہفت اقلیم کی دولت مل گئی تھی، وہ اس کے خوشی سے جگمگاتے چہرے کو دیکھ کے مسکرائی اور عدیل کو یوں لگا تھا جیسے اس کے اردگرد ہزاروں قندیلیں روشن ہو گئی ہوں۔

"آپ دونوں کو ایک دوسرے کی فرینڈ شپ بہت مبارک ہو۔" میری نے نازو کا ہاتھ پکڑ کر زور سے دبایا اس کی آنکھوں میں نازو کے لئے قابل تحسین تاثرات تھے۔

"Congratuation۔" سکندر نے بھی خوشدلی سے مبارک باد دی تھی۔

"Thank you۔" عدیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آج کی تقریب ان چاروں کے لئے بہت خوشگوار تھی، دنیا جہاں کے فکر و غم سے آزاد وہ بے فکری سے مسکراتے، قہقہے لگاتے بے حد انجوائے کر رہے تھے۔

"میں آپ تینوں کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری آج کی تقریب کو شاندار اور یادگار بنایا۔" اختتام پہ سکندر ان تینوں سے مخاطب ہوا۔

"میں تم سب کا احسان مند ہوں کہ آج کے دن تمہاری وجہ سے اپنی زندگی کا سب سے پیارا دوست ملا۔" وہ بے باک نظروں سے نازو کو دیکھتے ہوئے بولا تو نازو نے بھی مسکرا کے اس کی تائید کی تھی۔

"آج کا دن ہم سب کے لئے یادگار رہے گا۔" میری بھی ان کی تقلید میں بولی۔

بل پے کر کے وہ چاروں اٹھے تو عدیل دانستہ آہستہ روی سے چلتا نازو کے ہم قدم ہو گیا، سکندر سے بھی بڑھ کر خوبرو شخص کے ساتھ چلتے ہوئے اس کی چال میں خود بخود تفاخر سمٹ آیا تھا۔

"اب کب ملاقات ہو گی۔" اس کے ساتھ چلتے ہوئے عدیل نے تشنہ لہجے میں استفسار کیا تھا۔

"مجھے کیا پتہ۔" مسکراتی آنکھوں سے اس نے بے نیازی برتی۔

"حسن کی ہر ادا ہی قاتل ہے، بندہ تو پہلے ہی گھائل ہے میڈم!" وہ بے چارگی سے گویا ہوا تو نازو کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

"او کے I hope جلد ہی دوبارہ ملاقات ہو گی۔" جانے سے پہلے اس نے آخری دفعہ گہری نظروں سے اس کی سراپے کو آنکھوں میں سمویا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

عدیل ہاشمی جیسا مرد ہی تو اس کا خواب تھا۔

"سکندر! ہمیں کالج ڈراپ کر دیجئے گا۔" فرنٹ سیٹ پہ بیٹھتے ہوئے میری نے سکندر سے کہا۔

"کیوں بھئی اب تو چھٹی ہونے والی ہے۔" اسٹیرنگ سنبھالتے ہوئے اس نے رسٹ واچ پہ نظر دوڑائی۔

"ہاں کچھ کام ہے وہاں۔" میری نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ جب تک کالج پہنچیں چھٹی ہو چکی تھی لڑکیوں کا ایک سیلاب تھا جو گیٹ سے باہر امڈا پڑ رہا تھا، وہ دونوں بھی کسی نہ کسی طرح دھکم پیل میں سے گزرتی اندر داخل ہو گئیں۔

"تمہارے یونیفارم کا مسئلہ تھا اس لئے دوبارہ کالج آنا پڑا، جاؤ اب جلدی سے چینج کر آؤ۔" میری نے بیگ اسے تھماتے ہوئے کہا تو وہ بیگ اس کے ہاتھ سے تھام کر واش روم کی طرف چل پڑی۔

------

صالح نے گاڑی لینے پر سب کو ٹریٹ دی تھی، وہ سب کسی نہ کسی طرح پھنس پھنسا کر گاڑی میں بیٹھ ہی گئے تھے۔

"بھئی سب اپنی اپنی پسند بتا دیں۔" ریستوران میں پہنچ کر انہوں نے اپنی اپنی کرسی سنبھالی تو صالح نے سب کو مخاطب کر کے کہا۔



"بھائی صاحب! میرے لئے تو انجلینا جولی مور منگوا لیں۔" غوری نے نہایت سنجیدگی سے صالح کو دیکھا۔

"کیا مطلب....؟" صالح کے ساتھ ساتھ ان سب نے بھی حیران ہو کے غوری کا مطالبہ سنا تھا۔

"تو ہی تو کہا ہے اپنی اپنی پسند بتا دیں تو پھر مجھے تو انجلینا جولی ہی پسند ہے اس کے علاوہ تو کوئی بھی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔" معصومیت سے کہتے ہوئے آخری فقرہ بطور خاص بالا کو سنانے کے لئے بولا گیا تھا۔

"شکل دیکھی ہے اپنی اور خواب دیکھنے چلے ہو انجلینا جولی کے، وہ تو تم جیسوں کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرے۔" سب سے پہلے ہی بالا چنگاڑی تھی، وہ سب مسکرا دیئے۔

"میں نے کھانے میں پسند پوچھی ہے ایکٹرسیں میں نہیں۔" صالح نے اس کی بات کو انجوائے کرتے ہوئے اپنے جملے کی وضاحت کی۔

"ساون کے اندھے کو ہری ہری ہی سوجھتی ہے بھائی! اس کی بات پہ مت جائیے گا۔" بالا اپنی زبان پہ کنٹرول کر جائے یہ کہاں لکھا تھا۔

"اسی لئے تم نے سبز کپڑے پہن رکھے ہیں۔" غوری کی طرف سے ترنت جواب آیا تھا اس نے صاف اس کے گرین ڈریس پہ چوٹ کی تھی۔

"کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔" وہیب اس کا کھسیانا چہرہ دیکھ کے بولا۔

"اور کھسیانا بلا....؟" اس نے آنکھیں نکال کر دریافت کیا۔

"بلے بڑے سمجھدار ہوتے ہیں وہ کھسیاہٹ والے کام ہی نہیں کرتے۔" غوری جھٹ بولا۔

"بند کرو یہ کھسیاہٹ نامہ اور انسانوں کی طرح شرافت کے جامے میں رہو، ہم اس وقت گھر میں نہیں بیٹھے۔" ماہا نے ان کو ٹوکا۔

"ویسے یہ شرافت کا جامہ کہاں سے ملتا ہے؟" وہیب نے گویا بڑا اہم نکتہ اٹھایا تھا۔

"لنڈے بازار سے۔" غوری نے اس کی ناقص معلومات میں گراں قدر اضافہ کیا۔

"بھائی! میں شرافت کے پاجامے نہیں جامے کی بات کر رہا ہوں۔" وہیب نے اپنے سوال کی وضاحت کی۔

"بس کرو تم تو میراثیوں کو بھی مات دینے کو تیار ہو۔" رمشاء نے جھنجلا کے انہیں ڈپٹا۔

"میرا خیال ہے پہلے کھانا کھا لیا جائے۔" منال نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"جی سر!" اسی وقت ویٹر ڈائری اور پین لئے آ گیا، تو ان سب نے واقعی شرافت کے جامے میں رہتے ہوئے اپنا اپنا آرڈر لکھوا دیا۔

"صالح بھائی! آپ کو گاڑی ڈرائیو کرنا آتی ہے۔" منال کے انتہائی بیوقوفانہ اور بے تکے سوال پہ ماہا نے بے ساختہ اپنا سر پیٹ ڈالا، جبکہ باقی سب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ رینگ گئی۔

"نہیں ٹرک ڈرائیو کرنا آتا ہے، یہ انگلینڈ سے لاہور بذریعہ ٹرک خود ہی ڈرائیو کر کے آئے تھے۔" جواب غوری کی طرف سے موصول ہوا تھا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ اس کی بات کا برا مان کے قدرے خفگی سے بولی، اب اتنی عقل تو بہر حال اس میں تھی۔

"میں یہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ یہاں تو آپ کو اسٹیرنگ کا مسئلہ ہو گا۔" اب کی دفعہ اس نے اپنی بات کو ذرا واضح کر کے بتایا۔

"ہاں فی الحال تو تھوڑی بہت پرابلم ہو گی، لیکن زیادہ مشکل نہیں ہے۔" وہ سلاد کے ٹکڑے منہ میں رکھتے ہوئے بولا۔

"صالح بھائی! ایک بات پوچھوں آپ

سے۔'' رمشاء نے قدرے ہچکچاتے ہوئے اس
سے پوچھا۔
''جتنی مرضی پوچھ لو۔'' اس نے مسکراتے
ہوئے فراخدلی سے اجازت دی۔
''آپ کو اپنا ملک تو یاد آتا ہوگا وہاں آپ
کے دوست بھی ہوں گے وہ بھی یاد آتے ہوں
گے۔'' رمشاء نے کئی دنوں سے دل میں دبا سوال
باہر نکالا، ایک لمحے کو اس کا سلاد کی طرف بڑھتا
ہاتھ ساکت ہوا۔
''ہاں آتا ہے، بالکل آتا ہے، ظاہر ہے
میری عمر کا ایک حصہ وہاں گزرا ہے۔'' وہ بولا تو
اس کا لہجہ بڑا نارمل سا تھا۔
''آپ واپس انگلینڈ جائیں گے؟'' یہ وہ
سوال تھا جو ان سب کے ذہنوں میں گردش کر رہا
تھا، ماہا نے خود کئی دفعہ اس سے پوچھنا چاہا تھا
لیکن پوچھ نہیں پائی تھی، آج ہالہ نے گویا ان سب
کے منہ کی بات چھین لی تھی، ہالہ کا سوال سن کر اس
کے چہرے کے ابرو تن گئے۔
''دیکھیں جو اللہ کو منظور ہوا۔'' اس نے گول
مول سا جواب دیا، جس بات کا فیصلہ فی الحال وہ
خود نہیں کر پا رہا تھا اس سے انہیں کیسے آگاہ کر
دیتا۔
''آپ کو انگلینڈ زیادہ اچھا لگتا ہے کہ
لاہور۔'' منال نے بھی ذہن میں کلبلاتا سوال
داغا۔
''خیریت ہے آج کیا میرا انٹرویو ہے؟
آپ سب نے تو سوالات کی بوچھاڑ کر دی
ہے۔'' اس نے گھبرانے کی ایکٹنگ کی تو وہ ہنس
دیئے۔
''ڈونٹ وری میرے بھائی! خواتین کو
بلاوجہ سوال کی عادت ہوتی ہے، ہر وقت زبان
چلانا ان کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔'' غوری نے
جیسے اسے دلاسہ دیا۔
''خواتین۔'' وہ چاروں یک زبان
چلائیں۔
''اور کیا تمہیں مس یونیورس کا خطاب دیا
جائے۔'' وہیب ان کے احتجاجی رویے کو خاطر
میں لائے بغیر بولا۔
''مس یونیورس ہمارے آگے کیا چیز ہے۔''
ماہا نے فرضی کالر کھڑے کیے۔
''اس عمر میں خوش فہمیاں اچھی نہیں فراز''
وہیب نے اسے آئینہ دکھایا۔
''تمہیں تو ویسے ہی میری قدر نہیں، ورنہ
میری تو ایک دنیا دیوانی ہے۔'' ماہا شرمندہ ہوئے
بغیر ڈھٹائی سے بولی۔
''وہ دنیا کیا پاگلوں کی ہے؟'' اس نے
بڑے اشتیاق سے دریافت کیا، ماہا نے جواب
دینے کی بجائے تیز چلچلاتی نظروں سے اسے
گھورا تھا۔
''پلیز کھانا کھاؤ مجھے نہ کھاؤ۔'' وہ اس کی
گھوری کی پرواہ کیے بغیر ٹوک کے بولا۔
''بھائی! آپ سیلڈ سے ہی پیٹ بھریں
گے یا کچھ اور بھی کھائیں گے آپ اتنا سیلڈ کیسے
کھا لیتے ہیں مجھ سے تو یہ چارہ نہیں چرا جاتا۔''
صالح سلاد میں ٹونگیں مارتے دیکھ کے ہالہ سے
رہا نہ گیا تو بالآخر بول ہی اٹھی۔
''مجھے سیلڈ بہت پسند ہے اور یہ واحد پسند
ہے جو ابھی تک نہیں بدلی، ورنہ ایک ہی قسم کی
چیزیں کھا کھا کے میں تو جلد اکتا جاتا ہوں وہاں
انگلینڈ میں میرا ایک دوست تھا وہ بھی مجھے اتنا
سیلڈ کھانے پہ بہت ٹوکتا تھا، لیکن میری یہ عادت
ختم نہیں ہوئی۔'' وہ ہالہ کے حیران ہونے پہ اسے
بتانے لگا۔
ان سب کی چٹ پٹی باتوں کو وہ بے حد
انجوائے کر رہا تھا، وہ چونکہ شروع سے اکلوتا رہا
تھا، اس لئے ان رشتوں کے ہوتے ہوئے بھی
ان سے دور رہا تھا، لہذا جب بھی انہیں مل بیٹھنے کا
موقع ملتا تو صالح اس محفل میں ضرور شریک ہوتا،



اپنے کزنز کی کمپنی اسے بے حد مزہ دیتی ہے، وہ
سب اگرچہ ایک دوسرے کی کھال تک ادھیڑنے
سے دریغ نہ کرتے تھے لیکن ان کے دلوں میں جو
ایک دوسرے کے لئے اخلاص و محبت کے
جذبات پنہاں تھے، وہ اس مار دھاڑ میں بھی واضح
دکھائی دیتے تھے۔
اور آج تو چونکہ گھر سے باہر تھے اور بڑوں کا
خطرہ بھی سر پہ نہیں منڈلا رہا تھا اسی لئے وہ سب
میدان میں اترے ہوئے تھے بس ایک منال تھی
جو ڈرپوک اور کم گو ہونے کے باعث ان کی گفتگو
میں حصہ کم لیتی تھی، جبکہ باقی سب تو اپنی مثال
آپ تھے۔
''پھر تو آپ کی دعوت کرنا بہت آسان
ہے، بس دس بارہ قسم کے سیلڈز بنا لے بندہ اللہ
اللہ خیر صلا۔'' ماہا نے اسے چھیڑا۔
''خیر میں اب اتنا بھی سلاد خور نہیں ہوں۔''
اس نے مسکراتے ہوئے تردید کی۔
''ٹائم بہت ہو رہا ہے، امی جان نے کہا تھا
زیادہ دیر نہیں لگانا جلدی واپس آ جانا، اگر نیکسٹ
ٹائم بھی ہوٹلنگ کی پرمیشن لینی ہے تو اب جلدی
اٹھ جایئے۔'' منال نے رسٹ واچ دیکھتے
ہوئے سب سے اہم نکتے کی طرف ان کی توجہ
مبذول کروائی۔
''منال صحیح کہہ رہی ہے ٹائم واقعی بہت ہو
چکا ہے۔'' ماہا نے بھی اس کی تائید کی۔
''فکر نہ کرو یہ سال میں ایک آدھ بات ہی
صحیح کہتی ہے۔'' وہیب نے اس کی کم گوئی پہ
چوٹ کی۔
''اور آپ سے تو وہ بھی نہیں ہوتی۔'' ہالہ
نے تڑاخ کرتے ہوئے اس کا دفاع کیا۔
''میرا خیال ہے گھر والوں کے لئے کھانا
پیک کروا لیتے ہیں اور چلتے ہیں۔'' صالح کی
رائے سے سب نے ہی اتفاق کیا تھا۔

------

آج چھٹی کا دن تھا لہذا سب کو ہی سستی
چڑھی ہوئی تھی، چھٹی کے دن کی روٹین ان کی
عام روٹین سے ہٹ کر ہوتی تھی، وہ ناشتہ بھی
لیٹ ہی کرتے تھے، لڑکیاں تو نماز وغیرہ سے
فارغ ہو کے سو جاتی تھیں کیونکہ باقی ہفتہ تو انہیں
بھاگم دوڑ کالج پہنچنے کی جلدی ہوتی تھی خود مزہ
انہیں کہتی تھیں کہ تم سنڈے کو آرام کر لیا کرو ناشتہ
میں خود ہی بنا لوں گی، سنڈے والے دن ان کے
گھر دو دفعہ ناشتہ لگتا تھا، ایک دفعہ مزہ اور الماس
اپنے اور اپنے شوہروں کے لئے تیار کرتیں، جبکہ
دوسری دفعہ ینگ پارٹی کا الگ ناشتہ بنتا تھا، وہ
لوگ دیر سے سو کر اٹھتی تھیں، لہذا اپنی پسند کا ناشتہ
بھی خود ہی تیار کیا جاتا۔
کبھی کبھار اگر اسپیشل قسم کا ناشتہ بنانا ہوتا تو
پھر وہ سب اکٹھے مل کر ہی کر لیتے تھے ورنہ عموی
طور پر سنڈے کو ناشتہ الگ الگ ہی بنتا تھا۔
''کمال ہے میں اتنی دیر تک سویا اور مجھے
کسی نے اٹھایا ہی نہیں۔'' صالح کی آنکھ کھلی اس
کی نظر وال کلاک پر پڑی جو گیارہ بجا رہا تھا اس
نے لمبی سی جمائی لیتے ہوئے چادر پرے ہٹائی
اور ہاتھ منہ دھونے باتھ میں گھس گیا۔
رات وہ چونکہ دیر تک جاگتا رہا تھا اور صبح
ہونے کے قریب اس کی آنکھ لگی تھی، اسی لئے اس
کی آنکھ نہیں کھلی تھی، ورنہ عام حالات میں وہ
خاصا سحر خیز واقع ہوا تھا، اسے یاد تھا اگر کبھی بچپن
میں بھی اس کی آنکھ دیر سے کھلتی تو اسے ممی سے
ایسے ڈانٹ پڑا کرتی تھی۔
''بیٹا! صبح جلدی اٹھ کے نماز پڑھتے ہیں
سارا دن اچھا گزرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سارے دن
میں برکت عطا فرماتے ہیں۔'' اس کے نماز میں
کوتاہی کرنے پہ ممی نے ایک دن اسے ملائمت
سے سمجھایا تھا۔
''ممی! یہ برکت کیا ہوتی ہے؟'' اپنی بڑی
بڑی سحر انگیز آنکھیں پھیلاتے ہوئے اس نے

معصومیت سے دریافت کیا تھا۔

"یہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے، میں تو ہر وقت دعا کرتی ہوں اللہ تعالیٰ تمہاری عمر اور علم میں برکت عطا فرمائے، تم کسی کی امانت ہو اور تمہاری اچھی تربیت کرنا مجھ پر فرض ہے۔" وہ نرمی سے اس کے بال سہلاتے ہوئے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہتیں۔

وہ چونکہ ابھی بچہ تھا اتنی لمبی گفتگو اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی البتہ اتنا ضرور پتہ چل گیا تھا کہ اسے صبح اٹھ کر فجر کی نماز ضرور پڑھنی چاہیے۔

"او وشٹ۔" ناول سے منہ خشک کر کے اس نے اسے بیڈ پر اچھالا اور خود بھی وہیں ڈھے گیا، وہی سوچیں جس نے اسے ساری رات نہیں سونے دیا تھا اب ایک بار پھر آگئی تھیں پیچھا کرتے وہیں بیٹھ کے اس نے خود کو پرسکون کرنا چاہا، پھر ان الٹی سیدھی سوچوں سے پیچھا چھڑاتا نیچے آ گیا۔

عبداللہ کے کالج کے چند پروفیسرز ان سے ملنے آئے تھے لہٰذا عبدالرحمن اور عبداللہ کی ڈرائنگ روم میں محفل جمی تھی، وہیب اور غوری شاید کسی کام سے نکلے تھے، منال اور بالا لاؤنج میں کوئی ناول شو دیکھ رہی تھیں، جبکہ ہال کمرے میں ماہا اور رمشاء کی شامت آئی ہوئی تھی، الماس سلائی مشین رکھے ان دونوں کو کپڑے سینا سکھا رہی تھیں۔

"دنیا کا سب سے فضول کام کپڑے سلائی کرنا ہے۔" ماہا کی جھنجلائی ہوئی آواز اسے سنائی دی تو وہ ہال کمرے میں داخل ہو گیا، اس کے کوفت و بیزاری لئے چہرے کو دیکھ کر صالح کے لبوں پہ خود بخود ہی مسکراہٹ نمودار ہو گئی، اسے خود پہ چھائی کثافت چھٹتی محسوس ہوئی۔

کچھ لوگ اپنے اندر ایسا ہی کمال رکھتے ہیں جن کی ایک جھلک ہی ہمارے اندر باہر چراغاں کر دیتی ہے۔" ماہا کا شمار بھی شاید ایسے لوگوں میں ہی ہوتا تھا۔

"اٹھ گئے بیٹا! آج تو بہت دیر تک سوئے۔" منزہ اسے محبت سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"پتہ ہی نہیں چلا، نہ ہی مجھے کسی نے اٹھایا۔" وہ ان کی طرف متوجہ ہوکے بتانے لگا۔

"میں صالح بھائی کے لئے ناشتہ بنا کے لاتی ہوں۔" رمشاء نے جھٹ ادھ سلی قمیض نیچے پھینکی اور بہانہ کرتے کھڑی ہو گئی، ماہا نے اس کی چالاکی پہ دانت کچکچا کے اس کو دیکھا۔

"بیٹھو تم جب تک یہ قمیض سلائی نہیں ہو گی تم یہاں سے نہیں ہلو گی، میں اپنے بیٹے کے لئے خود ہی ناشتہ بنا کے لاتی ہوں۔" منزہ اس کے ارادوں سے اچھی طرح واقف تھیں اس لئے اسے جھڑک کے بٹھا دیا، رمشاء مریل سی شکل لے کے دوبارہ بیٹھ گئی، اس کا اترا ہوا منہ اپنے ناکام ہوتے منصوبے پہ مزید اتر گیا تھا، ماہا کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"ہنسو تم نہیں ہنسو گی تو کیا میرے دشمن ہنسیں گے مجھ پہ۔" اس نے اپنا سارا غصہ اسی پہ اتارا۔

"کیا ناشتہ کرو گے بیٹا!" وہ صالح سے پوچھنے لگیں۔

"سلاد۔" ماہا کے ترنت جواب پہ وہ ہنس پڑا۔

"تمہیں کس نے بتایا کہ مجھے سلاد بہت پسند ہے جب میں فرسٹ ٹائم آیا تب بھی تم نے بہت مزے مزے کے سلاد تیار کیئے تھے۔"

"آپ نے خود ہی تو ایک دفعہ فون پہ بتایا تھا مجھے۔" ماہا کے جواب پہ اس کا چہرہ ایک لمحے کو پھیکا پڑا تھا، لیکن دوسرے لمحے وہ اپنی پسند کا جواز بتانے لگا۔

"ہاں کیونکہ ممی بھی بہت مزے مزے کے سیلڈز بناتی تھیں، مجھے پاپا نے عادت ڈالی ہے، وہ بہت مختلف قسم کے سیلڈز کے بہت شوقین تھے۔"

"سعود تو دیوانہ تھا سیلڈز کا اکثر اس کی اور راحیلہ کی جھڑپ بھی ہو جاتی تھی، وہ سعود سے کہتی تھی آپ کیا ہر وقت جنگلیوں کی خوراک کھاتے رہتے ہیں۔" منزہ بھی کوئی پرانا واقعہ یاد کر کے مسکرا رہی تھیں۔

"آج خالص لاہوری ناشتہ کریں صالح بھائی! انڈہ، پراٹھا اور چائے۔" راحیلہ اور سعود کا تذکرہ ایسا تھا جو ہمیشہ منزہ اور الماس کو غمگین کر دیتا تھا، اس سے پہلے کہ موضوع اس طرف کا رخ اختیار کرتا رمشاء نے بات کو بدل دیا۔

"میں اتنا ہیوی ناشتہ نہیں کرتا، بس سلائس اور چائے۔" وہ ہنس کے بتانے لگا۔

"تمہاری چچی جان حسن کا جلوہ بنا رہی ہیں، عبداللہ کے دوست جب بھی آئیں فرمائش کر کے بنواتے ہیں، الماس بہت مزے کا بناتی ہے، میں ناشتے کے ساتھ تمہارے لئے وہ بھی لے کے آتی ہوں۔" منزہ کا بس نہیں چلتا تھا کہ ساری دنیا کی نعمتیں اٹھا کے اس کے سامنے رکھ دیں، خود سے تو وہ کوئی فرمائش نہیں کرتا تھا۔

"رمشاء! یہ کمبخت پائنچہ مجھ سے نہیں بن رہے، تم انہیں بھی ذرا سیدھی کر کے سلائیاں لگا دو۔" منزہ کے باہر جاتے ہی ماہا نے رمشاء کی منت کی۔

"اپنی مصیبت مجھ سے حل نہیں ہو رہی اور تمہاری بھی لے کے بیٹھ جاؤں، معاف رکھو مجھے۔" رمشاء تو پہلے ہی اس افتاد پہ بھری بیٹھی تھی، کھٹاک سے اسے جواب دیا۔

"دیکھ لو، میری پیاری بہن نہیں ہو۔" ماہا باقاعدہ منتوں پہ اتر آئی۔

"نہیں میں دشمن ہی ٹھیک ہوں۔" اس نے آنکھیں ماتھے پہ رکھ لیں۔

"کیا یہ بہت مشکل کام ہے جو تم سے سر انجام نہیں دیا جا رہا۔" ان کی نوک جھونک سے محظوظ ہوتے ہوئے اس نے دریافت کیا۔

"آپ خود کر کے دیکھ لیں اندازہ ہو جائے گا۔" ماہا نے جھٹ اسے آفر کی۔

"یہ خالص خواتین کا پروفیشن ہے، اگر میرے کرنے کا کام ہوتا تو ضرور تمہاری ہیلپ کرواتا۔" وہ اس کی آفر مسترد کرتے ہوئے بولا۔

اسی وقت منزہ اس کے لئے گرما گرم ناشتہ لئے اندر داخل ہوئیں تو ان کے پیچھے منال اور بالا بھی آ گئیں۔

"امی! میرا دل چاہ رہا ہے ہمارے گھر کوئی فنکشن ہو، مجھے نہیں پتہ جلدی سے کوئی فنکشن ارینج کریں، میں بہت بور ہو گئی ہوں اس گھر کی روٹین سے۔" بالا نے دھپ سے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے فرمائش صادر کی۔

"بالکل سچ کہہ رہی بالا! میرا بھی کئی دنوں سے دل چاہ رہا ہے کوئی ہلا گلا ہو۔" ماہا نے بھی اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے بالا کی تائید کی۔

"چلو کوئی فنکشن ارینج کر لیتے ہیں، آپس میں سب طے کر لو۔" الماس نے ان کی فرمائش سن کر کہا۔

"اونہہ چچی جان! چھوٹا موٹا فنکشن نہیں، کوئی بڑا سا وسیع پیمانے پر فنکشن ارینج کرتے ہیں، تب مزہ آئے گا۔" اس نے اپنی خواہشات میں مزید اضافہ کیا۔

"مثلاً ……؟" رمشاء نے بھنویں اچکاتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"بھائی کی شادی کر دیتے ہیں۔" وہ نہایت جوش و خروش سے گویا ہوئی۔

صالح کا چائے کا کپ لبوں تک لے جاتا ہاتھ راہ میں ہی معلق رہ گیا، بالا کی خواہش نے پل بھر کے لئے اسے ششدر کر دیا تھا، بے ساختہ اس کی نظریں ماہا کی طرف اٹھیں جو بڑے ذوق،

شوق سے ہالہ کی تجویز سن رہی تھی۔

''زبردست آئیڈیا، ہم پہلے گھر گھر جا کے لڑکی ڈھونڈ نے کی مہم چلائیں گے پھر دھوم دھام سے منگنی کریں گے اور پھر بڑی شان و شوکت سے شادی کریں گے کتنے سارے فنکشنز ایک ساتھ آ جائیں گے۔'' ماہا اس کے آئیڈیے کو سراہتے ہوئے اپنے ہی پلان ترتیب دینے لگی۔

اس نے بے حد جھنجھلا کے اس بیوقوف لڑکی کو دیکھا جو اس کے احساسات سے قطعی بے خبر اپنی ہانکے جا رہی تھی۔

''لگتا ہے تمہیں سیٹ کرنا ہی پڑے گا، اتنی لاپروائی اور بے نیازی بھی اچھی نہیں ہوتی۔'' وہ اس پہ ایک تفصیلی نگاہ ڈالتے ہوئے سوچنے لگا۔

''پہلے صالح بھائی سے تو پوچھ لو، انہیں کس قسم کی لڑکی پسند ہے، پھر ان کی پسند کے مطابق لڑکی ڈھونڈنا تمہیں بھی آسانی ہو جائے گی اور بھائی بھی خوش ہو جائیں گے۔'' رمشاء بھی سلائی چھوڑ چھاڑ بڑے شوق سے گفتگو میں شریک ہو گئی تھی، وہ تو پہلے ہی اس فضول کام سے اکتائی ہوئی تھی، اب جو ایک ہاٹ ٹاپک اس کے ہاتھ لگا تو وہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کشن کو لاپروائی سے ایک سائیڈ پہ رکھ چکی تھی۔

''رمشاء کی بات میں وزن ہے، واقعی بھائی سے پوچھنا چاہیے، بھائی آپ جلدی سے اپنی پسند بتا دیجئے تاکہ ہم بھی کوئی فنکشن دیکھ سکیں۔'' جوش و خروش سے ایک دوسرے کو مشورے اور تجاویز سے نوازیں اپنی ہی دھن میں مگن وہ صالح کے تاثرات نوٹ ہی نہیں کر پائی تھیں۔

''میں ابھی شادی کی پوزیشن میں نہیں، فی الحال میرے کچھ کام ادھورے ہیں وہ پایہ تکمیل تک پہنچ جائیں تو سوچا جا سکتا ہے، تم وہیب یا غوری کے لئے لڑکی تلاش کر لو۔'' انتہائی سنجیدگی سے دوٹوک لہجے میں کہتا وہ ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اس کے اس قدر بیزار لہجے پر وہ سب ہی اپنی اپنی جگہ کھسیاہٹ کا شکار ہو گئی تھیں۔

''چلیں، آپ اپنے کاموں سے فارغ ہو کے بتا دیں، ہم نے کون سا لڑکی ڈھونڈ کے تیار کر رکھی ہے۔'' رمشاء اور ہالہ کے تاثرات دیکھتے ہوئے ماہا نے شان بے نیازی سے کہا۔

''او کے وائے ناٹ۔'' وہ اپنے سابقہ رویے کے برعکس نرم مسکراتے لہجے میں گویا ہوا تو ماہا اس کے متضاد رویے پہ کچھ سوچتے الجھن کا شکار ہو گئی۔

------

وہ کالج پہنچی تو میری نے اسے جاتے ہی پکڑ لیا۔

''سکندر بتا رہا تھا عدیل تمہارا بہت پوچھ رہا تھا، سکندر سے کہتا ہوں یار! اس ہفتے بھی اپنی سالگرہ منا لو۔'' وہ ہنستے ہوئے نازو سے مخاطب ہوئی تو ایک خوبصورت مدھر مسکان نازو کے لبوں پہ بکھر گئی۔

ایک سرشاری کی کیفیت تھی جس نے اس کے پورے وجود کو اپنے احاطے میں لے رکھا تھا، ایک ان دیکھا سا نشہ تھا جو اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا، ایک سرور تھا جو اسے سرشار کیے ہوئے تھے، اسے عدیل ہاشمی کی والہانہ پن اور وارفتگی لئے نگاہیں یاد آتیں تو لب خود بخود مسکرا اٹھتے، اگرچہ اس ملاقات کے اس کی ابھی تک عدیل ہاشمی سے دوسری ملاقات نہیں ہوئی تھی، لیکن اس کی بے قراری کے افسانے میری کے توسط سے اسے روز پہنچ رہے تھے، فی الحال وہ خود ہی اس سے ملاقات سے احتراز کر رہی تھی، دوری رہ کر وہ اس کے آتش شوق کو مزید بڑھانا چاہتی تھی اور یہ مشورہ طبعی اسے میری نے دیا تھا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے پکے ہوئے پھل کی طرح اس کی جھولی میں گرنے کی، اگرچہ وہ سکندر کا بہت اچھا دوست ہے، لیکن ہم اتنی جلدی اس پہ بھروسہ کیسے کر سکتے ہیں، اگر تو وہ مضبوطی سے اپنے فیصلے پہ قائم رہا ایک ملاقات ہی اس کے لئے یادگار بن گئی، وہ تمہیں بھلانے میں کامیاب نہ ہو سکا، تو میرا اخلاص دل سے تمہیں یہ مشورہ ہوگا کہ تم اس کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو قبول کر لو۔'' دوسرے دن ہی وہ کالج پہنچی تو میری نے اسے سمجھایا تھا۔

میری کی بات بالکل ٹھیک تھی، وہ اتنی ارزاں اور گئی گزری نہ تھی کہ جس کا دل چاہتا اس سے دوستی کا دعویدار بن جاتا، البتہ اندر ہی اندر اسے یہ دھڑکا لگ گیا تھا کہ اگر عدیل ہاشمی میری اور اس کی توقعات پہ پورا نہ اترا تو......؟

اگر کوئی لڑکی اسے نازو سے بڑھ کر لگی تو......؟

کئی سوالیہ نشان تھے جو اسے ڈس رہے تھے اور جنہوں نے کئی دنوں اسے بے قرار و مضطرب رکھا تھا، لیکن اس وقت اسے اپنی خوش بختی پہ یقین آنے لگتے جب میری کے توسط اسے عدیل ہاشمی کی طرف روز کوئی نہ کوئی پیغام مل جاتا، اس کے پورے وجود میں سرشاری کی لہر دوڑ جاتی۔

''مجھے یہ شخص تیرے ساتھ فیئر لگتا ہے نازو!'' بالآخر آج میری نے تصدیق کر ہی دی تھی اور نازو اپنے بخت پہ نازاں تھی۔

''اوہ شٹ، تمہاری ایک امانت ہے میرے پاس، باتوں میں لگ کر میں بھول ہی گئی۔'' سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے وہ بیگ کھنگالنے لگی تو فطری تجسس کے زیر اثر نازو نے اسے دیکھا، جو اب اپنے بیگ سے ایک خوبصورت سا کارڈ نکال رہی تھی۔

''شادی کارڈ ہے......؟'' اس نے متجسس لہجے میں میری سے دریافت کیا تو وہ اس کی بات پہ قہقہہ لگا کے ہنس پڑی۔

''Oh! silly girl یہ Invitation نہیں Miss you card کا کارڈ ہے اور عدیل نے تمہارے لئے بھیجا ہے۔'' آف وائٹ انتہائی خوبصورت کارڈ جس پہ باہر کیپٹل حروف میں Miss you لکھا تھا۔

''میرے لئے......'' میری کے ہاتھ سے کارڈ پکڑتے ہوئے اس کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی، اس نے کارڈ کھولا تو اندر خوبصورت ہینڈ رائٹنگ میں نظم درج تھی۔

''For my love''۔

نگاہوں کے سمندر کا ٹھکانہ نہ چاہتے ہیں ہم
ہمیں تم سے محبت ہے بتانا چاہتے ہیں ہم
ہمیں اچھی نہیں لگتی کسی موسم کی شادابی
تمہیں بس اپنی سانسوں میں بسانا چاہتے ہیں ہم
ہمارا گھر تو روشن ہے ہمارے نام سے لیکن
تمہارے نام سے جیون سجانا چاہتے ہیں ہم
ہمیں ہر حال میں تم سے عقیدت اور محبت ہے
تمہارے پاس آنے کا بہانہ چاہتے ہیں ہم

کئی رنگ تھے جو ایک ساتھ اس کے چہرے پہ بکھرے تھے۔

''بالکل Rainbow لگ رہی ہو اس وقت، وہ عدیل صاحب تمہیں دیکھ لیں ناں تو بے ہوش ہو جائیں۔'' میری نے اس کے چہرے پہ کھلتے رنگوں کو دیکھ کر اسے چھیڑا۔

''فضول ہو تم تو۔'' کارڈ بند کر کے بیگ میں رکھتے ہوئے وہ جھینپ گئی۔

ایک دفعہ پڑھ کے ابھی تشنگی کہاں ختم ہوئی تھی، ابھی تو اسے محبت کے اس اظہار کو بار بار پڑھنا تھا، اس لئے اس نے کسی مقدس صحیفے کی طرح اسے احتیاط سے بیگ میں تقریباً چھپا کے رکھا تھا۔

''I belive کہ اب ہماری Friendship کبھی ختم نہیں ہوگی، سکندر اور عدیل بہت اچھے دوست ہیں اور تمہاری اور میری

دوستی بھی لازوال ہے Now i am very happy کہ اب ہم ہمیشہ ایک ساتھ رہیں گی۔" میری بہت خوش ہو رہی تھی۔

"لیکن میری پہلی یو نو میری!" اس سارے عرصے میں اسے پہلی دفعہ اپنے گھر کی طرف سے فکر لاحق ہوئی تھی، وہ بھی گھر والوں کی فکر نہیں تھی بلکہ اس بات کی فکر تھی کہ اس کے گھر والے بھی عدیل ہاشمی کو اسلم پر ترجیح نہیں دیں گے، اسلم کے لئے وہ خوش تو پہلے بھی نہیں تھی اب تو وہ اسے دیکھنا بھی گوارا نہ کرتی کجا کہ ساری عمر اس کے ساتھ گزارنا۔

"ڈونٹ وری نازو! میں ہوں ناں، تم خواہ مخواہ ٹینس مت ہو اور ابھی بھی تمہاری کون سا شادی ہونے جا رہی ہے فی الحال اس Period کو enjoy کرو اگر ابھی سے تمہارے گھر میں عدیل ہاشمی کا تذکرہ چھڑ گیا تو کہیں تمہاری مام تمہارے کالج جانے پہ ہی پابندی نہ لگا دیں اور تم اس سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو، لہٰذا نو ٹینشن اینڈ بی ہیپی اینڈ انجوائے یور لائف۔" میری کی باتوں پر وہ ہمیشہ کی طرح ایمان لے آئی تھی، وہ بات ہی اتنے منظم اور ٹھوس انداز میں کرتی تھی کہ نازو کو اس سے متفق ہوئے بنا چارہ ہی نہیں تھا۔

"تھینک یو سو مچ میری! یو آر ریئلی آ نائس فرینڈ۔" وفور مسرت سے چمکتا چہرہ لئے اس نے میری کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا۔

"اوں، ہوں، اب یہ عدیل کا حق ہے مجھ پہ ضائع مت کرو۔" میری نے ہنستے ہوئے اسے ٹوکا۔

"یو ناٹی گرل!" شرم سے سرخ ہوتے ہوئے اس نے لاڈ سے ایک مکا اس کی کمر پہ رسید کیا۔

"سکندر بتا رہا تھا، عدیل تو بہت رومینٹک لڑکا ہے، مجھ سے بھی چار ہاتھ آگے ہے، میں نے کہا اب نازو کی تو خیر نہیں ہے۔" وہ یونہی بے باکی سے کہتی ابھی تک ہنسے جا رہی تھی۔

"میری....!" نازو نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا تھا، جبکہ اندر کہیں دھڑکنوں میں ہلچل مچ گئی تھی۔

"پھر کب شرف ملاقات بخش رہی ہو اس بیچارے کو۔" وہ اب قدرے سنجیدہ تھی۔

"مجھے کیا پتہ ہو تمہیں پتہ ہو۔" وہ ساری ذمہ داری اس پہ ڈال گئی۔

"دیکھو نازو! میں تمہاری دوست ہوں...." وہ کچھ کہنے جا رہی تھی کہ نازو درمیان میں ہی اس کی بات کاٹ کے بولی۔

"اوں.... ہوں.... دوست نہیں ہو سب سے اچھی دوست ہو۔" اس کی نظروں میں میری کے لئے محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا، میری ہی تو تھی جو اس کے خوابوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اس کی ہم قدم تھی، ہر قدم پہ سہارا اسے میری نے ہی دیا تھا، وہ کیوں نہ اس کی ممنون ہوتی، آج کے دور میں اسے اتنی مخلص ساتھی ملی تھی، میری کی باتوں سے وہ انکار کر ہی نہیں سکتی تھی کہ وہ جو کچھ بھی کرتی تھی ہمیشہ اس کے مفاد کے لئے کرتی تھی۔

"ہاں بھئی سب سے اچھی دوست ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا کے اس کی تائید کی، پھر قدرے توقف سے سنجیدگی کے ساتھ گویا ہوئی۔

"میرا کام تمہیں انگلی پکڑ کے چلانا نہیں صرف گائیڈ کرنا ہے، تمہاری زندگی کے فیصلوں میں، میں تمہیں مشورے دے سکتی ہوں لیکن Decision تمہیں خود لینا ہے، بعد میں جو بھی صورتحال سامنے آئے اس میں تم میری کو ہمیشہ آگے پاؤ گی، لیکن یہ تمہاری زندگی ہے اسے تم اپنے طریقے اپنی مرضی سے گزارو گی تو ہی انجوائے کر سکو گی اور میں چاہتی بھی یہی ہوں کہ تم ایک با اعتماد اور بلند حوصلہ لڑکی ہو، ایسی لڑکی جو عدیل ہاشمی کے ساتھ تو اس کا سر فخر سے بلند ہو جائے، اب وہ زمانے لد گئے جب مرد کے مقابل عورت دبی رہتی تھی عورت کے اندر اتنا اعتماد ہو کہ وہ مرد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکے، تمہیں عدیل ہاشمی سے کب، کیسے اور کہاں ملنا ہے یہ تمہیں خود طے کرنا ہے۔" وہ ہمیشہ کی طرح اپنے نظریات کی روشنی میں اسے سمجھا رہی تھی قائل کر رہی تھی۔

"کیا مطلب.... تم میرے ساتھ نہیں جاؤ گی؟" وہ جو ہمہ تن گوش اس کے اقوال زریں سے مستفید ہو رہی تھی اس کی آخری بات پہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہی تو تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں کہ عدیل کو با اعتماد لڑکیاں پسند ہیں، اسے اگر پتہ چلا کہ تم اپنے ذاتی معاملات میں بھی میری طرف ہی دیکھتی ہو تو تمہارا امپریشن خراب ہو جائے گا اور یہی میں نہیں چاہتی، لہٰذا تمہیں ویسا ہی بننا ہے جیسا وہ تمہیں سمجھتا ہے۔" وہ ایک مرتبہ پھر اسے سمجھانے لگی، وہ جانتی تھی ابھی نازو کے اندر اتنا اعتماد نہیں کہ وہ اکیلی عدیل کے ساتھ وقت گزار سکے، لیکن وہ اتنا بھی جانتی تھی کہ اگر وہ تھوڑا سا اسے گائیڈ کرے اور اعتماد بحال کرنے کی کوشش کرے تو یقیناً وہ ایسا کر لے گی، کیونکہ نازو بدلتے ماحول کو بڑی تیزی سے Accept کر رہی تھی یہ جو تھوڑا بہت تردد وہ کرتی تھی وہ بھی اس وجہ سے کہ وہ گاؤں کے ماحول میں پلی بڑھی تھی اسے لئے کچھ گھبرا جاتی تھی لیکن میری اسے ہینڈل کرنا جانتی تھی، وہ نازو کی ایکسٹرا آرڈنری خصوصیات سے بخوبی واقف تھی۔

"تم ایک براڈ مائنڈڈ لڑکی ہو جو ہر سچوئیشن کو باسہولت فیس کر سکتی ہے، تم مرد کی [illegible] سے گھبرانے والی نہیں بلکہ مقابل کو گھائل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو تمہیں یہ ثابت کرنا ہے۔" اس کے چہرے پہ تذبذب کے آثار ابھرتے دیکھ کر میری اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر لاشعوری طور پر اسے عدیل ہاشمی سے ہونے والی ملاقات کے لئے پہلے سے تیار کر رہی تھی۔

"تم شاید یقین نہ کرو لیکن اسٹارٹ میں، میں بھی سکندر سے گھبرا جاتی تھی، وہ جتنا بے باک تھا میں تو اس کے مقابل کچھ بھی نہیں تھی، ہم کسی پارٹی پاؤنڈ میں شریک ہوتے تو میں بھرپور طریقے سے اس کے ساتھ انجوائے نہیں کر سکتی تھی، کیونکہ مجھے کوئی گائیڈ کرنے والا بھی نہیں تھا، پھر ایک دن سکندر نے خود مجھ سے کہا "دیکھو میری! میں ایک آزاد خیال مرد ہوں اور لائف کو انجوائے کرنا چاہتا ہوں یہ جو Golden period ہم گزار رہے ہیں میں اسے تمہاری شرم و حیا کی نظر کر کے ضائع نہیں کرنا چاہتا اینڈ یو نو مرد جو بھی اپنی عورت سے توقع رکھتا ہے اگر وہ اسے وہاں سے نہ ملے تو لازمی طور پر اس کا دھیان بٹ جاتا ہے، جبکہ میں تمہیں بے حساب چاہتا ہوں لہٰذا میں چاہوں گا تم میرے مزاج و خیالات کے مطابق خود کو ڈھال لو، پھر دیکھنا زندگی کیسے اپنا رخ بدلتی ہے۔" سکندر مجھے چھوڑ کر کسی اور کی طرف متوجہ ہو یہ خیال ہی میرے لئے سوہان روح تھا، لہٰذا میں سکندر کے سانچے میں ڈھل گئی اور آج تم خود Observe کر سکتی ہو، ہم دونوں کتنے Satesfy ہیں۔" وہ اپنے تجربات کی روشنی میں اسے آئندہ آنے والی صورتحال سے آگاہ کر رہی ہے۔

"او کے ٹھیک ہے میں بھی عدیل ہاشمی کے آئیڈیل پہ پورا اترنے کی کوشش کروں گی، لیکن تمہارے مشورے کی ضرورت بہرحال مجھے ہر وقت رہے گی؟" میری کے اتنے واضح دیئے

کے بعد اس کا قائل ہو جانا لازمی امر تھا۔

اور گناہ میں تو ویسے بھی خاص کشش ہوتی ہے اور جو لوگ خود بھی اس طرف مائل ہوں پھر گناہ تو انہیں مقناطیسی قوت سے اپنی طرف ضرور کھینچے گا اور گناہوں کی دلدل میں دھنستا ہوا انسان ایک دن ایسے مقام پر آ جاتا ہے کہ انسانیت اسے قبول کرنے سے انکاری ہو جاتی ہے، بظاہر سوٹڈ بوٹڈ انسانوں کے چہرے اندر سے کتنے کریہہ تھے یہ تو پرکھنے والی آنکھ ہی جانچ سکتی تھی اور جب آنکھوں سے حیا کا پردہ اتر جائے تو خیر اور شر کی تفریق ختم ہو جاتی ہے ظاہر، باطن پر سبقت لے جاتا ہے، یہ رنگین اور خوشنما دنیا ایسے شخص کے لئے جنت سے بڑھ کے حسین ہو جاتی ہے۔

''Why not میں ہر قدم پہ تمہارے ساتھ ہوں، تمہیں جب میری ضرورت ہو بس ایک آواز دے لینا میری کو بھی پیچھے نہیں پاؤ گی۔'' میری خوشدلی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے دعوے سے بولی تو وہ ایک دفعہ پھر ممنون اور تشکر گزار نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

------

''ہیلو گرل! کیا ہو رہا ہے۔'' صالح نے سیڑھیاں اترتے ہوئے ماہا کو دیکھا جو بے چینی سے لاؤنج میں ٹہل رہی تھی۔

عقب سے آتی صالح کی آواز پر اس نے رخ اس کی سمت موڑ کر اسے دیکھا، بلیو جینز پہ بلیک ٹی شرٹ پہنے، سلیقے سے بالوں کو جمائے، خوشبوؤں میں بسا اپنی تمام تر مردانہ وجاہت اور سحر انگیز پرکشش شخصیت لئے وہ پوری طرح اس کی طرف ہی متوجہ تھا۔

''اُف! اس قدر حسن اگر کسی لڑکی کے پاس ہوتا تو وہ پوری فلم انڈسٹری پہ راج کرتی۔'' اس کے مقناطیسی سراپے سے نظریں چراتے ہوئے اس نے دل میں سوچا، مین نقوش اس قدر تراشے ہوئے تھے کہ کسی حسین مجسمے کا گمان ہوتا تھا۔

''وہیب کا ویٹ کر رہی ہوں۔'' اپنے خیالوں کی یلغار سے نکلتے ہوئے وہ اسے بتانے لگی۔

''خیریت، کہیں جانا ہے؟'' اس کے حلیے سے تو یونہی لگ رہا تھا کہ وہ کہیں جانے کے لئے تیار کھڑی ہے اور وہیب کا انتظار بھی غالباً اسی لئے ہو رہا تھا۔

''ہاں ناں، مجھے اسٹڈی کے سلسلے میں کچھ کام ہے اپنی ایک فرینڈ کی طرف جانا ہے یہ وہیب کا بچہ پتہ نہیں کہاں رہ گیا ہے۔'' وال کلاک پہ نظر ڈالتے ہوئے اسے اب وہیب پر جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی جو پانچ منٹ کا کہہ کر گیا تھا اور ابھی تک گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب تھا۔

''اور یہ غوری بھی پتہ نہیں کہاں مر گیا ہے۔'' بے چارے غوری پر تو اس کا غصہ عبث ہی تھا، کیونکہ اسے تو ہرگز علم نہیں تھا ماہا کو کسی فرینڈ کی طرف جانا ہے، جیسے جیسے ٹائم اوپر ہوتا جا رہا تھا اس کے پارے کا گراف بھی بلند ہوتا جا رہا تھا، اس لئے وہ غوری کو گھسیٹنے سے بھی باز نہیں آئی تھی۔

''تو کیا تم نے غوری سے بھی کہہ رکھا ہے۔'' اس کا جھنجھلاہٹ زدہ چہرہ اسے محظوظ کر گیا، اسی لئے پوچھنے لگا۔

''اسے تو نہیں کہا، پر یہ الو بھی ساتھ ہی ہوگا اس کے غار یار جو ٹھہرا۔'' وہ دانت پیس کے بولی، تو صالح کا بے ساختہ قہقہہ آزاد ہو گیا۔

''چلو آؤ میں لے چلتا ہوں، ان دونوں کو گھومنے پھرنے دو۔'' کی رنگ گھماتے ہوئے وہ نیچے اتر آیا۔

''نہیں رہنے دیں آپ تو شاید کہیں جا رہے ہیں مجھے تو اپنی فرینڈ کی طرف کچھ ٹائم لگ جائے گا پھر اس کا گھر بھی یہاں سے کافی دور ہے، آپ کو ایسے ہی پریشانی اٹھانی پڑے گی۔'' اسے نک سک سے تیار دیکھ کر وہ ہی اندازہ لگا پائی تھی اسی لئے قدرے جھجکتے ہوئے اس نے انکار کر دیا تھا۔

اس کا جواز سن کے صالح کے مسکراتے لب بھینچ گئے، ابرو یکدم ہی تن گئے تھے، وہ کچھ بھی کہے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

''ہیں .....؟'' ماہا جو اس انتظار میں تھی کہ ابھی وہ اس کے انکار کو خاطر میں لائے بغیر اسے ساتھ چلنے کے لئے اصرار کرے گا، تو وہ بھی تھوڑی پس و پیش کے بعد مان جائے گی، لیکن یہاں تو معاملہ اس کی توقع کے بالکل برعکس کھلا تھا۔

''شاید میں نے ٹھیک نہیں کیا۔'' اسے صالح کے تاثرات یاد آئے تو وہ فوراً باہر کی طرف لپکی، وہ اگنیشن میں چابی گھما رہا تھا۔

''چلیں۔'' وہ جلدی سے فرنٹ ڈور کھول کے اس کے برابر بیٹھی، لاؤنج سے پورچ تک کا فاصلہ اس نے بھاگ کر طے کیا تھا، اس لئے سانس پھول گیا تھا۔

اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی، ماہا سارے راستے گیئر لگا کے جب گاڑی تھوڑی آگے بڑھی تو صالح نے کسی بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح اسے گیٹ سے باہر نکالا تھا، سڑک پر آتے ہی وہ ہوا سے باتیں کرنے لگا۔

''مائی گاڈ! آہستہ چلائیں۔'' اس کی نظر میٹر پر پڑی جس کی سوئی ہنڈرڈ کے ہندسے کو بھی کراس کر رہی تھی تو وہ بے ساختہ چلا اٹھی، لیکن صالح نے تو لگتا تھا کانوں میں انگلیاں ٹھونس رکھی تھیں۔

اسی وقت پیچھے سے آتی گاڑی نے انہیں اوور ٹیک کیا تھا، عین اسی وقت سامنے سے آتا ٹرک ان کے سر پہ پہنچ چکا تھا، صالح کا پاؤں ایکسیلیٹر پہ پڑا اور ہاتھ ہینڈ بریک پہ، ان کی گاڑی اچھل کر فٹ پاتھ پہ جا پڑی، جھٹکا اتنا زوردار تھا کہ اس کا سر بری طرح ڈیش بورڈ سے ٹکرانے لگا تھا، صالح نے بجلی کی سی تیزی سے اس کا بازو اپنی طرف کھینچ کر اسے ٹکرانے سے بچایا، نتیجتاً اس کا سر صالح کے کندھے سے ٹکرایا اور وہیں اسے دونوں ہاتھوں سے تھام کے روئی، آنکھوں کے آگے تارے ناچ رہے تھے، جس بری طرح سے ان کا ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا تھا، وہ ابھی تک اسی بدحواسی کے زیر اثر تھی، اسے اپنا پورا وجود کپکپاتا محسوس ہو رہا تھا، سر تھا کہ لٹو کی مانند گھوم رہا تھا۔

''مارنے کا زیادہ شوق چڑھا ہوا ہے تو گھر بیٹھ کر کوئی آسان سی ترکیب سوچ لیں، یوں بیچ سڑک کے لا کے کیوں مارنا چاہتے ہیں۔'' اس کے معطل حواس کچھ اعتدال پہ آئے تو وہ اس پہ چڑھ دوڑی وہ اس کی ذرا سی بات پہ اس قدر غصہ میں آ جائے گا اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا۔

''تم جب مجھ سے یوں غیروں والا سلوک کرو گی تو مجھے غصہ تو آئے گا۔'' اس کے لہجے میں ابھی تک خفگی کا عنصر نمایاں تھا، وہ اپنی جگہ شرمندہ ہو گئی۔

''مجھے واقعی ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، یہ بھی تو میرے کزن ہیں۔'' اسے اپنے کچھ دیر پہلے والے رویے پہ ندامت ہوئی، وہ بغور اس کے تاثرات نوٹ کر رہا تھا۔

''سوری! بٹ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔'' وہ اپنی غلطی کو جھٹ تسلیم کر لیتی تھی، اس لئے فوراً اس سے معذرت کر لی۔

''پرامس۔'' اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔

''پرامس۔'' وہ اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ کو

نظر انداز کر کے بولی، تو وہ ہولے سے مسکرا دیے۔

"میرا خیال ہے اب چلتے ہیں۔" اس کی بگڑی حالت نارمل ہو چکی تھی اور حواس بھی کنٹرول میں آ چکے تھے، صالح اسے ریلیکس ہوتے دیکھ کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

"فار گاڈ سیک صالح! اب آرام سے ڈرائیو کیجئے گا۔" اسے گاڑی اسٹارٹ کرتا دیکھ کر وہ بے ساختہ اس کے اسٹیرنگ پہ رکھے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھ کے بولی، وہ چونکہ ابھی گزشتہ چند لمحات کو پیش آنے والے سانحے کے زیر اثر تھی اسی لئے غیر ارادی طور پہ اسے یوں ٹوک کے بولی۔

اس کے بے ساختہ فعل پہ صالح کے لبوں پہ بڑی دلفریب مسکان نمودار ہوئی، اس نے اپنے ہاتھ پہ دھرے ماہا کے ہاتھ کو دیکھا اور ایک بڑی نرم گرم سی نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالی تھی، ماہا نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ واپس کھینچا، کچھ ایسے تاثرات تھے اس کے چہرے پہ کہ وہ بری طرح کنفیوز ہوئی، گاڑی مین روڈ پہ نہایت سبک روی سے پھسل رہی تھی۔

"میں نے اپنی ساری زندگی برطانیہ ایسے ایڈوانس ملک میں گزاری ہے، وہاں میں نے عورت کو بکاؤ مال کی طرح دیکھا ہے، عورت کی حیثیت میری نظر میں دو کوڑی کی بھی نہیں، مجھے لگتا تھا ممی کے سوا کوئی ہستی اتنی مقدس اور پاکیزہ نہیں ہے، تم یقین کرو گی ہماری یونیورسٹی میں فی میل پروفیسرز اپنے ہی اسٹوڈنٹ کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی تھیں، وہاں برطانیہ میں درجنوں نہیں ہزاروں لڑکیاں ایسی تھیں جو مجھ سے فرینڈ شپ کی خواہاں تھیں، میری خاطر سب کچھ چھوڑنے کو تیار تھیں۔" گاڑی نہایت آہستہ رفتار سے تارکول کی سیاہ سڑک پہ پھسل رہی تھی۔

وہ آج پہلی دفعہ اس سے اپنی باتیں شیئر کر رہا تھا، ماہا دم سادھے اسے سن رہی تھی، اس کا کئی دفعہ دل چاہا تھا کہ صالح انہیں اپنے بیتے دنوں کی باتیں بتائے اپنی وہاں کی لائف ان سے شیئر کرے اپنی تعلیم کا دورانیہ، وہاں کے واقعات اور یہ کہ اسے یہاں آ کر کیسا لگا، یہ ماحول اس نے کیسا پایا، لیکن اس کی بہت خواہش کے باوجود اس نے کبھی بھی اپنی کوئی چھوٹی سی بات بھی شیئر نہیں کی تھی، ہاں راحیلہ اور سعود کا تذکرہ وہ اکثر کر لیا کرتا تھا اور بس، اگر کبھی انہوں نے اس کا بچپن، لڑکپن، جوانی کے بارے میں کچھ پوچھنا بھی چاہا تو وہ بڑی صفائی سے ٹال جاتا تھا، ماہا کو اس کے اس رویے پہ بہت اچنبھا ہوتا تھا لیکن وہ سمجھتی کہ شاید صالح کی عادت ہی ایسی ہے، مگر وہ آج اسے اپنی کچھ فیلنگز بتا رہا تھا تو ماہا کو خوشگوار حیرت محسوس ہو رہی تھی۔

"عورت کو لباس کی طرح ہر مرد سے لپٹا دیکھ کر میرے دل میں اس کے لئے کراہیت کے سوا اور کوئی احساس نہیں تھا۔" اس نے سلسلہ کلام وہیں سے جوڑا جہاں توڑا تھا۔

"پھر وہ وقت آیا کہ میرے پیرنٹس کا سایہ بھی مجھ پہ نہ رہا، اگرچہ پاکستان میں میرے حقیقی رشتے موجود تھے لیکن پھر بھی میں زندگی سے بہت دور چلا گیا، میرا ایک دوست تھا اس نے مجھے اس مایوسی کی کنڈیشن سے نکالا اور مجھے پاکستان بھیجنے میں بھی اس کا بڑا ہاتھ ہے، جب میں یہاں آیا تو اس سے پہلے ہی میں مصمم ارادہ کر چکا تھا کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔" وہ چند لمحوں کے لئے رکا، اس کی آخری بات پہ ماہا نے چونک کر اسے دیکھا، وہ اس کے چونکنے پہ ہلکا سا مسکرایا۔

"پھر یہاں آ کر میں نے جو کچھ دیکھا وہ میرے شہر انگلینڈ کے بالکل برعکس تھا، گھر کے بڑوں کا تم سے رویہ اور تمہارا آپس میں ایک



دوسرے کے لئے عزت و احترام، میرے خیالات بدلنے لگے اور اب میرا دل چاہتا ہے کہ میں فی الحال اگر شادی نہیں تو کم از کم انگیجمنٹ ہی کروا لوں۔" اپنی آخری بات پہ شوخ نظروں سے اسے دیکھا وہ قطعی سنجیدہ نہیں تھا، ماہا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی جز بز ہو کے نگاہیں جھکا گئی۔

"تم بتاؤ تمہاری نظر میں اگر کوئی اچھی سی لڑکی ہو تو۔" وہ مسکراہٹ ہونٹوں میں دبا کر شریر لہجے میں اس سے استفسار کرنے لگا۔

"مجھے کیا پتہ ہو، میں کوئی وچولن ہوں، بہتیری ہوں گی یہاں وہاں۔" وہ خواہ مخواہ ہی چڑ گئی۔

"ویسے جو اس وقت میرے ساتھ ہے بری تو وہ بھی نہیں ہے، تمہیں کیا لگتا ہے۔" اس کے لہجے میں شرارت رچی ہوئی تھی، ماہا کے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، بالوں کی لٹ کان کے پیچھے اڑستے ہوئے وہ اس کی نظروں کے حصار سے بری طرح کنفیوز ہو رہی تھی، ہتھیلیاں تھیں کہ پسینے سے نم ہو چکی تھیں دل کے دھڑکنے کی آواز صاف کانوں کو سنائی دے رہی تھی۔

"اگر تمہاری جگہ یہ بات میں نے کسی برٹش لڑکی سے کہی ہوتی تو وہ مارے خوشی کے میرے گلے لگ جاتی۔" اس کا شرم سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر وہ ہنس پڑا۔

"مجھ سے فضول باتیں کرنے کی ضرورت نہیں میں برٹش نہیں پاکستانی لڑکی ہوں۔" وہ لال بھبھوکا چہرہ لئے اس سے مخاطب ہوئی۔

"پاکستانی ہو اسی لئے تو ڈر رہا ہوں کہیں میٹر نہ گھوم جائے اور غصے میں آ کر مجھے دو چار کھانی نہ پڑ جائیں۔" اس نے کچھ اس بے ساختگی سے کہا کہ بے تحاشا شرم آنے کے باوجود وہ مسکرا اٹھی۔

"کہتے ہیں مسکراہٹ رضا مندی کی دلیل ہے۔" وہ ابھی بھی اسے چھیڑنے سے باز نہیں آیا تھا۔

"میں تائی امی کو بتاؤں گی آپ جتنا اپنے بیٹے کو شریف سمجھتی ہیں وہ اتنا شریف بھی نہیں ہے۔" وہ چڑ کے بولی تو وہ اس کی بات کو انجوائے کرتا ہنسنے لگا۔

"مثلاً کیا بتاؤ گی تم.....؟" اس نے بڑے اشتیاق سے دریافت کیا۔

"میں بتاؤں گی آپ نے..... آ..... آپ نے۔" وہ اٹک گئی پھر کچھ نہ بن پڑا تو جھنجلا کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں میں عنقریب خود ہی ان کو بتانے والا ہوں، صرف تمہاری رضا مندی درکار تھی جو آج مل گئی۔" وہ بڑے سرشار لہجے میں کہہ رہا تھا، ماہا اس کی بات پر گڑبڑا گئی، جی تو چاہ رہا تھا کہ کوئی کرارا سا جواب دے، لیکن کمبخت زبان ہی ساتھ چھوڑ گئی تھی اور اس بدبخت دل کو کیا ہو گیا ہے جو دھڑک دھڑک کے بس ایک ہی راگ الاپے جا رہا ہے۔

"چپ ہو جا ظالم بخت۔" اس نے دل کو سختی سے ڈپٹا، لیکن وہ دل ہی کیا جو کسی کی مان لے۔

"اب بتا بھی چکو کہ تمہاری فرینڈ کا گھر کہاں ہے، دس دفعہ اس روڈ پہ چکر لگا چکا ہوں اب تو کئی پولیس والے بھی مشکوک ہو گئے ہیں، یا اگر تمہارا موڈ لانگ ڈرائیو کا بن رہا ہے تو پھر Yummy-36 چلتے ہیں۔" نجانے اس میں ایسی کیا خاص بات تھی جو اس کے دیکھتے ہی وہ اتنا شوخ ہو جاتا ہے ورنہ وہ تو نہایت سنجیدہ آدم بیزار ٹائپ بندہ تھا، یہ یقیناً محبت کا اعجاز تھا۔

"آپ کو اپنی باتوں سے فرصت ملے تو بتاؤں ناں، ادھر گلبرگ والی سائیڈ میں ہے اس کا گھر۔" وہ ہاتھ کے اشارے سے بتاتے ہوئے بولی۔

"چلو پھر ٹھیک ہے مجھے اپنے ایم ڈی کی طرف ایک ضروری کام سے جانا ہے ان کا گھر بھی گلبرگ میں ہے۔ تمہیں چھوڑ کے میں وہاں چلا جاؤں گا پھر واپسی پہ تمہیں پک کر لوں گا۔" وہ گاڑی اس طرف کو موڑتا ہوا بولا تو ماہا نے موضوع گفتگو تبدیل ہونے پر شکر ادا کیا، اس کے بتائے گئے گھر کے سامنے اس نے گاڑی روک دی تھی۔

------

وہ دونوں تھکی ہاری ابھی کالج سے لوٹی ہی تھیں کہ باہر گیٹ پہ بیل ہونے لگ گئی۔

"اوئی میرے اللہ! کون کمبخت آ گیا اس بھری دوپہر میں۔ میں تو خود کو بڑی مشکل سے کھینچ تان کے یہاں تک لائی ہوں، میرے سے نہیں اب اٹھا جاتا۔" ماہا صوفے پہ بیٹھتے ہوئے لہجے میں زمانے بھر کی تھکن سمو کے بولی۔

"ہاں، میں تو جیسے ہوا میں اڑتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہوں۔" رمشاء نے دانت کچکچا کے اس پہ چوٹ کی، وہ بھی ڈھیٹ ابن ڈھیٹ تھی، مجال ہے جو اٹھی ہو۔

"کیا مصیبت ہے آ گئی ہوں، کون سی ٹرین چھوٹی جا رہی ہے۔" آنے والا بھی ڈھیٹوں کی کسی اعلیٰ قبیل سے تعلق رکھتا تھا، جو بیل پہ انگلی رکھ کے ہٹانا بھول گیا تھا۔

"کیا ہے۔" وہ تو گلی دروازہ کھولتے ہی دھاڑی، تو وارد اس خونخوار دھاڑ پہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔

"کبھی گھنٹی نہیں دیکھی جو پاگلوں کی طرح بجائے چلے جا رہے ہیں۔" ایک تو پہلے ہی گرمی اس کے دماغ کو چڑھی ہوئی تھی اوپر سے جو اجنبی کو دیکھا تو اور گرم ہو گئی۔

"یہ پروفیسر عبداللہ صاحب کا گھر ہے؟" نو وارد نے نیم پلیٹ پڑھی اور مشکوک نظروں سے اس لڑکی کو دیکھنے لگا۔

"پروفیسر صاحب نے تو یہی ایڈریس دیا تھا، اتنے ڈیسنٹ شخص کے گھر میں ایسی لڑاکا طیارہ۔۔۔ یقین نہیں آتا۔" وہ دل میں سوچتے ہوئے بڑبڑایا، سفید یونیفارم کے اوپر پنک دوپٹہ اوڑھے وہ کالج گرل لگ رہی تھی۔

"نہیں ان کے ابا جان کا، آپ کو کیا مطلب ہے ان سے۔" تیز کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے وہ کھٹاک سے بولی تھی۔

"یہ کچھ پیپرز ہیں ان کو دینے ہیں اور انہیں بتانا ہے کہ۔۔۔"

"دیکھیں۔۔۔ وہ گھر پہ نہیں ہیں، آپ کو اپنے نمبرز انگلش میں لگوانے ہیں یا کامرس میں، آپ شام کو تشریف لائیں، پہلے محنت نہیں کرتے بعد میں منتیں کرتے پھرتے ہیں اونہہ۔" ان کے اکثر اسٹوڈنٹ آئے دن گھر آئے ہوتے، کبھی کسی بہانے سے اپنے مارکس لگوانے بھی، عبداللہ صاحب چونکہ ایک اصول پرست انسان تھے لہٰذا ان جیسے لڑکوں کی باتوں میں کم ہی آتے تھے، اب بھی نو وارد کے ہاتھ میں چند پیپرز اور فائل دیکھ کے اس نے یہی اندازہ کیا تھا اور اپنی طرف سے اسے چلتا کر کے دروازہ بند کرنے لگی تھی۔

"بات سنیں میڈم!" اس نے دروازے میں ہاتھ پھنسا کے اسے بند ہونے سے روکا، عجیب لڑکی تھی اس کی سنے بغیر اپنی طرف سے ہی مفروضے قائم کیے جا رہی تھی۔

"میں گورنمنٹ ڈگری کالج کے پرنسپل ڈاکٹر فاروق حیات زبیری کا بیٹا ارغان زبیری ہوں اور پروفیسر عبداللہ صاحب کی پروموشن کے پیپرز لے کے آیا ہوں جو ڈیڈی نے بھیجے ہیں اور پروفیسر صاحب نے چیک کر کے چند فارم فل کرنے ہیں، بی کاز ان کا گریڈ بڑھ گیا ہے۔"



اس سے پہلے کہ وہ F-16 گیٹ بند کر کے چلی جاتی اور وہ اپنا سا منہ لے کے رہ جاتا، اس نے نہایت وضاحت سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا، ورنہ جس قدر چنگھاڑتی نظروں سے وہ اسے گھور رہی تھی کچھ بعید نہیں تھا کہ گیٹ سے اٹھا کے باہر پھینک دیتی۔

"جی۔۔۔ ای۔۔۔ ای۔" رمشاء کی تو صحیح معنوں میں سٹی گم ہو گئی، اس نے سخت ہراساں نظروں سے اجنبی کو دیکھا جو بغور اس کے چہرے پہ اڑتی ہوائیاں ملاحظہ کر رہا تھا۔

"آ۔۔۔ آپ جھوٹ بول رہے ہیں ناں۔۔۔؟" وہ ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں گھری اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں کیوں جھوٹ بولوں گا، میں کوئی سیاسی لیڈر نظر آتا ہوں آپ کو؟" وہ بھی اب اسی کے لب و لہجے میں بول رہا تھا۔

"یہ لیں، یہ پیپرز پروفیسر صاحب کو دے دیجئے گا، انہوں نے جو بھی پوچھنا ہو گا خود ہی ڈیڈی سے پوچھ لیں گے۔" وہ فائل اور پیپرز اس کی طرف بڑھاتا آنکھیں ماتھے پہ رکھ چکا تھا، یقیناً اپنی بے عزتی کا بدلہ لے رہا تھا۔

"ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ آ۔۔۔ آپ اندر آیئے ناں۔" وہ ایک دم ہی ٹون بدل کے بڑے نرم، خوشگوار لہجے میں اسے اندر آنے کی دعوت دے رہی تھی، ارغان کو اس کا بوکھلایا ہوا چہرہ دیکھ کے بے ساختہ ہنسی آئی جسے وہ کمال مہارت سے چھپا گیا۔

"بیٹھیے۔" وہ اپنی سنگت میں اسے ڈرائنگ روم میں لے آئی، سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مار کے پنکھا اور لائٹ آن کی، ذرا پرسکون ماحول میں اس کی شکل دیکھی تو وہ خاصا خوش شکل نوجوان تھا۔

"وہ آپ سے مجھے سوری کہنا تھا۔" وہ انگلیاں چٹخاتے ہوئے شش و پنج میں مبتلا تھی۔

"جی کہیے۔" شاہانہ انداز میں اجازت عطا کی گئی تو وہ خون کے گھونٹ پی کے رہ گئی۔

"ایکچوئلی جو بھی ہوا وہ غلط فہمی کا نتیجہ تھا، آپ چچا جان سے تذکرہ مت کیجئے گا، وہ تو گرمی کی وجہ سے میرا دماغ الٹا ہوا تھا ورنہ میں اتنی بدتمیز اور بد تہذیب نہیں ہوں۔" چچا جان نے آج کالج سے چھٹی کی تھی اور کسی کام کے سلسلے میں صبح سے باہر نکلے تھے، قوی امید تھی کہ ظہر تک واپس آ جائیں گے۔

"اس سے پہلے کہ چچا جان کا نزول ہو اور یہ جو شکل سے ہی شکایتی لٹو لگ رہا ہے اگر چچا جان سے میری شکایتیں کرنے بیٹھ گیا تو امی کے ہاتھوں شامت لازمی ہے، اس لئے بہتر ہے کہ معاملہ بالا ہی بالا نمٹا لیا جائے۔" وہ دل میں حساب کتاب لگاتی طوعاً کرہاً اس سے ایکسکیوز کرنے لگی۔

"واہ! کیا انداز ہے معافی مانگنے کا۔" وہ اس کے الفاظ پہ عش عش کر اٹھا۔

"اٹس اوکے ہو جاتا ہے۔" ارغان کی نرم طبیعت آڑے آ گئی، ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ اسے جی بھر کے تنگ کرے، اسے تھوڑا مزید خوفزدہ کرے، لیکن چونکہ وہ اس وقت انہی کے گھر تھا لہٰذا اپنی موجودہ پوزیشن کا سوچ کر وہ فی الحال دل کی خواہش کو مسترد کر گیا۔

"تھینک یو، آپ تشریف رکھیے میں آپ کے لئے ٹھنڈا لے کر آتی ہوں۔" اس کے سینے میں اٹکا سانس بحال ہوا تو آداب میزبانی بھی یاد آنے لگے۔

"حالانکہ اس اس کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔" گلابی دوپٹے کے ہالے میں اس کا پاکیزہ چہرہ دیکھتے ہوئے وہ زیر لب بڑبڑایا، چند لمحے قبل جو گرمی کے باعث اس کا دماغ کھول رہا تھا اب پیاس کا احساس تک باقی نہیں رہا تھا، اب اپنا

مطلب پورا ہوتے ہی وہ ایک سیکنڈ کی دیر کیے بنا جان چھڑا کے باہر بھاگی تھی۔
"ای! چچا جان کا کوئی اسٹوڈنٹ آیا ہے کسی ضروری کام سے۔ میں نے ادھر ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے، پانی وانی کا پوچھ لیجئے گا۔" اس نے کچن میں آ کر منزہ کو انفارم کیا اور دھپ دھپ سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی گئی۔
"مجھے دوبارہ اس لوفر کے منہ لگنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

------

مجھے اب بھی محبت ہے
تیرے قدموں کی آہٹ سے
تیری ہر مسکراہٹ سے
تیری باتوں کی خوشبو سے
تیری آنکھوں کے جادو سے
تیری دلکش اداؤں سے
تیری قاتل جفاؤں سے
مجھے اب بھی محبت ہے
تیری راہوں میں رکنے سے
تیری پلکوں کے جھکنے سے
سحر و شام ہاتھوں پہ
تیرا ہی نام لکھنے سے
تیرے خلوص و عداوت سے
تیری بے جا شکایت سے
یہاں تک کہ ستم میرے
تیری ہر ایک عادت سے
مجھے اب بھی محبت ہے

وہ آج عدیل ہاشمی سے ملنے آئی تھی، خوبصورت سے ہوٹل کے رومینٹک ماحول میں اس نے بڑی خوبصورت لب و لہجے میں نازو کے کانوں میں رس انڈیلا تھا۔
"لگتا ہے شاعری کو رٹنے کے علاوہ آپ کو اور کوئی کام نہیں ہے۔" اس نے اک ادا سے مسکراتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھے دلکش آواز اور خوبرو پرسنالٹی والے شخص کو دیکھا، جو اس کی ایک ایک ادا کے لئے پاگل تھا۔
"تمہیں دیکھنے کے بعد کسی دیوان کی ضرورت نہیں رہتی، تم پر تو جتنے دیوان لکھے جائیں وہ ہی کم ہیں، تمہیں اپنے حسن کا اندازہ ہی نہیں، کبھی میری آنکھوں سے خود کو دیکھو تو اپنی قدر کا پتہ چلے۔" وہ دیوانوں کی سی چاہت لئے یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔
"توبہ ہے آپ سے باتوں میں کون جیت سکتا ہے۔" وہ خود پر مغرور ہوئی جب کوئی آپ کے لئے حد سے زیادہ چاہت رکھتا ہو تو انداز و اطوار میں خود بخود تفاخر سا آجاتا ہے۔
"پورے قد سے تو تم نے ہرا دیا ہے اب اور کیا چاہتی ہو۔" وہ اپنی ساحر آنکھیں اس پہ گاڑ کے بولا تو وہ اک ادا سے ہنسی۔
اگرچہ آج عدیل سے ملنے میں اور وہ بھی میری کے بغیر وہ متامل ہو رہی تھی لیکن یہ میری ہی تھی جس نے اس کا حوصلہ بڑھایا تھا اور اس کو اس قدر پمپ کیا تھا کہ وہ تھوڑی سی پس و پیش کے بعد بالآخر راضی ہو ہی گئی تھی اور پھر عدیل ہاشمی کی سنگت میں آتے ہی وہ سارے ڈر، خوف، ہچکچاہٹ بھلا بیٹھی تھی، وہ اسے کالج کے قریب ہی ایک شاندار ہوٹل میں لے آیا تھا۔
میری کی دی گئی ہدایات ہی تھیں کہ اس نے خوامخواہ شرمانا، لجانا چھوڑ دیا تھا، میری نے بتایا تھا کہ عدیل کو بولڈ اور براڈ مائنڈڈ لڑکیاں پسند ہیں اور وہ اس کے آئیڈیل پر پورا اترنا چاہتی تھی، کچھ محبت کا اثر تھا جس نے اسے نڈر بنا دیا تھا۔
"باتیں بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔
"تمہیں میری محبت "باتیں" لگتی ہے؟" اس نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا تھا۔
"نہیں، آئی نو آپ مجھ سے سچی محبت کرتے ہیں۔" وہ نگاہیں جھکا کر مدھم لہجے میں بولی۔
"اچھا۔۔۔ وہ کیسے؟" اس نے دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔
"نہیں بتا رہی میں نہ، آپ کو کیوں بتاؤں۔" وہ دلکشی سے مسکرائی، اس کے چہرے پہ اتنے رنگ بکھرے تھے کہ عدیل مبہوت سا اسے دیکھے گیا۔
"آئی لو یو سو مچ نازو۔" وہ ٹیبل پر دھرے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دبا کر لبوں تک لے گیا۔
ایک سیکنڈ کے لئے تو نازو کی پوری ہستی تہہ و بالا ہو گئی، اگرچہ میری نے اسے ذہنی طور پر تیار کر کے بھیجا تھا، پھر بھی یہ اس کا پہلا چانس تھا کہ مرد کی قربت کا، وہ اگرچہ بے حد گھبرا گئی تھی تاہم اس نے جلد خود پر کنٹرول کر لیا تھا، البتہ اس نے ہاتھ واپس نہیں کھینچا تھا، اگر وہ میری کی طرح بھرپور مسکراتے ہوئے اس کا ساتھ نہیں دے پائی تھی لیکن اس نے عدیل کی حوصلہ شکنی بھی نہیں کی تھی کہ ایسا مرد ہی تو اس کا آئیڈیل تھا اور اسے پوری طرح خود کو اس ماحول میں ڈھالنا تھا۔
"ٹائم بہت زیادہ ہو گیا ہے عدیل اب گھر چلیں۔" ایک دوسرے میں کھوئے انہیں وقت گزارنے کا احساس ہی نہیں ہوا، نازو کی نظر اچانک گھڑی پہ پڑی جو دو بجا رہی تھی، اسے کالج سے چھٹی ایک بجے ہوتی تھی، عدیل کے ساتھ یہاں آئے اسے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا۔
"اماں تو کتنی دفعہ دروازہ دیکھ چکی ہوں، مائی گاڈ!" وہ پریشان ہوئی۔
"ابھی کہاں، ابھی تو بہت ٹائم پڑا ہے، چلیں جائیں گے گھر بھی۔" رسٹ واچ پر سرسری نظر ڈال کر وہ بے نیازی سے گویا ہوا۔
"جائیں گے نہیں ابھی چلیں۔" وہ بضد ہوئی ابھی تو لیٹ آنے پر اماں سے کوئی بہانہ بھی کرنا تھا۔
"کیا ہے یار! تمہارے پاس سے اٹھنے کو میرا بالکل دل نہیں چاہ رہا۔" وہ کسی ضدی بچے کی طرح گویا ہوا، تو اسے اپنا آپ ہواؤں میں اڑتا محسوس ہوا۔
"پھر آ جائیں گے دوبارہ ابھی تو چلیں۔" وہ کرسی چھوڑ کے کھڑی ہو گئی، جبکہ عدیل ابھی تک کرسی پہ ہی براجمان تھا۔
"اٹھیں ناں۔" اس نے بازو سے پکڑ کر اسے اٹھانا چاہا۔
"اتنے پیار سے کہو گی تو ہم دنیا سے بھی اٹھ جائیں گے۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کے کھڑا ہو گیا۔
"اللہ نہ کرے، کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" نازو نے دہل کر اسے دیکھا۔
"اچھا چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ دوبارہ ملنے آؤ گی۔" بے منت کرتا وہ یونہی اس کا ہاتھ تھام کر باہر نکل آیا۔
"دیکھیں جیسے ہی کوئی پروگرام سیٹ ہوا۔" وہ اپنے لئے وا کیئے گئے فرنٹ ڈور سے اندر بیٹھ گئی۔
"ابھی بتاؤ ناں، مجھ سے اتنے دن برداشت نہیں ہو گی تمہاری جدائی، پہلے بھی تڑپا تڑپا کے اتنے دنوں بعد آئی ہو میں تو اب مایوس ہو چلا تھا۔" وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا، خفگی بھرے انداز میں اس کی جانب دیکھا۔
"ایسا کرتے ہیں میری اور سکندر کو بھی ساتھ شامل کر لیتے ہیں اور کوئی اچھا سا پروگرام بناتے ہیں۔" اس نے بڑے جوش سے آئیڈیا پیش کیا۔
"تو دے۔" اس نے سیکنڈ سے پہلے اس

کے آئیڈیے کو مسترد کر دیا۔

''یار! میں تمہارے ساتھ ٹائم گزارنا چاہتا ہوں، یار دوستوں کے ساتھ تو ساری عمر یہی کام کیا ہے، کسی کی موجودگی میں ایسے ہی لمٹ میں رہنا پڑتا ہے، تم کالج سے چھٹی کر لینا، پھر ہم سارا دن ساتھ گزاریں گے، لانگ ڈرائیو پہ نکلیں گے میں تمہیں سارا شہر گھماؤں گا، کسی اچھے پارک میں جائیں گے، جہاں ریلیکس ہو کے ہم ڈھیروں باتیں کریں گے، پھر لنچ کریں گے، ایک بہت خوبصورت اور یادگار دن جو صرف تمہارا اور میرا ہوگا کسی تیسرے کا وجود نا قابل برداشت۔'' وہ اب اپنے پلان سے اسے آگاہ کر رہا تھا۔

''یہ تو ایک گھنٹے میں اتنے آؤٹ ہو رہے تھے پورے دن میں ان کا کیا حال ہوگا۔'' نازو کے پورے جسم میں پھریری سی دوڑ گئی، اسے میری کی بات یاد آئی۔

''عدیل تو بہت رومینٹک ہے، سکندر سے بھی چار ہاتھ آگے ہے۔''

ایک دفعہ کسی خیال نے پوری قوت سے اسے اس دلدل سے باہر نکالنا چاہا تھا، لیکن یہ خیال صرف ایک لمحے کا تھا، جب ڈوبنے والا خود ہی ڈوبنے پہ مصر ہو تو کوئی لاکھ کوشش کے باوجود اسے نہیں بچا سکتا۔

''بس...... بس یہیں اتار دیں، میں آگے گاڑی میں چلی جاؤں گی۔'' اسٹاپ پہ آتے ہی اس نے عدیل کو گاڑی روکنے کا کہا۔

گاؤں تک تو وہ کبھی میری اور سکندر کے ساتھ نہیں گئی تھی، وہ بھی اسے اسٹاپ تک ہی چھوڑ دیتے تھے، آگے وہ بس میں چلی جاتی تا کہ کسی کو شک نہ ہو۔

''اوکے سویٹ ہارٹ! آئی ہوپ کہ تم دوبارہ جلد مجھ معصوم پہ ترس کھاؤ گی۔'' وہ گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے اس سے مخاطب ہوا۔

''ضرور۔'' وہ آہستگی سے مسکراتی ہوئی ڈور کھول کے باہر نکل آئی۔

------

''ماما! یہ میری شرٹ پریس کر دو۔'' شرٹ ہاتھ میں لئے وہ نیچے آیا تو ماما کسی میگزین کی ورق گردانی میں مشغول تھیں۔

''آپ کو کہیں جانا ہے کیا۔'' شرٹ اس کے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے اس نے ایک نظر سامنے لگے وال کلاک پہ ڈالی جہاں شام کے پانچ بج رہے تھے، وہ تقریباً ایک گھنٹہ پہلے ہی تو آفس سے واپس آیا تھا۔

''ہاں کچھ کام ہے۔'' وہ سرسری سے لہجے میں کہتا وہیں بیٹھ گیا جہاں کچھ دیر پہلے ماما بیٹھی تھیں اور اسی کا رکھا ہوا میگزین اٹھا لیا۔

''بڑے کام ہیں آپ کے جو ختم ہی نہیں ہوتے۔'' شرٹ آئرن اسٹینڈ پہ رکھتے ہوئے اس نے آئرن کا پلگ لگایا۔

''تم آج بیویوں والے انداز میں جانچ پڑتال کر رہی ہو، بے فکر رہو، ڈیٹ پہ نہیں جا رہا، آفس کا کوئی کام ہی نمٹانے جا رہا ہوں۔'' انداز صاف چھیڑنے والا تھا، اسے پتہ تھا اب وہ تپ جائے گی۔

''میری بلا سے روز ڈیٹ پہ جائیں، ادھر پرواہ کس کو ہے، خوامخواہ اتنے پرنس چارمنگ بھی نہیں ہیں آپ۔'' وہ ناک چڑھا کر نخوت سے بولی۔

''اک دنیا دیوانی ہے اپنی پرسنالٹی کی۔'' اس نے فرضی کالر جھاڑے ماما کی اس طرف پشت تھی لہٰذا وہ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھنے سے محروم تھا، جو اصل دیکھنے کی چیز تھی۔

''وہ دنیا واقعی دیوانی ہے۔'' اس نے ناک پہ سے مکھی اڑائی۔



''بھائی! آج مجھے آئس کریم کھانی ہے۔'' ہالہ اسے ہی تلاش کرتی ہوئی یہاں تک آئی تھی۔

''اوکے گڑیا! ابھی تو میں کسی کام سے جا رہا ہوں رات کو لے چلوں گا، سب تیار رہنا۔'' اسے اپنے قریب بٹھاتے ہوئے اس نے ہالہ کی ننھی سی ناک دبائی۔

''امی جان رات کو نہیں جانے دیں گی۔'' وہ بسوری۔

''میں کوشش کروں گا جلدی آ جاؤں، ضروری کام نہ ہوتا تو نہ جاتا۔'' وہ اس کے بسورنے پہ مسکراتا ہوا اسے بتانے لگا۔

''آج تو واقعی انہیں بہت ضروری کام ہے ہالہ!'' ماما نے شرٹ پریس کر کے وہیں آئرن اسٹینڈ پہ ہی رکھ دی تھی، ہالہ کے قریب رکھے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے وہ الفاظ چبا چبا کے بولی تھی۔

''ہاں بالکل۔'' وہ کھل کے ہنسا تھا۔

''آپ کے کون سے ضروری کام ہیں جو ختم ہونے میں نہیں آ رہے۔'' ہالہ نے خفا نظروں سے اپنے انتہائی خوبرو اور وجیہہ بھائی کو دیکھا جو عام سے گھریلو حلیے میں بھی غضب ڈھا رہا تھا، اس نے نظروں ہی نظروں میں اس کی بلائیں لے ڈالیں۔

''اب بزنس کے اسرار و رموز سے تم کیا واقف ہو جو بتاؤں، نئی نئی جاب ہے ناں، اس لئے سب کو Satisfy کرنے کے لئے اپنی صلاحیت کو منوانا پڑتا ہے، بٹ یو ڈونٹ وری میں جلد آ جاؤں گا۔'' وہ ہالہ کے بال بگاڑتا کھڑا ہو گیا۔

آئرن اسٹینڈ سے اپنی پریس شدہ شرٹ اٹھائی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

''رمشا کہاں ہے اور منال بھی نظر نہیں آ رہی۔'' وہ ہالہ سے پوچھنے لگی۔

''دونوں گدھے گھوڑے بیچ کے سو رہی ہیں۔'' وہ ہالہ سے باتوں میں مصروف تھی جب صالح ٹک سک سے تیار نیچے آیا۔

''بھائی! آج تو بہت ڈیشنگ لگ رہے ہیں کدھر بجلی گرانے کا ارادہ ہے۔'' ہالہ کی آنکھوں میں اپنے بھائی کے لئے بے حد ستائش تھی۔

''توبہ کرو، ابھی مجھے زندہ رہنا ہے۔'' وہ معنی خیز نظروں سے ماما کو دیکھتا بولا، جو دانستہ اسے دیکھنے سے کترا رہی تھی، بھرپور انداز میں مسکراتے ہوئے اس نے سنٹرل ٹیبل پہ دھری کی رنگ اٹھائی اور لبوں پہ خوبصورت مسکان لئے باہر نکل گیا۔

''ماشاء اللہ! قوم کے نونہالو! آپ کی صبح ہو گئی؟'' رمشا، اور منال کو دیکھتے ہوئے ماما نے طنز کے تیر اچھالے جن کا حسب سابق ان پہ کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

اس کے طنز کو نظر انداز کئے رمشا، آج اسے دوپہر میں پیش آنے والا واقعہ سنانے لگی، وہ تینوں ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہونے لگی۔

دفعتاً لاؤنج میں پڑا ٹیلیفون چیخ اٹھا تو ماما نے یونہی ہنستے ہوئے ریسیور اٹھایا۔

''یہ عبدالرحمٰن صاحب کا گھر ہے؟'' کوئی اجنبی تصدیق چاہ رہا تھا۔

''جی۔'' ماما نے جواب دیا۔

دوسری طرف سے جو خبر سنائی گئی تو اس نے ماما کے حواس گم کر دیئے تھے، ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے لٹکنے لگا اور خود وہ زمین پہ بیٹھتی چلی گئی۔

''ماما!'' وہ تینوں اس کی بگڑتی حالت دیکھ کر چلاتے ہوئے آگے بڑھی تھیں،

(جاری ہے)

# محبتوں میں حساب کیسا

چوتھی قسط

مدیحہ تبسم

ناولٹ

"کیا ہوا؟ کس کا فون تھا؟" اس کی زرد پڑتی رنگت اور چہرے پہ ہوائیاں اڑتی دیکھ کر رمشاء نے تشویش زدہ لہجے میں استفسار کیا تھا، ہالہ اور منال بھی کسی انہونی کے پیش نظر دھک دھک کرتے دل اور خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"صا...... لح۔" اپنے اڑتے حواس کا با مشکل مجتمع کر کے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے اس نے لب کھولنے کی ناکام سی سعی کی۔

"کیا ہوا بھائی کو؟" وہ تینوں زور سے چونکیں، ہالہ کا دل بیٹھتا جا رہا تھا، اس نے بے حد گھبرا کے ماہا کو دیکھا۔

"ایکسیڈنٹ۔" وہ فقط اتنا ہی کہہ پائی تھی، ان تینوں کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

"کہاں ہے صالح بھائی، کس ہاسپٹل میں ہیں؟" سب سے پہلے رمشاء نے اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے عقلمندی کا ثبوت دیا تھا۔

ماہا سے ہاسپٹل کا نام سنتے ہی اس نے فوراً ٹیلیفون اپنی طرف کھینچا اور آناً فاناً سب کو اطلاع کر دی، عبدالرحمن، عبداللہ، وہب، غوری چاروں مرد حضرات ہاسپٹل پہنچ چکے تھے، منزہ نے تو رو رو کر اپنا حشر کر لیا تھا، الماس برابر اسے تسلی دیئے جا رہی تھیں، ماہا کی آنکھوں کے سامنے بار بار اس کا ٹھٹھکا دینے والا سراپا اور مسکراتی آنکھوں والا چہرہ گھوم رہا تھا، لاؤنج میں ابھی تک اس کے پرفیوم کی مہک پھیلی ہوئی تھی، جہاں سے وہ گزر کے گیا تھا ابھی کچھ دیر قبل، ٹیلی فون کی بیل ہوئی تھی، رمشاء نے جھپٹ کے ریسور اٹھایا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف وہب تھا۔

"وہب! صالح بھائی...... کوئی بری خبر مت سنانا پلیز۔" اس کی آواز آنسوؤں میں ڈھل گئی، ماہا دم سادھے دوسری طرف سے سنائی جانے والی خبر کی منتظر تھی۔



"ٹھیک اٹ ایزی رمشاء! صالح کی حالت اب خطرے سے ٹھیک ہے، بروقت ٹریٹمینٹ مل جانے کی وجہ سے ہمیں کوئی بڑا نقصان نہیں اٹھانا پڑا، خدا کا شکر ہے کہ اس نے صالح کو بال بال بچالیا، وہ خطرے سے باہر ہے لیکن فی الحال بے ہوش ہے، ڈاکٹرز نے کہا ہے جلد ہوش آجائے گا، تم فکر مت کرو۔" وہب جانتا تھا گھر میں سب کس قدر پریشان ہوں گے اسی لئے وہ نرم لہجے میں اسے تسلی دے رہا تھا۔

صالح کے ایکسیڈنٹ اور زخموں کی نوعیت اس نے گھر بتانے کی حماقت ہرگز نہیں کی تھی، وہ جانتا تھا ان سب کا دل کس قدر چھوٹا تھا، بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے صالح ابھی تک بے ہوش تھا، اگرچہ تو زیادہ چھوٹ نہیں آئی تھی، تاہم گاڑی کا شیشہ ٹوٹ کر اس کے دائیں بازو میں کافی اندر تک چلا گیا تھا، یہی وجہ تھی کہ خون کافی مقدار میں بہہ گیا تھا، اس کا بلڈ گروپ بھی او پازیٹو تھا، عبدالرحمن اور عبداللہ بلڈ بینک اور ادھر ادھر بھاگ دوڑ کر رہے تھے، بلڈ بینک سے ملنے والا بلڈ بھی ناکافی تھا، اس لئے وہب نے اپنا خون دیا کہ اس کا بلڈ گروپ بھی یہی تھا۔

"تم آکے ہمیں لے جاؤ یا غوری کو بھیج دو، ہم ایک نظر صالح بھائی کو دیکھ لیں تو دل کو چین آجائے گا۔" وہب کی باتوں سے اگرچہ اسے ڈھارس ملی تھی تاہم وہ خود اپنی نظروں سے دیکھنا چاہتی تھی اور منزہ بھی کئی بار ہاسپٹل جانے کا کہہ چکی تھیں۔

"اچھا میں دیکھتا ہوں، ڈاکٹرز سے بات کرتے ہیں اگر تو ابھی کچھ دیر میں ڈسچارج کر دیتے ہیں تو تم لوگوں کو آنے کی ضرورت نہیں، اگر وہ مزید ٹریٹمنٹ کے لئے رکھنا چاہیں تو میں پھر تایا ابو سے بات کر کے تمہیں بتاتا ہوں، تم بس رونے دھونے کی بجائے اللہ سے دعا کرو اور اس کا شکر ادا کرو میں اب ٹھہر کے کچھ دیر بعد فون کرتا ہوں۔" وہ اسے مطمئن کرنے کے لئے دانستہ ڈسچارج والی بات کر گیا تھا اور واقعی اس کے جھوٹ کا خاطر خواہ اثر ہوا تھا، صالح کے ڈسچارج ہونے کا سن کر اس کے دل کو کچھ اطمینان ہوا تھا

"او کے ٹھیک ہے۔" وہ فون رکھ کر پلٹی اور وہب کی دی گئی تفصیلات انہیں بتانے لگی۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے، تو نے ہمیں کسی بڑے نقصان سے بچالیا۔" الماس کے منہ سے فوراً ادا ہوا، منزہ کا دل بھی بے ساختہ اس کے حضور جھک گیا۔

"میں نوافل پڑھ لوں، صحیح کہتا ہے وہب ہمیں اس ذات سے رجوع کرنا چاہیے۔" آنکھوں سے بے ساختہ شکرانے کے اُمڈنے والے آنسو صاف کرتے ہوئے منزہ آبدیدہ لہجے میں کہتے ہوئے کھڑی ہو گئیں، جب سے ان کا دل کسی نے مٹھی میں لے رکھا تھا، اب کسی قدر تسلی ہوئی تو حواس بھی ٹھکانے پہ آئے تھے کتنی ہی دعائیں تھیں جو ان کے خاموش لبوں سے ادا ہوئی تھیں، ان کا دل کسی فریادی بھکاری کی طرح اپنے رب کے حضور گڑگڑا رہا تھا، کیا کیا نہ منتیں مان چھوڑی تھیں انہوں نے ان جان لیوا لمحات میں ایک ہی تو بیٹا تھا ان کا اور اس کے لئے بھی وہ ساری عمر ترسی تھیں، ابھی تو وہ ڈھنگ سے اس پہ اپنی ممتا بھی نچھاور نہیں کر پائی تھیں، ان کے حوصلہ افزاء رویے پہ الماس نے بے ساختہ اطمینان بھرا سانس لیا تھا۔

☆☆☆

"ارے......بس بس اس کے خون کی کمی کیا تم نے اپنے آنسوؤں سے پوری کرنی ہے۔" غوری نے ہالہ کا بازو پکڑ کے اسے پیچھے کھینچتے ہوئے پھلجڑی چھوڑی۔

اگلے دن وہ سب ہاسپٹل پہنچی تھیں اور صالح کو پٹیوں میں جکڑا دیکھ کر ہالہ تو بالکل ہی بے قابو ہو گئی تھی ان سب نے تو پھر کسی نہ کسی طرح خود پر قابو لیا تھا، جبکہ ہالہ کے تو آنسو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

رات انہوں نے کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے خواتین کو گھر روک ہی لیا تھا، صبح تک صالح کو نہ صرف ہوش آچکا تھا بلکہ طبیعت بھی کافی حد تک سنبھل چکی تھی، منزہ کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے ننھے منے بچے کی طرح اپنی گود میں چھپا لیں۔

"بھائی! آپ نے تو وعدہ کیا تھا شام کو مجھے آئسکریم کھلانے لے جائیں گے، یہ کیا کیا آپ نے؟" آنسوؤں سے لبریز پلکیں اٹھاتے ہوئے وہ شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھ کے بولی۔

"روتی کیوں ہو گڑیا! میں ابھی لے چلتا ہوں۔" اس نے مسکرانے کی سعی کی، اگرچہ وہ اس وقت کافی سے زیادہ نقاہت محسوس کر رہا تھا اور فی الحال آرام کرنا چاہتا تھا، لیکن ان سب کو اپنے لئے بے حد پریشان اور گھبرایا ہوا دیکھ کر وہ اپنا ارادہ ترک کر گیا تھا۔

"بھئی مجھے تو تم ہر وقت پیٹو اور رستم پہلوان کہتی رہتی ہو اور خود اس ماحول میں بھی کھانے پینے کے لئے مچلی جا رہی ہو۔" غوری نے ماحول پر چھائی سوگواریت کو کم کرنا چاہا اور واقعی اس کی بات کا خاطر خواہ اثر ہوا تھا، ان سب کے لبوں پہ مدھم ہی سہی مسکراہٹ ضرور رینگ گئی تھی۔

"ویری نائس، یہ ہوئی نہ بات۔" اس نے فوراً شاباشی دی۔

"ماہا کہاں ہے۔" چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے اس نے خود سے سوال کیا، الماس کے پیچھے تقریباً چھپ کے بیٹھی، سرخ متورم سوجی ہوئی آنکھیں لئے وہ اسے نظر آ رہی گئی، لب بھینچے ہوئے وہ آنکھوں کی نمی پہ قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی، وہ رمشاء اور ہالہ کی طرح اس کے ساتھ لگ کے رو نہیں سکتی تھی، بس دور بیٹھی اس کے نقاہت زدہ چہرے کو دیکھ کر آنسوؤں پہ سختی سے بند باندھنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔

صالح کے بے اختیار جی چاہا تھا اسے آواز دے کے اپنے پاس بلائے، پاس بٹھائے، تسلی دے لیکن سب کی موجودگی میں وہ ایسا نہیں کر سکا تھا۔

"چلیں بھئی آپ سب باہر جائیں پیشنٹ کے آرام کا وقت ہے، ڈاکٹر صاحب آنے والے ہیں۔" اسی وقت سسٹر نے اندر داخل ہوتے ہوئے انہیں باہر جانے کا کہا اور اس کے بازو میں لگی ڈرپ اتارنے لگی۔

☆☆☆

چوتھے دن اسے ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا، منزہ نے اسے گویا ہتھیلی کا چھالہ بنا کے رکھا ہوا تھا، ان سب کی توجہ اور محبت کا اثر تھا کہ وہ بہت تیزی سے Recover کر رہا تھا۔

"رمشاء! گیٹ پہ بیل ہو رہی ہے دیکھو کون ہے؟" وہ جو صالح سے گپ شپ لگانے کی غرض سے اس کے کمرے کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی کہ منزہ کی بات پہ جی بھر کے بدمزہ ہوتی واپس مڑی، جب سے صالح گھر آیا تھا عیادت کرنے والوں کا تانا بانا سا بندھا تھا، بیچاری لڑکیوں کی شامت آئی ہوئی تھی، ایک پاؤں کچن میں، دوسرا ڈرائینگ روم میں، صالح کے لئے الگ سے پرہیزی کھانا بنانا، آئے گئے کے لئے الگ انتظام کرنا، صائمہ پھپھو دو دن رہ کے گئیں تھیں، تو حسب عادت ان کا کافی ہاتھ بٹاتی تھیں، آئے گئے کو زیادہ تر وہ ہی بھگتاتی تھیں، آج صبح وہ چلی گئی تھیں۔

"اب کون آ گیا۔" اس نے بڑبڑاتے

ہوئے دروازہ کھولا اور سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھ کر ماتھے پہ تیوریاں پڑ گئیں، آنکھیں سکیڑ کر اسے گھورتے ہوئے وہ اسے سخت سست سنانے ہی والی تھی کہ اس کے عقب میں بارعب اور پروقار کھڑی شخصیت کو دیکھ کر خاموش ہوگئی۔

''یہ پروفیسر عبداللہ صاحب کا گھر ہے؟'' اس کی کیفیت سے حظ اٹھاتے ہوئے آنکھوں میں شرارت اور لبوں پہ دل جلا دینے والی مسکراہٹ لئے اس نے نہایت معصومیت سے دریافت کیا تھا۔

''نہیں......ان کے ابا جان کے......'' اب کی دفعہ جواب اس نے دل میں دیا تھا، سخت تلملائی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے اس نے جواب دینے کی بجائے راستہ چھوڑ دیا تھا، صاف مطلب تھا وہ اسے اندر آنے کی اجازت دے چکی تھی۔

''سر!......آپ؟'' عبداللہ جو کسی کام سے باہر نکلے تھے گیٹ سے اندر داخل ہوئے فاروق لغاری اور ارغان کو دیکھ کر فوراً ان کی طرف بڑھے۔

''کیسے ہیں عبداللہ! آپ؟ مجھے آپ کے بھتیجے کے ایکسیڈنٹ کا پتہ چلا تھا۔'' عبداللہ سے بغلگیر ہوتے ہوئے انہوں نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔

''جی اب تو اللہ کا شکر ہے، آیئے آپ اندر آیئے۔'' عبداللہ اور فاروق کے درمیان کافی اچھے مراسم تھے، اس کا اندازہ دونوں کی ملاقات سے ہو رہا تھا، عبداللہ انہیں اپنی معیت میں لئے اندر کی طرف بڑھ گئے۔

''بس کریں اب کیا نگاہوں سے ہی شوٹ کر دینے کا ارادہ ہے۔'' وہ دانستہ ان دونوں سے پیچھے رہ گیا تھا، ایک دم مڑتے ہوئے وہ رمشاء سے مخاطب ہوا تھا وہ جو ابھی تک دانت کچکچاتی ہوئی اس کی پشت کو گھورے جا رہی تھی، اپنی چوری پکڑے جانے پر جز بز ہوگئی۔

''آپ کے بھائی کی عیادت کے لئے آیا ہوں۔'' اس نے گویا اسے جتایا تھا۔

''تو میرے سر کون سا احسان کیا ہے۔'' وہ شرمندہ ہوئے بغیر تڑاخ کے بولی۔

''چہ......چہ......آپ کے گھر مہمانوں سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔'' وہ اس کے رویے پہ سخت افسوس کرتا ملامتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

''ہمارے گھر آپ جیسے بدلحاظ اور منہ پھٹ قسم کے مہمان نہیں آتے۔'' اس نے بغیر کسی لحاظ کے کھٹاک سے جواب دیا۔

ارغان نے بمشکل اپنے امڈتے والے قہقہے کا گلہ گھونٹا تھا، کسی کے گھر میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے قہقہے لگانا یقیناً اخلاقیات کے زمرے میں نہیں آتا تھا، جی تو چاہ رہا تھا کہ اس من چاہی لڑکی کو اور زچ کرے لیکن فی الحال وقت اور حالات اس کی اجازت نہیں دیتے تھے، ایک مسکراتی نگاہ اس پہ ڈال کر قدموں سے چلتا عبداللہ کے برابر ہوگیا، جبکہ رمشاء سلگتی ہوئی کچن تک آئی تھی۔

''سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو لسوڑا کہیں کا۔'' بڑبڑاتے ہوئے وہ دل کی بھڑاس نکالنے لگی۔

''کون تھا گیٹ پہ۔'' منزہ صالح کے لئے یخنی بنا رہی تھیں، مصروف سے انداز میں پوچھنے لگیں۔

''چچا جان کے کوئی گیسٹ آئے ہیں، صالح بھائی کا پوچھنے۔'' وہ جان بوجھ کے ان کے عہدے کو گول کر گئی، پتہ تھا پھر وہ میزبانی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گی۔

''اچھا میں چائے کا پانی رکھتی ہوں تم دیکھو فریج میں کباب پڑے ہیں وہ فرائی کر لو اور وہب سے کل میں نے نگٹس منگوائے تھے وہ بھی ایک ... نکال کر پیکٹ کر لو۔'' چائے والی کیتلی برنر پہ رکھتے ہوئے انہوں نے ہدایات جاری کیں۔

''امی! کیا ضرورت ہے ہر ایرے غیرے کو سر پہ چڑھانے کی۔'' اس کا یہ عناد صرف ارغان کی وجہ سے تھا، ورنہ وہ اتنی بد اخلاق ہرگز نہیں تھی کہ گھر آئے کی خاطر تواضع نہ کرتی۔

''رمشاء!'' منزہ نے سخت تادیبی نظروں سے اسے دیکھا۔

''اچھا امی! میں کر لیتی ہوں۔'' ان کے غصے سے بوکھلا کر وہ فوراً فریج کی طرف بڑھی اور پھر انہیں خوش کرنے کی خاطر اس نے کباب اور نگٹس کے ساتھ ڈونٹس اور رول بھی فرائی کر لئے۔

چونکہ آج کل ہر کوئی صالح کی عیادت کے لئے آ رہا تھا اسی لئے منزہ نے پہلے سے ہر چیز کا اہتمام کر رکھا تھا، کچھ بیکری سے منگوا لیا تھا اور کچھ خود بنا کے فریز کر دیا تھا تا کہ وقت کا ضیاع نہ ہو۔

''مہمان، گیسٹ روم میں ہیں۔'' اسے ٹرالی سیٹ کرتے دیکھ کر انہوں نے استفسار کیا۔

''نہیں، صالح بھائی کے کمرے میں۔'' کچھ مہمانوں کی آمد و رفت اور کچھ صالح کی آسانی کے لئے فی الحال نیچے ایک کمرہ اس کے لئے سیٹ کر دیا گیا تھا۔

''ٹھیک ہے جاؤ لے جاؤ۔'' انہوں نے اندازہ کر لیا تھا کہ آنے والے با اعتماد اور عبداللہ کے کلوز ہیں، اسی لئے وہ ڈائریکٹ اسے صالح کے کمرے میں لے گئے ہیں، جبھی انہوں نے رمشاء کو کہہ دیا تھا، پھر وہب اور غوری میں سے بھی کوئی نہ تھا۔

''بیٹا! اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔'' آہستگی سے دروازہ کھولتے ہوئے وہ ٹرالی دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوئی تو فاروق صاحب فوراً کہہ اٹھے۔

''تکلف کیسا انکل! یہ تو ہر مہمان کا حق ہے۔'' ارغان کی آنکھوں میں امڈتے والی حیرت کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ مسکرا کے بولی، اس کی اخلاقیات پہ ارغان کو غش آتے آتے رہ گیا۔

''عبداللہ! آپ کی بیٹی تو بہت سگھڑ ہے بیٹا! کون سی کلاس میں پڑھتے ہو آپ۔'' اسے اگر منزہ کا ڈر نہ ہوتا تو یقیناً اپنے سگھڑاپے کا مظاہرہ کبھی نہ کرتی۔

''میں بی اے فائنل ائیر میں۔'' ان کو چائے پیش کرتے ہوئے اس نے بتایا۔

''انکل خود تو اتنے نائس ہیں یہ ان کا ناڑو قسم کا بیٹا پتہ نہیں کس پے چلا گیا ہے۔'' وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔

''صالح بھائی! آپ کو دوں چائے؟'' وہ صالح کی طرف متوجہ ہو کے بولی، جو کراؤن سے ٹیک لگائے نیم دراز تھا۔

''نہیں میرا دل نہیں چاہ رہا۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''کچھ اور دوں؟ کباب لے لیں، منہ کا ذائقہ بدل جائے گا، ورنہ امی جان آپ کے لئے یخنی تیار کر رہی ہیں۔'' کباب اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے مسکرا کے اسے مطلع کیا۔

''اُف، مجھے نہیں پینی۔'' صالح نے برا سا منہ بنایا۔

''میں بھی ایک دفعہ بہت بیمار پڑ گئی تھی، امی جان صبح شام یخنی پلاتی تھیں، میں تو حلق تک بیزار ہو گئی، پھر ایک دن نظر بچا کے آدھا باؤل ڈسٹ بن میں انڈیل دیا، یہ حربہ کامیاب رہا تھا، آپ بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔'' اس کے مفت مشورے پہ سب ہی ہنس پڑے تھے، خود وہ بھی ہنس پڑی، یونہی ہنستے ہوئے اس کی نظر سامنے اٹھی، ارغان پر شوق نظروں سے اسے ہی

دیکھ رہا تھا، اس کی ہنسی کو ایک دم بریک لگ گئی، جزبز ہو کے اس نے اٹھ جانے میں ہی عافیت سمجھی تھی۔

☆☆☆

محبت خواب کی صورت
نگاہوں میں اترتی ہے
کسی ماہتاب کی صورت
ستارے آرزو کے
اس طرح سے جگمگاتے ہیں
کہ پہچانی نہیں جاتی
دل بے تاب کی صورت
محبت کے شجر پر خواب
کے پنچھی اترتے ہیں
تو شاخیں جاگ اٹھتی ہیں
تھکے ہارے ستارے جب
زمیں سے بات کرتے ہیں
تو کب کی منتظر آنکھوں میں
شمعیں جاگ اٹھتی ہیں
محبت ان میں چلتی ہے
چراغ آب کی صورت
محبت خواب کی صورت

آج کل وہ واقعی خوابوں کی دنیا میں جی رہی تھی، اک پرستان تھا جس کی وہ ملکہ تھی، وہاں کی رعایا اس کی تابع تھی، دنیا گویا اس کی مٹھی میں تھی، عدیل ہاشمی کی محبت اسے کیا ملی تھی وہ تو ہواؤں کے سنگ اڑ رہی تھی، پانی پہ چل رہی تھی، امبر کو چھو رہی تھی، خوشبوؤں میں بس رہی تھی، ان دنوں اسے کچھ برا نہیں لگتا تھا، عدیل ہاشمی کی محبت نے اسے ایسا نکھار اور ایسا الوہی روپ چمک دمک بخشی تھی کہ اس کا حسن پہلے سے کہیں بڑھ کر آنکھوں کو خیرہ کرتا تھا، سرسری سی نگاہ بھی اس پہ اٹھتی تو ٹھٹک کر اسے رک جانے پہ مجبور کر دیتی، گلابیاں چھلکاتے گال، کٹاؤ دار پنکھڑی جیسے ہونٹ، غزالی آنکھیں، موتی دانت، زندگی سے بھرپور جھرنے کی مانند ہنسی، کچھ بھی تو نظر انداز کیے جانے کے قابل نہ تھا، پھر عدیل ہاشمی کیونکر نہ دیوانہ پاگل ہوتا۔

آج وہ پھر میری کا لایا ہوا ایڈریس زیب تن کر کے صبح دس بجے ہی کالج سے نکل گئی تھی، چوکیدار نے اگر مشکوک ہو کر کچھ کہنا بھی چاہا تھا تو میری کے دیئے گئے سبز نوٹوں نے اس کا منہ بند کر دیا تھا۔

"مجھے کیا جب ان امیرزادیوں کو خود اپنی عزت کی پرواہ نہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں اور میرے روکنے سے کون سا اس نے رک جانا ہے۔" نوٹ احتیاط سے اپنی جیب میں رکھتے ہوئے اس نے اپنے ضمیر کو مطمئن کرنا چاہا۔

باٹل گرین کلر کے جدید تراش خراش کے سوٹ نے اس کے حسن کو دو آتشہ کر دیا تھا، وائٹ مرسیڈیز کے وا کیے گئے فرنٹ ڈور میں وہ ایک شان تفاخر سے بیٹھی تھی۔

اس کے چہرے کی تمازت سے پگھلتے حروف
جیسے کہسار پہ کرنوں کے قبیلے اتریں
جیسے کھل جائے خیالوں میں حنا کا موسم
جیسے خوشبو کی طرح رنگ نشیلے اتریں

اسٹیرنگ پہ ہاتھ جمائے وہ یک ٹک مبہوت سا اسے دیکھے جا رہا تھا، اس کی نگاہوں اور لہجے میں ستائش و توصیف کا اک جہان آباد تھا، نازو کی گردن میں مزید اکڑاؤ پیدا ہو گیا، فطری شرم و جھجک جو اسے اولین دنوں میں عدیل ہاشمی سے محسوس ہوتی تھی اب ایک بھولی بسری یاد بن چکی تھی، اب تو وہ خود اس کی پیش قدمی کی حوصلہ افزائی کیا کرتی تھی، کہ وہ خود کو اب عدیل ہاشمی کی امانت تصور کرتی تھی، وہ جیسے چاہتا اس پہ استحقاق جماتا، محبت کی سرحدوں سے نکل کر وہ عشق کی جنوں خیزیوں کی منازل طے کرتے آگے ہی آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

عدیل ہاشمی کی محبت میں وہ اس قدر آگے نکل چکی تھی کہ اب پیچھے مڑ کے فقط دیکھنا ہی اس کے لئے سوہان روح تھا اور سچ تو یہ ہے اس نے کبھی مڑ کے دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی تھی، وہ تو گویا اپنے انجام سے بے پرواہ ہو چکی تھی۔

"اب چلیں بھی کہ یہیں بیٹھے رہنے کا ارادہ ہے۔" ذرا سا رخ اس کی طرف موڑتے ہوئے وہ ہلکے سے مسکائی۔

"آہ...... کس کافر کا دل چاہتا ہے تمہیں چھوڑ کر کسی اور جانب دھیان دے۔" عدیل نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے ہلکا سا اپنی طرف کھینچا تو وہ پوری کی پوری اس پہ آن گری۔

"کیا کرتے ہیں عدیل! یہ راستہ ہے۔" اس نے اٹھلاتے ہوئے ہلکا سا احتجاج کیا، اگرچہ صبح کا وقت تھا اور گاڑی بھی سائیڈ پہ کھڑی ہونے کے باعث اس طرف سے گزران کم ہی تھی، تاہم پھر بھی کوئی ایک آدھ گاڑی ان کے قریب سے گزر ہی جاتی تھی۔

"تو...... تمہیں کون کہتا ہے یوں دن دیہاڑے میرے ہوش اڑاؤ۔" اس کے ماتھے پہ آئے بالوں کو ہٹاتے ہوئے وہ خمار آلود لہجے میں بولا۔

"اوئے ہوئے......! آپ کو کیا گھر میں ٹائم نہیں ملتا۔" ان کے قریب سے کسی منچلے کی گاڑی گزری، گاڑی میں چار پانچ لڑکے بڑی دلچسپی سے ان کی طرف متوجہ تھے، ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے لڑکے نے خباثت سے آنکھ مارتے ہوئے ان پہ جملہ کسا تھا، باقی سب کے بھی چھت پھاڑ قہقہے گونجے تھے۔

نازو خفت زدہ ہوتی سرعت سے اس کے حصار سے نکلی، یہ صحیح تھا کہ وہ عدیل ہاشمی کو پیش قدمی سے نہیں روکتی تھی، لیکن اس کے علاوہ کسی اور کے لئے اس نے اس حد تک کبھی نہیں گماں کیا تھا، خود عدیل بھی دوسروں کے سامنے اوائڈ کرتا تھا، لیکن آج تو وہ آؤٹ ہی ہو گیا تھا جو راستے کا بھی خیال نہیں رہا۔

"بس یار یوں ہی سمجھ لو۔" مجال ہے جو وہ ذرا بھی خفیف ہوا ہو، الٹا ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے گاڑی ریورس کرنے لگا تھا۔

"کیا ضرورت تھی اس فضول گوئی کی۔" ان کی گاڑی مین سڑک پہ آئی، تو وہ عدیل پہ خفا ہونے لگی۔

"یار! انجوائے یور لائف، ایسی باتوں پہ مائنڈ نہیں کرتے، یہ حسین لمحات دوبارہ لوٹ کے آنے والے نہیں، لہٰذا خود بھی انجوائے کرو اور دوسروں کو بھی کرنے دو۔" وہ قطعی پرواہ کیئے بغیر بڑی ترنگ میں اسٹیرنگ پہ انگلیاں بجانے لگا۔

"یہ بتاؤ کہاں چلیں۔" وہ بڑے خوشگوار موڈ میں اس سے دریافت کر رہا تھا۔

"جہاں آپ کا دل چاہے۔" وہ بھی خود اس کی سنگت کو انجوائے کرنے لگی، کہ آج کافی دنوں بعد وہ دونوں مل رہے تھے، عدیل تو روز ہی ملنے پہ اصرار کرتا تھا، لیکن روز روز اس کے لئے کالج سے نکلنا کوئی اتنا آسان بھی نہ تھا، کچھ احتیاط بھی لازم تھی، بات اگر میڈم کے کانوں میں پڑ جاتی تو وہ کالج سے آؤٹ بھی ہو سکتی تھی، لہٰذا وہ اور میری موقع محل دیکھ کر ہی قدم اٹھاتی تھیں۔

"سوچ لو، میرے دل کی مرضی پہ چھوڑو گی تو......" بات ادھوری چھوڑ کر وہ معنی خیزی سے اسے دیکھنے لگا۔

"اب تو سوچنے سمجھنے کا وقت گزر چکا ہے۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے شیشے سے باہر دیکھنے لگی، گاڑی انجانے راستوں پہ دوڑ رہی تھی۔

ایک وسیع و عریض اور خوبصورت پارک کے سامنے ان کی مرسیڈیز رکی تھی، عدیل نے

گھوم کر اس طرف کا دروازہ کھولا تو وہ نیچے اتر آئی، وہ ہمیشہ اسے ایسی جگہ لے کر آتا تھا جہاں اس کے کبھی جاننے والے کا امکان تک نہیں ہوتا تھا۔

ایک گھنے کے پیڑ کے نیچے وہ دونوں سر سبز گھاس پہ بیٹھ گئے۔

''جب میں نے پہلی دفعہ تمہیں دیکھا تھا تو مجھے یوں لگا تھا جیسے کسی نے میرے ذات کی تکمیل کر دی ہو، تمہارے ساتھ بیٹھتے ہوئے میرا آدھا ادھورا وجود مکمل ہو گیا تھا، ایک لمحے کے لئے بھی مجھے احساس نہیں ہوا کہ میں تم سے پہلی مرتبہ مل رہا ہوں، یوں لگ رہا تھا جیسے ہم صدیوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔'' پیڑ کے موٹے تنے سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ کر بڑے جذب کے عالم میں بول رہا تھا۔

ابھی صبح کا وقت تھا، سورج آہستہ آہستہ اپنی سطح بلند کرتا جا رہا تھا، پارک میں ہر طرف ویرانی چھائی ہوئی تھی، کہیں کہیں اکا دکا کوئی شخص نظر آ جاتا تھا، اگرچہ سارا پارک ہی تقریباً خالی تھا، اس کے باوجود عدیل نے بہت دور ایک پیڑ کو منتخب کیا تھا، ایک تو پیڑ گھنا ہونے کی وجہ سے گرمی کی تپش سے بچاتا تھا، دوسرا اس طرف کسی کے آنے کا امکان بھی کم تھا اسی لئے وہ دونوں ریلیکس ہو کے بیٹھے تھے۔

''تم نے میری محبت کو قبول کر کے جو احسان مجھ پر کیا ہے، وہ میں چاہوں بھی تو ساری عمر نہیں اتار سکتا، آئم ویری گریٹ فل ٹو یو۔'' وہ اسے محبت پاش ممنون نظروں سے دیکھ کر بولا جو بے باک حسن لئے عین اس کے سامنے بیٹھی تھی، ہر گزرتا دن اسے حسین سے حسین تر بناتا جا رہا تھا، کچھ اپنے حسن کا ادراک اور اسے برتنے کا طریقہ بھی اسے آتا جا رہا تھا، جو اس کی شخصیت کو مزید پر کشش بنا رہا تھا۔

بوتل گرین کلر کا سوٹ جس کے ڈیپ گلے پہ تقریباً سلیولیس شرٹ پہ انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب وائٹ نگینوں کا خوبصورت سا کام ہوا تھا، انتہائی فٹنگ کی قمیض اس کے سراپے کی خوبصورتی کو چھپانے میں ناکام ہو رہی تھی، عدیل کی نگاہیں بار بار کسی کیچوے کی مانند اس کے مقناطیسی سراپے سے لپٹتی جا رہی تھیں۔

''اس میں احسان والی کیا بات ہے عدیل! احسان کا لفظ استعمال کر کے آپ نے میری پرخلوص محبت کی توہین کی ہے۔'' وہ اس کی بات کا برا مان گئی تھی، جبھی کسی قدر خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے رخ موڑ گئی۔

اتنے اچھے موسم میں
روٹھنا نہیں اچھا
ہار جیت کی باتیں ہم
کل پہ اٹھا رکھیں
آج دوستی کر لیں

اس کے کان میں گنگناتا ہوا وہ اسے اپنے حصار میں مقید کر گیا۔

''بس ہر موضوع پہ شاعری سن لیں آپ سے۔'' وہ مصنوعی خفگی سے اسے گھور کے بولی تو اس کا بلند قہقہہ فضا میں آزاد ہو گیا۔

''یہ بھی تمہارا کرشمہ ہے ورنہ پہلے تو میں ایسا نہیں تھا وہ کیا ہے کہ۔''

آپ سے مل کے ہم بدل سے گئے
شعر کہنے لگے گنگنانے لگے

''عدیل!'' اب کے تو وہ سچ مچ زچ ہو گئی۔

''جی جان عدیل!'' فدویانہ انداز میں کہتا وہ اس پر جھکا، تو وہ اتنے لمبے چوڑے، شاندار امیر کبیر بندے کو اپنے سامنے بے بس پا کر اپنے بخت پہ نازاں ہونے لگی۔

''تمہارے لئے ایک حقیر سا نذرانہ لایا



تھا۔'' وہ یاد آنے پر جینز کی پاکٹ پہ ہاتھ مار کے بولا۔

چند سیکنڈ بعد گولڈ کی چین جس میں ہارٹ شیپ کا ڈائمنڈ لٹک رہا تھا، عدیل کے ہاتھ میں تھا۔

''عدیل اتنا Expensive gift کیوں لیا آپ نے۔'' وہ اس قدر مہنگا تحفہ لینے میں متامل ہو رہی تھی۔

''اوں، ہوں تمہارے آگے تو صفر بھی نہیں۔'' اس نے ہک کھول کر نازو کو دیکھا، تو وہ سر جھٹکتے ہوئے اک ادا سے بالوں کو آگے کرتی گردن اس کے قریب لے آئی۔

ہک لگا کے اس نے کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا، صراحی دار اور اونچی گردن میں ڈائمنڈ چمکتے ہوئے گویا اپنے خوش بخت ہونے پہ نازاں تھا۔

''زبردست اس گولڈ اور ڈائمنڈ کا اس سے صحیح استعمال اور نہیں ہو سکتا تھا۔'' اس کی نگاہیں بہکتی ہوئیں اس میں الجھ جا رہی تھیں۔

''تھینکس۔'' وہ ہواؤں میں اڑنے لگی۔

''خالی خولی تھینکس سے کام نہیں چلے گا میڈم!'' معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے اس نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

☆☆☆

''یہ آج کی نہیں، بہت پہلے کی خواہش ہے، جب سے ماہا پیدا ہوئی ہے تب سے یہ الگ بات کہ میں اپنی خواہش کا اظہار کسی سے نہ کر سکی کہ راحیلہ کی موجودگی میں، میں یہ حق کیسے جتا سکتی تھی۔'' وہ جو الماس کا کوئی پیغام لے کر منزہ کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی، اپنا نام سن کے وہیں رک گئی، منزہ غالباً عبدالرحمن سے مخاطب تھیں۔

''وہ تو ٹھیک ہے منزہ بیگم! لیکن صالح کی رضا و منشاء کے بغیر ہم کوئی اسٹیپ نہیں اٹھا سکتے، تم پہلے اس کی پسند پوچھ لو۔'' صالح کے نام پر وہ زور سے چونکی، اندر باہر کسی سائرن کی آواز سنائی دی تھی۔

''ہالہ نے ایک دفعہ پوچھا تھا اس سے، وہ کبھی کسی میں انوالو نہیں رہا۔'' منزہ فوراً بتانے لگیں۔

''کسی اور میں انوالو نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ماہا کو بطور شریک حیات پسند کر لے، ہالہ کی بات اور ہے وہ بچی ہے، تم خود اس سے پوچھو اس سے بات کرو، اگر وہ رضامند ہو جائے تو یہ میری بھی دلی خواہش ہے۔'' تایا ابو کی باتیں سن کر اسے اپنا دل کانوں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہوا تھا، دل تھا کہ کسی اور ہی لے پہ دھڑکتا جا رہا تھا۔

''میں ماں ہوں اس کی، میں جانتی ہوں وہ کبھی انکار نہیں کرے گا، ماں تو آنکھیں دیکھ کر اپنے بچے کے دل کا حال جان لیتی ہے۔'' منزہ کے لہجے کی کھنک نے اس کی پیشانی کو عرق آلود کر دیا تھا، اس سے پہلے کہ دل سینے کی دیواریں تک توڑ کے باہر نکل آتا، وہ بے تحاشا سرخ چہرہ لیے وہاں سے ہٹ گئی۔

''ماہا! تم سے تو کوئی بات کہنا ہی فضول ہے، گھنٹے سے کہہ رہی ہوں اپنی تائی امی کو بلاؤ تمہاری پھپھو کے لئے کچھ شاپنگ کرنی ہے، غوری کل پنڈی جا رہا ہے اور تم پتہ نہیں کدھر پھر رہی ہو چلو یہ کھانا صالح کو دے کر آؤ میں خود ہی تمہاری تائی امی کے پاس جا رہی ہوں۔'' انہوں نے غصے میں آ کر اس کی کلاس لے ڈالی، وہ جو ان کے نئے آرڈر پر بوکھلا کر کچھ کہنے ہی والی تھی، ان کے زبردستی ٹرے تھمانے پر بس انہیں دیکھتی رہ گئی، وہ یقیناً اس کی لاپروائی پہ نالاں تھیں

جبھی تو اس کے چہرے کے تاثرات پہ دھیان نہیں دیا اور اپنے ہی دھیان میں اولاد کی نااہلی پہ بڑبڑاتے ہوئے منزہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

''اچھی زبردستی ہے۔'' اس نے جھنجھلا کے ہاتھ میں تھامی ٹرے کو دیکھا۔

ابھی ابھی وہ جو کچھ سن کے آئی تھی اس کے بعد صالح کا سامنا کرنے کی ہمت فی الحال خود میں نہیں پا رہی تھی۔

''خیر ہے میں نے ہی سنا ہے ناں، صالح کو ابھی کیا پتہ کہ تایا ابو اور تائی امی کیا میٹنگ کر رہے ہیں، وہ تو قطعاً بے خبر ہے۔'' خود کو تسلی دلاسہ دیتی سمجھا بجھا کے وہ اس کے کمرے تک آ ہی گئی، باہر کھڑے ہو کر اپنی دھڑکنوں پہ قابو کیا، دروازہ ناک کر کے آہستگی سے اسے دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہو گئی۔

وہ بیڈ پہ نیم دراز غالباً کسی کتاب کے مطالعے میں مشغول تھا، اسے اندر آتا دیکھ کر سیدھا ہو کے بیٹھ گیا، کتاب بند کر کے سائیڈ دراز پہ رکھتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ خوامخواہ پزل ہو گئی۔

''یہ کھانا امی نے بھجوایا ہے کھا لیں۔'' وہ جلدی سے ٹرے اس کے آگے رکھتے ہوئے بولی، اس کی مقناطیسی نگاہوں سے تو وہ ویسے بھی خائف رہتی تھی۔

''کھانا کھا لوں...... مگر کیسے؟'' وہ ایک نظر سامنے رکھی ٹرے اور دوسری اس کی سرخ سرخ چہرے پہ ڈال کے بولا۔

''کیا مطلب کیسے؟'' اس کا سوال اسے واقعی حیرت میں مبتلا کر گیا تھا۔

''یہ جو میرے بائیں بازو پہ اتنے گہرے زخم آئے ہیں ناں، تو یہ ہاتھ ابھی اوپر نہیں اٹھایا جاتا صحیح طرح، کھانا لانے والا، مجھے کھلا کر بھی جاتا ہے۔'' اس کے لہجے کی شرارت ہرگز اس سے مخفی نہیں رہ سکی تھی۔

''یہ ڈرامے کسی اور کے سامنے رچایا کریں، میں نے خود کل دیکھا تھا آپ وہب کی موجودگی میں اپنے ہاتھ سے کھا رہے تھے۔'' ایک تو وہ پہلے ہی اندرونی طور پر کنفیوژ ہو رہی تھی، اوپر سے صالح کا مطالبہ، وہ اچھی خاصی خفت کا شکار ہو گئی، لیکن شکر تھا کہ پہلی دفعہ دماغ نے بروقت کام کیا تھا اور اسے کل کا واقعہ یاد آ گیا جبھی تیز لہجے میں بولی۔

''آہ...... کون کہتا ہے لڑکیاں سیدھی سادھی اور معصوم ہوتی ہیں۔'' اپنے منصوبے کی ناکامی پر اسے اچھی خاصی مایوسی ہوئی تھی، چہرے کو غمگین بناتے ہوئے اس نے ٹھنڈی آہ بھری، اس کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر ماہا کے لبوں پہ بے اختیار مسکراہٹ رینگ گئی۔

''اس قدر مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، میں اتنی بھی پتھر دل نہیں کہ ایک بیمار پر اتنا ظلم ڈھاؤں، وہب گھر میں ہی ہے اسے بلا لاتی ہوں، وہ آپ کو بخوشی کھلا دے گا۔'' اب چھیڑنے کی باری اس کی تھی۔

''بہت شکریہ، آپ کی ہمدردی کا آنسہ ماہا عبداللہ صاحبہ!'' وہ تلملا کے بولا اور کراؤن کا سہارا لے کر بیڈ سے اتر کے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

اب وہ کافی حد تک صحت یاب ہو چکا تھا، خود چل پھر لیتا تھا، اس نے تو کئی بار منع کیا تھا اس کا کھانا کمرے میں نہ بھیجا جائے وہ سب کے ساتھ مل کر کھائے گا لیکن اس کے بے حد اصرار پر بھی منزہ دوپہر کا کھانا اسے اس کے کمرے میں ہی دیتی تھیں، البتہ ناشتہ اور ڈنر وہ اب سب کے ساتھ کرتا تھا، ہاتھ منہ دھو کے وہ واپس آیا تو ماہا پانی کا جگ اور گلاس سائیڈ ٹیبل پہ رکھ رہی تھی۔



''تم کالج نہیں گئی آج؟'' وہ اس کی عادت سے خوب واقف تھا اس لئے جانتا تھا اب وہ یہاں سے بھاگنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگائے گی، اسی لئے قصداً موضوع بدل کے پوچھنے لگا۔

''ہاں بس طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی، اس لئے چھٹی کر لی۔'' وہ صالح کی رکھی گئی کتاب کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے بے نیازی سے بولی۔

''کیا ہوا خیریت تو ہے؟ ٹیبلٹ وغیرہ لے لینی تھی۔'' وہ کھانے سے ہاتھ روک کر تشویش زدہ لہجے میں کہتا اس کے لئے بہت فکر مند ہوا۔

''نہیں اتنی بھی بیمار نہیں تھی، ویسے ہی دل نہیں چاہ رہا تھا۔'' وہ اس کی تسلی کو بولی، تو وہ سر ہلاتا کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''لے جاؤ اچھا ناول ہے پڑھ لینا۔'' وہ کتاب اسی جگہ رکھ کے جانے کے لئے پلٹی تو پیچھے سے صالح نے آواز لگائی۔

''نہیں، اتنا وقت کہاں ملتا ہے کہ ان ناولز کے ساتھ سر کھپاؤں۔'' وہ اس کی پیشکش کو مسترد کرتے ہوئے وجہ بتانے لگی۔

''صاف کہو پڑھنا نہیں آتا، ٹالسٹائی کا ناول ہے، سلیس اردو میں لکھا کسی بونگے رائٹر کا نہیں، تمہیں تو وہ الٹے سیدھے رومانوی ہی بھاتے ہوں گے۔'' مسکراہٹ ہونٹوں میں دباتا وہ صاف اسے چڑا رہا تھا۔

''آپ خود کو کیا انگریزی دان سمجھتے ہیں، میں ہزاروں انگلش ناولز پڑھ چکی ہوں۔'' اس کے تو سر پہ لگی تلوؤں پہ بجھی، بات اپنی ناک کی آئی تھی، جسے اونچا رکھنے کی خاطر اس نے مبالغہ آرائی کی حد ہی تو کر ڈالی تھی۔

''ہزاروں انگلش ناول......'' وہ دل کھول کے ہنسا اور اس کے غصے سے تمتماتے چہرے کو نگاہوں کی زد پہ رکھ کے مزید اسے چڑانے لگا۔

''جے کے رولنگ کا ہیری پورٹر سیریز پڑھا ہو گا وہ بھی اردو ترجمے کے ساتھ۔'' اب کھانا کھانے کے ساتھ وہ اس کے چہرے کے تاثرات سے حظ اٹھا رہا تھا۔

وہ اسے اداس، ملول اور سنجیدہ سی صورت لئے بالکل اچھی نہیں لگتی تھی، بلکہ لڑتی جھگڑتی، غصہ کرتی اچھی لگتی تھی کہ اسی طور اپنائیت کا اظہار زیادہ ہوتا تھا اور جب سے اس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اس نے لڑنا جھگڑنا بالکل چھوڑ رکھا تھا۔

''آ...... آپ خود کو سمجھتے کیا ہیں۔''

''صالح عبدالرحمن۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر نہایت اطمینان سے بولا تو وہ دانت پیس کے رہ گئی۔

''اچھا چھوڑو، یہ بتاؤ میرے ایکسیڈنٹ کا سن کر تم اتنا روئی کیوں تھی۔'' وہ اب بڑی گہری نظروں سے اس کا چہرہ جانچ رہا تھا، ماہا ایکدم گڑبڑا گئی۔

''میں تو نہیں روئی تھی، میرے آنسو کوئی اتنے فالتو ہیں۔'' وہ صاف مکر گئی، صالح کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''مجھے خود ہالہ نے بتایا تھا کہ سب سے زیادہ ماہا روئی تھی اور میں نے خود ہاسپٹل میں بھی تمہیں دیکھا تھا۔'' اس نے جزبز ہو کے وہاں سے کھسک جانے میں ہی عافیت سمجھی کہ اس کے ساتھ باتوں میں الجھ کر وہ کچھ دیر پہلے تائی امی کی سنی گئی باتوں کو بھول گئی تھی، جواب پھر اسے اپنی جزئیات سمیت یاد آئیں تو چہرے پہ خود بخود ہی سرخی دوڑ گئی تھی۔

''بات تو سنو ماہا! اچھا آئم سوری، ایک بات سن لو پھر چلی جانا۔'' اس کے چہرے پہ حیاء کی لالی پھیلتے دیکھ کر وہ خود کو کہنے سے باز نہیں رکھ پایا تھا۔

''جی۔'' وہ بمشکل رک کر اس کی جانب مڑی، پلکیں جھکائے اس کی طرف دیکھنے سے

احتراز کرتی شرم وحیا کا پیکر بنی وہ سیدھی اس کے دل میں اتر گئی۔

''امی جان تم سے اگر کچھ پوچھیں تو انکار مت کرنا۔'' پیازی دوپٹے کے ہالے میں حیاء کی لالی نے اس کے گلابی چہرے کو مزید پاکیزگی کا نکھار بخش دیا تھا۔

''اسی ایک چیز کی تو کمی تھی وہاں کی عورت میں اور جس عورت میں شرم وحیاء نہ ہو وہ مرد کے لئے دو کوڑی کی بھی حیثیت نہیں رکھتی، وہ اسے مال غنیمت اور مفت کا مال سمجھ کر ایک ٹشو پیپر سے زیادہ کی حیثیت نہیں دیتا۔''

''اُف!'' اسے اس قدر شرم آئی کہ حد نہیں، ہونٹ کاٹتی، انگلیاں مروڑتی وہ فوراً پلٹی اور اگلے ہی لمحے کمرے سے باہر تھی، اس کے ردعمل پہ مسکراتا وہ فرحاں وشاداں آنے والے وقت کو تصور کی آنکھ سے دیکھنے لگا۔

☆☆☆

زندگی پھر اپنی روٹین پہ آ گئی تھی، صالح تندرست ہو گیا تھا اور اب آفس جوائن کر چکا تھا، البتہ آفس جانے سے پہلے وہب نے اسے کہا تھا۔

''اوہ بھائی! یہ برطانیہ کی سڑکیں نہیں پاکستان کی ہیں، ہاتھ ذرا ''ہولا'' رکھ کے ڈرائیونگ کیا کرو اور اب ذرا سوچ سمجھ کے کہیں ''ٹکر'' مارنا، میرے اندر جو ایک آدھ لیٹر خون تھا وہ پہلے ہی تمہیں دان کر چکا ہوں، اب سوائے ہوا اور پانی کے کچھ نہیں۔'' لجاجت سے کہتا وہ اسے سننے [illegible] کر گیا۔

''ڈونٹ وری مائی برادر! اب میں محتاط [illegible] ڈرائیو کروں گا۔'' اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے گویا تسلی دی تھی اور پھر وہ واقعی محتاط ہو گیا تھا۔

''ایک تو ہمارے ملک میں مسائل بہت ہیں۔'' ہالہ دھپ سے منال کے برابر بیٹھتے ہوئے جھنجھلا کے گویا ہوئی۔

''کیوں؟ تمہارے ساتھ اب کیا مسئلہ پیش آ گیا۔'' غوری نے ایک تفصیلی نظر اس کے سخت اکتائے چہرے پہ ڈال کے استفسار کیا۔

''کوئی ایک مسئلہ ہو تو بتاؤں یہاں تو مسائل کا انبار لگا ہے، سوچ رہی تھی صبح کالج جانے کے لئے یونیفارم ابھی پریس کر لوں، تو پچھلے تین گھنٹوں سے لائٹ غائب ہے، نہانے کا سوچا تو پانی والی ٹنکی خالی پڑی ہے، دن میں بارہ بارہ گھنٹے لائٹ غائب رہتی ہے، بیچارہ U.P.S بھی کیا کرے۔'' وہ سخت شاکی لہجے میں کہتی بیزار ہوئی۔

''ارے بی بی! یہاں اتنے بڑے بڑے بین الاقوامی مسائل منہ کھولے کھڑے ہیں تم بجلی، پانی کو رو رہی ہو۔'' وہ قطعاً اس کے مسائل کو اہمیت دیئے بغیر گویا ہوا۔

''تو تم نے کون سے مسائل حل کر دیئے ہیں پاکستان کے، تم تو خود ایک بین الاقوامی مسئلہ ہو۔'' وہ جو پہلے ہی بھری پڑی تھی، اس کی بات پہ مزید تپ گئی۔

''تم دیکھ لینا، جس دن میں پاکستان کا پریزیڈنٹ بن گیا ناں اس دن......''

''ہر طرف تباہی مچ جائے گی۔'' وہ اس کی بات کاٹ کے چنگھاڑی، وہ جو کوئی بہت بڑی ''بڑک'' مارنے جا رہا تھا، اس کے لقمہ دینے پہ آنکھیں سکیڑ کے اسے دیکھنے لگا۔

''تم تو ویسے ہی مجھ سے جیلس ہو۔'' شان بے نیازی سے کہتا وہ اسے جلتے توے پہ بٹھا گیا۔

''ہے کیا تم میں جیلس کرنے والا، ذرا پتہ بھی تو چلے۔'' نخوت سے کہتی وہ سر سے پاؤں تک اسے گھورتی سر جھٹک کے ''اونہہ'' کہہ کے رخ پھیر گئی۔



''پتہ نہیں تمہاری غوری سے بنتی کیوں نہیں۔'' منال نے متاسف نظروں سے اسے دیکھا۔

''ویسے تم دونوں کی اتنی لگتی کیوں ہے؟'' وہب نے اتنا اہم نکتہ پہلی دفعہ اٹھایا۔

''تم دونوں کو جو بنتی ہے بس چپکے بیٹھے رہو۔'' بگڑ کے کہتی وہ انہیں جھڑک کے بولی۔

''ہائے گائز!'' صالح اندر داخل ہوا، کی رنگ موبائل گلاسز سینٹرل ٹیبل پہ ڈھیر کرتے ہوئے وہ تھکے ہوئے انداز میں صوفے پہ بیٹھ گیا۔

''امی نے آپ کو سلام کی بجائے یوں ہیلو، ہائے کرتے سن لیا ناں تو اچھی خاصی عزت ہو جائے گی۔'' ہالہ نے اس کی ''ہائے'' کے جواب میں اسے خبردار کیا، رمشاء اسے دیکھتے ہی فوراً اس کی طرف بڑھ گئی تھی۔

''ڈونٹ وری لٹل سسٹر! ہماری پہلے ہی بہت عزت ہے۔'' وہ اس کی بات کو چٹکیوں میں اڑاتا مسکرایا تھا۔

''تمہیں اس فکر میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں۔'' غوری نے بھی لگے ہاتھوں ٹکڑا لگایا۔

''یہ لیں بھائی!'' رمشاء جھٹ پٹ اسکوائش بنا لائی تھی۔

''شکریہ!'' اس نے گلاس تھاما، واقعی اس وقت اسے شدید پیاس لگ رہی تھی۔

''ایک تو اس لڑکی کی مجھے سمجھ نہیں آتی، کہاں گئی ہے اب۔'' الماس کی جھنجھلائی ہوئی آواز سنائی دی، چند سیکنڈ بعد وہ خود بھی لاؤنج میں داخل ہوئیں، ان سب پہ طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے انہوں نے گوہر مقصود کو تلاشنا چاہا۔

''کس کی بات کر رہی ہیں چچی جان!'' ہالہ ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

''ماہا کی، صبح سے سر منہ لپیٹے پڑی ہے، ہزار دفعہ کہہ چکی ہوں ڈاکٹر کے پاس چلی جاؤ وہب لے جاتا ہے، موسمی بخار تھوڑا ہے جو خود بخود اتر جائے گا۔'' برہم لہجے میں کہتیں وہ ماہا سے سخت نالاں نظر آ رہی تھیں۔

ماہا شروع سے ہی ایسا کرتی تھی، ڈاکٹرز کے نام تک سے بدکتی تھی، انجکشن دیکھ کر تو اس کی چیخیں بلند ہو جاتیں اور دوائی تو اس کے حلق سے نیچے نہیں اترتی تھی، بچپن میں تو الماس اسے ڈرا دھمکا کے کسی نہ کسی طرح کھینچ تان کے ڈاکٹر کے پاس لے ہی جاتی تھیں، لیکن جب سے وہ بڑی ہوئی تھی ایسا کرنا ممکن نہ رہا تھا۔

''میں ابھی دیکھ کے آئی تھی وہ سو رہی تھی۔'' رمشاء جھٹ سے بولی، وہ جانتی تھی یہ واحد بات تھی جس کی وجہ سے ان دونوں کا اختلاف رہا تھا۔

''اتنے بخار میں کہاں نیند آتی ہے، میں دیکھتی ہوں اس کو۔'' وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھیں تو رمشاء انہیں دیکھ کے رہ گئی۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آئیں تو ان کے عقب میں طوعاً کرہاً چلتی ماہا بھی تھی۔

''وہب! جاؤ بہن کو ڈاکٹر نیازی کے کلینک لے جاؤ۔'' انہوں نے وہب کو آرڈر جاری کیا تو وہ کارنر سے بائیک کی چابی اٹھاتا کھڑا ہو گیا۔

''امی!'' ماہا نے دبا دبا احتجاج کیا، خفا نظروں سے اس نے ماں کی جانب دیکھا تھا۔

''میں لے جاتا ہوں چچی جان! گاڑی میں آرام سے بیٹھ جائے گی، بائیک پہ مشکل ہو گی۔'' صالح اپنی خدمات پیش کرتا فوراً سینٹرل ٹیبل پہ رکھی کی رنگ اٹھانے لگا۔

''بیٹا! تم ابھی تو تھکے ہارے آئے ہو۔'' وہ متامل ہوئیں۔

صالح کی پیشکش پہ ماہا نے بدک کے اسے دیکھا، ایک دفعہ وہ اس کی ڈرائیونگ کا تجربہ دیکھ

چکی تھی۔
''کوئی بات نہیں چچی جان! آؤ ماہا!'' گلاسز اور موبائل پکڑتے ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوا۔
''مم...... مجھے نہیں جانا۔'' وہ بوکھلا کے پیچھے ہٹی۔
''ماہا! فضول کی ضد چھوڑو، ایک تو بچہ اتنی تھکاوٹ کے باوجود تمہیں لے کر جا رہا ہے اور تمہارے نخرے سانس نہیں لے رہے، چلو آرام سے جاؤ۔'' انہوں نے اسے اچھا خاصا ڈپٹ دیا، جانتی تھیں اگر انہوں نے ذرا بھی ڈھیل دی تو وہ پھیل جائے گی۔
''چلیں۔'' دوپٹہ اپنے گرد اچھی طرح لپیٹتی خفا خفا سی وہ بچوں کی طرح بسورتی اس سے مخاطب ہوئی۔
''بہت لاپرواہ ہو تم اپنی طرف سے۔'' وہ بڑی ملائمت سے اسے دیکھ کر مخاطب ہوا، گاڑی گیٹ سے نکل کر اب آہستہ روی سے گلی سے گزر رہی تھی۔
اس نے کچھ کہنے کی بجائے سر گاڑی کی پشت سے ٹکا دیا، سر میں شدید درد کی وجہ سے دھماکے ہو رہے تھے، چہرہ بخار کی حدت سے تپ کر سرخ ہو رہا تھا، تیز تیز چلتی سانس اور نڈھال ہوتا وجود اس کے تیز بخار کا غماز تھا۔
''ماہا! طبیعت زیادہ خراب ہو رہی ہے کیا؟'' اس نے بے حد پریشانی میں گھر کے اسے دیکھا۔
''نہیں بس بخار سا فیل ہو رہا ہے۔'' اس کے لہجے کی چھلکتی پریشانی اور فکر مندی پہ وہ ذرا سنبھل کے سیدھی ہو کے بیٹھی۔
''کل سے اگر تم نے میڈیسن لے لی ہوتی تو آج اتنا برا حال تو نہ ہوتا۔'' وہ اس پر خفا ہونے لگا۔

گاڑی کی اسپیڈ ذرا بڑھاتے ہوئے اس نے ایک تشویش زدہ نظر پھر اس کے چہرے پہ ڈالی۔
''آؤ۔'' گاڑی کلینک کے سامنے کھڑی کرتے ہوئے وہ گھوم کر اس کی طرف آیا، لیکن تب تک وہ خود ہی دروازہ کھولتی باہر نکل آئی تھی۔
ڈاکٹر نے اس کا چیک اپ کر کے نسخہ تجویز کیا، ڈاکٹر کے کیبن سے نکل کر اس نے نسخہ کاؤنٹر مین کو پکڑایا اور خود اس کے برابر آن کے بیٹھ گیا، چند لمحوں بعد ہی کمپاؤنڈر ہاتھ میں انجکشن لئے اس کے سامنے کھڑا ماہا کا خون خشک کر گیا۔
''مم...... مجھے نہیں لگوانا۔'' وہ سرکتی ہوئی تقریباً اس کے پیچھے چھپ گئی۔
''لائیں میڈم!'' وہ ہاتھ میں پکڑے انجکشن کی سرنج چیک کرتا اس کی طرف متوجہ ہوا۔
''ص...... صا...... لح۔'' اس کا بازو دبوچتے ہوئے اس نے خوفزدہ نظروں سے لمبی تیز سرنج کو دیکھا، جو اس وقت اسے کسی دھاری دار تلوار سے کم نہیں لگ رہی تھی۔
''ٹیک اٹ ایزی، بی بریو، کچھ نہیں ہوگا۔'' نرم لہجے میں اس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے اس نے اس کا بازو پکڑ کے آگے کیا اور وہ خبیث کمپاؤنڈر تو پہلے ہی تیار کھڑا تھا۔
''سس...... سی...... آ...... آ۔'' اپنی پانچوں انگلیاں صالح کے بازو میں غیر اختیاری طور پہ کھبوتے ہوئے اس نے اس قدر زور سے آنکھیں میچی تھیں کہ ایک لمحے کے لئے تو صالح بھی بوکھلا گیا۔
''رہنے دیں۔'' کمپاؤنڈر نے سرنج باہر نکالی تو صالح نے فوراً متاثرہ حصے پہ ہاتھ رکھ کے دبانا ہی چاہا تھا کہ وہ اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے خفگی آمیز لہجے میں بولی۔
''یہ بھی میرا قصور ہے؟'' اس کا پرشکوہ خفا

اور روٹھا ہوا انداز اسے بہت بھا رہا تھا۔
میڈیسن اور سیرپ کاؤنٹر سے اٹھا کے پے منٹ کرتا ہوا وہ باہر نکل آیا۔
''تم تو بالکل بچوں کی طرح بی ہیو کرتی ہو، ابھی تک ان چھوٹی موٹی چیزوں سے اتنا ڈرتی ہو۔'' ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے وہ اسے چیئر اپ کرنے کی خاطر بولا۔
''آپ کو کیا پتہ ہو اتنا درد ہوتا ہے، آپ تو آرام سے بیٹھے ہوئے تھے، وہ مینار پاکستان کی سرنج جتنا لمبا انجکشن تو اس بدبخت نے میرے بازو میں ٹھونسا تھا۔'' منہ پھلا کر کہتی وہ مبالغہ آرائی کی حد ہی تو کر گئی تھی۔
''مائی گاڈ ماہا! تم بھی بس۔'' اس کی بات کو انجوائے کرتے اس نے بلند قہقہہ لگایا تھا، وہ مزید خفا ہوتی رخ موڑ گئی۔
''اچھا بابا! ناراضگی ختم کرو، آئندہ اگر تم بیمار پڑی تو میں ڈاکٹر سے کہوں گا، میڈیسن اس کو دے دیں اور تمہارے حصے کا انجکشن مجھے لگا دیں۔'' وہ اپنی پرشوق سحر انگیز آنکھیں اس پہ جماتے ہوئے بولا۔
''جی نہیں، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔'' وہ جھینپ کے گویا ہوئی۔
''چلو ایسا کرتے ہیں دکھ سکھ بانٹ لیتے ہیں، آدھے تمہارے آدھے میرے۔'' ماہا کا ساتھ اس کا موڈ یونہی خوشگوار کر دیا تھا، لب و لہجے میں خود بخود ہی شرارت سی رچ جاتی تھی۔
''دھیان سے گاڑی چلائیں، یا آج پھر کہیں ٹکرانے کا ارادہ ہے، سامنے دیکھ کے ڈرائیو کریں مجھے اپنی ایک اکلوتی جان بہت عزیز ہے۔'' اس کی نظروں کے ارتکاز کو توڑنے کی خاطر اس نے اس کی توجہ خود پر سے ہٹانا چاہی۔
''مجھے بھی اپنی ایک اکلوتی جان بہت عزیز ہے۔'' الفاظ اسی کے تھے مگر لہجہ سراسر معنی خیزی

لئے ہوئے تھے، وہ خاطر میں لائے بغیر اس کی طرف سے رخ پھیرتے ہوئے پوری کی پوری باہر کی طرف متوجہ ہو گئی، صالح کے لبوں پہ بڑی جاندار مسکراہٹ ابھری تھی۔

☆☆☆

اس کے فرسٹ ائیر کے ایگزامز ہوئے اور کالج سے چھٹیاں ہو گئیں، نازو کے لئے تو ایک ایک لمحہ قیامت سے بھاری تھا، کجا کہ اب اتنے دن عدیل ہاشمی سے دور رہنا تھا، آخری پیپر والے دن ان دونوں کی ملاقات تو ہوئی تھی مگر سکندر اور میری بھی اس کے ساتھ تھے، دراصل سکندر نے ان کے فرسٹ ائیر کے اختتام پر انہیں لنچ کروایا تھا۔
نازو زیادہ دیر نہیں رک سکتی تھی کیونکہ اماں روزانہ اس کی راہ دیکھ رہی ہوتی تھیں اسے مقررہ وقت پہ گھر پہنچنا ہوتا تھا کہ اب وہ پیپر چھوڑ کے تو عدیل کے ہمراہ نہیں جا سکتی تھی اور اس کی اجازت خود اسے عدیل بھی نہ دیتا، البتہ وہ جلدی پیپر حل کر کے Examination hall سے مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ پہلے اٹھ آتی تھیں۔
لنچ خوشگوار ماحول میں کیا گیا تھا، میری نے اس کی وجہ سے جلدی جلدی کا شور مچایا تھا جس کے لئے وہ دل میں ایک مرتبہ پھر اس کی شکر گزار ہوئی تھی، ایک تو وقت بڑی تیزی سے بھاگ رہا تھا اور دوسرا میری اور سکندر کی موجودگی میں وہ دونوں آپس میں کوئی خاص بات کر ہی نہیں سکے اور وہ دل میں ڈھیروں اداسی اور وصال کی تڑپ کے لئے گھر پہنچ گئی۔
''یا اللہ! اب کیا کروں، کتنے دن ہو گئے ہیں عدیل کو دیکھے، اس سے ملے ہوئے، میرے پاس تو اس کا کوئی رابطہ نمبر بھی نہیں، پتہ نہیں میرے بغیر عدیل کا کیا حال ہوگا۔'' شام کے سائے ڈھلنے کے قریب تھے وہ صحن سے لگے سکھ

چیبن کے پیڑ کے نیچے چارپائی پہ بیٹھی اپنی ہی سوچوں میں گم تھی۔

آج کل کسی شے میں اس کا دل نہیں لگتا تھا، ایک ایک دن اسے ایک ایک نوری سال پر محیط لگتا، دل تھا کہ عدیل ہاشمی کی قربت کے لئے تڑپ تڑپ جاتا تھا، جدائی کے لمحات اتنے جان لیوا ہوتے اسے اب احساس ہوا تھا۔

''نازو! میں ذرا خالہ شاہ جہاں کی طرف جا رہی ہوں، سنا ہے اس کی طبیعت بہت خراب ہے تو اندر سے کنڈا لگا لے۔'' اماں اندر سے بڑی سی چادر لئے نمودار ہوئیں تو وہ اپنی ہی سوچوں کی یلغار سے نکل آئی۔

''اچھا۔'' وہ چارپائی سے اتر آئی۔

جب سے اس نے اماں سے زبان درازی کرنا ترک کی تھی تب سے اماں کا رویہ بھی اس کے ساتھ بڑا نرم ہو گیا تھا، اماں سمجھتی تھیں کہ اب وہ بڑی ہو گئی ہے اس لئے سمجھدار ہوتی جا رہی ہے، گاؤں کی رہنے والی بیچاری سیدھی سادی اماں کو کیا معلوم کہ بیٹی آج کل کن خیالوں میں پروان چڑھ رہی ہے، وہ اب اتنی بڑی ہو گئی ہے کہ اپنا اچھا برا سمجھنے لگی ہے، اپنے ماں باپ کے فیصلے کو ٹھوکر مار کر اپنے لئے اپنی پسند کا مرد تلاش کر چکی ہے، اماں کو تو ذرا سی بھنک بھی پڑ جاتی تو وہ اسے اسی لمحے کالج سے اٹھوا دیتیں اور اس کی شادی میں ایک دن کی بھی تاخیر نہ کرتیں۔

''شاید مجھے دیر ہو جائے تو ہنڈیا چڑھا لینا۔''

باہر نکلنے سے پہلے اماں نے اسے تاکید کی تو وہ اثبات میں سر ہلانے لگی، وہ مطمئن ہو کر چلی گئیں تو نازو کنڈا لگاتے ہوئے اندر آ گئی۔

''میں کتنی بیوقوف ہوں بھلا میری کا نمبر ہی لے لیتی۔'' برآمدے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے خود کو کوسا۔

اچانک ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح اس کے ذہن میں لپکا، یہ اس کے کالج کے ابتدائی دن تھے اور اس کی میری سے دوستی کی شروعات ہوئی تھیں، جب انگلش کے پیریڈ کے دوران میری نے اس کے ہاتھ سے کتاب پکڑتے ہوئے کہا تھا۔

''یہ لو میرا فون نمبر، اگر کبھی ضرورت ہو تو فون کر لینا۔''

''شکریہ۔'' اس نے ایک سرسری سی نگاہ کتاب کے حاشیے میں لکھے گئے فون نمبر پہ ڈالی اور مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا۔

اس وقت اس نے کوئی خاص توجہ نہیں کی تھی کہ اسے میری کو فون کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی روزانہ تو اس سے ملاقات ہو جاتی تھی، پھر اگرچہ اس کے گھر ٹیلی فون کی سہولت موجود تھی لیکن ٹیلیفون بھائی منیر اور ابا نے اپنی ضرورت کی وجہ سے لگوایا تھا اور ان کے گھر کے علاوہ پورے گاؤں میں لینڈ لائن کی سہولت موجود نہیں تھی، بھائی اور ابا ہی زیادہ تر فون استعمال کرتے تھے ہاں کبھی کسی بہن کا فون آ جاتا تو وہ بات کر لیتی تھی، اسی لئے یہ بات اس کے ذہن سے محو ہو گئی تھی۔

''یقیناً میری کتاب پہ ابھی بھی میری کا نمبر موجود ہو گا۔'' وہ سرعت سے اپنے کمرے کی طرف لپکی، میز پر رکھی اپنی کتابوں میں سے انگلش کی کتاب تلاشی جلدی جلدی صفحات پلٹے آخر کار اسے مطلوبہ صفحہ مل ہی گیا، اسی طرح کتاب کے حاشیے میں میری کا فون نمبر جگمگا رہا تھا۔

''اوہ...... یس۔'' اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''تھینکس میری! تم ہمیشہ ہر مشکل وقت میں میرے کام آتی ہو، اللہ تم جیسی دوست ہر کسی کو دے۔'' فرط مسرت سے اس کا چہرہ دمک اٹھا، کتاب کو سینے سے لگائے وہ برآمدے میں رکھے ٹیلیفون اسٹینڈ تک آئی۔

ایک دفعہ دروازے تک جا کے باہر جھانک کر کسی کے نہ آنے کی تصدیق کی کتاب یونہی ہاتھوں میں تھی، اطمینان کر لینے کے بعد وہ دوبارہ برآمدے میں آ گئی۔

ریسور ہاتھ میں پکڑ کے کتاب سے دیکھتے ہوئے بڑی احتیاط سے نمبر ملائے یہ لینڈ لائن نمبر تھا۔

''میری گھر پہ ہی ہو۔'' دوسری طرف بیل جا رہی تھی وہ دل میں دعا مانگنے لگی۔

''ہیلو۔'' غالباً کسی ملازمہ نے فون اٹھایا تھا۔

''میری سے بات کرنی ہے، مہرین سے۔'' وہ جلدی سے بولی۔

''چھوٹی بی بی سے، ہولڈ کریں میں بلاتی ہوں۔'' اس نے بے ساختہ تشکر بھری سانس خارج کی۔

''ہیلو...... کون؟'' ائیر پیس سے میری کی آواز ابھری۔

''میری! یہ میں ہوں نازنین۔''

''ارے تم، کہاں گم ہو گئی ہو پاگل لڑکی!''

اس کی آواز سے خوشگوار حیرت چھلک رہی تھی، نازو مسکرا اٹھی۔

''میں یہیں ہوں گھر پہ، یو نو میری! میرا گھر سے نکلنا کتنا مشکل ہے ورنہ میرا بہت دل چاہتا ہے تم سے ملنے کو۔'' وہ اداسی سے بولی۔

ان دنوں تو اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے اسے قید کر دیا ہو، کوئی روزن کھڑکی بھی نہیں، اسے باہر کی ہوا لگ چکی تھی اب اسے گھر کہاں راس آنا تھا۔

''آئی نو یار! میں تمہارے پرابلمز کو انڈر اسٹینڈ کرتی ہوں، بس ایک عدیل ہاشمی ہی ہے جو زمانے بھر کی پرواہ نہیں کرتا۔'' وہ گہری سانس بھر کے بولی تو نازو چونک گئی۔

''کیسا ہے عدیل، تمہاری ملاقات ہوئی اس سے؟'' اس کے ذکر پہ دل خود ہی دھڑکنے لگا تھا اس کے لہجے میں جو برسوں کی پیاس اور تشنگی جھلک رہی تھی وہ میری سے ہرگز مخفی نہیں رہی تھی۔

''ہاں ایک دفعہ ہوئی تھی، وہ تمہارا فون نمبر مانگ رہا تھا، میں کیسے دے دیتی میرے پاس تو خود تمہارا فون نمبر نہیں تھا، تمہارے گھریلو ماحول کی وجہ سے میں نے کبھی اصرار نہیں کیا تھا لیکن یہ بات عدیل کو کون سمجھائے، وہ مڈل کلاس کی اونچ نیچ سے کوسوں دور ہے۔'' میری بول رہی تھی اور نازو کے دل میں مسرت کی کرنیں پھوٹتی جا رہی تھیں۔

وہ بھی میری طرح بے قرار ہے مجھ سے ملنے بات کرنے کے لئے بے تاب ہے وقتی جدائی کے یہ لمحات اس کے لئے بھی جان لیوا ہیں وہ بھی مجھے اتنا ہی یاد کرتا ہے جتنا کہ میں

''اچھا پھر کچھ کہا تو نہیں اس نے؟'' اس کی بے قراری جو اتنے دنوں سے اس کے وجود پر چھائی ہوئی تھی قدرے قرار پکڑنے لگی تھی۔

''کچھ؟ بہت گرم ہو رہا تھا مجھ پر، میں نے بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کے ٹھنڈا کیا، سچ کہوں تو عدیل کی بے قراری دیکھ کر مجھے تمہاری قسمت پہ خوشی کے ساتھ ساتھ رشک بھی آیا تھا You are so lucky۔'' میری کے لہجے میں محسوس کی جانے والی محبت تھی، نازو تو گویا ہواؤں میں اڑنے لگی تھی۔

''ویسے اگر تم اس کے فون وغیرہ نہیں دے سکتی تھی تو ووکیشن سے پہلے کم از کم اس کے ساتھ ایک دن ہی گزار لیتی کچھ تو مداوا ہو جاتا، آئی تھنک وہ تمہارے رابطہ نہ کرنے پر خفا ہو گا اور یہ تو اس کا

"ترپتا ہے یار!" میری کو بھی اس سے ہمدردی ہو رہی تھی۔

"بس ایگزامز کی مصروفیت کی وجہ سے میرا اس طرف دھیان ہی نہیں گیا۔" اس کے تراشیدہ لبوں پہ بڑی دلفریب و فاخرانہ مسکان ابھری تھی۔

"جب ایک بے حد شاندار بندہ آپ کو اپنی زندگی سے بھی بڑھ کر اہمیت دے رہا ہو تو خود بخود ہی ذات میں غرور آ جاتا ہے۔"

"بہت خوب۔" میری نے ڈپٹنے والے انداز میں کہا تو اس کی مسکراہٹ ہنسی میں بدل گئی۔

"ویسے آج کل صاحب بہادر ابوظہبی گئے ہو... ہیں۔" وہ ... یاد آنے پر بولی۔

"کب؟" نازو کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا، عدیل کی بے قراریاں سن کر وہ پلان بھی ترتیب دے چکی تھی کہ اماں سے سیلبس خریدنے کا بہانہ کر کے وہ کسی نہ کسی طرح ملاقات کی سبیل نکال ہی ... گی، لیکن میری کی اطلاع نے تو اس کے ارمانوں پہ اوس ڈال دی تھی۔

"اسی ہفتے، اس کے پاپا پچھلے کئی ماہ سے اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں لیکن وہ تمہیں چھوڑ کے جا ہی نہیں سکتا تھا، اب چونکہ تم بھی روپوش تھی اور وہ بھی خفا لہٰذا وہ چلا گیا، ویسے آئی تھنک نیکسٹ منتھ تک آ جائے گا، ڈونٹ وری۔" میری نے تسلی دی۔

"تب تک تو ہمارا کالج بھی اسٹارٹ ہو جائے گا۔" وہ مرے مرے لہجے میں بولی۔

"ہاں بالکل۔" میری نے تائید کی۔

"چلو پھر بات کریں گے میں اب فون رکھتی ہوں اللہ حافظ۔" اس کی نظر وال کلاک پہ پڑی تو جلدی سے بولی کہ اماں کسی وقت بھی آ سکتی تھیں۔

"او کے ٹیک کیئر گڈ بائے۔" دوسری طرف اس نے بھی ریسور رکھ دیا۔

"مائی گاڈ! عدیل مجھ سے ناراض ہیں۔" جہاں ایک خوبصورت نشہ آور احساس نے اسے جکڑا تھا وہیں وہ اس کی ناراضگی پہ قدرے پریشان بھی ہو رہی تھی، اسی سمے باہر دروازے پہ دستک ہوئی۔

"لگتا ہے اماں آ گئی ہے۔" وہ اسی طرح عجب ملے جلتے تاثرات کے ساتھ دروازہ کھولنے چل پڑی۔

☆☆☆

مہندی لگے گی تیرے ہاتھ
ڈھولک بجے گی ساری رات
جا کے تم ساجن کے ساتھ
بھول نہ جانا یہ دن رات
لے کے خوشیوں کی بارات
ڈھولک بجے گی ساری رات

ان سب نے مل کر اس کے کمرے پہ دھاوا بولا تھا، سب سے آگے آگے غوری تھا جو بڑا لہک لہک کے گا رہا تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ۔" ماہا جو اپنی کسی کتاب کے مطالعے میں غرق تھی، ان سب کی مداخلت پہ ناک بھوں چڑھا کے تیکھے لہجے میں بولی۔

"ہائے یہ بے خبری؟" ہالہ بڑے اسٹائل سے کہتی دھپ سے اس کے برابر بیٹھتے ہوئے اس کے ہاتھ سے کتاب چھینتے اس کی ناگواری کو قطعاً نظر انداز کر گئی۔

"مسئلہ کیا ہے؟" ان سب کی جس طرح بتیسی باہر نکلی پڑی رہی تھی اور آنکھوں میں جو معنی خیز سی چمک تھی اس نے ماہا کو مشکوک کر دیا تھا۔

"کچھ ایسا ضرور ہے جو میرے علم میں نہیں۔" اس کی چھٹی حس نے الارم بجایا۔

"مسئلہ یہ ہے کہ مستقبل قریب میں تم میری بھابھی بننے والی ہو۔" رمشاء نے بالآخر بلی تھیلے سے باہر نکال دی تھی۔

"اور میں تمہاری نند......" ہالہ نے بھی جلدی سے ٹکڑا دیا۔

چند لمحات کے لئے تو وہ بالکل ساکت رہ گئی، بات اتنی جلدی سب کے درمیان پھیل جائے گی اسے قطعاً اندازہ نہیں تھا، ہاں کل امی نے اس سے رشتے کی بابت دریافت کیا تھا تو اس نے بڑی تابعداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"جو آپ اور ابو چاہیں۔"

"میں کوئی عجوبہ ہوں جسے گھورے جا رہے ہو، جاؤ یہاں سے اور مجھے پڑھنے دو۔" اس نے بظاہر بے نیازی برتتے ہوئے ہالہ کے ہاتھ سے اپنی کتاب واپس لینا چاہی۔

"تمہیں، ہم پاگل نظر آتے ہیں جو مفت میں تمہاری جان چھوڑ دیں گے۔" غور نے اس دفعہ دانت نکالنے کی بجائے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"بالکل ذرا نیچے تو آؤ۔" منال نے بھی دھمکی لگائی۔

"کک...... کیا مطلب......" ان سب کے خوفناک تیوریوں سے وہ واقعی بوکھلا گئی تھی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کے کچھ سوچتی منال، ہالہ، رمشاء اسے تقریباً کھینچتے ہوئے نیچے لے آئی تھیں

ہال کمرے میں جہاں بڑوں کی محفل جمی تھی وہیں سامنے صالح بھی موجود تھا وہ صحیح معنوں میں شدید بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی تھی، وہ شیطانوں کا ٹولہ اس کے ساتھ تھا ورنہ یقیناً وہ اب تک واپس اوپر کی طرف دوڑ لگا چکی ہوتی۔

"ماشاء اللہ! ادھر آؤ بیٹا! ہالہ ادھر بٹھاؤ بہن کو۔" منزہ اسے دیکھتے ہی فوراً اس کی طرف بڑھیں تھیں، شاید ان کے درمیان ہی موضوع ڈسکس ہو رہا تھا، ینگ پارٹی نے تو سنتے ہی اس کے کمرے میں دھاوا بول دیا تھا، جبکہ وہ لوگ مزید پلاننگ میں مصروف تھے۔

"امی جان! بہن نہیں بھابھی کہیں۔" ہالہ نے فوراً سے پیشتر تصحیح کی۔

"اُف۔" ہالہ کی ڈھٹائی پہ اسے جو سب کے سامنے شرم آئی، جی تو چاہا کھینچ کے ایک تھپڑ اس منہ پھٹ کے منہ پہ دے مارے مگر کم بخت یہ اتنی ڈھیر ساری شرم و حیا پتہ نہیں کہاں سے آئے جا رہی تھی۔

"بس الماس! اب پاپا تو میری امانت ہوئی۔" محبت لٹاتی نہال ہوتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ الماس سے مخاطب ہوئیں۔

"لیکن پھپھو! کوئی چھوٹا موٹا فنکشن تو ہونا چاہیے ناں انگیجمنٹ کا۔" منال اتنی سادگی دیکھ کے بسوری۔

"ہو گا کیوں نہیں ہو گا، ہم اپنے بیٹے کی ہر خوشی پوری کریں گے۔" عبداللہ نے محبت سے صالح کے بال بگاڑتے ہوئے کہا تو وہ ہنس پڑا۔

"اس سلسلے میں کس کس کو انوائیٹ کرنا ہے اور دن تاریخ وقت یہ سب تم لوگوں کی ذمہ داری ہے۔" عبدالرحمٰن نے ینگ پارٹی کو متنبہ کیا۔

"یاہو۔" وہ خوشی سے چلا اٹھے۔

"آپ بے فکر ہو جائیں تایا ابو! ہر کام فرسٹ کلاس طریقے سے ہو گا انشاء اللہ۔" وہب نے فوراً اپنے نمبر ٹانکے۔

"میرے یار کی شادی ہے۔" بڑوں کے اٹھنے کی دیر تھی غوری دوپٹے کو پٹکے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے میدان میں اتر آیا تھا۔

"مبارک ہو تم کو یہ شادی تمہاری، سدا خوش رہو یہ دعا ہے ہماری۔" وہب نے بھی سر تال ملائے۔

"اوئے نالائقو فی الحال شادی کا نہیں منگنی کا فنکشن ہے اس کی مناسبت سے گانا گاؤ۔" رمشاء نے اہم نکتے کی طرف ان کی توجہ مبذول کروائی۔

"لیکن مجھے تو منگنی کا کوئی گانا نہیں آتا۔" غوری نے ذہن پہ زور ڈالتے ہوئے بڑے مایوسانہ لہجے میں کہا تھا۔

"فکر نہ کرو کبھی ڈھنگ کا کام تم سے سرزد ہوا ہی کب ہے۔" ہالہ نے فوراً چوٹ کی۔

"میں تو یہ سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی ہوں کہ لڑکے والوں کی طرف سے شرکت کروں گی کہ لڑکی والیوں کی طرف سے۔" منال کی اپنی ہی نرالی سوچیں تھیں۔

"یہ تو واقعی بڑی اہم بات ہے، ہمیں پہلے یہ Decide کر لینا چاہیے کہ ہم کس پارٹی کے ساتھ ہیں۔" رمشاء نے پہلی دفعہ اس کی کسی بات سے اتفاق کیا تھا۔

"یہ تو واقعی پتے کی بات ہے۔" ان سب نے بھی اتفاق کیا۔

"ماہا سے پوچھ لو۔" کب سے خاموش بیٹھے ان کی نوک جھونک کو انجوائے کرتے صالح نے مشورہ دیا تھا، ماہا نے گڑبڑا کے اسے دیکھا، وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

نگاہوں میں محبت کا سمندر موجزن تھا
کشادہ پیشانی پہ چاہت کا مان
لبوں پہ کچھ پا لینے کی نرم فاتحانہ مسکان

اس نے جز بز ہو کے فوراً نگاہیں جھکا لیں، صالح کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"ہاں بھئی ماہا! تم بتاؤ ہم تمہاری طرف سے شریک ہوں یا صالح کی طرف سے؟" رمشاء فوراً اس کے سر ہو گئی۔

"مم...... مجھے کیا پتہ ہو۔" وہ منمنائی ان سب کے قہقہے چھوٹ گئے۔

"میں نے کیا لطیفہ سنایا ہے۔" اس نے ساری شرم و حیا بالائے طاق رکھتے ہوئے ان سب کو بے دریغ گھورا۔

"سناؤ گی تو تم ساری عمر اور بیچارہ صالح سنے گا۔" غوری نے لہجے میں بڑا درد بھرتے ہوئے صالح سے ہمدردی جتائی۔

"میں بخوشی سننے کو تیار ہوں۔" صالح فوراً بول اٹھا، ان سب کی دبی دبی ہنسی کمرے میں گونج اٹھی۔

"صالح بھائی! آپ ہمیں ٹریٹ کب دے رہے ہیں۔" ہالہ کو فوراً کام کی بات یاد آئی۔

"جب تم چاہو۔" اس نے فراخدلی سے پیشکش کی، اس کی خوشی دیدنی تھی، مسرت کا اظہار اس کے ہر ہر قول و فعل سے نمایاں تھا، ہالہ اور رمشاء نے نظروں ہی نظروں میں اس کی بلائیں لے ڈالی تھیں۔

"نیک کام میں دیر کیسی۔" وہب جھٹ سے بولا۔

"چلو پھر یونہی چلتے ہیں۔" اس نے ایک نظر اپنے کپڑوں پہ ڈالی اور مطمئن ہونے کے بعد کارنر سے گاڑی کی چابی اٹھائی، باقی سب نے بھی ان کے ساتھ اتفاق کیا تھا۔

"میں نہیں جاؤں گی۔" رمشاء نے ہاتھ پکڑ کے اسے بھی کھینچا تو وہ فوراً بدک کے پیچھے ہٹی۔

"کیوں؟" رمشاء نے اسے گھور کے دیکھا۔

"بس مجھے نہیں جانا تم لوگ جاؤ۔" وہ اس کی گھوری کو نظر انداز کرتی اپنی بات پہ اڑی رہی، سب گھر والوں کی موجودگی میں صالح کے ساتھ جاتے ہوئے اسے ازحد خفت محسوس ہو رہی تھی اگرچہ وہ اکیلی نہیں جا رہی تھی سب کزنز ساتھ تھے، لیکن وہ جانتی تھی وہ سب کہاں اتنی جلدی اس بخشنے والے تھے، چھیڑ چھیڑ کے اس کے ناک میں دم کر دینا تھا۔

صالح نہ ہوتا تو وہ سب کو دوبدو جواب دے دیتی لیکن اس کی موجودگی میں نے اس کی زبان ہی تالو سے چپک جاتی تھی۔

"دیکھو جو بھی نیا رشتہ استوار ہوا ہے وہ بعد میں، پہلے ہم سب کزنز ہیں ہمیں ایک ہی گھر میں رہنا ہے، تم یوں سب سے الگ تھلگ ہو جاؤ یہ تو مناسب نہیں ہے، ہم سب کو مل جل کر یہی رہنا ہو گا۔" منال نے آج کی تاریخ میں دوسری مرتبہ عقل سے کام لیا تھا، وہ سب منہ کھول کے ہونق پن سے اسے دیکھنے لگے۔

"منہ تو بند کر لو اندر مکھیاں چلی جائیں گی۔" سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ جھنجھلا کے بولی۔

"تم تو عقل مند ہوتی جا رہی ہو یہ تو خطرے والی بات ہے۔" وہب اس کے سر پہ ہلکی سی چپت مارتے ہوئے گویا ہوا، وہ سب مسکرانے لگے۔

ماہا نے ایک نظر ان سب کے وفور مسرت سے چمکتے ہوئے چہروں پہ ڈالی تو اس کے دل میں بھی خوشی اور اطمینان کا بھی بے پناہ احساس جاگزیں ہوا تھا۔

☆☆☆

گھر بھر میں منگنی کی تیاریاں بڑے زور و شور سے ہو رہی تھیں ابھی ڈیٹ تو فائنل نہیں ہوئی تھی کیونکہ صائمہ پھپھو کے کچھ مسائل تھے وہ لاہور آتیں تو پھر ہی ڈیٹ فائنل ہونا تھیں۔

"یا میرے خدا! ماہا کی انگیجمنٹ ہے تمہاری نہیں جو تمہیں کوئی ڈریس پسند نہیں آ رہا۔" اس نے کوئی ساتواں ڈریس ریجیکٹ کیا تو غوری اس کے سر ہو گیا۔

آج وہ سب شاپنگ کے لئے نکلی تھیں، وہب نے تو "میرے سر میں درد ہے" کہہ کر جان چھڑا لی تھی، جبکہ غوری کو وہ کسی نہ کسی طرح گھسیٹ ہی لائی تھی، جو بیچارہ جی بھر کے پچھتانے کے ساتھ ساتھ ہر منٹ بعد ان پہ چڑھائی بھی کر دیتا تھا، جس کو وہ قطعاً خاطر میں لائے بغیر بڑے اطمینان سے شاپنگ کر رہی تھیں۔

"ارے...... آپ۔" سی گرین اور کاپر کلر کا نہایت دیدہ زیب سوٹ وہ ماہا کے لئے پسند کر رہی تھیں، جبکہ ماہا اتنا بھاری سوٹ لینے میں متامل ہو رہی تھی، عین اسی وقت نجانے کہاں سے ارغان لغاری بوتل کے جن کی طرح نمودار ہوا تھا۔

اور اب آنکھوں میں بڑی خوشگوار حیرت لئے اسے دیکھ رہا تھا، پھر اپنے عقب میں کھڑی سوبر سی خاتون سے مخاطب ہو کر کچھ کہا تھا کہ ان کے لبوں پہ نرم سی مسکان ابھری۔

"میں ارغان کی ماما ہوں مسز فاروق لغاری۔" انہوں نے خود ہی آگے بڑھ کے اپنا تعارف کروایا۔

"السلام وعلیکم آنٹی!" ان سب نے خوشدلی سے سلام لیا۔

انہوں نے بڑے اخلاق اور وقار کے ساتھ سب کے سلام کا جواب دیا تھا البتہ رمشاء کے سلام کے جواب میں انہوں نے ساتھ لگ کر اسے پیار بھی کیا تھا۔

"مائی گاڈ!" محبت کے اس مظاہرے نے رمشاء کی پیشانی عرق آلود کر دی تھی، اس کی ایک ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی۔

"کس کے لئے ڈریس پسند کیا جا رہا ہے؟" وہ ان کے منتخب کردہ ڈریس کو سراہتی نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کرنے لگیں۔

"ماہا کے لئے، ماہا کی انگیجمنٹ ہو رہی ہے ناں ہمارے بھائی صالح کے ساتھ۔" ہالہ نے ماہا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔

"ماشا اللہ بہت خوشی ہوئی، مبارک ہو۔"
خوش باش چہروں والی ساری لڑکیاں ہی انہیں بہت بھائی تھیں، غوری، ارغان سے مل رہا تھا۔
"آؤ نہ بیٹا! آپ لوگ ہماری طرف، ہمارا گھر یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔" وہ ان سے اصرار کرنے لگیں۔
"شکریہ آنٹی! پھر کبھی سہی، ابھی تو بہت شاپنگ رہتی ہے اور ہمیں گھر سے نکلے بھی کافی ٹائم ہو چکا ہے، آپ آیئے گا ناں، فاروق انکل کے ساتھ۔" اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی جواب دیتی غوری فوراً بول اٹھا تھا مبادا وہ واقعی منہ اٹھا کر ساتھ نہ چل پڑیں۔
"ہاں ضرور ہم ضرور آئیں گے ناں۔" رمشاء کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ غوری سے مخاطب ہوئیں۔
ارغان کی شوخ نظروں کو خود پہ مرکوز دیکھ کے رمشاء خوامخواہ ہی کنفیوژ ہونے لگی تھی۔
"لنگور کہیں کا۔" وہ بدبداتی کے رہ گئی۔
وہ دونوں ماں بیٹے گئے تو رمشاء نے بے اختیار تشکر بھری سانس خارج کی۔
"پانی پلاؤ ظالمو! آج تو مار ڈالا ان چڑیلوں نے۔" شام کو تھک ہار کے وہ پانچوں واپس لوٹے تھے، غوری نے آتے ہی دہائیاں دینی شروع کر دی تھیں۔
"صبر کر جا میرے بھائی! لاتا ہوں۔" سب اس کی ہائے وائے کو نظر انداز کرتا ست[...]ی سے اٹھ کر کچن کی طرف بڑھا۔
"تم نے تو اپنی جان چھڑا کے یہ عذاب ہے سر پہ مسلط کر دیا۔"
"خبیث!" وہ دانت کچکچا کے رہ گیا۔
ان دونوں کی خاطر بحث کو خاطر میں لائے اپنے شاپنگ بیگ اٹھا کے کمرے میں چلی گیا۔

"ہاں، اب بتاؤ وہ تمہاری ساس کیوں تمہارے واری صدقے جا رہی تھیں۔" کمرے میں آتے ہی ماہا نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔
"میری کون سی ساس۔" اس نے ماہا کو گھورا۔
"کب سے چل رہا ہے یہ چکر۔" ہالہ نے از حد مشکوک ہو کے اسے دیکھا۔
"کتنا بدگمان ہو رہی مت مجھ سے میں تمہیں ایسی لگتی ہوں کہ اس لسوڑے کو منہ لگاؤں۔" رمشاء نے لہجے میں بھرپور صدمہ سمونے کی کوشش کی تھی جو بری طرح ناکام ہوئی تھی۔
"اور اس لسوڑے کی والدہ کے ارادے مجھے نیک نہیں لگ رہے، مجھے لگتا ہے کہ تمہارا اور ماہا کو فنکشن ایک ساتھ ہو گا۔" ہالہ نے اپنے خیال کا اظہار کیا تھا، لیکن پھر رمشاء کے عتاب سے نہیں بچ پائی تھی۔

☆☆☆

"پانچ ماہ، اوہ میرے گاڈ! یعنی کہ مجھے پاکستان آئے پورے پانچ ماہ ہو چکے ہیں۔" وہ بے حد تھکے ہوئے انداز میں ایزی چیئر پہ گرا تھا، آج صبح ہی تو ہالہ کہہ رہی تھی۔
"دیکھ لیں صالح بھائی! آپ کو آئے پانچ ماہ ہو چکے ہیں ابھی کل کی بات لگتی ہے۔" صالح اس کی بات پہ بے حد چونک گیا تھا۔
"چھ ماہ کا ٹارگٹ تو بہت زیادہ ہے میرے لئے۔" اس کے کانوں میں اپنے ہی کہے ہوئے الفاظ سنائی دیے۔
دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامتے ہوئے وہ جیسے وہ متضاد کیفیات کا شکار ہوتے ہوئے نڈھال ہو گیا ہے۔
"نہیں مجھے کچھ کرنا ہے اس سے پہلے کہ یہ ایک ماہ بھی میرے ہاتھ سے نکل جائے، مجھے ہر



طرح سے اپنا مقصد حاصل کرنا ہے۔" وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑایا، اگلے ہی لمحے وہ اپنے موبائل سے کوئی نمبر پش کر رہا تھا۔
"تم کیا سمجھتے ہو کہ میں ہار گیا ہوں؟ میں اتنے جلدی ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں صالح عبدالرحمن۔" وہ چھوٹتے ہی برس پڑا تھا۔
"تم دیکھ لینا تمہاری شدید قسم کی غلط فہمی میں تمہارا سارا گمان پانی کی طرح بہا کے لے جائے گی۔" دوسری طرف سے نجانے کیا کہا گیا تھا کہ وہ بری طرح بپھر کے دھاڑا تھا۔
"میں تمہارے سارے خاندان کو زمین چاٹنے پہ مجبور کر دوں گا۔" وہ سخت ذہنی دباؤ اور اندرونی خلفشار کا شکار ہو رہا تھا جو منہ میں آیا بغیر سوچے سمجھے بولے گیا۔
دوسری طرف سے کہے جانے والی بات کو اس نے لب بھینچ کر غصہ ضبط کرتے ہوئے سنا تھا، پیشانی پہ ابھرنے والی رگیں اس کے طیش کی گواہی دے رہی تھیں۔
"شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ وہ میرے کچھ نہیں لگتے، تمہاری فیملی ہے صرف اور صرف تمہاری فیملی۔" جب وہ غصے سے آؤٹ آف کنٹرول ہو رہا تھا۔
"لیکن ایک بات تم بھی اپنے ذہن میں بٹھا لو، جب تک میں نہ چاہوں کوئی پہ نہیں بتا سکے گا کہ تم صالح عبدالرحمن ہو، عبدالرحمن کے حقیقی بیٹے اور جب تک یہ کارڈ میرے ہاتھ میں ہے تم بالکل بے بس و بے اختیار ہو۔" وہ ایک ایک لفظ کو چبا کے بولا تھا۔
"ہا...... ہا...... ہا...... یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ اگر تم صالح عبدالرحمن ہو تو میرا نام بھی......"
بات کرتے کرتے اچانک اسے احساس ہوا تھا کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے۔
اس نے موبائل آف کر کے بیڈ پہ اچھالا اور اپنے اطراف نگا[...]ئی اور اگلے ہی لمحے اس کے پورے بدن [...]ارے دوڑ گئے، سامنے ہی ماہا بے یقین[...] متغیر رنگت اور فق چہرہ لئے اسے ہی [...]ہی تھی۔
وہ راز جو وہ پچھلے پانچ ماہ سے اپنے سینے میں چھپائے پھر رہا تھا آج آؤٹ ہو گیا تھا، اس خیال نے ہی اسے جلتے انگاروں میں کھڑا کر دیا تھا، وہ حد درجہ جارحانہ عزائم لئے ماہا کی طرف بڑھا تھا۔

(باقی اگلے ماہ)

# محبتوں میں حساب کیسا

پانچویں قسط

مدیحہ تبسم

ناولٹ

اس کی آنکھوں سے بربریت کے شعلے لپکتے دیکھ کر ماہا سراسیمگی کے عالم میں پیچھے ہٹتے ہوئے دیوار سے جا لگی تھی، صالح کا اپنی طرف بڑھتا قدم دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکن معدوم ہوتی جا رہی تھی۔

''کیا سنا ہے ابھی تم نے؟'' عین اس کے سر پہ کھڑے ہوتے ہوئے اس نے سرد اور بھر قیلے لہجے میں پھنکارا تھا، ماہا کی ریڑھ کی ہڈی تک میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

''کک...... کچھ نہیں۔'' کانپتی ٹانگوں اور لرزتے وجود کے ساتھ وہ فقط اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

''چٹاخ۔'' اگلے ہی پل اس کا ہاتھ اٹھا تھا اور ماہا کے گال پہ پانچ انگلیوں کے نشان ثبت ہو گئے۔

مارے خوف و دہشت کے ماہا کی آنکھیں پھٹ گئیں، بائیں گال پہ ہاتھ رکھے وہ آنکھوں میں حد درجہ خوف و ہراس لئے اسے دیکھ رہی تھی، آنسو بھی پلکوں کے اندر ہی کہیں ٹھہر کے رہ گئے تھے، اس سے پہلے کہ وہ نیچے زمین پہ ڈھے جاتی اس نے کندھے سے پکڑ کے اسے اوپر کھینچتے ہوئے دوبارہ اپنے سامنے کیا تھا۔

''اتنا تو تم جان ہی چکی ہو کہ میں صالح عبد الرحمن نہیں ہوں، لیکن اگر یہ بات اس کمرے سے باہر نکلی تو تم لوگوں کا صالح اس زمین پر دوسرا سانس نہیں لے سکے گا۔'' اس کا سفاک غراتا ہوا لہجہ ماہا کے حواس معطل کر گیا تھا۔

''ایک بات یہاں بٹھا لو ماہا عبداللہ!'' اس نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی تے دو دفعہ اس کے سر پہ ہلکی سی ضرب لگائی، ماہا کی یہ ضرب کسی بھاری فولادی گرز سے کم نہیں لگی تھی۔

''صالح اس وقت میرے قبضے میں ہے اور میں جب تک نہ چاہوں تم لوگ اس کی آواز تک نہیں سن سکتے اور جب تک میں اپنے مقصد میں



کامیاب نہ ہو لوں، تم لوگ صالح سے محروم ہی رہو گے، لیکن اگر تم نے کسی کو بتانے کی کوشش کی تو صالح کے ساتھ ساتھ اس گھر کے ہر فرد کی جان شدید خطرے میں ڈال دو گی، کیونکہ قاتل خواہ ایک قتل کرے یا دس، اس کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" اس نے دھاڑتے ہوئے ماہا کو پیچھے دھکیلا تھا۔

"ناؤ گیٹ آؤٹ فرام ہیئر۔" وہ دروازے کی سمت اشارہ کرتے ہوئے چلایا۔

وہ اندھا دھند بھاگتے ہوئے باہر نکلی اور اپنے کمرے میں پہنچ گئی اس کا ذہن سخت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا تھا، دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامتے ہوئے اس نے خود کو سنبھالنے کی سعی کی تھی، یقیناً اس وقت کمرے میں کوئی موجود نہیں تھا ورنہ ضرور اس کی طرف لپکتا۔

اندھیرے میں ڈوبتے ہوئے ذہن کو بیدار کرنے کے لئے اس نے پوری قوت صرف کر کے چلا کے کسی کو پکارنا چاہا تھا لیکن اس کے حلق سے آواز نکل نہیں پائی تھی اور اگلے ہی لمحے وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر دھڑام سے زمین پہ آ رہی تھی۔

☆☆☆

نہ فکر فردا، نہ یاد ماضی<br>نہ چین دل کو نہ بے قراری<br>نہ حد سے گزرا ہوا جنوں<br>نہ خاموشی وہ پہلے جیسی<br>بس اک اداسی ہے دھیمی دھیمی<br>جو زندگی کے ادھورے پن کو<br>حدوں سے آگے بڑھا رہی ہے<br>شاید تیری یاد آ رہی ہے<br>ہاں......!<br>تیری یاد آ رہی ہے

خدا خدا کر کے چھٹیوں کا اختتام ہوا تو نازو کے جسم میں گویا طاقت سی بھر گئی، اتنے دنوں سے وہ جو نڈھال اور پژمردہ تھی آج اس کا جوش قابل دید تھا، صبح کالج جانے کی خوشی اور حقیقت میں عدیل ہاشمی سے ملنے کی خوشی کی وجہ سے وہ ساری رات سوئی ہی نہیں تھی۔

صبح اٹھتے ہی اس نے جانے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں، یونیفارم تو رات کو ہی پریس کر لیا تھا، بیگ، کتابیں، فائل ہر چیز ترتیب دے لی تھی، خوب اچھی طرح نہا کر گیلے بالوں کو ہلکا سا کیچ کر کے یونہی پشت پہ چھوڑ دیا، آنکھوں میں بھر بھر کے کاجل لگایا، ہونٹوں پہ نیچرل کلر کی لپ اسٹک لگائی۔

ایک نظر آئینے میں خود کو دیکھا جو اس کے خوشی سے جگمگاتے وجود کی گواہی دے رہا تھا اگرچہ اتنے دنوں بعد عدیل سے ملنے کے لئے یہ تیاری اسے ناکافی لگ رہی تھی تاہم فی الحال اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

"نازو پتر! ناشتہ تو کر لے۔" اسے بغیر ناشتے کے جاتا دیکھ کر ابا نے کہا تھا۔

"نہیں ابا! بھوک نہیں ہے اتنے دنوں سے دیر سے ناشتہ کرنے کی عادت پڑ گئی ہے ناں تو اب ذرا بھی بھوک نہیں ہے، میں وہیں سے کچھ کھا لوں گی۔" دل میں تو خوشی کے باعث لڈو پھوٹ رہے تھے سرے سے بھوک ہی نہیں تھی لیکن ابا کو مطمئن کرنا ضروری تھا، اسی لئے اس نے فوراً جواز بھی بتا دیا تھا مبادا ابا زبردستی روک ہی نہ لے، جبکہ وہ تو اڑ کے آج کالج پہنچ جانا چاہتی تھی۔

"اچھا...... چل پھر یہ پیسے رکھ لے، وہیں سے کچھ کھا پی لینا، سارا دن بھوکی نہ رہنا۔" ابا نے جیب سے چند نوٹ نکال کر اسے پکڑائے تو وہ اتنی جلدی جان چھوٹ جانے پر شکر ادا کرتی ابا کے ہاتھ سے پیسے پکڑ کے باہر نکل گئی۔

آج وہ معمول سے پہلے ہی کالج پہنچ گئی تھی، کہیں کہیں اکا دکا اسٹوڈنٹس نظر آ رہی تھیں، کچھ آج پہلا دن تھا ویسے بھی تعداد کم ہی تھی، ٹیچرز بھی کم ہی نظر آ رہی تھیں۔

"میری نہیں آئی اب تک۔" ایک نظر رسٹ واچ پہ ڈالتے ہوئے اس نے دوبارہ گیٹ سے داخل ہوتی لڑکیوں پہ ڈالی اور اس کے انتظار میں لان میں نیچے گھاس پہ ہی آلتی پالتی مار کے بیٹھ گئی۔

"السلام و علیکم...... کیسی ہو نازنین!" تقریباً ایک گھنٹہ ہو چلا تھا اسے میری کا انتظار کرتے ہوئے اب تو وہ پریشان ہو چلی تھی، جب آشنا سی آواز پہ اس نے سر اٹھا کے دیکھا، سامنے اس کی کلاس فیلو عدیلہ نقوی کھڑی تھی۔

"وعلیکم السلام...... آئی ایم فائن۔" عدیلہ نقوی کے لبوں پہ بڑی دوستانہ مسکراہٹ تھی لہٰذا ناچار اسے بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔

"آج اکیلی نظر آ رہی ہو، مہرین کہاں ہے؟" وہ خود ہی اس کے برابر بیٹھتے ہوئے استفسار کرنے لگی۔

وہ اور مہرین دونوں ہر جگہ ایک ساتھ پائی جاتی تھی، کالج کی ہر طالبہ ان کی گاڑھی دوستی سے خوب واقف تھی، کچھ لڑکیوں نے ان دونوں سے دوستی کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن وہ دونوں کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھیں، البتہ ہیلو ہائے پوری کلاس سے ہی تھی۔

"ابھی تک تو نہیں آئی۔" گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"تمہاری اور مہرین کی کافی دوستی ہے۔" عدیلہ نقوی نے بات برائے بات پوچھا تھا۔

آج زیادہ تر کلاسز آف تھیں کیونکہ پروفیسرز ہی چھٹی پر تھیں، عدیلہ نقوی بھی شاید ٹائم پاس کرنے کے لئے اس کے پاس آ بیٹھی تھی۔

"ہاں، ظاہر ہے۔" نازو نے بے نیازی سے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

''میں دراصل صوبہ سندھ کی رہنے والی ہوں یہاں پنجاب میں Migrate ہو کے آئی ہوں جب میں نئی نئی آئی تھی تو ہی مجھی تھی کہ تم اور مہرین کزنز ہو، ایکچوئلی تم دونوں کا Life style اتنا ملتا ہے کہ تم کزنز ہی لگتی ہو۔'' عدیلہ نقوی کی باتوں نے اس کی توجہ اپنی جانب کھینچ لی تھی۔

''اچھا۔'' اسے بے حد خوشی کا احساس ہوا تھا کہ لوگ اسے اور میری کو ایک ہی کلاس سے سمجھتے ہیں، اس کی ہمیشہ سے یہی خواہش رہی تھی کہ وہ میری کو کاپی کرے۔

''تو اس کا مطلب ہے کہ اب میں میری جیسی لگنے لگی ہوں۔'' اس نے دل میں سوچا۔

''لیکن یہ تو مجھے بعد میں پتا چلا کہ تم کزنز نہیں ہو، بلکہ میری ایک Uper class سے Relate کرتی ہے جبکہ تم ایک گاؤں کی رہنے والی لڑکی ہو۔'' عدیلہ نقوی اپنی ہی دھن میں بول رہی تھی۔

''دھڑام۔'' نازو کو یوں لگا تھا جیسے کسی نے پوری قوت سے اسے کسی بلند عمارت سے نیچے گرا دیا ہو۔

''تو کیا وہ اتنا کچھ کر لینے کے بعد بھی وہیں عام سی پینڈو لڑکی ہی رہے گی۔'' اس سوچ نے گویا اسے پاتال سے گرا دیا تھا۔

''عمومی طور پر گاؤں کی لڑکیاں بہت سادہ اور معصوم ہوتی ہیں، اکثر اوقات اپنے اچھے برے میں بھی تمیز نہیں کر پاتیں، میں تمہیں کوئی نصیحت نہیں کر رہی لیکن ہم جماعت ہونے کے ناطے اتنا ضرور کہوں گی نہ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے ایک دفعہ اپنے بوڑھے ماں باپ کے بارے میں ضرور سوچ لینا۔'' وہ عدیلہ نقوی کو جتنا سیدھا سمجھ رہی تھی وہ اتنی بھی سیدھی نہیں تھی، شاید اسے نازنین کے بارے میں کچھ سن گن مل گئی تھی۔

''کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟'' وہ بری طرح چونکی۔

دل اندر کہیں اس خوف سے بھی دھڑکا تھا کہ عدیلہ نقوی اس کے اور عدیل ہاشمی کے تعلق میں بارے میں کچھ جان تو نہیں گئی۔

''مطلب تو بہت صاف اور واضح ہوتا ہے نازنین! ہمیں یہی سمجھنے میں بہت دیر لگ جاتی ہے۔'' وہ دھیرے سے کہتی شاید کسی سوچ میں گم تھی، کوئی گہری سوچ۔

''مجھے تو تمہاری کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔'' نازو نے اس پل پل رنگ بدلتی لڑکی کو الجھ کر دیکھا تھا۔

''دیکھو نازنین! میں تمہاری دشمن نہیں دوست ہوں۔'' عدیلہ نقوی نے اپنا ہاتھ نازو کے ہاتھ کے اوپر رکھتے ہوئے نرم اپنائیت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

''مہرین کی ریپوٹیشن اچھی نہیں ہے وہ اپنے ساتھ ساتھ تمہیں بھی برباد کر دے گی۔''

''شٹ اپ۔'' نازو نے اپنے ہاتھ پہ دھرا اس کا ہاتھ زور سے پرے جھٹکا تھا۔

''مجھے پتہ تھا کہ تم غصہ میں آ جاؤ گی لیکن یہ میرا فرض کہ......'' وہ کچھ کہنے جا رہی تھی کہ نازو نے بے حد غصے سے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔

''تم اپنے فرائض اپنے پاس سنبھال کے رکھو تو زیادہ بہتر ہوگا، میں اپنا اچھا برا سمجھ سکتی ہوں، میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں کون میرا دوست ہے اور کون دشمن، تھینک یو سو مچ۔'' نہایت بدلحاظی سے اسے ٹوکتی وہ مارے طیش کے کھڑی ہو گئی۔

''یہی تو تم جانتی نہیں ہو اور اسی غلط فہمی میں تم اپنا نقصان کر بیٹھو گی، ناقابل تلافی نقصان۔'' عدیلہ نقوی نے سخت متاسف نظروں سے اس کے پھولے ہوئے سانس اور چہرے کے اتار چڑھاؤ کو جانچا تھا۔



''ڈونٹ وری مس عدیلہ نقوی! اگر میں اپنا کوئی نقصان کروں گی تو تمہارے پاس ہیلپ کے لئے ہرگز نہیں آؤں گی، لہٰذا تمہیں میری فکر میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' تیز فیصلے لہجے میں کہتے ہوئے وہ مزید وہاں نہیں رکی تھی۔

''توبہ، کس قدر جیلس ہیں یہ لڑکیاں میری اور مہری کی فرینڈ شپ سے کس قدر اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہیں، کیا میں خود نہیں جانتی میری نے کس کس طرح میری مدد کی ہے بلکہ اس کے تو مجھ پر بہت احسانات ہیں جن کا بدلہ شاید میں ساری عمر نہ چکا سکوں۔'' خود کو پرسکون کرتے ہوئے وہ ایک کلاس روم میں داخل ہو گئی، آج کا سارا دن تو جلتے کڑھتے اور مہری کا انتظار کرتے ہوئے ہی گزرا تھا۔

☆☆☆

''اب کیسی طبیعت ہے۔'' اس کی آنکھیں کھلیں تو اپنے اوپر رمشاء کو جھکے ہوئے پایا۔

''توبہ ہے ماہا! تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی، میں کمرے میں آئی تو تم ہوش و حواس سے بیگانہ زمین پہ پڑی تھی، شکر ہے کہ اب تمہیں ہوش آ گیا ہے۔'' ہالہ اسے آنکھیں کھولتا دیکھ کر فوراً بول اٹھی تھی۔

''تمہارے اندر صبر نہیں ہے اسے ڈھنگ سے ہوش تو آ لینے دو۔'' منال نے اسے لتاڑا جو حسب عادت بغیر سوچے سمجھے شروع ہو گئی تھی۔

''ماہا! یہ لو پانی پی لو بیٹا!'' منزہ نے پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا پھر سہارا دے کر اسے اٹھایا۔

پانی دیکھ کر ماہا کو یوں محسوس ہوا تھا گویا اس کے حلق میں کانٹے اگے ہوئے ہیں صدیوں سے وہ پانی کو ترستی چلی آ رہی ہو، منزہ نے پانی کا گلاس اس کے منہ کو لگایا تو وہ ایک ہی سانس میں غٹاغٹ چڑھا گئی۔

''لیٹ جاؤ آرام سے شاباش۔'' انہوں نے دوبارہ اسے لٹا دیا۔

''کتنی دفعہ کہا ہے اپنے کھانے پینے کا خیال رکھا کرو، بس سارا دن یا کتابوں میں گم رہتی ہے یا کام کو جت جاتی ہے اپنی ڈائٹ کی ذرا پرواہ نہیں کرتی، پھر یہی حال ہونا ہے۔'' الماس نہایت فکرمندی سے اس کا نقاہت زدہ چہرہ دیکھ کر ڈپٹ رہی تھیں۔

''رہنے دو الماس! بچی کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے اب تم مت ڈانٹو۔'' منزہ محبت سے اس کے ماتھے پہ آئے بال ہٹاتے ہوئے الماس سے مخاطب ہوئیں۔

''امی! میں ماہا کے لئے کچھ لے کر آؤں پھر اسے میڈیسن بھی دینی ہے۔'' رمشاء نے ماہا کی پیلی رنگت دیکھ کر ماں سے استفسار کیا۔

''ہاں جاؤ، دودھ کے ساتھ کچھ ہلکا پھلکا لے آؤ۔'' منزہ نے کہا تو وہ فوراً کچن کی جانب پلٹی۔

ہالہ نے تو ماہا کو بے ہوش پڑے دیکھ کر چلانا شروع کر دیا تھا، شکر تھا کہ غوری گھر پہ تھا وہ جلدی سے ڈاکٹر کو لے آیا، رمشاء اور منال نے اسے اٹھا کے بیڈ پہ لٹایا تھا، ڈاکٹر نے کہا تھا کوئی زیادہ پریشانی والی بات نہیں ہے، بس کسی اچانک صدمے اور ٹینشن کی وجہ سے یہ بے ہوش ہو گئی ہے۔

جبکہ الماس کا خیال تھا وہ اپنی صحت کی طرف سے بہت لاپرواہ ہے، کھانے پینے میں لاپرواہی اور امتحان کی تیاری باعث اس نے اپنی حالت ایسی بنا ڈالی ہے۔

''یہ لو، میں دودھ کے ساتھ رسک لے کے آئی ہوں، تھوڑا سا کھا لو، پھر تم نے میڈیسن لینی ہے۔'' رمشاء نے ٹرے لا کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھی، سہارا دے کر اسے اٹھایا، بکھرے بالوں کو سمیٹ کے پیچھا کیا اور اسے رسک کھلانے لگی۔

ماہا غائب دماغی سے کھا رہی تھی، اسے کچھ

خبر نہ تھی رمشاء اسے کیا کھلا رہی ہے، نہ کوئی ذائقہ تھا نہ احساس، رمشاء نے خود ہی ہاتھ رکھا تھا، پھر اسے دوا کھلائی سیرپ پلایا، بستر کی شکنیں درست کیں، بیک سے تکیہ ہٹایا اور نرمی سے اسے دوبارہ لٹا دیا وہ کسی روبوٹ کی مانند ہر فعل انجام دے رہی تھی۔

دوا کھاتے ہی اس کی آنکھیں دوبارہ بند ہونے لگی تھیں، پھر سے دماغ پر غنودگی چھانے لگی تھی۔

''میرا خیال ہے ماہا کو آرام کرنے دیا جائے، ویسے بھی ڈاکٹر نے کہا تھا یہ جتنا آرام کرے گی اتنا ہی اس کے لئے بہتر ہوگا۔'' اسے آنکھیں بند کرتا دیکھ کر ہالہ نے آہستگی سے کہا تھا۔

''بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' منال نے بھی اس کی تائید کی تھی، وہ سب آہستگی سے آگے پیچھے باہر نکل گئی تھیں۔

ماہا کی آنکھ دوبارہ کھلی تو حواس کسی قدر ٹھکانے آچکے تھے کمرے میں مدھم نیلگوں روشنی پھیلی تھی، آنکھیں کھول کے اس نے اپنے اردگرد کی تعیین کی تھی، کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ بیٹھ گئی۔

''یہ شخص کون ہے؟'' ذہن میں سوچنے کی صلاحیت پیدا ہوئی تو سب سے پہلے ہی سوال ابھرا تھا۔

''اتنا تو تم جان چکی ہو کہ میں صالح عبد الرحمن نہیں ہوں، لیکن اگر یہ بات اس کمرے سے باہر نکلی تو تم لوگوں کا صالح اس زمین پر دوسرا سانس نہیں لے سکے گا۔'' اس کا حد درجہ سفاکی لئے ہوئے پھنکارتا لہجہ ماہا کی سماعت میں گونجا تھا۔

بری طرح بے چین ہوتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو جکڑا تھا۔

''شٹ اپ جسٹ شٹ اپ، وہ صرف تمہاری فیملی ہے، میرے کچھ نہیں لگتے، تمہاری فیملی، صرف تمہاری فیملی۔''

''جب تک میں نہ چاہوں کوئی یہ نہیں بتا سکے گا کہ تم صالح عبد الرحمن ہو، عبد الرحمن کے حقیقی بیٹے، جب تک یہ کارڈ میرے ہاتھ میں ہے تم بالکل بے بس و بے اختیار ہو۔'' وہی سرد غراتا ہوا جارجیت سے بھرپور لہجہ اس کے اردگرد گونجنے لگا تھا۔

''نہیں...... نہیں۔'' اس نے دونوں ہتھیلیاں کانوں پہ رکھ کے اس آواز کو روکنا چاہا تھا۔

''نہیں ہو سکتا، یہ کیسے ہو سکتا ہے، ایک اجنبی نہیں ہو سکتا۔'' وہ اب دونوں ہاتھ چہرے پہ رکھ کے رونے لگی تھی، آنسو اس کے چہرے کو بھگوتے جا رہے تھے۔

''اس سے پہلے کہ یہ شخص ہمیں کوئی ناقابل تلافی نقصان پہنچائے مجھے کسی کو بتا دینا چاہیے۔'' کافی دیر رو چکنے کے بعد جب اس کا دل کچھ ہلکا ہوا، تو وہ خود کلامی کے سے انداز میں کہتی بیڈ سے نیچے اتر گئی، جوتا پہنے بغیر ننگے پاؤں ہی وہ عجلت میں دروازے کی سمت بڑھی۔

''اگر تم نے کسی کو بتانے کی کوشش کی تو صالح کے ساتھ ساتھ اس گھر کے ہر فرد کی جان شدید خطرے میں ڈال دو گی، کیونکہ قاتل خواہ ایک قتل کرے یا دس، وہ قاتل ہی کہلائے گا۔'' پھر اسی آواز نے اس کے قدم جکڑ لئے تھے۔

ہینڈل پہ رکھا اس کا ہاتھ بالکل ساکت ہو چکا تھا، وہیں دروازے کے ساتھ اپنی پشت لگاتے ہوئے وہ نیچے ڈھے گئی۔

''یا اللہ! میں کیا کروں؟'' دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامتے ہوئے وہ بے بسی کی آخری انتہا پہ تھی۔

اگلے ہی لمحے وہ دوبارہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی تھی کہ اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتی تھی، پتہ نہیں وہ کس کس چیز کو رو رہی تھی۔

صالح عبد الرحمن کی گمشدگی کو......!

اپنے نصیب کو......!

تائی امی کی سادگی کو......!

انہیں اگر یہ پتہ چل جاتا کہ یہ میرا صالح نہیں بلکہ کوئی اجنبی ہے تو وہ شاید جیتے جی مر جاتیں اور ماہا بھی ان کے لئے کچھ نہیں کر سکتی تھی، کچھ بھی نہیں۔

☆☆☆

''یہ کیا رونی صورت بنا رکھی ہے اور منہ کو لٹکا رکھا ہے، اب یہ بہانے بازیاں بند کرو اور سیدھی ہو جاؤ۔'' تیسرے دن سب اسے کمرے سے کھینچ لائے تھے، اس کی خاموشی اور پژمردگی ان میں سے کسی کو بھی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

وہ سب تو قطعاً بے خبر تھے اس بیچاری پر کیسی قیامت گزر گئی تھی، دو دن وہ دانستہ کمرے میں بند رہی تھی اور خود کو مضبوط کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی رہی تھی۔

''کیا ہو گیا ہے یار! اس طرح تو تم کبھی بیمار نہیں پڑیں۔'' رمشاء نے محبت سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا، چہرے پہ تشویش کے آثار لئے وہ ماہا کو دیکھ رہی تھی۔

''تم نے اس طرح پہلے کبھی میری تیمار داری بھی تو نہیں کی۔'' وہ بمشکل چہرے پہ ہلکی سی مسکان نمودار کر پائی تھی۔

''بس...... اس سے زیادہ کی مجھ سے امید نہ رکھنا، میں اب ایسی بھی مدر ٹریسا نہیں ہوں اب اپنے ہاتھ پاؤں ہلاؤ، خود کرو اور خود کھاؤ۔'' اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے تنبیہی لہجہ اختیار کیا تھا۔

''اچھا بابا، اچھا، مت کھلانا تم مجھے، میں خود ہی بنا لوں گی اب۔'' ماہا اس کے انداز پہ بے ساختہ مسکرائی تھی، اب کی دفعہ مسکراہٹ اس کے اندر سے ابھری تھی اسے اپنی ول پاور سے کام لینا نہیں پڑا تھا۔

اس نے تہیہ کر لیا تھا وہ جو کچھ بھی کرے گی اکیلی کرے گی، وہ اس نام نہاد صالح عبد الرحمن سے کوئی اچھی توقع نہیں رکھتی تھی، اسے اپنے پیاروں کی زندگی اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی ان پر کوئی آنچ بھی آئے، وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی، وہ جلد بازی میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہتی تھی جو خود اس کے اور اس کے گھر والوں کے لئے آزمائش اور تکلیف کا سبب بنے، وہ اس معاملے کو خود ہی نمٹانا چاہتی تھی۔

''شکر ہے کچھ تو ٹا خدا کر کے۔'' ہالہ نے اسے مسکراتا دیکھ کر بے اختیار اطمینان بھری سانس خارج کی۔

''تو اور کیا، تمہاری سڑی ہوئی شکل دیکھ دیکھ کر میرا تو اپنا جی اوب گیا تھا۔'' منال نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

ان کے چہروں پہ ماہا کے لئے جو محبت تھی اس نے ماہا کی پلکوں کو نم کر دیا تھا۔

''اگر یہ سب وہ جان جائیں جو میرے علم میں آچکا ہے تو......؟'' وہ زہریلی سوچ ایک مرتبہ پھر اسے ناگ بن کے ڈسنے لگی تھی۔

''اب پھر مراقبے میں چلی گئی ہو۔'' رمشاء نے زور سے اس کا کندھا ہلایا، تو وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''یار! میں سوچ رہی تھی میں اپنی اسٹڈی کو کیسے کور کروں گی؟ میں نے تو بہت سارے لیکچرز مس کر دیئے ہیں۔'' اس نے بر وقت جھوٹ گھڑ لیا تھا۔

''دھت تیرے کی، ابھی تک پڑھائی کے خیالوں میں کھوئی رہتی ہو، کیا بنے گا تیرا لڑکیچ کبھی اپنے اردگرد بھی نظر دوڑا لی کرو، طبیعت میں افاقہ ہوگا۔'' ہالہ نے سخت متاسف نظروں سے اسے دیکھا تھا اور ساتھ ہی نظروں سے سامنے کی طرف اشارہ کر دیا۔

اس نے ہالہ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو اسے لگا تھا وہ سچ مچ پتھر کی ہو گئی ہے، پورے تین دن بعد آج وہ اس شخص کا دوبارہ سامنا کر رہی تھی اسے دیکھتے ہی اس کا چہرہ فق سا ہو گیا تھا، دل کی دھڑکن کی رفتار ایک دم ہی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی، اسے لگ رہا تھا اس کی دو دن خود کو سمجھانے کی محنت اکارت چلی جائے گی اور وہ اس شخص کے سامنے حواس کھو دے گی۔

''کیسی ہو ماہا! اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟'' وہ بڑی اپنائیت سے استفسار کر رہا تھا اس کی آنکھوں میں گزرے لمحات کی پرچھائیں تک نہیں تھی۔

دھوکے باز۔

مکار۔

ایکٹر۔

منافق۔

ماہا کے اندر لاوا پکنے لگا، ان گنت سوالات اس کے اردگرد چکرانے لگے، ایک دم ذہن پر بہت بوجھ بڑھ گیا تھا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

''کیا ہوا ماہا!'' اس کی متغیر ہوتی حالت دیکھ کر منال اس کی طرف لپکی۔

''آں......بس شاید سر چکرا رہا ہے۔'' اس نے بدقت تمام خود کو بولنے پہ آمادہ کیا تھا۔

''چلو کمرے میں آرام کرو، میں تمہارے لئے چائے لے کر آتی ہوں۔'' رمشاء نے اسے بازو سے پکڑ کے اٹھایا تو وہ اس کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی۔

''رمشاء لائٹ آف کر کے دروازہ بند کر جانا میں کچھ دیر آرام کروں گی۔'' بیڈ پہ اس کا سہارا لے کر لیٹتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

''ٹھہرو سونے سے پہلے کچھ کھا پی لو میڈیسن لے لو، پھر سو جانا۔'' رمشاء اس کے زرد ہوتے چہرے کو دیکھ کے ٹوکے بنا نہ رہ سکی۔

''نہیں مجھے بہت نیند آ رہی ہے فی الحال سونے دو۔'' اس نے کہنے کے ساتھ ہی آنکھیں بند کر لیں، گویا اس طرف اشارہ تھا کہ اب مجھے مزید ڈسٹرب مت کیا جائے۔

رمشاء چند ثانیے تفکر سے اسے دیکھتی رہی تھی، پھر اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی، اس کے باہر نکلتے ہی ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے تھے وہ ایک مرتبہ پھر پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

☆☆☆

''کہاں تھیں تم......؟'' وہ مہرین کو دیکھتے ہی اس کی طرف لپکی تھی۔

کل کا سارا دن اس نے جس بے تابی اور بے قراری کی انتہا پر گزارا تھا، وہی جانتی تھی، جدائیوں کے کٹھن مرحلات سے گزرتے ہوئے اسے احساس ہوا تھا عدیل ہاشمی اس کے لئے کیا اہمیت اختیار کر چکا تھا، گھر میں تو جیسے تیسے کر کے اس نے دن گزار لئے تھے کل کالج آنے کے باوجود وہ عدیل ہاشمی سے مل نہیں پائی تھی تو بے قراری حد سے بڑھ گئی تھی۔

شکر تھا کہ آج مہرین ٹائم پہ آ گئی تھی اسے زیادہ دیر اس کے انتظار میں جان لیوا لمحات نہیں کاٹنا پڑے تھے۔

''ہائے میری جان! کیسی ہو؟'' مہرین اسے دیکھتے ہی اس کے گلے لگ گئی تھی۔

''اتنے دنوں بعد ملے ہیں نہ سلام نہ دعا آتے ہی چڑھائی شروع کر دی۔'' اس نے آڑے ہاتھوں نازو کو لیا۔

''سوری یار! میں ٹھیک ہوں، تم سناؤ۔'' وہ اس سے الگ ہوتے ہوئے خجل سے لہجے میں بولی۔

اس کے سر پہ عدیل ہاشمی کا بھوت اس قدر سوار تھا کہ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ وہ اپنی اکلوتی دوست سے اتنے دنوں بعد مل رہی ہے۔

''چلو چھوڑو اس شرمندگی کو، آؤ وہاں بیٹھتے ہیں۔'' اس کے چہرے پہ خجالت کے آثار دیکھ کر مہرین نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے سامنے لان میں پڑے بینچ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''کیسی رہیں تمہاری ووکیشنز؟'' نازو نے سراہتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے دریافت کیا تھا جو نئے ہیر اسٹائل اور نیو لک کے ساتھ بڑی چارمنگ لگ رہی تھی۔

''فنٹاسٹک، اس دفعہ تو ہم نے بہت انجوائے کیا، ایکچوئلی سکندر نے اپنا نیا بزنس اسٹارٹ کیا ہے ناں جسے Introduce کروانے کے لئے کئی پارٹیز ارینج کرنا پڑیں کل بھی میں اسی وجہ سے نہیں آ سکی تھی میں اور سکندر شہر سے باہر بزنس ڈنر میں انوائیٹ تھے۔'' بالوں کو ایک ادا سے جھٹکتے ہوئے وہ اسے تفصیلاً آگاہ کر رہی تھی۔

''عدیل سے کانٹیکٹ ہوا تمہارا یا سکندر کا۔'' کافی دیر سے لبوں پہ مچلتے سوال کو اس نے پوچھ ہی ڈالا تھا کہ اس سے زیادہ اس میں صبر کا یارا نہیں تھا۔

''ہاں ہوا تھا، وہ کل ہی واپس پاکستان آیا تھا، ایکچوئلی ٹور تو اس کا بھی مزید تھا اس کے پاپا بھی اس کے جلد آنے پر خفا ہو رہے تھے لیکن جیسے ہی اسے پتہ چلا کہ ہمارے کالج ری اوپن ہو چکے ہوں تو وہ ایک دن بھی مزید وہاں نہیں ٹھہرا، اگرچہ وہ تم سے ناراض ہے لیکن پھر بھی وہ تم سے ملے بغیر اب مزید نہیں رہ سکتا اور تم بھی سدھر جاؤ اب کسی کے جنون کو اس قدر بھی نہیں آزماتے۔'' آخر میں اس نے اسے پیار بھری سرزش کی تھی۔

مہری کے الفاظ نہیں تھے مہکتے گلاب تھے جو کسی نے دل کھول کر اس پر نچھاور کر دیئے تھے، جن کی مہک نے اس کے پورے وجود کو معطر کر دیا تھا۔

''آج گیارہ بجے وہ تمہیں لینے آئے گا۔'' مہری نے اسے اطلاع دی۔

''گیارہ بجے، لیکن ابھی تو نو بجے ہیں، آج اتنی لیٹ۔'' نازو نے رسٹ واچ پر نظر ڈالتے ہوئے اچنبھے سے دریافت کیا تھا۔

اس کی حیرت بجا تھی، اس کے خیال کے مطابق تو عدیل ہاشمی کو اب تک آ جانا چاہیے تھا کیونکہ جب انہوں نے سارا دن ساتھ گزارا ہوتا تھا تو وہ صبح کالج ٹائم میں ہی آ کر اسے لے جاتا تھا اور چھٹی ہونے تک چھوڑ جاتا تھا اور آج تو وہ دونوں پھر اتنے دنوں بعد مل رہے تھے آج تو وہ زیادہ ٹائم ایک دوسرے کے ساتھ گزارنا چاہتے تھے۔

''کیا بات ہے بھئی اب تو دو گھنٹے ہمارے ساتھ نہیں گزار سکتی، عدیل ہاشمی کے علاوہ بھی اب کسی اور کا حق ہے تم پر کہ نہیں۔'' مہری نے معنی خیزی سے نگاہیں گھماتے ہوئے اسے چھیڑا تھا، جواباً نازو کا قہقہہ بڑا جاندار تھا۔

''یہ تو اب میں عدیل سے پوچھ کے ہی بتا سکتی ہوں کہ اس کے علاوہ بھی کوئی مجھ پر حق جتلا سکتا ہے یا نہیں۔'' اب کی دفعہ اس کے لہجے میں بھی شرارت رچی ہوئی تھی، لہجے میں خود بخود احساس تفخر پیدا ہو گیا تھا۔

''اوہ تو معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے۔'' اس نے وسل کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے، نازو نے ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

عدیل ہاشمی سے ملنے کا سرور ابھی سے اس پر چھا رہا تھا، متوقع صورت حال کا تصور کر کے اس کا دل ہواؤں میں اڑا جا رہا تھا۔

''چلو پھر تب تک کینٹین کو ہی رونق بخشتے ہیں۔'' مہری اپنا ہینڈ بیگ اٹھاتے ہوئے بولی، تو وہ بھی اس کی تقلید میں کھڑی ہو گئی، کہ اب یہ دو گھنٹے تو کسی نہ کسی طرح گزارنے ہی تھے، مہری کی سنگت میں ذرا اچھے گزر جاتے تھے اور کچھ نہیں تو اس کی باتوں میں عدیل ہاشمی کا تذکرہ تو

ہوتا تھا اور نازو کا تو آج کل یہ حال تھا کہ۔

یا تیرا تذکرہ کرے ہر شخص
یا ہم سے گفتگو نہ کرے

☆☆☆

آج اس کی طبیعت پہلے کی نسبت کافی سنبھلی ہوئی تھی آج تو وہ رمشاء کے ساتھ کالج بھی گئی تھی، گھر والوں نے بھی شکر کیا تھا کہ اس کی حالت بہتر ہو گئی ہے۔

نماز عصر ادا کرنے کے بعد وہ چاروں ہال کمرے میں براجمان تھیں، ماہا کی بیماری کے باعث منزہ اور الماس رات کا کھانا خود ہی بناتی تھیں، رمشاء تو زیادہ تر اسی کی تیمارداری میں لگی رہتی تھی۔

''رمشاء! کیا کر رہی ہو تم۔'' منزہ عجلت بھرے انداز میں کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

''کچھ خاص نہیں۔'' رمشاء فوراً سیدھی ہوئی۔

''لگتا ہے امی کو کوئی کام یاد آ گیا ہے، یا کچن کا راؤنڈ لگانا پڑے گا۔'' وہ خود ہی قیاس آرائی کرنے لگی۔

''یہ کیا ہر وقت اول جلول حلیے میں گھومتی رہتی ہو کوئی ڈھنگ کے کپڑے نہیں ہیں تمہارے پاس۔'' جھنجلاہٹ بھرے انداز میں کہتے ہوئے انہوں نے تنقیدی نظر سے اسے سرتاپا دیکھا۔

''جی...... امی......امی۔'' وہ ہونق پن سے انہیں دیکھنے لگی۔

آج سے پہلے تو نہوں نے کبھی اس کے لباس پر تنقید نہیں کی تھی، بس بے ہودہ لباس نہ ہو، پورا جسم ڈھانپتا ہو، اس سے زیادہ انہوں نے کبھی نہیں ٹوکا تھا اور اس بات کا خیال تو وہ سب خود بھی رکھتی تھیں کہ ان کی تربیت ہی مشرقی نہج پہ کی گئی تھی۔

''میں نے کہا عقل سے ماورا بات کی ہے جو یوں منہ کھول کے مجھے دیکھ رہی ہو، چلو اٹھو اور کوئی ڈھنگ کے کپڑے پہنو بلکہ یوں کرو وہ جو تمہارا پنک کلر کا ڈریس ہے جو تمہاری پھپھو لے کر آئی تھیں وہ پہن لو اور بالوں کو بھی شیمپو کر لینا، کیا جھاڑ جھنکار بنا رکھا ہے۔'' اس کے یوں تکنے پر وہ مزید جھنجلا گئی تھیں اور اسی جھنجلاہٹ میں اسے مزید ہدایت دے ڈالی۔

ایسا آرڈر وہ بھی منزہ کی طرف سے چونکہ آج پہلی مرتبہ جاری ہوا تھا اسی لئے وہ ابھی تک انہیں ہونق پن سے دیکھے جا رہی تھی۔

''اب اٹھ بھی چکو۔'' اسے صم بکم کی کیفیت میں براجمان دیکھ کر وہ گرج کے بولیں، تو رمشاء جیسے خواب غفلت سے جاگتے ہوئے اچھل کے کھڑی ہوئی تھی۔

ان تینوں کے لبوں پر مدھم مسکان بکھر گئی، منزہ کے آرڈر پہ حیرت تو انہیں بھی ہوئی تھی لیکن وہ کسی حد تک بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں، جبکہ رمشاء کے پلے خاک بھی نہیں پڑا تھا۔

''اور تم تینوں بھی اٹھ جاؤ، منال! تم دیکھو ڈرائینگ روم کی ڈسٹنگ ڈھنگ سے کی گئی ہے ہالہ! تم اپنی چچی جان کے ساتھ کچن کو دیکھو اور ماہا! تم میرے اور الماس کے کپڑے پریس کر دو۔'' انہوں نے باری باری تینوں کو حکم نامے جاری کیے وہ تینوں فوراً الرٹ ہوئی تھیں۔

''تائی جان! کوئی Speceal گیسٹ آ رہے ہیں کیا؟'' ماہا نے ہمت کر کے پوچھا تھا اور ایسی ہمت ان چاروں میں سے وہی کر سکتی تھی۔

''ہاں عبداللہ کے کسی دوست کی فیملی آ رہی ہے، اب اٹھ جاؤ تم سب، ہری اپ، وہ لوگ بس پہنچنے والے ہی ہوں گے۔'' انہوں نے سرسری انداز اپناتے ہوئے آخر میں انہیں پھر جلد اٹھنے کی تاکید کر دی تھی۔

منزہ کے جواب میں ماہا نے معنی خیز نظروں سے رمشاء کو دیکھا تھا، جو خود ایک دفعہ ٹھٹک گئی تھی، لیکن ماں کی مزید ڈانٹ سے بچنے کے لئے



وہ وہاں نہیں رکی تھی، ماہا کی نگاہوں کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

ہالہ کچن جبکہ منال ڈرائینگ روم میں گھس گئی تھی جبکہ ہالہ نے فوراً رمشاء کا پیچھا کیا تھا۔

''ابو کے کون سے دوست آ رہے ہیں تمہیں پتہ ہے؟'' کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ رمشاء کے سر ہو گئی تھی، نہایت تجاہل عارفانہ سے کام لیا گیا تھا۔

''جی نہیں! آپ کے ابو کے دوست ہیں آپ ہی زیادہ بہتر جانتی ہوں گی۔'' وارڈ روب کا دروازہ کھولتے ہوئے وہ تپ کے بولی تھی۔

''لیکن ہدایت نامہ تو تائی امی نے تمہارے لئے جاری کیا ہے۔'' اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں تو رمشاء فقط اس گھور کے رہ گئی۔

وہ تو خود کشمکش کا شکار تھی کہ امی کو آج کیا ہو گیا ہے چاچو کے دوست کی فیملی سے اس کا لین دین؟

''رمشاء...... رمشاء!'' منال اسے پکارتے ہوئے دو، دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے دھاڑ سے دروازہ کھول کے پھولے سانسوں سمیت اندر داخل ہوئی تھی۔

''یا اللہ خیر!'' رمشاء نے دہل کے اس کے حالت کو دیکھا تھا۔

''وہ جو آنٹی نہیں تھیں؟'' ہمیشہ کی طرح اس سے نہایت بے تکے انداز میں بات کا آغاز کیا تھا۔

''نہیں۔'' ماہا نے جھٹ سر نفی میں ہلایا۔

''افوہ، میں تم سے نہیں رمشاء سے پوچھ رہی ہوں۔'' اس نے جلبلا کے ماہا کو ٹوکا پھر بڑے جوش و خروش رمشاء کی طرف متوجہ ہوئی۔

''وہی آنٹی جو اس دن ہمیں شاپنگ سنٹر میں ملی تھیں، سر فاروق لغاری کی مسز، وہ آئی ہیں ساتھ میں فاروق انکل بھی ہیں بمع پھل اور مٹھائی کے ٹوکروں کے۔''

رمشاء کی چھٹی حس نے الارم بجایا تھا، ساتھ ہی اس کے دل نے ایک بیٹ بھی مس کی تھی، کسی کی شرارت سے لبریز آنکھیں اس کے تصور میں در آئی تھیں، دل میں ابھرتے خیال کو اس نے پوری قوت سے جھٹکنے کی کوشش کی تھی، مگر بری طرح ناکام رہی تھی، دل ہمک ہمک کر جو راگ الاپ رہا تھا وہ اسے خود سے خوفزدہ کیئے دے رہا تھا۔

''اوہ...... ہو۔'' ماہا نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے اوہ کو خوب کھینچا تھا۔

''دیکھنا تھا کہیں رنگ بھی تو نہیں اٹھا لائے۔'' رمشاء کے چہرے پہ پھیلے خفت کے رنگوں کو انجوائے کرتے ہوئے اس نے مزید چھیڑا تھا۔

''ماہا کی بچی!'' رمشاء نے صوفے سے کشن اٹھاتے ہوئے اسے دے مارا۔

''یہ تخریب کاریاں سنبھال رکھو اب اس ''لسوڑے'' کے کام آئیں گی۔'' اس نے ہنستے ہوئے باسہولت کشن کو کیچ کیا تھا، رمشاء کے چہرے پہ پھیلے رنگوں میں اضافہ ہوا تھا۔

''رمشاء جلدی نیچے آؤ، امی جان بلا رہی ہیں۔'' اس سے پہلے کہ ماہا اس کا ناک میں دم کر دیتی، ہالہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے اسے اطلاع پہنچائی تھی۔

امی جان کا حکم نامہ سن کر رمشاء کا سانس ایک لحظے کے لئے رک سا گیا تھا۔

''فکر نہ کرو آنٹی! انکل اکیلے آئے ہیں، ساتھ میں تمہارا وہ ''لسوڑا'' نہیں ہے۔'' ہالہ کون سا کم تھی جو اسے بخش جاتی۔

''یہ کیا تم لوگوں نے بدتمیزوں کی طرح لسوڑا لسوڑا لگا رکھی ہے، اس کا نام ارغان ہے لسوڑا نہیں ہے۔'' انتہائی تپ کر کہتے ہوئے اس نے ہالہ کو گھورا تھا، غیر اختیاری طور پر ہی وہ ایسا

کر گئی تھی۔

"ہائے اللہ! میں مر جاؤں۔" ہالہ تو غش کھا کے وہیں گر پڑی تھی۔

"منال! ذرا چیک کرنا، میری سماعت تو ٹھیک ہے ناں؟ میرے کانوں نے وہی سنا ہے جو میں سمجھ رہی ہوں۔" ماہا نے اپنی لٹ کان کے پیچھے اڑستے ہوئے منال کے قریب ہوتے ہوئے کہا تھا۔

رمشاء کو یکدم اپنی جلد بازی میں کی گئی غلطی کا احساس ہوا تھا، ایک تو وہ پہلے ہی خفت زدہ تھی ان کی چھیڑ خانی سے مزید سرخ پڑ گئی، جی تو چاہ رہا تھا کہ دونوں کو رکھ کے ایک چماٹ لگائے لیکن پتہ نہیں کیوں اتنی شرم آڑے آ رہی تھی اوپر سے مصیبت تو یہ تھی کہ وہ سب اسے برا بھی نہیں لگ رہا تھا۔

"ہالہ...... ماہا...... نیچے آؤ۔" اس سے پہلے کہ ان کے منہ مزید کھلتے منزہ کی پکار نے انہیں الرٹ کر دیا تھا۔

"منال اور ہالہ! تم دونوں فوری نیچے پہنچو میں رمشاء کو لے کر آتی ہوں۔" ماہا کی بات پہ سر ہلاتے ہوئے وہ دونوں جلدی سے باہر نکل گئی تھیں، جبکہ ماہا نے رمشاء کے نہ، نہ کرنے کے باوجود اسے لائیٹ پنک میک اپ کر دیا تھا۔

شرمائی گھبرائی ہوئی وہ ویسے ہی اتنی کیوٹ لگ رہی تھی کہ اسے کسی میک اپ کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

"ماشا اللہ! ماشا اللہ!" اپنی معیت میں جب وہ اسے لے کر ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی تو آنٹی اور انکل نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا تھا۔

اندر منزہ اور الماس کے علاوہ عبداللہ اور عبد الرحمٰن بھی موجود تھے سب کی موجودگی میں تو وہ سر ہی نہیں اٹھا سکی تھی۔

"کیسی ہو رمشاء! اسٹڈی کیسی چل رہی ہے؟" مسز فاروق نہال ہوتی نظروں سے اسے دیکھ کے بولی تھی۔

"جی آنٹی! فائن۔" وہ مختصراً اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

"کب ہو رہے ہیں آپ کے کالج ایگزامز۔" فاروق لغاری کے لہجے میں اس کے لئے محسوس کی جانے والی شفقت اور محبت تھی۔

"نیکسٹ منتھ۔" قالین پہ نظریں جمائے جمائے اس نے جواب دیا تھا۔

چند ادھر ادھر کی باتیں کر چکنے کے بعد وہ اب ماہا کو ٹہوکے دے رہی تھی جس کا مطلب تھا اب یہاں دفعان ہونے کا سوچو، لیکن ماہا تو ایسی ڈھیٹ بنی بیٹھی تھی کہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"جاؤ بیٹا! ہالہ وغیرہ کے ساتھ کچن دیکھو۔" اس کی حالت کے پیش نظر الماس نے اسے یہاں سے جلد اٹھا دینا ہی مناسب سمجھا تھا۔

رمشاء تو جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق پاؤں سر پہ رکھ کے بھاگی تھی، کھانا نہایت خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا، فاروق لغاری نے بہت اچھے اسلوب میں اپنے بیٹے ارغان لغاری کے لئے رمشاء کا ہاتھ مانگا تھا، جس کے بارے میں وہ پہلے ہی عبداللہ سے تذکرہ کر چکے تھے۔

ارغان لغاری، عبداللہ صاحب کا دیکھا بھالا لڑکا تھا، پھر فاروق لغاری سے ان کے ذاتی تعلقات بھی تھے، ان کے لئے تو اعزاز کی بات تھی اتنی اچھی فیملی خود چل کر ان کے گھر تک آئی تھی، ان کی بیٹی کے لئے، انکار کی تو گنجائش ہی پیدا نہیں ہوتی تھی، تاہم پھر بھی عبدالرحمٰن اور منزہ نے رسماً ہی سہی ان سے کچھ وقت ضرور مانگا تھا۔

ویسے بھی جسے انداز میں فاروق لغاری کی پذیرائی کی گئی تھی اس سے وہ بہت مطمئن اور مسرور تھے۔

☆☆☆

میرے چاند سنو!
میرے چاند چ میری اک بات سنو
میرا تم بن دل ویران سنو
ہر صبح کی رونق تم سے ہے
میری رات کے روپن چاند سنو
تیرا سب سے ہر انداز الگ
تیرے ہنسنے سے ہو شام دھنگ
تیرے بن ہر صبح لگتی ہے شام، سنو
میرے چاند! میری اک بات سنو
اک وعدہ کر لو تم مجھ سے
تم اب نہ روٹھو گے مجھ سے
رک جائے نہ میری سانس، سنو
میرے چاند! میری اک بات سنو

آج وہ کتنے دنوں بعد ایک دوسرے سے ملے تھے، خفگی تھی کہ ختم ہونے کی بجائے بڑھتی ہی جا رہی تھی، عدیل ہاشمی اسے گیارہ بجے لینے آ گیا تھا، وہ اگرچہ اس سے ناراض تھا تاہم اتنے دنوں بعد اس کی شکل دیکھتے ہی غصہ اور ناراضی نہ جانے کہاں جا سوئے تھے۔

"تم تو کوئی جادو ہو جو ہر دفعہ نئے سرے سے چڑھ کے بولتا ہے، میں نے پکا تہیہ کر رکھا تھا کہ تم سے بالکل بھی بات نہیں کرنی، لیکن اتنے دنوں تمہیں دیکھتے ہی اتنا پیار آیا کہ سارے ارادے اور بہتے پانی کے بلبلے کی طرح بیٹھ گئے۔" عدیل ہاشمی اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

آج بھی وہ اسے نسبتاً ویران جگہ پہ لے کے آیا تھا جہاں اکا دکا لوگ ہی نظر آ رہے تھے۔

"اور مجھ سے پوچھ کے دیکھیں، میں نے جو اتنے دن آپ کے بغیر گزارے ہیں، میرے لئے وہ دن کسی عذاب سے کم نہیں تھے ہر صبح، شام ہونے کا انتظار کرتی تھی اور ہر شام کو پھر صبح کے انتظار میں بیٹھ جاتی تھی، بس نہیں چلتا تھا کہ دنیا کے تمام کیلنڈروں سے اتنے دن ہی مٹا دیتی جتنے ہمارے وصال میں حائل تھے۔" وہ لفظ لفظ میں اپنی محبت کی صداقت سمو کے بولی تھی۔

"جھوٹ...... بالکل جھوٹ۔" عدیل نے قطعیت سے کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں موجود اس کے ہاتھ کو جھٹکا تھا۔

"اگر تمہیں اتنی ہی میری یاد ستاتی ہوتی تو تم یوں مجھ سے دور نہ ہوتی کہ میں تمہاری شکل دیکھنے کو، تمہاری آواز سننے کو ترس جاؤں، پاگلوں کی طرح میں تم سے ملاقات کو ترستا رہا، لیکن ملاقات تو دور کی بات میں تو تمہارا کونٹیکٹ نمبر تک نہیں جان سکا کہ تم سے رابطہ ہی کر لیتا۔" وہ اگر غصے سے کہہ رہا تھا تو بالکل حق بجانب تھا مہری سے اس نے ہزار دفعہ فون نمبر مانگا تھا لیکن اس بیچاری کے پاس خود ہوتا تو وہ کسی اور کو دیتی۔

"ایسے مت کہیں آپ۔" نازو نے تڑپ کے اس کے ہاتھ دوبارہ تھامے تھے، اگرچہ وہ غصے میں آ گیا تھا تاہم اس نے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد نہیں کرائے تھے۔

"میری کچھ مجبوریاں ہیں عدیل! جو میں آپ کو نہیں سمجھا سکتی۔" لجاجت سے کہتے ہوئے اس کے چہرے پہ بے پناہ تھکان اتر آئی تھی۔

"کون سی ایسی مجبوریاں ہیں جو تمہیں مجھ سے زیادہ عزیز ہیں۔" اس کے لہجے میں محسوس کیا جانے والا شکوہ تھا۔

"عدیل! آپ سے عزیز تو مجھے کچھ نہیں ہے حتیٰ کہ اپنی جان بھی نہیں، لیکن کچھ مسائل ایسے ہیں جن کا مجھے سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ مسائل ہی میرے اور آپ کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔" وہ لب کچلتے ہوئے شکستہ لہجے میں بولی تھی۔

وہ کیسے بتا سکتی تھی اس کو کہ وہ ایک گاؤں سے تعلق رکھنے والی لڑکی ہے جس کے ماں باپ سیدھے سادھے اور دیہاتی لوگ تھے، اس کا رشتہ بچپن سے اپنے پھپھو زاد کے ساتھ طے جو

نہایت بدھو آدمی ہے، اس کے والدین مر کے بھی اسے عدیل ہاشمی کے ساتھ نہیں بیاہ سکتے، عدیل ہاشمی ہر لحاظ سے بہتر ہونے کے باوجود اس کے جاہل گنوار اور اجڈ منگیتر کی جگہ نہیں لے سکتا۔

ایک اعلیٰ اسٹیٹس سے بی لونگ کرنے والا شخص مڈل کلاس کی تنگ نظریوں کو کیسے سمجھ سکتا تھا؟

پھر نازو خود بھی تو اس ماحول سے بیزار ہو چکی تھی، عدیل ہاشمی کی سنگت میں اس نے جب بھی اپنے پیچھے نظر ڈالی تھی اسے سوائے اکتاہٹ کے کچھ نہ ملا تھا، سو وہ خود بھی جلد از جلد اس ماحول سے چھٹکارا پا کر آزاد زندگی کی فضاؤں کو عدیل ہاشمی کی پرکشش رفاقت میں گزارنا چاہتی تھی۔

"تمہارے کون سے ایسے مسائل ہیں جو میں حل نہیں کر سکتا، میری موجودگی میں بھی اگر تمہیں مسائل اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو پھر تف ہے مجھ پر، بتاؤ مجھے کیا مسئلہ ہے تمہیں۔" وہ از حد سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"اچھا چلیں چھوڑیں ان باتوں کو، آج ہم اتنے دنوں بعد ملے ہیں تو اچھی اچھی باتیں کریں۔" وہ صاف کنی کترا گئی، صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اسے بتانا نہیں چاہتی۔

"ٹال مٹول سے کام مت لو نازو! I am sorious now۔" سنجیدگی کی تحریر اس کے چہرے سے صاف پڑھی جا سکتی تھی، نازو نے آج پہلی دفعہ اسے اس حد تک سنجیدہ دیکھا تھا، ورنہ وہ زیادہ تر ہنستا مسکراتا اور پیار محبت کرتا ہی نظر آتا تھا۔

نازنین نے کچھ کہنے کی بجائے سرد آہ کھینچتے ہوئے سر نیچے جھکا لیا تھا، دائیں پاؤں کے انگوٹھے سے زمین کو کھرچنے کی سعی لاحاصل کرتے ہوئے وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھی، عدیل نے نہایت خاموشی سے اس کے انداز کو نوٹ کیا تھا۔

"میں نے ایک فیصلہ کیا ہے ناز! جس کا اختیار تمہارے پاس ہے لیکن یہ جان لینا یہ میری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔" خاموشی کے ایک طویل وقفے کے بعد وہ حتمی انداز میں گویا ہوا تھا۔

سوچ کے گہرے دریا سے چونکتے ہوئے نازو نے استفہامیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"میں تم سے ابھی شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں اپنے پیرنٹس کو تمہاری طرف بھیجنا چاہتا ہوں۔" نگاہوں کو اس کے چہرے پہ فوکس کیے وہ گہرے لہجے میں بولا۔

نازو کا دل ایکدم سے دھڑکا تھا، اس نے عدیل ہاشمی کی طرف دیکھا جو دونوں بازو سینے پہ لپیٹے ہوئے اس کے تاثرات کو جانچ رہا تھا۔

"عدیل! اتنی جلدی؟" مارے خوشی کے اس کی آواز حلق سے برآمد نہیں ہو رہی تھی، عدیل کے الفاظ نے اسے اپنی نگاہوں میں کس قدر معتبر کر دیا تھا، اب وہ نازنین سے مسز عدیل ہاشمی بن جائے گی، یہ احساس ہی اس قدر خوش کن تھا کہ اس کا دل ہواؤں میں اڑا چلا جا رہا تھا۔

"پہلے میرا بھی یہی خیال تھا کہ ابھی نہیں تم اپنی اسٹڈی کمپلیٹ کر لو پھر اس معاملے کو سوچیں گے، لیکن جو اتنے دن ہماری درمیان جدائی حائل رہی تو میں نے جانا کہ تم میری زندگی کا جز لازم بن چکی ہو، اب میں تمہارے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا، لہٰذا میں نے اپنی زندگی کے حصول کے لئے یہ فیصلہ کر لیا ہے۔" اس کی سنجیدگی میں ابھی بھی فرق نہیں آیا تھا، ہاں البتہ اب وہ اسے دیکھنے کی بجائے اوپر آسمان پر کچھ کھوج رہا تھا۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے عدیل! میں تو خود آپ کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔" وہ خوشی کے بے پایاں احساس سمیت بولی تھی۔

وہ شرم وحیا کے خول سے تو کب کی نکل چکی تھی، وہ قطعاً اپنے معاشرے اپنے گھر کے ماحول اور اپنے والدین کی تربیت کو فراموش کر چکی تھی، جب انسان گناہوں کی دلدل میں دھنستا ہے تو شرم وحیا کا نور اس سے دور ہوتا جاتا ہے اور یہیں سے انسان کی بدبختی کا دور شروع ہو جاتا ہے، شاید ناراض اس مقام تک پہنچ چکی تھی۔ وہ بھی حیاء جیسی نعمت سے محروم ہو چکی تھی، ایسی نعمت جس کا نعم البدل کوئی دوسرا نہیں۔

"اوہ...... تھینکس گاڈ! تو پھر بتاؤ کب بھیجوں اپنے پیرنٹس کو تمہارے دولت کدے پر؟" اس کی سنجیدگی یکدم غائب ہو گئی تھی اور چہرہ خوشی سے جگمگا اٹھا تھا، اس کا سوال سن کر نازو کے چہرے سے مسکراہٹ یکلخت ختم ہو گئی اور ایک سایہ سا اس کے چہرے پہ گزر گیا، نہایت مضطرب ہو کے اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا لیں۔

"کیا ہوا ناز! خیریت ہے؟" عدیل نے پریشان ہو کے اس کے انداز کو نوٹ کیا اور اپنا دایاں ہاتھ اس کے کندھے پہ رکھتے ہوئے نہایت اپنائیت ومحبت سے دریافت کیا تھا۔

"عدیل! شاید میرے پیرنٹس ایگری نہ ہوں ہماری شادی پر۔" اس نے اپنا نچلا لب کچلتے ہوئے بالآخر اسے بتا ہی دیا۔

"بٹ وائے۔" عدیل کو تو گویا کرنٹ لگا تھا، بے حد حیران ہوتے ہوئے اس نے بے یقینی سے نازو کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ نگاہیں چرا گئی بالآخر اس نے عدیل ہاشمی کو سب کچھ سچ بتانے کا ارادہ کر لیا۔

"جو ہو گا دیکھا جائے گا۔" اس نے دل میں سوچا اور دھیمے لہجے میں عدیل ہاشمی کو اپنے متعلق آگاہ کرنے لگی، وہ حیرت سے تفسیر بنا اسے سنتا رہا۔

"جو کچھ بھی ہے عدیل! میں سب آپ کو بتا چکی ہوں۔" بات کے اختتام پر اس نے گہرا سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"اٹس مین کہ میرا اپنے پیرنٹس کو تمہاری طرف بھیجنا نہ صرف بے کار ہے بلکہ اپنے لئے مزید مشکلات کھڑی کرنے کے مترادف ہے۔" تمام صورتحال سے آگاہ ہونے کے بعد اس نے اندازہ لگایا تھا۔

"مطلب کہ آپ کو کوئی اعتراض نہیں؟ میں نے آپ سے اتنا کچھ کیوں چھپایا؟" نازو نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

"کم آن یار! آئم ناٹ آ چائلڈ، جو ایسی فضول باتوں کو بنیاد بنا کر اپنی زندگی تباہ کروں میرے لئے بس تم اہم ہو، تمہارے پیرنٹس اور تمہاری سوسائٹی نہیں۔" اس نے لاپرواہی سے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا تھا۔

"آئی لو یو سو مچ عدیل!" نازو نے بے پناہ احساس تشکر سمیت اسے دیکھا تھا۔

"آئی لو یو ٹو مائی لائف!" عدیل نے ایک شوخ جسارت کی تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، آج تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

"وعدہ کرو کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی، ساری زندگی میرے ساتھ گزارو گی۔" عدیل نے اپنی ہتھیلی سامنے پھیلائی۔

"وعدہ۔" نازو نے بلاجھجک اپنا ہاتھ اوپر رکھ دیا تھا اور اندر تک متانت ہو گئی تھی۔

☆☆☆

گھر بھر میں منگنی کی تیاریاں عروج پر تھیں، ایک طرف ماہا اور صالح کے لئے تیاریاں ہو رہی تھیں جبکہ دوسری طرف رمشاء اور ارغان کے لئے شاپنگ کی جا رہی تھی۔

ماہا اور صالح کی بات تو گھر والی ہی تھی لہٰذا دونوں کا فنکشن مشترکہ تھا، البتہ رمشاء اور ارغان کا فنکشن وہ الگ الگ کرنا چاہتے تھے، لیکن ینگ پارٹی کے پرزور اصرار اور صائمہ پھپھو کی تائید کی وجہ سے اب دونوں منگنیاں ایک ہی دن رکھ دی

گئی تھیں۔

تاہم بڑوں نے پھر اتنا اہتمام کیا تھا کہ زیادہ شور شرابا نہ کیا جائے اور نہ ہی زیادہ وسیع پیمانے پر ارینج منٹ کیا جائے، اپنی فیملی اور اس کے علاوہ چیدہ چیدہ لوگوں کو انوائیٹ کیا گیا تھا، تاہم ینگ پارٹی خوب ہلے گلے کا ارادہ رکھتی تھی۔

آج سب شاپنگ کے لئے نکلے ہوئے تھے، فنکشن میں صرف چار دن باقی رہ گئے تھے، پنڈی سے صائمہ پھپھو بھی تشریف لا چکی تھی، آج زیادہ تر شاپنگ انہوں نے ہی کرنا تھی، ماہا ان سب کے لاکھ اصرار کرنے پر بھی نہیں گئی تھی اس کے پاس بہت معقول عذر تھا۔

''علالت کی وجہ سے میں پہلے ہی کالج سے بہت چھٹیاں کر چکی ہوں اور اسٹڈی میں بہت پیچھے رہ گئی ہوں، اب مجھے مزید نالائق مت کرو۔'' اگرچہ وہ سب اس کے عذر کو خاطر میں نہ لانا چاہتے تھے لیکن جب وہ اپنی ضد پہ اڑی رہی تو ناچار انہیں اس کی ماننی ہی پڑی تھی۔

''مائی گاڈ!'' ماہا نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھاما تھا۔

صبح سے وہ جس قدر ڈپریشن کا شکار تھی یہ وہی جانتی تھی، ان سب کو تو اس نے کسی نہ کسی طرح ٹال دیا تھا، لیکن اب خود کو کس طرح سمجھاتی، چار دن بعد اس کی منگنی ایسے شخص سے ہو رہی تھی جس کے بارے میں وہ صرف اس قدر جانتی تھی کہ یہ شخص صالح عبدالرحمٰن نہیں ہے، یہ جو کوئی بھی ہے ان کا دشمن ہے۔

اور تکلیف دہ بات تو یہ تھی کہ وہ اپنے پیاروں کو آگاہ بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ آستین کا سانپ پال رہے ہیں، ان سب کے بے اندازہ پیار کو سمیٹنے والا ان کا اپنا خون نہیں بلکہ کوئی غاصب ہے، شکاری ہے جو ان کے آشیانے پہ گھات لگائے بیٹھا ہے۔

کئی دفعہ اس نے ارادہ کیا تھا کہ امی کو یا وہب کو حقیقت حال سے باخبر کر دے لیکن ہر دفعہ وہی سرد، پھنکارتا ہوا لہجہ اسے زنجیر کر لیتا، تو وہ مجبور و بے بس ہو کر آنسو بہانے بیٹھ جاتی، ابھی بھی اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا، گھر میں ہر طرف خاموشی کا راج تھا، وہ اپنے لئے چائے بنانے کی غرض سے کچن میں چلی آئی۔

''السلام و علیکم۔'' عقب سے آواز پر وہ اچھل کے مڑی تھی، اپنے گیان و دھیان میں وہ اس قدر غرق تھی کہ اسے گاڑی رکنے کی آواز بھی سنائی نہیں دی تھی۔

''آ...... آپ۔'' اسے دیکھتے ہی ماہا کی رنگت زرد پڑنے لگی تھی ہاتھوں میں واضح لرزش پیدا ہو رہی تھی، جو مقابل کی آنکھوں سے ہرگز مخفی نہیں تھی۔

''اس قدر گھبرا کیوں رہی ہو تم؟ میں نے تم سے کچھ کہا تو نہیں۔'' نہایت اطمینان و استحقاق سے اس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوا تھا۔

وہ جو اتنے دنوں سے اس کا سامنا کرنے سے کترا رہی تھی، آج تنہائی میں اسے اپنے مقابل پا کر خوف و ہراس کا شکار ہو گئی تھی۔

''بیٹھو۔'' اس نے قریب پڑا اسٹول کھینچ کر اس کے سامنے کیا، اس کی حالت دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ زیادہ دیر اپنے پاؤں پہ کھڑی نہیں رہ سکتی۔

''اب بتاؤ تم مجھ سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہو؟'' دونوں ہاتھ جینز کی پاکٹ میں گھساتے ہوئے وہ بڑی فرصت سے اسے جانچ رہا تھا، آج اتنے دنوں بعد تو وہ اس کے ہاتھ لگی تھی ورنہ اسے دیکھتے ہی وہ کنی کترا جاتی تھی۔

''کک...... کون ہیں آپ......؟'' خشک لبوں پہ زبان پھیرتے ہوئے وہ بمشکل پوچھ پائی تھی۔

''تمہیں کیا لگتا ہوں؟'' وہ الٹا اسی سے پوچھنے لگا۔

''ہمارا صالح کہاں ہے؟'' اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

''میری تحویل میں ہے۔'' اس سوال کا اس نے جواب دے دیا تھا۔

''کیا آپ مجھے ان سے ملا سکتے ہیں۔'' اس نے آس و نراس کی کیفیت میں گھر کے اسے دیکھا تھا کئی دنوں سے دل میں ابھرتے اس شوق و تجسس کو دبا نہیں سکی تھی۔

''ہاں۔'' قدرے توقف سے اس نے جواب دیا تھا۔

ماہا نے بے یقینی میں گھر کے اسے دیکھا تھا، اس کے پورے وجود میں سنسنی خیز لہر دوڑ گئی تھی۔

''کیا وہ اپنے صالح سے مل سکے گی؟'' یہ تصور ہی اس قدر خوش کن تھا کہ اس کا سارا خوف و ہراس اڑن چھو ہو گیا۔

''کب؟'' اس نے بے تابی سے دریافت کیا۔

''اس کا اختیار تو تمہارے پاس ہے۔'' اس نے ذو معنی انداز اختیار کیا۔

''جی...... ای......؟'' وہ واقعی نہیں سمجھی تھی۔

''میری ایک شرط ہے اگر تم اسے مان لو تو جب تم کہو گی میں تمہیں صالح سے ملوا دوں گا۔'' وہ لب کھیری نظروں سے اسے تول رہا تھا۔

ماہا کا دل کسی انجانے خدشے کے پیش نظر بڑی زور سے دھڑکا تھا۔

''کیا؟'' ہمت کر کے اس نے پوچھ ہی لیا تھا۔

''چار دن بعد ہماری انگیج منٹ ہے اگر تم اس دن منگنی کی بجائے نکاح کے لئے ہاں کر دو تو میں صالح سے تمہاری ملاقات کروا دوں گا۔'' خاموشی کے ایک طویل وقفے کے بعد اس نے ٹھہرے ہوئے انداز میں اپنا مدعا پیش کیا تھا۔

''واٹ؟'' ماہا کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیل گئی تھیں، اس کے مطالبے نے اسے ششدر کر دیا تھا۔

''شرم آنی چاہیے آپ کو۔'' ایک دم ہی غصے کی شدید لہر نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، ضبط کی آخری حدوں کو چھوتے ہوئے بمشکل اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

''میں نے تم سے کوئی ناجائز مطالبہ تو نہیں کیا۔'' اس کے اطمینان میں رتی بھر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

''آپ ہماری شرافت کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں، میں اگر اپنے گھر والوں کو بتا دوں کہ آپ وہ نہیں جو خود کو ظاہر کر رہے ہیں تو وہ آپ کو ایک لمحے کے لئے بھی اس گھر میں برداشت نہ کریں۔'' جوش و جذبات سے اس کی آواز کانپ گئی، اسٹول کو اتنی زور سے پیچھے دھکیلتے ہوئے وہ کھڑی ہوئی تھی کہ اسٹول پیچھے کی جانب لڑھک گیا تھا۔

''تو ایک بات تم بھی یاد رکھو لو ماہا عبداللہ! صالح اور اس کی فیملی کی سلامتی بھی تب تک ہے جب تک تمہاری زبان اس راز کو راز رکھنے کے قابل رہتی ہے، جس دن تم اس سے عاجز آ گئی سمجھ لینا وہ دن اس گھر کے مکینوں کے لئے قہر ثابت ہو گا اور اسے صرف لفظی مت سمجھنا۔'' اس کا برملا سرد لہجہ ماہا کے سارے جذبات کو ٹھٹھرا کے رکھ گیا تھا۔

اک نگاہ غلط اس پہ ڈالے بغیر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا، جبکہ ماہا دہشت کے عالم میں وہیں بیٹھتی چلی گئی تھی۔

''میں کچھ نہیں کر سکتی، کچھ بھی نہیں۔'' ایک دفعہ پھر یہی سوچ اسے اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔

☆☆☆

''ماشاءاللہ! ماشاءاللہ!'' ماہا اور رمشاء کو لا کر

سامنے اسٹیج پہ بٹھایا گیا تو سب کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

ماہا نے کوپر اور سی گرین جبکہ رمشاء نے پنک اور اسکائی کلر کا دیدہ زیب ڈریس زیب تن کیا تھا، فنکشن کی مناسبت سے میک اپ اور میچنگ جیولری بھی ان دونوں کو پہنائی گئی تھی، ارغان لغاری اپنی فیملی سمیت آ چکا تھا، ارغان بلیک ٹو پیس جبکہ صالح ڈیپ گرے پینٹ کوٹ میں غضب ڈھا رہا تھا، وہ تو عام دنوں میں بھی بہت خاص نظر آتا تھا آج تو پھر اس کا چہرہ اندرونی خوشی سے جگمگا رہا تھا۔

''ویسے اتنے خوبصورت کپڑے، جیولری، میک اپ پھر انگیج منٹ رنگ، تمہارا تو دل کر رہا ہوگا کاش آج ماہا اور رمشاء کے ساتھ میرا بھی نمبر ہوتا۔'' غوری کافی دیر سے اسے ڈھونڈتا پھر رہا تھا لیکن وہ شاید ماہا اور رمشاء کو تیار کروانے میں مصروف تھی جو اسے نظر نہیں آ رہی تھی، ابھی بھی وہ ماہا کے پھسلتے دوپٹے کو پن اپ کر کے نیچے اتری تو غوری نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

''میرے دل میں تمہاری طرح لالچ نہیں بھرا ہوا، ہاں البتہ صالح بھائی اور ارغان بھائی کو دیکھ کر تمہارا دل بھی مچل رہا ہوگا۔'' ہالہ بھنا کر پلٹی تھی، اس کی تذلیل وہ بھی غوری کرے اور وہ برداشت کر جائے یہ کہاں لکھا تھا۔

''ہاں میرا دل تو واقعی مچل رہا ہے اگر تم مان جاؤ تو میں بڑے ماموں سے بات کروں؟'' آنکھوں میں شرارت سمو کر اس نے نچلے لب کا کونہ دبا کر معنی خیزی سے اسے دیکھا تھا۔

''کیوں وہ تمہاری چھپنا، ٹینا سب داغ مفارقت دے گئیں کیا؟'' وہ ہالہ تھی اتنی جلدی ہاتھ آنے والی نہیں تھی۔

''اللہ نہ کرے۔'' غوری نے شاندار ایکٹنگ کا مظاہرہ کرتے ہوئے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا تھا، ہالہ نے کینہ توز نظروں سے اسے گھورا۔

''میرا مطلب یہ ہے کہ اللہ نہ کرے میری منگنی ان میں سے کسی کے ساتھ ہو۔'' اس نے کسی ماہر سیاستدان کی طرح فوراً بیان بدلا تھا۔

''او بھائی! کیوں میری جان کو اور سیاپا ڈال رہے ہو، مجھ سے تو دو منگنیاں نہیں نمٹائی جا رہی تم بھی اسی چکر میں سوٹڈ بوٹڈ ہو کے بیٹھ گئے تو سارے انتظامات تمہارے فرشتے کریں گے کیا؟'' وہب جو کسی کام کے سلسلے میں اسے تلاش کر رہا تھا، قریب آتے ہوئے اس کا آخری جملہ سن کے فوراً بلبلا اٹھا تھا۔

''فکر نہ کر میرے بھائی! تو میرا کام کر تیرا کام اللہ کرے گا۔'' غوری نے اسے زبردستی ساتھ لگاتے ہوئے فقیرانہ انداز اپنایا تھا۔

''دفع دور۔'' وہب نے خالص زنانہ اسٹائل اپناتے ہوئے اسے ایک دھموکا جڑا تو وہ بیچارہ کراہ کر رہ گیا۔

''ظالم انسان! میرا کندھا سہلا کے رکھ دیا ہے۔'' غوری اپنا کندھا سہلاتے ہوئے بولا تھا۔

''تیرے کرتوت ہی ایسے ہیں، شکل دیکھ اپنی منگنی کروانے کے چکروں میں پھر رہا ہے ذلیل انسان۔'' وہب نے اسے بے دریغ سنائی تھیں۔

''میں بھی اسے یہی سمجھانا چاہ رہی تھی۔'' ہالہ کو بھی لب کشائی کا موقع مل گیا تھا۔

''اللہ کا شکر ہے تم سب سے خوبصورت ہوں، میرے حاسدین کی تعداد تو ویسے ہی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔'' وہ وہب جلی کٹی تو جیسے تیسے برداشت کر رہا تھا، ہالہ کا ٹکڑا تو اسے جلتے توے پر بٹھا گیا تھا وہ بلبلا کے بولا تھا۔

''ہائے رے خوش فہمی۔'' ہالہ نے اس کی بات کو اڑایا۔

''خوش فہمی نہیں، خود شناسی۔'' اس نے تصحیح کرنا از حد ضروری سمجھا تھا۔

''جلدی انتظامات مکمل کرو پھر رسم کا آغاز کرنا ہے۔'' انہیں ٹولے کی صورت میں باتیں بگھارتے دیکھ کر صائمہ پھپھو اسی طرف آ گئیں تھیں۔

''جی پھپھو!'' ہالہ نے سعادت مندی سے سر ہلایا، پھر وہ تینوں ہی منتشر ہو گئے، جانتے تھے اگر صائمہ پھپھو کے علاوہ کسی اور ہتھے چڑھ گئے تو شامت اعمال لازمی ہے۔

''میرے خدا! یہ ڈھونگ کب ختم ہوگا۔'' ماہا کے اندر ابال اٹھ رہے تھے، آج کا دن تھا کہ شیطان کی آنت کی طرح لمبا ہی ہوتا چلا جا رہا تھا، وہ اس قدر جذباتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی کہ بیچاری رمشاء کی خوشی پر بھی ڈھنگ سے خوش نہ ہو پائی تھی۔

''ہالہ! بات سنو۔'' منزہ نے ایک نظر رسٹ واچ پہ ڈالتے ہوئے رسم کا آغاز کرنا چاہا تھا۔

''جی، امی جان!'' ہالہ لپک کے آئی تھی۔

''جاؤ میرے بیڈ کے دراز میں ماہا اور ارغان کی رنگ پڑی ہیں وہ لے آؤ۔'' منزہ کے آرڈر پہ اڑتی ہوئی اندر پہنچی تھی۔

سب سے پہلے منزہ نے ماہا کو صالح کے نام کی رنگ پہنا کر رسم کا آغاز کیا تھا۔

''بس اب یہ میرے صالح کی ہوئی۔'' منزہ نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے محبت و ملامت سے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

منزہ سے الگ ہوتے ہوئے غیر اختیاری طور پر ماہا کی نظر سامنے کی جانب اٹھی تھی؛ جہاں صالح اپنی مقناطیسی شخصیت سمیت آنکھوں میں شوق کا جہان آباد کیے اسے ہی دیکھ رہا تھا، ماہا کا دل یکبارگی بہت زور سے دھڑکا تھا۔

''یا اللہ! کس قدر حسین ہے یہ شخص۔'' اس کی سانسیں اتھل پتھل ہوئی تھیں۔

کچھ بھی تھا بہر حال ماہا نے اپنے دل کی دھرتی پہ سب سے پہلے جس شخص کی محبت کا بیج بویا تھا وہ ہی شخص تھا، وہ تو دوہری اذیت میں مبتلا تھی۔

نہ محبت کو پانے والوں میں سے تھی۔
نہ کھونے والوں میں سے تھی
عجب اذیت سی اذیت تھی
وہ وہاں موجود ہوتے ہوئے غائب تھی

مسز فاروق لغاری نے رمشاء کو رنگ پہنائی تھی، پھر عبدالرحمن نے ارغان کو جبکہ عبداللہ نے صالح کو رنگ پہنائی تھی ینگ پارٹی کے تمام ممبرز نے ان چاروں کو گفٹ دیئے تھے۔

یوں آج کی شام ان سب کو یادوں کی حسین تحفے تھما گئی تھی، مگر کاش آج کی حقیقت کوئی ماہا سے بھی پوچھ لیتا۔

☆☆☆

''بس یار! میں مزید پابندیاں برداشت نہیں کر سکتا۔'' آئس بار میں اپنے لئے نسبتاً ویران ٹیبل منتخب کرتے ہوئے عدیل ہاشمی نے کی رنگ ٹیبل پہ بڑھکاتے ہوئے اٹل لہجے میں کہا تھا۔

''کیا مطلب؟'' نازو نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا، اس کی آنکھوں سے استعجاب کے رنگ واضح جھلک رہے تھے۔

''کس نے پابندی لگائی ہے آپ پر۔'' اک ادا سے بالوں کو پیچھے جھٹکتے ہوئے وہ اس کی، کی رنگ اٹھا کے گھمانے لگی تھی۔

''تم نے اور کس نے۔'' وہ کچھ جھنجھلایا ہوا لگ رہا تھا۔

''میں نے؟'' اس نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

''تو اور کیا اپنا حال تو اب ایسا ہے کہ کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔''

بھلا ہم ملے بھی تو کیا ملے وہی دوریاں وہی فاصلے
نہ کبھی ہمارے قدم بڑھے نہ کبھی تمہاری جھجک گئی

اس نے ایک طویل سرد آہ کھینچی۔

''خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔'' نازو

نے قدرے برا مان کر اس کی جانب دیکھا۔
"ایسی ہی بات ہے مائی سویٹ ہارٹ! ہم کالج ٹائم کے علاوہ نہیں مل سکتے ہر روز بھی نہیں مل سکتے، نہ اکٹھے ڈنر کر سکتے ہیں، نہ شاپنگ کر سکتے ہیں نہ میں کوئی شام تمہارے ساتھ منا سکتا ہوں، نہ تم میری کسی پارٹی میں شرکت کر سکتی ہو، بھلا اتنی زیادہ پابندیوں میں انسان کیا کر سکتا ہے۔" اس کے انداز میں بے چارگی تھی۔

نازو کے ہاتھوں کی گردش چند لمحوں کے لئے رک گئی تھی، واقعی وہ جو کہہ رہا تھا صحیح کہہ رہا تھا، یہ ساری تو ایسی تشنہ حسرتیں تھیں جو ابھی تک اس کے اپنے دل میں دبی ہوئی تھیں، وہ بھی میری کی طرح اپر کلاس میں سروائیو کرنا چاہتی تھی، لیکن فی الحال ایسا کر نہیں سکتی تھی۔

"میں ان تمام زنجیروں کو توڑ دینا چاہتا ہوں اور تمہارے ساتھ بھرپور طریقے سے لائف کو فیل کرنا چاہتا ہوں اسے انجوائے کرنا چاہتا ہوں۔" وہ قطعی لہجے میں بولا تھا۔

"لیکن یہ کیسے پوسبل ہے عدیل! جبکہ میں آپ کو ساری صورتحال سے آگاہ کر چکی ہوں۔" وہ مضطرب لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"دنیا میں کچھ بھی ان پوسبل نہیں ہے ناز! بس تم اگر ہمت کرو اور میرا ساتھ دو تو منزل بالکل ہمارے سامنے کھڑی ہے بس ہاتھ بڑھا کر اسے چھونے کی دیر ہے۔" وہ پرعزم تھا۔

"نیکسٹ ٹائم میرا ارادہ ہے کہ جب میں ابوظہبی جاؤں تو اس ٹور میں تم بھی میرے ساتھ ہو، مجھے وہاں زیادہ سے زیادہ دو ہفتے لگیں گے پھر وہیں سے ہم ورلڈ ٹور پر نکل جائیں گے۔" وہ شاید کوئی لائحہ عمل تیار کر چکا تھا۔

"لیکن میں آپ کے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں جبکہ......"

"دیکھو ناز! بچوں جیسی باتیں مت کرو۔" وہ کچھ کہنے جا رہی تھی جب عدیل ہاشمی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"اب تمہارے سامنے دو راستے ہیں تمہیں کسی ایک کو چوائس کرنا ہے، اختیار کا حق تمہارے پاس ہے، خوب سوچ سمجھ لو، تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"میں آپ کے بغیر سانس بھی نہیں لے سکتی، میں کیسے سمجھاؤں آپ کو۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"سمجھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے آئی نو۔" وہ اس کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ میں ہولے سے دبا کر مسکرایا تھا، نازو کی جان میں جان آئی تھی اس کی مسکراہٹ دیکھ کر، ورنہ اسے تو الٹے سیدھے وہم ستانے لگے گئے تھے۔

"اس کے لئے ہمیں جو اسٹیپ سب سے پہلے اٹھانا ہے وہ ہے شادی، جس کے لئے تمہاری فیملی تو ایگری نہیں ہو گی تو ہمیں کورٹ میرج ہی کرنی پڑے گی، پھر تمہارے پیپرز تیار کروانے ہیں۔" وہ بتا رہا تھا جبکہ نازو کا دل اک ثانیے کے لئے رک سا گیا تھا، اماں ابا کے چہرے نظروں کے سامنے گھوم گئے تھے۔

"دیکھو ابتدا تمہارے پیرنٹس یقیناً تم سے خفا ہوں گے، لیکن جب تم ایک کامیاب بزنس مین کی بیوی کی صورت میں ان کے سامنے جاؤ گی معاشرے میں اپنی عزت اور نام پیدا کر لو گی تو وہ یقیناً تمہارے فیصلے کو سراہیں گے۔" وہ شاید اس کے چہرے کے تاثرات پڑھ گیا تھا، جبھی اسے تسلیاں دے رہا تھا۔

"یہ تو ہے۔" اس نے بھی اس کی رائے سے اتفاق کیا تھا۔

اس کا دل تو ویسے بھی زنگ آلود ہو چکا تھا، یہ شاید اس کے ضمیر کی آخری سعی لاحاصل تھی پھر شاید اسے ہمیشہ کے لئے سو جانا تھا۔

"ویسے بھی جب تک میں زندہ ہوں تمہیں ٹینشن لینے کی کیا ضرورت ہے میں ہوں ناں



تمہاری ہر پریشانی کو اپنے سر لینے کے لئے۔" وہ نہایت خوشگوار موڈ میں اس سے مخاطب تھا۔

"اللہ آپ کو لمبی زندگی عطا کرے۔" نازو نے فوراً کہا تھا۔

"تمہارے ساتھ۔" عدیل جھٹ سے بولا تھا۔

"بالکل۔" وہ مطمئن ہو کے مسکرائی تھی، جبکہ عدیل ہاشمی اب آئندہ کے لئے لائحہ عمل کر رہا تھا۔

☆☆☆

کبھی کچھ سوچ کے لکھنا کبھی کچھ سوچ کے پڑھنا
یہ ناممکن سی کوشش ہے محبت سوچ کر کرنا
کسی کا دلربا چہرہ اور اس پہ دلنشین آنکھیں
کہ جس کو دیکھ کے جینا اسی کے نام پہ مرنا
یہ ناممکن سی کوشش ہے محبت سوچ کر کرنا
خیالوں میں بنا لینا کسی کا عکس دھیرے سے
ہزاروں کے رنگ سپنوں کے کسی کی آنکھ میں بھرنا
یہ ناممکن سی کوشش ہے محبت سوچ کر کرنا

"مجھے یوں ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے اس شخص کا سراغ لگانا چاہیے۔" آج بہت دنوں بعد اس نے پھر اپنی بکھری ہوئی ہمت کو مجتمع کیا تھا اور کچھ کرنے کی ٹھانی تھی۔

"کچھ ایسا ہو کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" اس نے دل میں سوچا۔

"ارے واہ! یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے، حیرت کی بات ہے اب تک میرے دماغ میں یہ بات کیوں نہیں آئی۔" وہ ایک دم خوشی سے اچھلی تھی۔

وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی سب اپنے اپنے کاموں میں مگن تھے، وہب اور غوری ابھی تک یونیورسٹی سے نہیں لوٹے تھے جبکہ صالح ابھی آفس میں تھا، موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ دبے پاؤں صالح کے کمرے میں داخل ہو گئی۔

بے آواز دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر ایک دفعہ پورے کمرے کا جائزہ لیا تھا، سامنے رائٹنگ ٹیبل پہ کچھ بکس وغیرہ پڑی تھیں، ماہا نے آگے بڑھ کے ایک ایک کتاب، پیڈ، فائل سب کھنگال ڈالا، لیکن کچھ سراغ نہ ملا تھا۔

وہ وارڈ روب کی طرف بڑھی، اس کا جائزہ لیا، لیکن وہاں بھی سوائے کپڑوں کے اور کچھ نہ ملا تھا۔

"لگتا ہے سولڈ کام کیا ہے، کوئی کاغذ، پیپر کچھ بھی نہیں جس سے اس کی شناخت ہو سکے۔" وہ اندر ہی اندر بڑبڑائی۔

اچانک اس کی نظر الماری کے نیچے والے خانے پر پڑی جس کا لاک کھلا ہونے کے باعث اس کا دروازہ قدرے باہر کو سرکا ہوا تھا، ماہا نے بجلی کی سی تیزی سے اس کا ڈور کھولا اندر کچھ کاغذات ترتیب سے پڑے ہوئے تھے، سب سے اوپر پاسپورٹ والی کاپی چمک رہی تھی، اس نے دھڑکتے دل، لرزتے ہاتھوں سے پاسپورٹ باہر نکالا، اس سے پہلے کہ وہ اسے بغور دیکھتی اچانک کسی نے نہایت سرعت سے وہ پاسپورٹ اس کے ہاتھوں سے اچک لیا تھا، وہ فوراً پلٹی اور سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھ کر جہاں کی تہاں رہ گئی۔

(باقی آئندہ ماہ)

چھٹی قسط

# محبتوں میں حساب کیسا

مدیحہ تبسم

''اب میں اتنا بھی بدھو نہیں ہوں جتنا تم
ل کر رہی ہو۔'' ایک نظر پاسپورٹ اور دوسری
ں پہ ڈالتے ہوئے وہ استہزاء بولا تھا۔
''میرے خدا! تو بھی اس راز کو نہیں کھولنا
تا۔'' بے بسی کی انتہا پہ پہنچ کے اس نے سامنے
ڑے شخص کو دیکھا تھا۔
کیا تھا اگر وہ چند لمحات مزید اندر نہ آتا،
ج کم از کم اس راز سے تو پردہ اٹھتا کہ وہ کون

ہے؟ لیکن وائے ری قسمت، ابھی تقدیر کو شاید اس کا مزید امتحان مقصود تھا جو وہ آج یوں رنگے ہاتھوں پکڑی گئی تھی۔

''تم سمجھتی ہو کہ بہت آسانی سے مجھ تک پہنچ جاؤ گی تو یہ تمہاری بھول ہے۔'' پاسپورٹ کو کوٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے وہ بڑے مطمئن انداز میں اسے مخاطب ہوا تھا۔

''کیا چاہتے ہیں آپ ہم سے؟'' آنکھوں

ناولٹ

میں چھلکتی نمی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے وہ بھرائے ہوئے لہجے میں اس سے پوچھ رہی تھی۔

''اچھا سوال ہے۔'' وہ سراہتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سامنے بیڈ پہ بیٹھ کے اپنے شوز اتارنے لگا تھا، بڑے مگن و مطمئن انداز میں، جیسے اس وقت کمرے میں اس کے سوا اور کوئی موجود نہ ہو، ماہا لب بھینچے اسے دیکھ رہی تھی۔

''وقت آنے پہ خود ہی پتہ چل جائے گا تمہیں۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے عجب پراسرار لہجے میں بولا تھا، اس کے لہجے پہ ماہا کو جھرجھری سی آگئی۔

''جب وقت آجاتا ہے پھر تو کسی کے بھی بتانے کی ضرورت نہیں رہتی، وقت خود بخود ہی ہر راز سے پردہ اٹھا دیتا ہے، میں وقت سے نہیں آپ سے پوچھ رہی ہوں۔'' بالآخر وہ بھی چیخ گئی تھی۔

اس کے اندر جو جوار بھاٹا ابل رہا تھا وہ شخص اس سے واقف ہی نہیں تھا، اسے لاتعنا ہی سوچوں



میں دھکیل کر وہ خود کیسا پرسکون تھا، کسی انہونی کے پیش نظر وہ ہر وقت خوف کے آکٹوپس میں جکڑی رہتی تھی، اوپر سے مستزاد تو یہ کہ وہ کسی کو اپنا دکھ درد بتا بھی نہیں سکتی تھی۔

''تو پھر اتنی بے صبری کا مظاہرہ کیوں کر رہی ہو، ہو سکتا ہے وہ وقت بہت قریب ہو۔'' وہ اس کے چہرے کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے بولا تھا۔

پاؤں کو شوز کی قید سے آزاد کرتے ہوئے اس نے سلیپرز پہنے پھر اٹھ کر وارڈ روب کی طرف بڑھ گیا، وارڈ روب کا پٹ وا کرتے ہوئے وہ اب اپنے لئے کوئی آرام دہ لباس منتخب کر رہا تھا۔

''آپ پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہیں سیدھی طرح بتا کیوں نہیں دیتے۔'' اس کے اندر اشتعال کی لہریں اٹھ رہی تھیں جنہیں بمشکل دباتے ہوئے وہ پرتپش لہجے میں بولی تھی۔

''سیدھے سبھاؤ سے کرنے کو اور بہت باتیں ہیں، فضول باتوں کو چھوڑو، اب تو ہمارے درمیان ایک اور رشتہ قائم ہو چکا ہے کبھی اس سے بھی باتیں کر لیا کرو۔'' اس نے بلیک شلوار سوٹ والا ہینگر باہر نکالا، رخ اس کی طرف موڑا اور آنکھوں میں شرارت آمیز مسکان لئے اس سے مخاطب ہوا تھا۔

ماہا کے چہرے پہ یکلخت سرخی چھائی تھی، صالح نے بہت دلچسپی سے اسے دیکھا تھا۔

''شرم آنی چاہیے آپ کو۔'' اسے قطعی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس قسم کی کوئی بات کرے گا وہ تو اپنے تئیں اس رشتے کو فراموش کر چکی تھی۔

''شرم...... اور وہ بھی تم سے۔'' اس کی بات سے حظ اٹھاتے ہوئے اس نے ایک بلند قہقہہ لگایا تھا۔

''یہ شرمانے ورمانے کا کوٹہ تم ہی پورا کیا کرو، ویسے تم شرماتی ہوئی بہت پیاری لگتی ہو۔'' آخر میں اس کا لہجہ گمبھیر ہو گیا تھا۔

ماہا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، رخسار تپ کر سرخ ہوئے جا رہے تھے۔

''آپ کو زیادہ خوش فہم ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں کسی رشتے کو تسلیم نہیں کرتی، ہمارا آپ سے کوئی رشتہ نہیں نہ خونی، نہ نسبی، نہ کاغذی۔'' وہ جو منہ میں آیا بول گئی تھی۔

صالح کی رنگت اس کی بات پر پل بھر کے لئے متغیر ہوئی تھی، آنکھوں سے اضطراب کا رنگ چھلکا تھا۔

''تو میں تمہارا کچھ نہیں لگتا؟'' وہ درمیانی فاصلہ پاٹ کے عین اس کے سامنے آن کھڑا ہوا نظریں اس پہ گاڑتے ہوئے اس نے عجیب بھید بھرے لہجے میں اس سے پوچھا تھا، سوال بہت سیدھا اور صاف تھا لیکن پتہ نہیں اس کے لہجے میں کیا بات تھی کہ ماہا بھی ایک ثانیے کے لئے گڑبڑا سی گئی تھی، جی تو اس کا چاہ رہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے پورے اعتماد اور بادثوق لہجے میں کہے ''نہیں'' لیکن پتہ نہیں کیا بات تھی کہ وہ باوجود کوشش کے یوں کہہ نہیں سکی تھی۔

''آپ کے اپنے بیان سے تو ہی اخذ ہوتا ہے کہ آپ ہمارے کچھ نہیں لگتے، البتہ ہمارے صالح سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رکھتے ہیں۔'' دھیمے مگر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

اس کے ''ہمارے صالح'' کہنے پر ایک آنکھوں میں جو حسرت آمیز تڑپ پیدا ہوئی تھی ماہا کی نظروں کی ہرگز پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی، یوں لگ رہا تھا گویا وہ خود ہی دو متضاد کیفیتوں کا شکار ہو رہا ہو، ماہا اس کے بدلتے رنگوں سے جی بھر کے متعجب ہوئی تھی۔

''صحیح کہا تم نے، میں واقعی تمہارا کچھ نہیں لگتا۔'' وہ جیسے خود پر استہزائیہ ہنسا تھا اور اس کی طرف سے رخ بدلتے ہوئے واپس پلٹ گیا۔

آج اس کے لہجے میں جو جارحیت ایک کسک کا عنصر نمایاں تھا اسے ماہا نے کشمکش کا شکار کر دیا تھا۔

''آپ وہ کیوں نہیں بتا دیتے جو حقیقت ہو سکتا ہے کوئی بہترین صورتحال سامنے آ جائے۔'' اب کی دفعہ ماہا خود چل کے اس کے قریب آئی تھی، بہت کھوجتی ہوئی نگاہوں سے اس نے صالح کا جائزہ لیا تھا، وہ اسے بہت شکستہ حال لگا۔

ماہا کے اپنے اندر اضطراب پیدا ہونے لگا نہیں اس شخص کی شکستگی نے اس کے وجود میں بے چینی کیوں بھر دی تھی، حالانکہ اصولاً تو اسے خوش ہونا چاہیے تھا، اس کا مطلب تھا کہ اس کا کوئی نہ کوئی تعلق اس شخص سے ضرور نکلتا ہے جاننے میں ہی سہی وہ چاہنے کا ارتکاب کر رہی تھی۔

''صحیح اور غلط میں خود بہت اچھی طرح جانتا ہوں لیکن میرے معاملات میں انٹرفیئر کرنے کی ضرورت نہیں۔'' اس نے درشت لہجے میں کہا

''پتہ نہیں کیوں، لیکن مجھے یوں لگ رہا ہے کہ آپ وہ نہیں جو نظر آنا چاہتے ہیں۔'' اس کے لہجے کی تلخی کو خاطر میں لائے بغیر اس نے اپنا قائم کردہ اندازہ بیان کیا تھا۔

''ماہا...... شٹ اپ۔'' وہ ایک دم سے مشتعل ہو گیا۔

''گیٹ آؤٹ فرام ہیئر۔'' دروازے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ دھاڑا تھا۔

ماہا نے کچھ کہنے کی بجائے چند ثانیے گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا پھر کندھے اچکاتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

''اوہ مائی گاڈ! یہ مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے۔'' اس کے جاتے ہی اس نے ہینگر کپڑوں سمیت ایک طرف اچھالا اور خود بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گیا، ذہن اس وقت سخت الجھن اور دباؤ کا شکار تھا۔

''میں یہاں ان لوگوں سے انتقام لینے آیا ہوں، مجھے ہرگز کسی کے لئے اپنے دل کو اتنا نرم نہیں کرنا کہ ان میں سے کوئی میرے مقصد میں حائل ہو سکے۔'' اس نے خود کو باور کروایا تھا۔

''لیکن...... لیکن یہ ماہا عبداللہ میری کمزوری کیوں بنتی جا رہی ہے، میں کیوں اس کے سامنے اتنا کمزور پڑ جاتا ہوں، کیوں اس کا وجود میرے اور میرے انتقام کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، کیوں...... کیوں...... کیوں۔'' وہ ایک دم مضطرب ہو کر اٹھ گیا۔

بے چینی تھی کہ کسی طور کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی، اس کے خون میں جہاں شرارے دوڑ رہے تھے وہاں آج نجانے کیوں عجیب گم سم سی کیفیت محسوس ہو رہی تھی۔

''تو کیا وہ صالح عبدالرحمٰن سے ہار رہا ہے؟'' اس سوچ نے ہی اسے ہلا کے رکھ دیا تھا، وہ سخت متوحش ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

''اس سے پہلے کہ یہ وقت بھی میرے ہاتھ سے نکل جائے مجھے کوئی لائحہ عمل تیار کر لینا چاہیے، بہت ہو گئے سستی اور کاہلی کے مظاہرے۔'' اس نے خود سے کہا۔

''پرسکون ذہن کے لئے سب سے پہلے شاور لینا بہت ضروری ہے تاکہ پراگندہ خیالات سے چھٹکارا پایا جا سکے۔'' وہ خود کو کسی حد تک مطمئن کر لینے کے بعد شاور لینے گھس گیا تھا۔

☆☆☆

''نازو! یو آر سو لکی یار! فوراً شادی اور اس کے ساتھ ہی ہنی مون، ڈائریکٹ ورلڈ ٹور مبارک ہو۔'' میری نے فرط جوش سے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

آج اس نے میری کو عدیل ہاشمی کے

خیالات کے متعلق آگاہ کر کے مشورہ مانگا تھا، فیصلہ تو اگرچہ وہ پہلے ہی کر چکی تھی، لیکن ہر معاملے میں اپنے میری سے مشورہ کرنے کی عادت سی پڑ گئی تھی، جب تک وہ اس سے مشورہ نہ لے لیتی تب تک اسے اطمینان حاصل نہیں ہوتا تھا، ابھی بھی یونہی ہوا تھا، گھر چھوڑنے کے متعلق اگر اس کے ذہن میں کہیں کوئی ہلکا سا خلجان بھی تھا تو وہ بھی میری کے بے حد جوش و خروش کا مظاہرہ کرنے پر ختم ہو گیا تھا۔

"Thank you so much میں آج اس مقام کو صرف تمہاری وجہ marry سے حاصل کر پائی ہوں۔" وہ واقعی اس کی بے حد ممنون تھی۔

"اوں ہوں فرینڈز کے درمیان No sorry no thanks۔" میری نے اس کی ستواں ناک کو ہولے سے دبا کر بہت چاہ سے کہا تھا۔

"لیکن ایک بات میری یاد رکھنا۔" اس نے انگلی اٹھا کر تنبیہی انداز اختیار کیا تھا۔

"تم حکم کرو مائی سویٹ ہارٹ۔" نازو سو جان سے قربان ہوئی۔

"اگر عدیل ہاشمی کی سنگت میں تم نے مجھے اور سکندر کو فراموش کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں۔" اس کے یوں کہنے پر وہ کھلکھلا کے ہنس پڑی، اندر کہیں مسرت کی بے پناہ کرنیں بھی پھوٹی تھیں کہ میری ایسی ٹیلنٹڈ لڑکی اس سے یہ جملہ کہہ رہی ہے۔

"ایسا کبھی بھی نہیں ہو سکتا، ایسی سوچ والا تو صفحہ ہی اپنے ذہن سے پھاڑ ڈالو۔" بہت محبت سے کہتے ہوئے اس نے میری کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے تھے۔

"مجھے تم سے امید بھی یہی ہے۔" میری نے اس کے ہاتھوں پہ اپنی گرفت مضبوط کرتے

ہوئے بااعتماد لہجے میں کہا تھا، نازو اس کی بات بھرپور یقین سے مسکرا دی تھی۔

چھٹی کے وقت وہ گیٹ سے باہر نکلی عدیل ہاشمی کو اپنا منتظر پایا۔

"ہیلو ناز! کیسی ہو؟" وہ میری کو گڈ بائی کہہ کے پلٹی تو عدیل نے فوراً اس کے لئے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے کہا تھا۔

"فائن...... آپ سنائیں۔" آج ا احساس تفاخر تھا جس نے اس کی گردن میں کلف لگا دیا تھا، آج تو وہ پورے استحقاق سے اس کی برابر بیٹھی تھی۔

"تمہیں دیکھنے کے بعد تو سب کچھ فائن ہو سکتا ہے مائی ڈیئر۔" بھرپور نظروں سے ا جائزہ لیتے ہوئے انگلیاں اسٹیئرنگ پہ مسکرایا تھا۔ ہوئے وہ بڑی ترنگ سے مسکرایا تھا۔

"آج تو آپ اچانک ہی آ گئے، میر میں تو نہیں تھا کہ آپ آج آئیں گے، ہمارے درمیان اب فرائڈے ڈسائڈ ہوا بالوں کی اڑتی لٹوں کو کانوں کے پیچھے ا ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوئی۔

"ہاں طے تو یہی ہوا تھا، لیکن میں آئندہ کے لئے جو لائحہ عمل تیار کیا تھا تمہاری رائے بھی لے لوں۔" رسٹ واچ ڈالتے ہوئے اس نے گاڑی کی اسپیڈ تھی۔

"خیر ہے، کہیں جانا ہے کیا؟" نا اس کے عجلت بھرے انداز کو نوٹ کرتے استفسار کیا تھا۔

"ایک ضروری میٹنگ چھوڑ کر آ آدھے گھنٹے تک دوبارہ آفس جوائن کرنا اس نے بتایا تو نازو نے اثبات میں سر اس کی طرف رخ کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"کیا لائحہ عمل تیار کیا ہے آپ نے

"یہ دیکھو۔" اس نے گاڑی کے دراز میں پاسپورٹ نکالتے ہوئے نازو کی طرف بڑھایا تھا۔

"یہ میرا پاسپورٹ ہے؟" نازو نے بے یقینی سے پاسپورٹ کو دیکھا۔

"اندر تصویر تو تمہاری ہی لگی ہے۔" وہ اس کی کیفیت پہ مسکرایا۔

"میرا مطلب ہے کہ آپ نے اتنی جلدی پاسپورٹ بنوا لیا، مجھے اس لئے حیرت ہو رہی تھی۔" وہ خفیف سی ہو کر وضاحت دینے لگی۔

"یہ پاکستان ہے میری جان پیسہ اور سفارش پاس ہو تو کام یوں ہو جاتے ہیں۔" اس نے بائیں ہاتھ سے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔

"اینی وے میں تمہارے باقی پیپرز بھی تیار کروا رہا ہوں، وہ بھی جلد ہی تیار ہو جائیں گے، زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ لگے گا، تمہارے پاس ایک مہینہ ہے جو تیاری کرنی ہے کر لو پہلے ارادہ تھا کہ ہم پہلے دن ہی نکاح کر لیں گے تاکہ عدالتی معاملات میں نہ دیر ہو سکے، لیکن سکندر نہیں مان رہا، اس کی رائے یہ ہے کہ میں تمہیں میری کی طرف چھوڑ دوں، پھر وہاں باقاعدہ رسم و رواج کے ساتھ اور خوب دھوم دھام سے شادی انجام پائے گی، تاکہ تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے، اس نے اور میری نے تمہیں دوست بنایا ہے تو اس کی دوستی کا حق بھی ادا کریں۔" وہ بتا رہا تھا اور نازو حیران ہو رہی تھی کیا قسمت اس پر اتنی مہربان ہے کہ ہر قدم پر اس کا ساتھ دے رہی تھی۔

"پھر تمہاری کیا رائے ہے؟" وہ اس سے مخاطب ہوا تو وہ گہرے خیال سے چونکی تھی۔

"وہ اتنے خلوص سے ہمارا ساتھ دے رہے ہیں یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے۔"

"ٹھیک ہے تو پھر اس کا مطلب ہے میں سکندر کو ہاں کر دوں؟" اس نے پوچھا تو نازو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اوکے پھر جیسے ہی تمہاری پیپرز تیار ہو جاتے ہیں میں تمہیں کنفرم ڈیٹ بتا دوں گا، اس دن تمہیں کالج جانے کی ضرورت نہیں، میں تمہیں اور میری کو اس کے گھر ڈراپ کر دوں گا ایک دو دن تم میری کے ساتھ شاپنگ کر لینا، پھر باقاعدہ مہندی، بارات اور ولیمے کے فنکشنز ہوں گے، تم میری کی کزن کی حیثیت سے میری بیوی بنو گی، میری اور سکندر تمہاری طرف سے ہی شریک ہوں گے، پھر ولیمے کے ٹھیک اگلے دن ہم ابوظہبی فلائی کر جائیں گے، میں وہاں دو ہفتے تک بزنس کے سلسلے میں رکوں گا، اس سے فراغت کے بعد ہم وہیں سے ورلڈ ٹور پہ نکل جائیں گے۔" وہ اسے تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا، نازو دم سادھے اس کی پلاننگ سن رہی تھی۔

"ٹھیک ہے ناں؟ اگر کہیں کوئی ردوبدل کرنا ہو تو بتا دینا۔" اس نے گاڑی ایک سائیڈ پہ روکتے ہوئے کہا تھا۔

"آئی تھنک ایوری تھنگ از رائیٹ۔" ایک طویل سانس لیتے ہوئے وہ خوابوں کی دنیا سے نکل کر حقیقت میں لوٹتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئی، کیونکہ وہ سوالیہ نظروں سے اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"ویری گڈ، میرا ٹائم اب ہو چکا ہے بس تمہیں یہ ضروری باتیں بتانا تھیں اس لئے ایمرجنسی میں آنا پڑا تاکہ تم اپنا مائنڈ میک اپ کر لو۔" وہ ہاتھ اسٹیئرنگ سے ہٹاتے ہوئے اس کی طرف رخ کر کے بولا۔

"ڈونٹ وری میں اپنا مائنڈ تیار کر چکی ہوں۔" وہ پورے وثوق سے بولی۔

"گڈ اوکے میم اب اجازت۔" اس نے سر کو ہلکی سی جنبش دیتے ہوئے کہا۔

''اتنی جلدی۔'' وہ بسوری۔
''بس میری جان اب تو وصال میں چند دن ہی رہ گئے ہیں پھر تو......''
ہم تم ہوں گے بادل ہو گا
رقص میں سارا جنگل ہو گا
اس نے بھونڈے انداز میں راگ ملائے تو نازو بے اختیار ہنس پڑی۔
''بس اتنا ہی کافی ہے۔'' اس نے ہنستے ہوئے ٹوکا تھا وہ بھی ہنس پڑا۔
''او کے ٹیک کیئر۔'' وہ اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے بولی۔
''ٹیک کیئر اینڈ گڈ بائی۔'' اس نے بھی ہاتھ ہلایا، نازو مسرور سی مین روڈ کی طرف چل پڑی۔

☆☆☆

''ٹرن ......ٹرن......ٹرن۔'' ٹیلی فون کی گھنٹی ایک تواتر سے بج رہی تھی۔
''افوہ۔'' رمشاء نے جھنجلا کر فون سیٹ کو گھورا۔
''چپ کر جاؤ میں فارغ نہیں ہوں۔'' اس نے ڈپٹتے ہوئے ٹیلی فون کو کچا چبا جانے والی نظروں سے دیکھا۔
اب اس بیچارے کی سماعت تو تھی نہیں کہ وہ رمشاء بی بی کی جھاڑ کو سن کے اسے سمجھ سکتا، اسی لئے تو بیچارہ تواتر سے چلاتا جا رہا تھا۔
''کیا مصیبت ہے۔'' اس نے کینہ توز نظروں سے اس بیچارے کو کوئی سہہ بارہ گھورا تھا، پھر ایک نظر اپنے ہاتھ میں پکڑے ڈائجسٹ کو دیکھا جہاں کہانی بہت کلائمکس پہ پہنچ چکی تھی کہ اب اسے چھوڑنے کو دل نہیں کر رہا تھا، لیکن برا ہو اس کمبخت فون کا جو بلاوجہ چلائے جا رہا تھا۔
''آج کہتی ہوں ابو جان سے کٹوا دیں اس آفت کے پرکالے، جب سب کے پاس اپنا اپنا سیل ہے تو اس مفت کے کھڑاگ کی کیا ضرورت ہے، آثار قدیمہ کی نشانی کی طرح سینے سے لگا کے رکھا ہے اس کم بخت کو، جس کو سوائے چیخنے چلانے کے اور کوئی کام ہی نہیں۔'' فون اسٹینڈ کی طرف بڑھتے ہوئے وہ خوب دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔
''جی فرمایئے۔'' ریسیور کان سے لگاتے ہوئے وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولی تھی۔
''آپ کیا روزانہ کریلے کے جوس سے اشنان کرتی ہیں جو زبان ہر وقت کڑوی کسیلی ہی رہتی ہے۔'' دوسری طرف سے آنے والے آواز نے اسے بھونچکا کے رکھ دیا تھا۔
''آ......آ......آپ۔'' اس اچانک افتاد پہ وہ ہکلا سی گئی۔
''جی...... میں...... یں...... یں۔'' ارغان نے بھی اسی کے انداز میں، میں کو خوب کھینچ کر لمبا کیا تھا۔
''آپ نے گھر کا نمبر کہاں سے لیا۔'' بوکھلاہٹ میں وہ عجیب احمقانہ انداز میں پوچھ گئی۔
''جو شخص گھر تک آ سکتا ہے اس کے لئے ٹیلی فون نمبر لینا کون سا مشکل کام ہے، ویسے میرے پاس تو آپ کا سیل نمبر بھی ہے لیکن میں نے احتیاطاً فون نہیں کیا۔'' وہ بڑے مزے سے بتا رہا تھا۔
''واقعی جس شخص کا اس گھر سے ایک رشتہ قائم ہو چکا تھا اس کے لئے فون نمبرز حاصل کرنا کون سا مشکل امر تھا۔'' اپنے بے تکے سوال پہ وہ جی بھر کے شرمندہ ہوئی تھی۔
''فرمایئے کس سے بات کرنی ہے۔'' سابقہ خجالت مٹانے کو وہ بڑے ٹھور لہجے میں بولی تھی۔
''آپ کے تایا ابو گھر پہ ہیں؟'' بڑی











سنجیدگی سے دریافت کیا گیا تھا۔
"نہیں۔" تایا ابو کے بارے میں استفسار کرنے پہ وہ چونکی تھی۔
"اچھی بات ہے مجھے ان سے بات بھی نہیں کرنی تھی۔" اس نے بڑے اطمینان سے کہا تو وہ چکرا کے رہ گئی۔
"تو پھر آپ کو جس سے بات کرنی ہے اس سے رابطہ کر لیجئے۔" اس نے تیزی سے کہتے ہوئے کھٹاک سے فون بند کر دیا۔
"ہوں، مجھے پاگل بناتا ہے۔" اس نے دانت کچکچائے۔
"ٹرن...... ٹرن...... ٹرن۔" فون دوبارہ چیخ اٹھا تھا۔
"السلام وعلیکم!" ریسیور اٹھاتے ہوئے اس نے لٹھ مارا تھا۔
"وعلیکم السلام، کیسے مزاج ہیں۔" بڑی محبت سے دریافت کیا گیا تھا۔
"آپ نے یہاں فون کس خوشی میں کیا ہے۔" اس کے سوال کو قطعی نظر انداز کرتے ہوئے اس نے بڑے تیز لہجے میں پوچھا تھا۔
"آپ نے ابھی ابھی خود ہی تو ارشاد فرمایا تھا کہ جس سے بات کرنی ہے اس سے رابطہ کر لیجئے تو مجھے تو آپ ہی سے بات کرنی ہے۔" لہجے میں کچھ ایسا ضرور تھا کہ رمشاء کا دل ایک دفعہ پوری قوت سے دھڑکا تھا، کچھ ان کے مابین قائم ہونے والے نئے رشتے کا تقاضہ بھی تھا۔
لیکن اگلے ہی لمحے وہ خود پر قابو پا چکی تھی، جبھی بولی تو لہجہ و انداز دونوں ہی پر اعتماد تھے۔
"لیکن مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔"
"جسٹ آ منٹ رمشاء میری بات سنو۔" وہ شاید اس کا ارادہ بھانپ چکا تھا کہ وہ اب فون بند کرنے میں ایک منٹ نہیں لگائے گی، اسی لئے فوراً بول اٹھا۔
"جی کہیے میں سن رہی ہوں۔" وہ جو واقعی ریسیور رکھنے جا رہی تھی اس کی بات پہ رک گئی۔
"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں کبھی کبھار تم سے فون پر بات کر لیا کروں، کیونکہ اب تو ہمارے مابین ایک خوبصورت رشتہ قائم ہو چکا ہے۔" وہ بڑی محبت و اپنائیت سے اس سے اجازت طلب کر رہا تھا۔
رمشاء اسے سیدھا صاف جواب میں تذبذب کا شکار ہوئی تھی، کیونکہ ان کے مابین قائم رشتہ اس صورتحال کی نزاکت کا احساس دلا رہا تھا، وہ کوئی ایسا جواب نہیں دینا چاہتی تھی جو اس کی دل شکنی کا باعث بنے اور نہ ہی وہ اس کے مطالبے کو پورا کر سکتی تھی، کیونکہ وہ ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی لڑکی تھی جس کی تربیت قدرے مذہبی نہج پہ ہوئی تھی، جبکہ اس کے خیال میں ارغان لغاری ایک آزاد خیال لڑکا تھا اور ویسے بھی ہائی سوسائٹی سے تعلق رکھتا تھا، تو اس کے خیال میں اسے ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہیے تھے کہ بات نہ بگڑے اور وہ اپنا مدعا بھی صحیح معنوں میں اس تک پہنچا سکے۔
"اگر اس بارے میں میں اپنے خیالات کا اظہار کروں تو آپ کو برا تو نہیں لگے گا؟" چند لمحے توقف کرنے کے بعد اس نے بہت احتیاط سے بات کا آغاز کرنا چاہا تھا۔
"زہے نصیب، آپ بولیں تو سہی، ہم تو ہمہ تن گوش ہیں۔" وہ شوخ ہوا۔
"دیکھیں ارغان صاحب! میرے خیال میں آپ کسی حد تک تو ہمارے گھریلو ماحول سے آگاہ ہوں گے، جہاں ہم نے ایک دوسرے سے بے پناہ پیار و محبت کرنا سیکھا ہے، وہاں ہمیں کچھ اصول و ضوابط بھی سکھائے گئے ہیں، جن میں یقیناً ہماری تربیت کا پہلو نمایاں ہے، میں اپنے

اور آپ کے رشتے کو دل سے قبول کرتی ہوں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ کوئی شرعی رشتہ نہیں ہے، آپ میرے لئے ہر حال میں نامحرم ہی ہیں، آپ یقین جانیں اگر ہمارا ٹیلی فون تک رابطہ شروع ہو گیا تو بات کبھی کبھار تک موقوف نہیں رہے گی، بہت آگے تک چلی جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ اس کا انجام ہمارے حق میں بہتر نہ ہو، جیسا کہ آج کل ہزاروں واقعات رونما ہو رہے ہیں، اس لئے میرے خیال میں اس ٹاپک کو یہیں کلوز ہو جانا چاہیے، ہاں البتہ اگر آپ کو میرے بارے میں کسی قسم کا کوئی خلجان یا تردد ہو تو آپ اسے ابھی دور کر سکتے ہیں۔'' اس نے بڑے سبھاؤ سے بات کی تھی اور الفاظ کے چناؤ میں احتیاط سے کام لیا تھا۔

کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ یہ وہی لاپرواہ، شوخ و شنگ اور ہری مرچیں چبانے والی رمشاء ہے، وہ تو اس وقت بہت سمجھدار اور بردبار لڑکی لگ رہی تھی۔

اس کی طویل بات کے اختتام پر دوسری طرف چند لمحے تک خاموشی چھائی رہی تھی، رمشاء اب دم سادھے اس کے بولنے کی منتظر تھی۔

''تم میرے لئے بہت قابل احترام ہو رمشاء میری کوشش یہی ہو گی کہ تمہارے وقار اور پندار کو مزید اونچا کرنے کا باعث بنوں، میری طرف سے کوئی فعل ایسا سرزد نہ ہو جو تمہارے سر کو جھکا دے یا تمہارے والدین کے سر کو جھکا دے، لیکن میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اگر ہمارے مابین کوئی رشتہ قائم ہو جائے تو اس وقت تو میں استحقاق رکھوں گا کہ نہیں......؟'' اس نے پورے تحمل سے اس کی گفتگو کو سنا تھا پھر گویا ہوا تھا۔

''جب شریعت آپ کو حق دے گی تو میں کون ہوں گی روکنے والی۔'' اس کے عجیب و غریب انوکھے سوال پہ وہ گڑبڑا سی گئی تھی۔

''مطلب تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔''

اس کے لہجے میں ہلکی سی شرارت آمیز مسکان کا عنصر نمایاں تھا، جسے محسوس کرتے ہوئے رمشاء کے گال دہک اٹھے تھے اس نے کچھ بولنا چاہا تھا لیکن آواز اس کے حلق سے برآمد نہیں ہوئی تھی، ارغان غالباً اس کی خاموشی کی وجہ جان گیا تھا۔

''او کے ٹھیک ہے پھر کسی اچھی خبر کی منتظر رہنا اور اپنا بہت سارا خیال رکھنا۔'' لہجے میں اس کے لئے بے حد محبت سموئے ہوئے اس نے کہا تھا اور خدا حافظ کہتے ہوئے فون بند کر دیا تھا۔

رمشاء نے بے ساختہ تشکر بھری سانس خارج کی اور بہت ہلکی پھلکی ہو کر دوبارہ اپنی جگہ پہ آ کے ڈائجسٹ لے کے بیٹھ گئی، یہ الگ بات تھی کہ اب اسے الفاظ کی بجائے ہر سطر پر ارغان لغاری کا چہرہ ہی نظر آ رہا تھا۔

☆☆☆

مجھے سب لوگ کہتے ہیں
محبت جانتے ہو تم......؟
محبت مانتے ہو تم......؟
محبت ''آگ'' جیسی ہے
جو جلتی ہے تو بجھتی ہے
محبت ''گیت'' جیسی ہے
کئی سازوں پہ مبنی ہے
محبت رنگوں کی تتلی
جو خوشبو ڈھونڈ لیتی ہے
مگر کیوں مجھ کو لگتا ہے
یہ سارے لفاظ جھوٹے ہیں
اگر سچ ہے تو بس یہ ہے
محبت ''آگ'' جیسی ہے
کبھی گم صم، کبھی جگنو، کبھی بادل
کبھی یہ نیند ہے تو
کبھی یہ خواب جیسی ہے
محبت آپ جیسی ہے

رمشاء کو ہرگز ہرگز توقع نہیں تھی کہ ارغان لغاری اس قدر جلد بازی سے کام لے گا، ابھی اس بات کو ایک ہفتہ بھی گزرنے نہیں پایا تھا کہ فاروق لغاری اور ان کی مسز آن پہنچے تھے، رمشاء کے نکاح کی بات کرنے کے لئے، لیکن انہوں نے جس قدر اپنائیت، مان اور سبھاؤ سے بات کی تھی لگتا نہیں تھا کہ انہیں انکار کیا جائے گا، فی الحال عبدالرحمن اور منزہ نے ان سے سوچنے کے لئے کچھ وقت مانگا تھا، لیکن ان کے حوصلہ افزاء رویے سے فاروق لغاری بہت پرامید اور مطمئن تھے۔

رات کو نہایت پرتکلف ڈنر کا اہتمام کیا گیا تھا، ان لوگوں کے رخصت ہونے کی دیر تھی وہ سب رمشاء کو گھیر کے بیٹھ گئے تھے، ایک تو وہ بیچاری پہلے ہی اس نئی افتاد پہ حیران پریشان تھی اوپر سے شیطان کا ٹولہ جنہوں نے اس کا برا حال کر رکھا ہے۔

ماہی آوے گا میں پھلاں نال دھرتی سجاواں گی
اوہنوں دل والے رنگلے پلنگ تے بٹھاواں گی
پھلاں کی پکھیاں تے بڑا کج کہن گی اکھیاں

غوری نے اٹھ کے باقاعدہ ڈانس شروع کر دیا تھا۔

''یہاں مسرت نذیر کی شادی نہیں ہو رہی جو تمہیں بن ساٹھ کے گانے سوجھ رہے ہیں، کوئی ڈھنگ کا گانا گاؤ ورنہ اپنا باجہ بند رکھو۔'' اس کے انتہائی بے تکے ڈانس اور بے سرے راگ الاپنے پہ ہالہ سے رہا نہ گیا تھا۔

''تم اگر مجھ سے جلنا چھوڑ دو تو تمہارے خوبصورت ہونے کے چانسز بن سکتے ہیں۔'' وہ قطعی اس کے اعتراض کو خاطر میں لائے بغیر بولا۔

''تم سے تو ہزار گنا خوبصورت ہوں، اپنی شکل دیکھی ہے کبھی آئینے میں، لنگور کہیں کے۔''

حسب عادت وہ بھڑک اٹھی تھی۔

''ہزاروں حسینائیں فدا ہیں اپنی پرسنالٹی پہ۔'' اس نے گردن اکڑا کے کہا۔

''نری خوش فہمی لاحق ہے موصوف کو اپنے بارے میں۔'' وہ ناک چڑھا کے نخوت سے بولی۔

''چلو بھئی رمشاء ٹریٹ دو ہمیں۔'' وہب ان دونوں کو لڑتا چھوڑ کر اپنے کھانے کی فکر میں پڑ گیا تھا۔

''میں کس خوشی میں ٹریٹ دوں تمہیں۔'' رمشاء نے بدک کے اسے دیکھا۔

''نکاح میرا تو نہیں ہو رہا ہے۔'' اس نے پوری آنکھیں نکال کے اسے گھورا۔

''بچہ صحیح کہہ رہا ہے میرا ووٹ بھی اس کے ساتھ ہے۔'' غوری نے بھی جھٹ اس کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

''تم بھی کہہ دو یار! تا کہ ہمارے تین رکنی وفد کے مطالبے کو پورا کیا جا سکے۔'' وہب نے ساتھ بیٹھے صالح کی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا، انداز التجائیہ تھا۔

''بالکل...... بالکل اتنے بڑے خوشی کے موقع پہ کچھ ہلا گلا تو ہونا چاہیے۔'' اس نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلایا تو وہب اور غوری کی باچھیں کھل گئیں۔

''دیکھو ذرا کھانے پینے کے معاملے میں کیسے یوم یکجہتی منایا جا رہا ہے لیکن مجھ سے کوئی اچھی امید نہ رکھنا۔'' رمشاء نے دانت کچکچائے۔

''ویسے اس تین رکنی وفد کا مطالبہ اتنا بے جا بھی نہیں۔'' منال نے بھی منمناتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

''میرے خیال میں بھی چھوٹی موٹی ٹریٹ تو ہونی چاہیے۔'' ماہا نے بھی سب کی رائے سے اتفاق کیا، کھانے پینے کے معاملے میں وہ سب

یونہی متحد ہو جایا کرتے تھے۔

"کم بختو! تم بھی مخالف کیمپ میں مل گئی ہو، کوئی تو میرا ساتھ دے۔" رمشاء بیچاری روہی ہوگئی۔

"فکر نہ کرو بہنا ٹریٹ کھانے میں ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔" وہب نے بڑے دلگیر لہجے میں اسے تسلی دی تھی۔

"بھاڑ میں گیا تمہارا ایسا ساتھ، مجھے نہیں چاہیے۔" اس نے فوراً اسے پیشتر آنکھیں ماتھے پہ رکھیں کہ ان سب سے جان چھڑانے کا واحد ایک یہی طریقہ تھا بشرطیکہ کامیاب ہو جاتا۔

"لیکن ہمیں تو چاہیے ناں۔" غوری جھٹ سے بولا، وہ سب بھی اول نمبر کے ڈھیٹ تھے مجال ہے جو اس کو بخش جاتے۔

"بھائی! آپ بھی ان کے ساتھ مل گئے۔" ہزار کوشش کے باوجود وہ آنکھوں میں آنسو تو نہ لا سکی البتہ آواز کسی حد تک دردناک نکالنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

"مجبوری ہے بہنا، وقت کے ساتھ پالیسی بدلنا پڑتی ہے۔" اس نے انتہائی بے چارگی سے اپنی بے بسی بیان کی۔

"میں تو یہ امید لے کے بیٹھی تھی کہ آپ ہر قدم پہ میرا ساتھ دیں گے۔" اس نے جذباتی پن سے اسے قائل کرنا چاہا تھا لیکن وہ بھی بڑا کائیاں تھا، ان سب کے ساتھ رہتے ہوئے وہ ایسے داؤ پیچ سے خوب واقف ہو چکا تھا۔

"واہ، کیا آئیڈیا ہے میرے ذہن میں، قربان جاؤں میں اپنی سوچ پہ۔" ہالہ کے ذہن میں خدا جانے کیا خیال سمایا تھا کہ وہ خود ہی اپنی سوچ پہ جھوم اٹھی تھی۔

"ظاہر ہے کوئی اور تو تم پر قربان ہونے سے رہا۔" غوری نے فوراً اپنی ٹانگ اڑائی، بات شاید واقعی کام کی تھی جو اس نے غوری کی بات کا بھی برا نہیں منایا تھا۔

"تم سنو گے تو تم بھی پھڑک جاؤ گے۔"

"اللہ ہی خیر کرے کیا سمایا گیا ہے تمہارے ایئر چیمبر میں۔" اب تو سب ہی متجسس ہوئے۔

"میرے ذہن نے یہ سوچا ہے کہ جس طرح ہم نے رمشاء اور ماہا کی منگنی کے فنکشن اکٹھے کیے تھے اسی طرح اگر ان کے نکاح کے فنکشن بھی ایک ساتھ ہوں تو کتنا مزہ آئے گا۔" اپنی بات کے اختتام پر اس نے داد طلب نظروں سے سب کی طرف دیکھا تھا۔

صالح کی نظر بے ساختہ ماہا کی طرف اٹھ گئی تھی جس کا چہرہ لمحوں میں زرد ہو گیا تھا، اس کی متغیر رنگت ہرگز اس سے پوشیدہ نہیں تھی۔

"واہ بھئی واہ، کمال ہو گیا، یہ تو واقعی قابل تحسین سوچ ہے، اس پر ضرور عمل درآمد کرنا چاہیے۔" غوری بھی مسرت سے جھوم اٹھا تھا۔

"پھر دو فنکشن ایک ساتھ، سچ میں بہت مزہ آئے گا۔" منال نے بھی اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

"چلو پھر تو تم سب بھائی سے ٹریٹ مانگو۔" رمشاء نے اپنی جان چھوٹ جانے پہ شکر ادا کیا تھا، ویسے ہالہ کی رائے سے اسے بھی سو فیصد اتفاق تھا۔

"ہاں بھئی یار پھر تمہاری کیا رائے ہے۔" غوری نے صالح کے کندھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے متبسم لہجے میں دریافت کیا تھا۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔" اس کی تو دلی خواہش تھی وہ کیونکر نہ خوش ہوتا۔

وہ سب اس قدر خوش اور مطمئن تھے کہ کسی نے ماہا کے تاثرات کو نوٹ ہی نہیں کیا۔

اگر کیا بھی تو وہ اسے شرم پر ہی محمول کر رہے تھے کیونکہ وہ سب جانتے تھے ماہا کس قدر شرمیلی لڑکی ہے ان سب کے لئے تو یہی غنیمت تھا کہ صالح کی موجودگی میں ان سب کے ساتھ مل کے بیٹھ جاتی ہے۔

"ہائے ماہا! تم لہنگے میں کس قدر کیوٹ لگو گی۔" ہالہ تو وفور مسرت سے اس کے اوپر ہی آ رہی تھی ایک طرف ماہا تھی تو دوسری طرف ان کا اکلوتا بھائی تھا، دونوں رشتے ہی اسے جان سے پیارے تھے، پھر اپنی خوشی اور وہ بھی بے پایاں اس کا اظہار کرنا تو اس کا حق بنتا تھا۔

ماہا کے دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا، اگر واقعی ویسا ہو جاتا جیسا وہ سب چاہ رہے تھے تو......؟ اس سے آگے سوچنے سے اس کا دماغ قاصر رہا تھا، اپنے اوپر چڑھتی ہالہ کو اس نے پرے دھکیلا تھا اس کے حواس کنٹرول میں ہوتے تو شاید وہ کوئی سخت بات کہہ جاتی، اپنے لٹو کی مانند گھومتے دماغ کو اس نے جانے کس طرح قابو میں کیا تھا اور تقریباً بھاگتی ہوئی وہاں سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

وہ جو کسی حد تک خود کو سمجھا بجھا کے نارمل ہو گئی تھی اور ٹھنڈے دل و دماغ سے کچھ کرنا چاہ رہی تھی، اس اچانک افتاد پہ اس کا دل و دماغ بری طرح منتشر ہو کے رہ گیا تھا، کسی انہونی کے پیش نظر اس کی چھٹی حس بار بار خطرے کا الارم بجا رہی تھی۔

☆☆☆

آج صبح سے ہی اس کا موڈ بے حد خوشگوار تھا، ساری رات تو وہ دبئی کی آزاد فضاؤں میں عدیل ہاشمی کے ہمراہ رقص کرتی رہی تھی، اپنے تخیل کی پرواز میں وہ نجانے کہاں کہاں کی سیر کرتی رہی تھی، ایک بے حد خوش کن تصور تھا جس نے آج حقیقت کا روپ دھارنا تھا۔

اس کے اور عدیل ہاشمی کے مابین آج ہی کی ڈیٹ فائنل ہوئی تھی، اس کے کاغذات تیار ہو چکے تھے بلکہ ٹکٹ بھی کنفرم ہو چکی تھی، آج اس نے کالج کی بجائے میرے ساتھ اس کے گھر جانا تھا پھر میری اور سکندر نے مل کر اس کی شادی ارینج کرنی تھی۔

"نازو پتر!" آئینے کے سامنے کھڑی وہ اپنی بڑی سی چادر اوڑھ رہی تھی جب اماں اندر داخل ہوتے ہوئے اسے مخاطب کیا تھا، آج شاید اماں نے پہلی دفعہ اسے اتنے پیار سے مخاطب کیا تھا، لیکن وہ تو کہیں اور ہی خیالوں میں مگن تھی اماں کے مٹھاس بھرے شیریں لہجے پہ غور نہ کر سکی۔

"جی اماں!" آخری نظر خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے وہ اماں کی طرف پلٹی۔

"پتر! پتہ نہیں کیا بات ہے آج صبح سے ہی میرا دل بہت گھبرا رہا ہے، تو آج چھٹی کر لے۔" بے چینی ان کے لہجے سے ہی مترشح تھی، ان کی بات سن کے نازو کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے اگر اماں کی مان کے آج وہ چھٹی کر لیتی تو سارا معاملہ ہی گڑبڑ ہو جانا تھا۔

"کیسی باتیں کرتی ہو اماں! بالکل بھلی چنگی ہے تو، میں بس آئی کہ آئی، آج میرا بڑا ضروری ٹیسٹ ہے اگر نہ دیا تو کالج والے داخلہ نہیں بھجیں گے، دو سال کی محنت ضائع ہو جائے گی، تو فکر نہ کر میں جلدی آنے کی کوشش کروں گی۔" کسی نہ کسی طرح بہلا پھسلا کے اماں کو تو راضی کرنا ہی تھا، وگرنہ اگر وہ ضد پہ اڑ جاتیں تو نازو کے لئے نکلنا واقعی بہت مشکل ہو جانا تھا، لہٰذا ہر صورت آج اسے جانا ہی تھا۔

"اچھا۔" اماں نے بادل نخواستہ کہا پھر کچھ دیر ٹھہر کے بولیں۔

"آج منیر گھر پہ ہے میں اسے کہتی ہوں تجھے چھوڑ آئے، کچھ تو میرے دل کو آسرا رہے گا۔"

"اماں! میری پیاری اماں! میں آگے بھی تو روز جاتی ہوں ناں، آج بھی چلی جاؤں گی بھائی

نیر کو پہلے ہی بخار آ رہا ہے اسے گھر آرام کرنے دے۔" اس نے لاڈ سے دونوں بانہیں اماں کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا، اماں کے چہرے پہ نیم رضامندی کے تاثرات دیکھ کر وہ پلٹ کے اپنا بیگ اٹھانے لگی۔

"اچھا پتر! اللہ تیری حفاظت کرے۔" اماں نے آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ کے اس پہ پھونک مارتے ہوئے کہا تھا۔

اور اس کا دل اتنا سخت ہو چکا تھا کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے قدم نہیں ڈگمگائے تھے، اماں سے پیار لیتی وہ فوراً باہر کی جانب لپکی تھی کہ ان سے باتوں میں لگ کے وہ پہلے ہی کافی لیٹ ہو چکی تھی۔

"آ جاؤ نازو!" میری نے اسے دیکھتے دور ہی سے ہاتھ ہلایا تھا، آج وہ خود ہی گاڑی لائی تھی اور گیٹ سے ذرا ہٹ کے ایک طرف کھڑی تھی، نازو اس کے اشارہ کرنے پہ متوجہ ہوتی اس کی طرف چل پڑی۔

"کیسی ہو؟" فرنٹ ڈور کھول کے اس کے برابر بیٹھتے ہوئے نازو نے پھولے ہوئے لہجے میں اس سے دریافت کیا تھا، تیز تیز چلنے کے باعث اس کا سانس پھول گیا تھا۔

"فائن اینڈ یو؟" میری نے گاڑی ریورس گیئر میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"فائن بلکہ فائن شائن۔" وہ بڑے شگفتہ لہجے میں بولی۔

"ویری گڈ۔" میری نے بھرپور مسکراہٹ سے اسے دیکھا، وہ اب گاڑی کو مین روڈ پہ ڈال چکی تھی، سیاہ کرولا نہایت تیز رفتاری سے تارکول کی طویل سڑک کو روندتی چلی جا رہی تھی۔

"کام زیادہ ہے اور دن ہمارے پاس کم ہیں، میں نے تو عدیل سے کہا تھا زیادہ نہیں تو کم از کم ایک ہفتے کا تو ہمیں ٹائم دے ہم کچھ تو تیار کر سکیں، لیکن عدیل تو بالکل ہی اتاؤلا ہو رہا ہے یہ تین دن ہی بڑی مشکل سے لئے ہیں۔" میری کی بات پہ جہاں اس کے دل میں میری کے لئے تشکر آمیز جذبات پیدا ہوئے تھے وہاں عدیل ہاشمی کے بے پایاں محبت پہ ناز بھی ہوا تھا۔

"اور میرا تو خیال ہے کہ تم بھی یہی چاہتی ہو۔" میری نے مشکوک نظروں سے اسے گھورا تو وہ کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

"کیا کریں یار جدائی نہیں کاٹی جاتی اب۔" اس نے مسکینی کی صورت بنا کے کہا۔

"یعنی کہ دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی۔" میری نے شرارت بھری متبسم نظروں سے اسے دیکھا۔

"بالکل۔" اس نے بلا جھجک اعتراف کیا، پھر دونوں ہی ہنس پڑیں۔

"اب ہم نے پروگرام یوں طے کیا ہے کہ فی الحال تو تم میرے ساتھ گھر جا رہی ہو، اس کے بعد آج سب سے اہم تمہیں پارلر لے کر جانا ہے، پھر وہیں سے شاپنگ کے لئے نکل جانا ہے، کل تمہاری مہندی پرسوں بارات ابھی سارے انتظامات کرنے ہیں۔" میری بول رہی تھی اور اس کے دل میں خوشی کے باعث لڈو پھوٹ رہے تھے۔

"اور ہاں سب سے اہم بات میں سب سے تمہارا تعارف اپنی کزن ہونے کی حیثیت سے کرواؤں گی جو U.E.A میں مقیم تھی اور شادی کے بعد پھر واپس وہیں چلے جانا ہے، ویسے تو کوئی بھی زیادہ تم سے اس بارے میں سوال نہیں کرے گا، لیکن اگر کرے بھی تو تم جواب دینا ضروری نہیں۔" میری نے اسے سمجھایا۔

"او کے جو حکم باس کا۔" اس نے سر تسلیم خم کیا۔



آج تو ویسے بھی بے تحاشہ خوش تھی اس کا خواب بلکہ دیرینہ خواب شرمندہ تعبیر ہونے جا رہا تھا، اگر دل میں گھر والوں کے متعلق کسی کسک نے سر ابھارنا بھی چاہا تھا تو اس نے یہ کہہ کر خود کو مطمئن کر لیا تھا کہ جب وہ اپنی ذاتی بے حد شاندار گاڑی میں عدیل ہاشمی جیسے شاندار بندے کے ساتھ گھر جائے گی تو اس کے والدین ہرگز اس سے ناراض نہیں رہیں گے، کہاں وہ دبو، بزدل اور ان پڑھ اسلم اور کہاں بے حد ڈیشنگ پرسنالٹی والا عدیل ہاشمی وہ ہر خیال اور واہمے کو جھٹک کر میری کے ساتھ آئندہ کی پلاننگ ترتیب دینے لگی۔

☆☆☆

"بھائی! آج میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کے لئے پیزا بنایا ہے ذرا ٹیسٹ کرکے بتائیں کہ کیسا بنا ہے۔" اسے آفس سے لوٹے ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے جب ہالہ پیزا لئے اندر داخل ہوئی۔

"ارے واہ، یہ نیک خیال آج تمہیں کیسے آ گیا۔" صالح کو خوشگوار حیرت ہوئی۔

ہالہ کے ہاتھ کا بنا پیزا وہ واقعی بہت شوق سے کھاتا تھا، لیکن وہ بناتی بہت کم تھی کیونکہ کچن میں جھانکنے سے بھی اس کی جان جاتی تھی، ویسے کچن کی ذمہ داری رمشاء اور ماہا کے سپرد تھی اور وہ منال اوپری کام کر لیتی تھیں اس لئے وہ فی الحال کچن سے دور ہی تھی۔

"بھائی! یہ پیزا کیا چیز ہے، میں تو آپ کے لئے سات سمندر بھی پار کر سکتی ہوں۔" اس نے بڑے انداز سے بڑھک ماری، کیا پنجابی ہیروئن والا اسٹائل تھا۔

"میری بہنا! میں سات سمندر پار سے ہی آیا ہوں، وہاں کچھ بھی نہیں ہے، تمہیں اب وہاں جا کے جھک مارنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

اس نے رغبت سے پیزا کھاتے ہوئے اس کی بڑک کا سارا اثر زائل کر کے رکھ دیا تھا۔

"میں نے بھی محاورتاً کہا تھا۔" کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق اس نے اپنی خجالت چھپانے کو کہا۔

"ویسے پیزا تو تم واقعی بہت مزے کا بناتی ہو، بھئی اس پر تو تمہیں انعام ملنا چاہیے۔" وہ پیزے کے ساتھ انصاف کرتا ہوا بولا۔

"ہیں...... سچ......؟ اور میرے پیارے، اکلوتے بھائی جان۔" ہالہ خوشی سے دوڑ کر اس کے کندھے کے ساتھ لٹک گئی، ظاہر ہے جس مقصد کے لئے اس نے اتنی محنت کی تھی اس کے پیچھے ضرور کوئی نہ کوئی فرمائش پوشیدہ تھی، اپنا کام نکلوانے کا ایک ہی تو طریقہ تھا اس کے پاس۔

"اللہ میرے بھائی جیسا بھائی سب کو دے۔" اپنا چہرہ اس کے کندھے سے اوپر کرتے ہوئے وہ لہجے میں بے تحاشا پیار سمو کے بولی تھی۔

"ہالہ! میں نے تم سے کہا تھا کہ......" عین اسی وقت ماہا اندر داخل ہوئی تھی، وہ ہالہ کو ہی ڈھونڈ رہی تھی، لیکن ہالہ کو صالح کے اتنا قریب دیکھ کر اس کا بقیہ جملہ منہ میں ہی رہ گیا تھا۔

غصے کی ایک شدید لہر تھی جس نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، وہ تیر کی مانند اس کی طرف لپکی اور بائیں ہاتھ سے اسے کندھے سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے الگ کرتے ہوئے کھینچ کے ساتھ والے صوفے پہ دھکیلا تھا، یہ ایک قطعی غیر اختیاری حرکت تھی، جس میں اس کے شعور کا عمل دخل نہیں تھا۔

"یار! مانا کہ بھائی اب تمہارا ہو گیا ہے لیکن ہمارا ابھی کچھ حق باقی ہے۔" ہالہ نے اپنا کندھا سہلاتے ہوئے اسے آنکھیں نکالیں تھیں۔

صالح نے بہت خاموش نظروں سے اس کی

حرکت کو دیکھا تھا، وہ یقیناً پس منظر جان گیا تھا، لب بھینچ کر اس نے خود کو کچھ کہنے سے باز رکھا تھا۔

ہالہ بیچاری کے تو فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ ماہا اسے اس پوز میں دیکھ کر کیوں تڑپ اٹھی تھی، وہ یہی سمجھی تھی کہ ماہا نے ازراہ مذاق ایسا کیا ہے اور ان کے درمیان جو بے تکلفی تھی وہ اسی بات کی متقاضی تھی۔

"ہر وقت فضول مت ہانکتی رہا کرو۔" ماہا کا چہرہ اس کے چھیڑنے پہ سرخ ہو گیا تھا، اس نے ڈپٹ کر اسے کہا تھا۔

"لو میں نے فضول کیا کہا ہے بھائی سے پوچھ لو، کیوں بھائی! میں نے کچھ غلط کیا ہے کیا؟" اس نے معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے اس سے تصدیق چاہی تھی۔

"کیوں نہیں ہماری گڑیا کبھی غلط کہہ ہی نہیں سکتی، جو لاڈ پیار بہن سے ہوتا ہے وہ کسی اور سے ہو ہی نہیں سکتا۔" اس نے لمحوں میں خود کو کمپوز کیا تھا اور بڑے خوشگوار لہجے میں کہتے ہوئے ماہا کو جتاتی نظروں سے دیکھا تھا۔

"جی بالکل بشرطیکہ بہن ہو۔" اس نے طنزیہ لہجے میں جو کاٹ تھی وہ صرف وہی محسوس کر سکتا تھا کیونکہ حقیقت حال سے ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا واقف نہ تھا۔

"بھئی بہنیں تو سب کی ہوتی ہیں لیکن ہالہ میری لاڈلی بھی ہے۔" صالح کو ماہا پہ اس قدر صاف جواب کی توقع نہیں تھی، اس کی بات کے اثر کو زائل کرنے کے لئے اس نے فوراً بات کا رخ موڑنا چاہا۔

"دیکھا، میرا بھائی دنیا کا سب سے اچھا بھائی ہے۔" ہالہ نے نہال ہوتی نظروں سے اپنے بے حد وجیہہ پرسنالٹی والے بھائی کو دیکھا تھا۔

"آہ...... کاش کہ ایسا ہی ہوتا۔" ماہا کے دل میں اک ٹیس اٹھی تھی، زبان دانتوں تلے دباتے ہوئے اس نے بمشکل خود کو کچھ کہنے سے باز رکھا تھا۔

"مجھ سے لکھوا لو یار، اس کو تم سے کوئی کام پڑ گیا ہے۔" اسی وقت غوری اور وہب کمرے میں داخل ہوئے تھے، غوری نے اندر داخل ہوتے ہالہ کی آخری بات سن لی تھی، اسی لئے صالح کے برابر بیٹھتے ہوئے اسے آگاہ کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"میں تم سے بات نہیں کر رہی لہٰذا تم اپنی بند رکھو۔" اس کی یہ بے وقت کی مداخلت ہالہ کو سخت زہر لگی تھی، وہ جانتی تھی اب وہ اس کی ہر بات میں ٹانگ اڑانے کو اپنا فرض عین سمجھے گا۔

"ویسے بائی دا وے میں تم سے مخاطب بھی نہیں ہوں، میں تو صالح کو انفارمیشن دے رہا ہوں۔" اس نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"کچھ کھانے کو نہیں ملے گا۔" وہب کو اپنی فکر پڑی ہوئی تھی۔

"لو میرے بھائی! یہ پیزا کھاؤ۔" غوری نے جھٹ سے صالح کے سامنے پڑا ہوا پیزا اٹھا کے اس کی طرف بڑھایا وہب تو گویا صدیوں کا بھوکا تھا، فوراً جھپٹ لیا۔

"ماہا! میری پیاری بہنا ذرا فریج سے کولڈ ڈرنک تو لا دو، خالی پیزا حلق سے نہیں اترے گا۔" اس نے لجاجت بھرے لہجے میں ماہا کو مخاطب کیا تھا، کیونکہ خود اٹھنا تو اس کے لئے پہاڑ ڈھانے کے مترادف تھا وہ ازل سے ہی سست واقع ہوا تھا۔

"فریج کون سا کلکتہ میں پڑی ہوئی ہے جو تمہارا وہاں جانا ممنوع ہے یہ دو قدم کے فاصلے پہ تو کچن سے جا کے لے آؤ۔" ماہا نے صاف ہری جھنڈی دکھائی۔



"یہ حلق میں اٹک ہی جائے تو اچھا ہے کیونکہ میں نے یہ تمہارے پیٹوں میں جھونکنے کے لئے نہیں بنایا، جو آتے ہی شروع ہو گئے ہو۔" ہالہ نے دانت پیس کے ان دونوں کو دیکھا تھا، اس غوری کے بچے پہ تو اس کا بس چلتا تو اسے کچا ہی چبا جاتی، سارے فساد کی جڑ یہی لنگور ہوتا تھا ہر معاملے میں۔

اب بھی اس کی دوست کی سالگرہ تھی اس نے نہ صرف اسے وش کرنے جانا تھا بلکہ راستے سے اس کے لئے گفٹ بھی خریدنا تھا اور ایک پیزا کے بدلے میں اس نے صالح سے بڑی آسانی کے ساتھ اپنا مطلب نکلوا لینا تھا، لیکن اب اس شاطر و عیار غوری کی موجودگی میں ایسا کرنا کوئی اتنا آسان بھی نہیں تھا۔

"بھئی تمہیں تو ہمارا شکر گزار بلکہ احسان مند ہونا چاہیے کہ ہم تمہارے ہاتھ کے ذائقے کو صرف کھا رہے ہیں بلکہ ہضم بھی کر رہے ہیں۔" وہب نے پیزا کا ایک بڑا سا بائٹ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"اللہ کرے نہ ہی ہضم ہو تمہیں، مروڑ اٹھیں تمہارے مٹکے جتنے پیٹ میں، پھر تمہیں احساس ہو کسی کی محنت پہ ہاتھ صاف کرنے کا۔" ہالہ بڑی بوڑھی عورتوں کی طرح ہاتھ نچا کے غصے سے بولی تھی۔

"ہالہ! ذرا تمیز نہیں سکھائی تھیں کسی نے؟" ہالہ کی قسمت کا جو منزہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے اس کا جملہ سن لیا تھا، اب وہ سخت تنبیہی نگاہوں سے اسے گھور کے بولی تھیں۔

"امی۔ یہ وہ...... یہ...... وہب۔" مارے ڈر کے اس کی گھگھی بندھ گئی، لاکھ وہ آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے تھے لیکن بڑوں کے سامنے وہ ایسی بدتمیزیوں سے اجتناب ہی کرتے تھے ورنہ شامت اعمال لازمی تھی۔

"کیا...... وہ...... یہ...... لگا رکھی ہے، بڑا ہے تم سے ادب کیا کرو چلو اٹھو کچن میں دیکھ جا کر سنک میں برتنوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے اسے صاف کرو۔" اس کے لئے سزا نامہ جاری ہو چکا تھا۔

"جی...... امی...... امی۔" وہ مریل قدموں سے اٹھی، آنکھوں کے سامنے گندے برتنوں کا ڈھیر تاروں کی مانند ناچنے لگا تھا، ہاتھوں سے تو ابھی جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی برتن کیا خاک دھونے تھے۔

"ماہا! تمہیں الماس بلا رہی ہے۔" وہ اب ماہا کی طرف متوجہ ہو کے بولیں۔

"جی تائی امی!" ماہا اٹھ کے ان کی بات سننے چل پڑی۔

"آؤ ماہا! بیٹھو بیٹا۔" الماس اسے دیکھتے ہی بولیں۔

ماہا ان کے انداز پر کوشش ہوئی تھی، ضرور کوئی خاص بات تھی جو انہوں نے اسے اپنے کمرے میں بلوا لیا تھا، وہ خاموشی سے چلتی ان کے بیڈ کے ایک طرف آ کے بیٹھ گئی تھی۔

"بیٹا! تمہارے علم میں تو ہے کہ فاروق صاحب نکاح کی ڈیٹ لینے آئے تھے، بھابھی اور بھائی جان کا ارادہ ہے کہ انہیں انکار نہ کیا جائے، ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ تمہارا اور صالح کا بھی نکاح کر دیا جائے، مجھے تمہاری رائے اور منشا چاہیے۔" الماس نے محبت پاش نظروں سے اپنی فرمانبردار بیٹی کو دیکھا تھا، ماہا نے سخت متوحش نظروں سے ان کے خوشی سے جگمگاتے چہرے کو دیکھا۔

"امی جان!" اس نے خشک لبوں پہ زبان پھیر کے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا۔

"ہاں بیٹا! بولو تمہاری رائے میرے لئے مقدم ہے۔" الماس نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

"امی جان! میں فی الحال ایسا نہیں چاہتی،

رمشاء کا معاملہ کچھ اور ہے، لیکن میرے لئے......'' اس نے لب دانتوں تلے کچلے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کن الفاظ کے ساتھ انہیں منع کرے۔

''میں فی الحال اپنی پڑھائی کمپلیٹ کرنا چاہتی ہوں، کوئی ڈسٹربنس نہیں چاہتی۔'' الفاظ تھے کہ اس کا ساتھ چھوڑتے جارہے تھے، وہ کھل کے انہیں کچھ بتا بھی تو نہیں سکتی تھی۔

''یعنی تم اس رشتے کے حق میں نہیں ہو۔'' انہوں نے خود ہی اس کی مشکل آسان کردی تھی۔

''آپ اور ابا جان کے کسی فیصلے سے مجھے اعتراض نہیں لیکن میری خواہش یہی ہے کہ پہلے میں اپنی تعلیم مکمل کروں۔'' وہ سر جھکا کے انگلیاں چٹخانے لگی تھی، الماس کو وہ بڑی مضطرب سی لگی تھی۔

''ٹھیک ہے بیٹا! اگر تم ذہنی طور پر اس رشتے کے لئے تیار نہیں ہو تو کوئی بات نہیں، بھابھی نے مجھے مجبور تو نہیں کیا تھا، بس ان کی خواہش تھی میں مناسب الفاظ میں انہیں سمجھا دوں گی تم ریلیکس ہو کے اپنی تعلیم مکمل کرو۔'' الماس نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے شفقت آمیز لہجے میں کہا تھا، ایک ہی تو بیٹی تھی ان کی، اس کی ہر خواہش انہیں جان سے عزیز تھی۔

''تھینک یو امی جان!'' پاہا کو ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ اللہ پاک اس کی اتنی جلدی سن لیں گے، مارے تشکر کے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے جسے چھپانے کے لئے وہ فوراً کمرے سے باہر نکل گئی تھی، کہ ابھی اسے اپنے رب کا شکر ادا کرنا تھا، جس نے اسے کسی بڑی آزمائش سے بچالیا تھا۔

☆☆☆

آج سکندر اور میری نے مل کر اس کی مہندی ارینج کرنا تھی، کل میری نے اسے ڈھیروں ڈھیر شاپنگ کروائی تھی اور مغربی طرز پہ اس کے سارے کپڑے خریدے گئے تھے، البتہ چند ایک ساڑھیاں بھی تھیں، سیلولیس اور ہاف بلاوز والی بقول میری کے کہ ''تم پہ یہ بہت سوٹ کرے گی تمہارا سراپا اور نمایاں ہو کر قیامت ڈھائے گا۔''

پھر کل تقریباً کئی گھنٹے اس نے پارلر میں بھی صرف کئے تھے، بس ہیرے کو نئے سرے سے پالش کیا گیا تھا، وہ اتنے میں ہی لش پش کرنے لگی تھی، نظریں تھیں کہ اتنی سادگی میں بھی اس کے چکا چوند حسن پر ٹھہر نہیں رہی تھیں۔

''ہائے نازو! ہاؤ آر یو۔'' وہ اپنے ناخنوں پر کیوٹکس لگا رہی تھی جب میری اندر داخل ہوئی، میری نے کل سے یہ کمرہ اسے دے رکھا تھا، اس کی ساری شاپنگ بھی یہیں پڑی تھی۔

''فائن، تم سناؤ کدھر غائب ہوگئی تھی؟'' اس نے کیوٹکس سے سجے ہاتھوں سے توجہ ہٹا کر اس کی طرف دیکھا، جواب اس کے سامنے دھرے انتہائی قیمتی صوفے پہ بیٹھ چکی تھی۔

''بس یار! ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔'' وہ تشویش زدہ لہجے میں بولی۔

''کیا ہوا؟'' اس نے بے حد گھبرا کے پوچھا۔

''عدیل کے ڈیڈی کو ہارٹ اٹیک ہو گیا ہے۔''

''کیا......آ......آ۔'' اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

''وہ ابوظہبی میں تھے اسے صبح ہی فون گیا تھا ان کی طبیعت بے حد خراب ہے، عدیل فوراً ایمرجنسی میں روانہ ہو گیا، فلائی کرنے سے پہلے اس نے سکندر کو صورتحال سے آگاہ کیا تھا، میں ابھی سکندر کے پاس سے ہی آرہی ہوں۔'' میری بول رہی تھی اور اس کا دل بیٹھتا جارہا تھا۔

''اب کیا ہوگا۔'' ایک بڑا سا سوالیہ نشان اس کی آنکھوں کے گرد چکرانے لگا تھا۔

''ٹیک اٹ ایزی، تم کیوں پریشان ہوتی ہو، ہم ہیں ناں میں اور سکندر، ہم نے تمہاری ذمہ داری اٹھائی ہے تو اسے نبھائیں گے۔'' اس کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ کر میری اٹھ کے قریب آگئی تھی، اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے اسے بھرپور اپنائیت کا احساس دلایا تھا، نازو کے دل کو کچھ ڈھارس ملی تھی۔

''سکندر کی تو کوشش تھی کہ آج ہی ہمیں ٹکٹیں مل جائیں تو ہم بھی فلائی کر جائیں، لیکن اس کی بھرپور کوشش اور جدوجہد کے بعد کل کی ٹکٹیں مل سکی ہیں، ہم تینوں کل ابوظہبی جارہے ہیں، تمہاری اور سکندر کی جو ڈیٹ طے ہوئی تھی اسی پہ نکاح ہوگا اگرچہ سادگی سے ہو، لیکن ولیمہ ہم بعد میں خوب دھوم دھام سے کریں گے جب انکل صحت یاب ہو جائیں گے، فی الحال تمہارے نکاح کو مزید ملتوی کرنا مناسب نہیں ہے۔'' اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں تھامتے ہوئے وہ اسے تفصیل سے آگاہ کر رہی تھی۔

''آئم پراؤڈ آف یو میری!'' وہ شدت جذبات سے اس کے گلے لگ گئی تھی۔

میری نہ صرف دوست بلکہ بہن سے بھی بڑھ کر اس کے لئے ثابت ہوئی تھی، ہر طرح کے مشکلات حالات میں اس کا نازو نے بھرپور ساتھ دیا تھا، وہ چاہتی بھی تو ساری زندگی اس کے احسانوں کا بدلہ نہیں چکا سکتی تھی۔

''تم میری دوست ہو، میں نے خود تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا اب اسے ہر حال میں نبھانا بھی میرا فرض بنتا ہے۔'' میری نے محبت سے اس کے تراشیدہ بالوں کو اپنے ہاتھ سے سنوارا۔

''اچھا اب یوں ہے کہ میں نوری کو بھیجتی ہوں تم اس سے اپنی پیکنگ اپنی نگرانی میں کروالو پتہ نہیں تمہیں کتنی دیر U.E.A میں رکنا پڑے میں اور سکندر تو دو دن بعد واپس آجائیں گے، صبح تم نے فلائی کر جانا ہے تم اپنی مکمل پیکنگ کروالو، مجھے اب ذرا کام ہے میں جارہی ہوں شام کو ملاقات ہو گی۔'' ایک نظر وال کلاک پہ ڈالتے ہوئے اس نے نازو کو آگاہ کیا اور خود کھڑی ہو گئی۔

''اوکے۔'' نازو بھی ہلکی پھلکی ہو کے مسکرا پڑی تھی۔

اور اگلے دن صبح سات بجے وہ میری کے ہمراہ ایئر پورٹ پہ موجود تھی، اسے اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آرہا تھا کہ واقعی دوسرے ملک جارہی ہے، ایک نئی سرزمین پر نجانے وہاں کے باشندے رہائش سڑکیں ہر چیز یہاں سے کتنی مختلف اور جدا تھی۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد سکندر بھی وہاں پہنچ گیا تھا، اس کے ہمراہ ایک خوبصورت سی لڑکی بھی تھی، جس نے بلیو جینز پہ پنک لائننگ والی شرٹ پہن رکھی تھی۔

''ہیلو یہ مونا ہیں اور مونا یہ نازنین ہیں میری کی بہت کلوز فرینڈ ہیں۔'' سکندر نے قریب آتے ہی ان کا آپس میں تعارف کروایا تھا، مونا نے ان دونوں سے مصافحہ کیا تھا۔

''مونا بھی اس سفر میں ہمارے ساتھ شریک ہوں گی۔'' میری اسے بتانے لگی تھی، نازو نے سر اثبات میں ہلایا۔

مونا نے بغور سرتاپا اس کا جائزہ لیا تھا، نازو کو اس کی آنکھوں میں واضح تمسخر نظر آیا تھا اور لبوں پہ بھی بڑی استہزائیہ مسکراہٹ نے جھپ دکھلائی تھی، نازو کو اس کی موجودگی عجیب الجھن میں مبتلا کر رہی تھی، تاہم اس نے میری سے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔

اسی وقت فلائیٹ کی اناؤنسمنٹ ہونے لگی تو

کچھ دیر کے لئے اس کی توجہ بھی بٹ گئی تھی، وہ بھی ان تینوں کی تقلید میں اپنا سوٹ کیس دھکیلتی آگے بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

کب تک رہو گے آخر یوں دور دور ہم سے
ملنا پڑے گا آخر اک دن ضرور ہم سے
دامن چھڑانے والے یہ بے رخی ہے کیسی
کہہ دو اگر ہوا ہے کوئی قصور ہم سے
ہم چھین لیں گے تم سے یہ شان بے نیازی
تم مانگتے پھرو گے اپنا غرور ہم سے

ارغان لغاری کی آنکھوں سے آج روشنی کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں اک نرم دل آویز مسکان مستقل اس کے چہرے کا احاطہ کیئے ہوئے تھے بلیک شیروانی پہ ہلکا گولڈن کلاہ پہنے آج وہ بے حد وجیہہ نظر آ رہا تھا، جبکہ رمشاء نے میرون گولڈن کامدار لہنگا زیب تن کر رکھا تھا، وہ بھی چھوٹی موٹی بنی موم کی گڑیا نظر آ رہی تھی۔

آج ارغان اور رمشاء کا نکاح تھا، عبد الرحمٰن کا نیج میں آج خوشیوں کی بارات اتری ہوئی تھی ہر چیز ہنستا، کھلکھلاتا نظر آ رہا تھا، تقریباً تمام مہمان آ چکے تھے بس تھوڑی دیر میں نکاح ہوئے والا تھا اس کے بعد رسموں کا آغاز ہونا تھا۔

''ماہا! آپ کی تائی امی کہاں ہے بیٹا! مجھے ذرا ان سے نکاح کی ٹائمنگ کا پوچھنا ہے۔'' وہ جو اندر رمشاء کے پاس جانے والی تھی مسز فاروق لغاری کی پکار پر وہیں سے ان کی طرف پلٹ گئی۔

''جی آنٹی! یہیں ہوں گی میں دیکھتی ہوں۔''

''ماشا اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو، صالح نے نہیں دیکھا تمہیں ابھی تک۔'' اس نے شاکنگ پنک کلر کا انتہائی نفیس اور دیدہ زیب تن کر رکھا تھا، ساتھ میں میچنگ جیولری، چوڑیاں اور ہلکا پھلکا میک اپ اسے حسین بنا رہا تھا، اپنی منگنی کے بعد وہ آج رمشاء کے نکاح پر اس طرح تیار ہوئی تھی ورنہ ہمیشہ یونہی اول جلول حلیے میں گھومتی رہتی تھی۔

مسز فاروق لغاری اپنی بات بھول کے اسے چھیڑنے لگ گئی تھیں، ماہا بیچاری صبح سے اپنی بھاگ دوڑ میں مصروف تھی، وہ اس اچانک حملے کے لئے تیار بھی نہیں تھی اور مسز لغاری سے اسے چھیڑ چھاڑ کی توقع بھی نہیں تھی، وہ ایکدم ہی جھینپ گئی تھی۔

''آپ کی بہو مجھ سے بھی زیادہ پیاری لگ رہی ہے۔'' اپنی جھینپ مٹانے کو وہ فوراً بولی تھی، انہوں نے اس کی بات کو انجوائے کرتے ہوئے قہقہہ لگایا تھا، ماہا نے وہاں سے ہٹنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگایا تھا۔

''تائی امی! آپ کو باہر آنٹی سعدیہ بلا رہی ہیں۔'' منزہ کو ڈھونڈتے ہوئے وہ بالآخر ان تک پہنچ ہی گئی تھی، وہ اپنے کمرے میں صالح سے کوئی بات کر رہی تھیں۔

وہ اپنی دھن میں مگن صالح کو نہیں دیکھ سکی تھی، اب جو اس پر نظر پڑی تو وہ چاہے ایک لمحے کے لئے ہی سہی ٹھٹھک ضرور گئی تھی، بلیک جینز کی پینٹ پہ بلیک جینز کی ہی شرٹ پہنے وہ نظر لگ جانے کی حد تک حسین نظر آ رہا تھا، دراز قد، مضبوط کسرتی جسم، گھنے سیاہ چمکدار بال، سرخ و سفید رنگت، مقناطیسی کشش لئے ساحر آنکھیں۔

''پتہ نہیں کس ماں کا بیٹا ہے یہ اتنا حسین۔'' ماہا بے خیالی میں ہی اسے دیکھے گئی تھی۔

''اچھا بیٹا! میں آتی ہوں۔'' منزہ کی مصروف سی آواز اسے حال کی دنیا میں واپس کھینچ لائی تھی، اس کی توجہ پہ صالح کے لبوں پہ بڑی محفوظ سی مسکان ابھری تھی، ماہا نے خجل ہو کے سر جھکایا اور ''جی

...گئی۔

''ویسے تمہیں نہیں لگتا کہ تم نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔'' کاریڈور سے گزرتے ہوئے وہ باہر ہال کی طرف جا رہی تھی جب اسے اپنے عقب سے صالح کی آواز سنائی دی۔

''میں نے......؟'' اس نے بے حد تعجب سے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

''ہاں تم نے اگر تم ہاں کر دیتی تو آج رمشاء اور ارغان کے ساتھ ہمارا ابھی نکاح ہوتا۔'' اڑتی اڑتی یہ بات اس کے کانوں تک تو پہنچ ہی گئی تھی کہ ماہا فی الحال نکاح نہیں کرنا چاہتی اور اس سے زیادہ کون جا سکتا تھا کہ اس کے انکار کی وجہ کیا ہے۔

''دس از ٹو مچ۔'' وہ دانت پیس کے بولی تھی اور اس دفعہ اس کی طرف دیکھنے کی دانستہ کوشش نہیں کی تھی کہ کہیں نگاہوں کی سرکشی اسے کسی آزمائش میں مبتلا نہ کر دے۔

''ویسے میں اتنا برا ابھی نہیں ہوں، تم چاہو تو اپنے فیصلے پہ نظر ثانی کر سکتی ہو کہ ابھی نکاح میں ٹائم باقی ہے۔'' اس کا حیاء میں لپٹا حسن اسے شرارت پہ مائل کر رہا تھا۔

ابھی بھی اس کی بات پر وہ یکدم سرخ پڑ گئی تھی، گلابی رنگ اس کی جلد سے ہم آہنگ ہو کر کسی کی طرح اس کی کشش میں اضافے کا باعث بن رہا تھا۔

''تم پر پنک کلر بہت سوٹ کرتا ہے تم لہنگا بھی اسی کلر میں لینا۔'' اس نے ستائش بھرے انداز میں اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تھا۔

''مجھے آپ کے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ چیخ کے بولی تھی اور تقریباً بھاگتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

نکاح ہوتے ہی ہر طرف مبارک سلامت کا شور مچ گیا تھا، کھانے کا نہایت شاندار اور وسیع پیمانے پر انتظام کیا گیا تھا، کھانے کے بعد رمشاء اور ارغان کو اسٹیج پہ لایا گیا تھا۔

''صالح بیٹا! تم بہن کو لے کر چلو اسٹیج تک۔'' منزہ کے حکم پر وہ فوراً آگے بڑھا تھا اور دلہن بنی رمشاء کو اپنی بانہوں کے حلقے میں لے کر اسٹیج تک لایا تھا۔

''یا میرے خدا!'' ماہا کا کلیجہ کٹ کے رہ گیا تھا۔

موقع ایسا نازک تھا کہ وہ کچھ بول بھی نہیں سکتی تھی، بس اس کے دل کو کوئی آرے کے ساتھ چیرتا جا رہا تھا، انہوں نے کبھی دانستہ کسی غیر محرم کو نظر بھر کے نہیں دیکھا تھا، کزنز ہونے کے باوجود وہ سب ایک حد میں رہتے تھے۔

''نجانے کون شخص ہے یہ، کاش اس کی جگہ رمشاء کا اپنا بھائی ہوتا، تایا ابو اور تائی امی کو سہارا دینے والا ان کا اپنا بیٹا ہوتا کاش! اے کاش!'' اس کا دل مسلسل کرلا رہا تھا، آج اتنے اہم موقع پر اسے اپنا حقیقی تایا زاد بہت یاد آ رہا تھا اور سب سے بڑا مسئلہ تو یہ تھا کہ وہ اپنی پریشانی اپنے پیاروں سے شیئر بھی نہیں کر سکتی تھی۔

ہالہ، منال، غوری اور وہب نے مل کر خوب ہلا گلا کیا ہوا تھا، ہالہ اور منال نے ارغان کو دودھ پلایا تھا، سب نے انہیں گفٹس دیئے تھے، ماہا البتہ بہت بے چین ہو گئی تھی، اس کی خاموشی کو سب رمشاء کی متوقع جدائی پر محمول کر رہے تھے، اس کے اندر کا بھید کوئی نہیں جان سکتا تھا، سوائے اس شخص کے جس نے اسے اس حال تک پہنچایا تھا۔

''ماہا بیٹا! ذرا میری بات سننا۔'' سعدیہ آنٹی نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنی طرف بلایا۔

وہ تو پہلے ہی فرار کا بہانہ ڈھونڈ رہی تھی، چپکے سے اسٹیج سے نیچے اتر آئی، اس کی اتنی خاموشی کو سوائے صالح کے اور کوئی محسوس نہ کر سکا تھا۔

☆☆☆

محبت ہم بھی کرلیں گے
غلطی تم بھی کرلینا
چلو! تم ہی سے کرلیں گے
کسی سے تم بھی کرلینا
تمہیں، ہم دوست کہتے ہیں
تو اچھا مشورہ دیں گے
محبت تم نے کرنی ہے
سنو!
ہم ہی سے کرلینا

نہایت گمبھیر اور دلکش لہجے میں اس کے کانوں میں رس انڈیلا گیا تھا، رمشاء خود میں سمٹ گئی تھی۔

ارغان کی خصوصی فرمائش پہ ماما نے ان دونوں کی ملاقات کو ارینج کروایا تھا۔

''ہم...... مجھے نہیں ملنا اس سے۔'' ارغان کی فرمائش سن کے رمشاء کے تو پسینے چھوٹ گئے تھے۔

''بیوقوف، وہ تمہارا شوہر ہے اب، اسے حق حاصل ہے، اتنے اچھے موقع کو ضائع مت کرو، ویسے بھی ارغان بھائی بہت نائس انسان ہیں، گھبراؤ نہیں، بعد میں مجھے ہی دعائیں دو گی۔'' اس کا گال تھپتھپا کے تسلی دیتے ہوئے وہ آخر میں شوخ ہوئی تو رمشاء جھینپ گئی۔

اب بھی اس کا برا حال ہورہا تھا، ارغان کی والہانہ پرشوق نگاہیں اسے بے حد پزل کیے دے رہی تھیں۔

''لگ نہیں رہا یہ وہی رمشاء ہے کہیں کسی نے میری رمشاء کو تبدیل تو نہیں کردیا۔'' نگاہوں میں شوق کا جہان آباد کیے اس نے شرارتی لہجے میں کہا تھا، جبکہ ''میری رمشاء'' کہنے پہ رمشاء کا جھکا ہوا سر مزید جھک گیا تھا۔

''میں نے تو ہمیشہ تمہیں لڑتے جھگڑتے ہی دیکھا ہے، تمہیں یاد ہے جب میں پہلی دفعہ تمہارے گھر آیا تھا تم نے کس طرح مجھے دروازے سے ہی ٹرخانا چاہا تھا، یہ سمجھ کر کہ میں کوئی نالائق اسٹوڈنٹ ہوں جو اپنے مارکس لگوانے کی خاطر آیا ہوں۔'' وہ پہلی ملاقات کو یاد کرکے محظوظ ہوا۔

رمشاء کے لبوں پہ بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی تھی، اسے بھی وہ دن یاد آگیا جب وہ تپی ہوئی کالج سے لوٹی تھی کہ گیٹ پہ بیل ہونا شروع ہوگئی تھی اور بیچارے ارغان کی اس کے ہاتھوں شامت آگئی تھی۔

''ویسے اس روپ میں بھی تم بے ایمان ہونے کی حد تک خوبصورت لگ رہی ہو، مجھے تمہیں یہاں چھوڑ کر جانے کو ہرگز دل آمادہ نہیں ہورہا۔'' اس کے نرم و نازک ہاتھ کو اپنے مضبوط گرم ہاتھوں میں دباتے ہوئے وہ بڑے ... لہجے میں گویا ہوا تھا، گرفت میں استحقاق بھرا ... چاہت تھی تو آنکھوں میں من چاہا ساتھی پالینے کا خمار تھا۔

رمشاء کے پورے وجود سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا، اس کے لمس کی گرمی بائیں ہاتھ ... پورے وجود میں منتقل ہورہی تھی، والہانہ نگاہوں کی تپش اسے بے حد پزل کیے دے رہی تھی۔

''یہ تمہارے لئے چھوٹا سا تحفہ۔'' ایک ہاتھ سے یونہی اس کا ہاتھ تھامے اس نے دوسرا ہاتھ پاکٹ میں ڈالا اور ڈائمنڈ کی نہایت خوبصورت رنگ اس کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں ... دی تھی۔

''پسند آئی تمہیں؟'' اس کے ہاتھ کو ... بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے اس ... رائے طلب کی۔

''جی۔'' بمشکل تمام وہ اپنے حلق سے ... لفظ برآمد کر پائی تھی، آواز اتنی مدھم تھی کہ شاید ... وہ سن پایا تھا۔

''میرا دل چاہ رہا ہے ماما سے بات کروں کہ ابھی رخصتی کروا لیتے ہیں، خود ہی پڑھتی رہنا بعد میں کیا خیال ہے؟'' شہادت کی انگلی سے اس کے جھکے ہوئے سر کو ٹھوڑی سے اوپر کرتے ہوئے اس نے اپنے خیال کا اظہار کیا تھا۔

''نن...... نہیں...... ابھی نہیں۔'' وہ ایکدم بوکھلا کے فوراً بولی تھی، ارغان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

''اب تو بڑی آواز نکلی ہے۔'' وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا۔

رمشاء نے خجل ہوکے سر جھکالیا تھا، جی تو چاہ رہا تھا کہ اسے دوبدو جواب دے ڈھیروں ڈھیر باتیں کرے لیکن شرم و حیاء کا زبردست ریلا ہر بار خود میں سمٹنے پہ مجبور کردیتا تھا۔

''ارغان بھائی! ٹائم اوور ہوگیا ہے اب ... اجازت سے باہر تشریف لے آئیں۔'' ماہا نے ہلکا سا دروازہ ناک کرکے باہر ہی سے ہانک لگائی تھی۔

''آہ، ظالم سماج۔'' اس نے سرد آہ بھرتے ہوئے درد بھرے لہجے میں کہا تھا۔

''اوکے میری زندگی اپنا بہت خیال رکھنا ... دوبارہ جلد ملاقات ہوگی انشاء اللہ۔'' اس کے مرمریں ہاتھ کو لبوں تک لے جا کر اس نے اپنا حق استعمال کیا تھا۔

اس کی شوخ جسارت پہ رمشاء کی پلکیں ... کے رخساروں پہ لرزنے لگی تھیں اس کا پورا وجود تپ اٹھا تھا، اس کے ہاتھ کو ہولے سے دبا کر اس نے چھوڑ دیا اور آخری بار استحقاق اور چاہت بھری نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔

رمشاء کے لبوں پہ مدھر مسکان پھیلی تھی، اس نے بغور اپنی ہتھیلی کی پشت کو دیکھا جہاں ابھی ارغان کا لمس مہک رہا تھا، اس کی پہنائی ہوئی رنگ کو آہستہ آہستہ گھماتے ہوئے وہ اسی کے خیالوں میں سفر کرنے لگی تھی، آج کا دن اس کی زندگی کا خوشگوار ترین دن تھا۔

☆☆☆

''اتنی گہرائی میں مت جاؤ، ساری زندگی اب تمہیں یہیں رہنا ہے۔'' ایئرپورٹ سے سیدھے وہ لوگ ایک ہوٹل میں آگئے تھے۔

ہوٹل نہایت عالی شان تھا، اس کی پرشکوہ عمارت گویا آنے والوں کو خوش آمدید کہہ رہی تھی اتنی وسیع و عریض اور بلند و بالا عمارت نازو نے اپنی آنکھوں سے پہلی مرتبہ دیکھی تھی، اخباروں اور ٹی وی میں اگرچہ اس نے اس قسم کے نقشے دیکھے تھے تاہم کھلی آنکھوں سے دیکھنے کی بات کچھ اور تھی۔

اس کا خیال تھا کہ عدیل ہاشمی خود انہیں ریسیو کرنے آئے گا، لیکن ایئرپورٹ کے احاطے سے باہر نکل کے اسے مایوسی ہوئی تھی جب عدیل ہاشمی کو غائب پایا تھا، البتہ اس نے گاڑی بمعہ ڈرائیور بھیج دی تھی، میری کا خیال تھا کہ انہیں پہلے ہوٹل جانا چاہیے پھر پروگرام ترتیب پانے کے بعد وہ عدیل کے گھر شفٹ ہوں گے، سکندر اور نازو نے اس کی رائے سے اتفاق کیا تھا مونا البتہ لاتعلق اور خاموش سی بیٹھی تھی، گویا وہ ان میں موجود ہی نہیں تھی۔

گاڑی جب ہوٹل کے سامنے رکی تو نیچے اترتے ہوئے اس نے اشتیاق سے عمارت کی خوبصورتی کو دیکھا تھا اس کی دلچسپی نوٹ کرتے ہوئے نجانے مونا کے دل میں کیا خیال آیا تھا کہ وہ اس پہ چوٹ کرگئی، نازو چونک کراس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''میری مرضی میں ساری زندگی جہاں مرضی رہوں۔'' وہ سر جھٹک کر نخوت سے بولی تھی۔

مونا نے اگرچہ جواباً کچھ کہا نہیں تھا تاہم اس کے لب استہزائیہ انداز میں پھیلے تھے آنکھیں سکیڑ کے اس نے ایک نظر ہوٹل کو دیکھا پھر ڈگی میں سے اپنا سوٹ کیس نکالنے لگی تھی۔

"لیٹ جاؤ نازو! تم تھک گئی ہو گی، کوئی پرابلم تو نہیں ہوئی راستے میں۔" مونا اور سکندر نجانے کہاں تھے، کمرے میں وہ اور میری ہی داخل ہوئے تھے، میری محبت سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"نہیں پرابلم کیسی ہونی تھی ہاں البتہ تھکاوٹ کچھ ہو گئی ہے۔" اس نے بیڈ پہ نیم دراز ہوتے ہوئے کہا، میری کی سیٹ چونکہ سکندر کے ساتھ تھی وہ اسی لئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"کچھ منگواؤں تمہارے لئے کوئی چائے وائے یا کھانا؟" میری نے ٹیلی فون سیٹ اپنی طرف کھسکاتے ہوئے اس سے دریافت کیا۔

"نہیں ابھی کچھ نہیں، دل نہیں چاہ رہا فی الحال۔" اس نے فوراً منع کر دیا۔

"اوکے ایز یو وش، عدیل ہاشمی سے بات کرو گی۔" ریسیور ہاتھ سے پکڑ کے کان سے لگاتے ہوئے اس نے شرارت آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔" اس کے تو اندر باہر چراغاں ہو گیا تھا۔

میری مسکراتے ہوئے نمبر ڈائل کرنے لگی تھی، رسمی سلام دعا اور ہیلو ہائے کے بعد اس نے ریسور نازو کو تھما دیا تھا۔

"ہیلو۔" اس نے ریسور کان سے لگایا اور ٹیک چھوڑ کے سیدھی ہو کے بیٹھ گئی۔

"کیسی ہو جان من! سفر کیسا رہا؟ کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی؟" اس کے ہیلو کہتے ہی وہ بے تابانہ انداز میں ایک ہی سانس میں کئی سوال پوچھ گیا۔

"جی میں بالکل ٹھیک ہوں اور ہر چیز اوکے رہی ہے، آپ پریشان مت ہوں۔" وہ اس کی بے تابی پر مسکرانے لگی۔

"میں آپ کا ویٹ کرتی رہی کہ ہمیں ریسو کرنے آپ آئیں گے۔" یاد آنے پر وہ روٹھے ہوئے شکایتی انداز میں بولی تھی۔

"یار! یقین مانو میں خود بہت بے قرار ہو رہا ہوں تم سے ملنے کے لئے لیکن ڈیڈ کی طبیعت کی وجہ سے نہیں آ سکا، وہ اکیلے ہیں ناں کسی نہ کسی کی موجودگی ان کے لئے بہت ضروری ہے جیسے ہی ان کی طبیعت سنبھلتی ہے تو میں فوراً تمہاری طرف آتا ہوں۔" وہ جلدی سے وضاحت دینے لگا۔

"آپ کے ڈیڈی کیسے ہیں اب؟ میری بتا رہی تھی کہ انہیں ہارٹ اٹیک ہوا ہے، بہت دکھ ہوا سن کر۔" عدیل کے وضاحت دینے پر وہ شرمندہ ہو گئی اصول تو یہ تھا کہ وہ پہلے اس کے ڈیڈی کے بارے میں پوچھتی، لیکن اپنی ہی باتوں میں لگ کر وہ بالکل ہی بھول گئی، اب بھی اس کے از خود بتانے پر اسے یاد آیا تھا۔

"اب تو کافی بہتر ہیں یار! اچھا پھر میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں، ڈیڈی کی میڈیسن کا ٹائم ہو گیا ہے۔" بہ عجلت کہتے ہوئے اس نے فوراً فون بند کر دیا تو نازو بھی ریسور کریڈل پہ ڈال کے کھڑی ہو گئی، عدیل سے بات کر کے وہ ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔

"ہائیں، یہ میری بھی غائب ہو گئی، میں دیکھتی ہوں سب کدھر چلے گئے ہیں۔" عدیل سے باتوں میں لگ کے اسے میری کے جانے کا بھی پتہ نہیں چلا تھا۔

اک طائرانہ نگاہ اس نے اپنے لباس پہ ڈالی، آئینے میں اک نظر اپنا جائزہ لیا اور مطمئن ہو کے دروازے کی طرف بڑھ گئی، ہینڈل گھما کے اس نے دروازہ کھولنا چاہا۔



"لیکن یہ کیا، دروازہ تو باہر سے لاک تھا اور وہ تینوں غائب تھے۔" نازو شاکڈ رہ گئی۔

☆☆☆

"یا میرے اللہ آپ ہی میری مدد کیجئے اب مزید مجھ سے اس بوجھ کو سہارا نہیں جاتا، میں کمزور ہوں، عاجز ہوں، بے نوا ہوں، میری دستگیری فرمائیے، میری آزمائش ختم کر دیجئے، میرے مولا۔" وہ مسلسل ہچکیوں کے درمیان روئے چلی جا رہی تھی۔

رمشاء کے نکاح کے بعد تو اس کا دل بالکل ہی بے قابو ہو گیا تھا اسے لگتا تھا اس کی برداشت کی ہر حد ختم ہو گئی ہے، جب وہ سب اس پر اپنی بے تحاشا پرخلوص محبتیں نچھاور کرتے تو کوئی اندر سے اس کے دل کو چیرنے لگتا، اسے لگتا تھا وہ اندر ہی اندر ختم ہو جائے گی اور یہ راز اس کے سینے میں ہی دفن ہو جائے گا۔

جب بھی وہ کوشش کرتی کہ اس بھید سے کسی کو آگاہ کرے کسی ایک کو ہی سہی اپنا ہم راز تو بنائے تو ہر دفعہ اس کا جارحانہ عزائم لئے سرد پھنکارتا ہوا لہجہ اس کی راہ کی رکاوٹ بن جاتا، وہ چکی کے دو پاٹوں میں پس کے رہ گئی تھی، ایک طرف اسے اپنا تایا زاد صالح عبدالرحمن عزیز تھا۔

"یا اللہ! اے میرے پروردگار اب مجھ سے اس بوجھ کو مزید نہیں سہارا جاتا مجھے اس بوجھ سے آزاد کر دے اس کرب و اذیت کی کیفیت کو مجھ سے دور کر دے۔" اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی تھی۔

وہ جو اتنے دنوں سے خود کو ممکنہ طریقے سے روکے ہوئے تھی آج اس کے آنسو اس کے سارے ضبط کو بہا کر لے گئے تھے پتہ نہیں کیوں، لیکن آج اسے خود پر کنٹرول نہیں رہا تھا۔

"ماہا!" وہب جو اسے بلانے کے لئے اس کے کمرے میں آیا تھا اسے جائے نماز پہ بیٹھے یوں بلک بلک کے روتے دیکھ کر وہ لپک کر اس کی طرف آیا تھا۔

"کیا ہوا ماہا! اس طرح کیوں رو رہی ہو۔" اس نے اس کا آنسوؤں سے بھیگا سر چہرہ اوپر کر کے نہایت فکرمندی سے استفسار کیا تھا۔

"وہب!" بھائی کا کندھا پاتے ہی وہ بکھر کر اس کے سینے سے جا لگی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟ کچھ بتاؤ تو سہی، میرا تو دل ڈوبتا جا رہا ہے، اچھا اٹھو یہاں سے اوپر آ کے بیٹھو۔" پریشانی کے عالم میں کہتے ہوئے اس نے اسے اٹھا کر بیڈ پہ بٹھایا پھر ساتھ پڑے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا اور اس کے منہ سے لگا دیا، پانی پی کر اس کے حواس کس قدر کنٹرول میں آئے تھے۔

"ہاں مجھے اپنے بھائی کو ساری صورتحال بتا دینی چاہیے وہ خود ہی حالات کو سنبھال لے گا۔" کسی قدر پرسکون ہوتے ہوئے اس نے دل میں سوچا۔

"وہب...... وہ...... صالح۔" اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی بات کا آغاز کہاں سے کرے۔

"ہاں...... صالح نے کچھ کہا تھا تمہیں؟" وہب نے نرمی سے دریافت کیا۔

"نہیں...... وہ جو صالح ہے ناں۔" سر نفی میں ہلاتے ہوئے اس نے دوبارہ کہنا چاہا۔

ابھی الفاظ اس کے لبوں پہ ہی تھے کہ ہلکی سی چرچراہٹ سے اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور اندر آنے والی شخصیت کو دیکھ کر اس کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔

(باقی اگلے ماہ)

# محبتوں میں حساب کیسا

ساتویں قسط

مدیحہ تبسم

ناولٹ

اس نے بے حد سرد و سپاٹ نگاہوں سے ماہا کو دیکھا تو اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی تھی، الفاظ آپس میں ہی گڈمڈ ہو کے اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے، اپنی بے بسی پہ اسے نئے سرے سے رونا آنے لگا تھا۔

"آؤ صالح! اندر آ جاؤ۔" اسے دروازے میں ہی ایستادہ دیکھ کر وہب نے اندر آنے کا اشارہ کیا تھا۔

"یہ لو آ گیا ہے صالح تم خوامخواہ پریشان ہو رہی تھی۔" وہب نے نرمی سے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

صالح صبح آفس ٹائم سے گھر سے نکلا تھا اور ابھی تک واپس نہیں لوٹا تھا رات کے دس بج رہے تھے، اس کا سیل بھی مسلسل آف جا رہا تھا ان سب کا پریشان ہونا یقینی امر تھا، وہب بیچارہ یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ صالح کی وجہ سے پریشان ہو گئی، اس کا دل بھی تو چڑیا سے زیادہ چھوٹا تھا، ذرا ذرا سی بات پہ رونے لگتی تھی اور صالح کے ایکسیڈنٹ کے بعد سے تو وہ سب اس کے معاملے میں بھی کونشس ہو گئے تھے۔

ابھی چند لمحات قبل ہی وہ لوٹا تھا اور اس نے بتایا تھا کہ آفس کے سلسلے میں آج اسے ایم ڈی کے ساتھ کہیں جانا پڑ گیا تھا، موبائل کی چارجنگ ختم ہو گئی تھی اور گھر میں سے کسی کا فون نمبر بھی اسے زبانی یاد نہیں تھا اسی لئے وہ کسی کو اطلاع نہیں کر سکا تھا۔

اس کی آمد پہ سب نے شکر کا سانس لیا تھا، وہب ماہا کو یہی اطلاع دینے کے لئے اس کے کمرے میں آیا تھا کہ اسے یوں بلک بلک کے روتا دیکھ کر از حد پریشان ہو گیا تھا، لیکن یہ جان کر اسے تسلی ہوئی تھی کہ وہ صالح کے معاملے کی وجہ سے پریشان ہوئی ہے۔

"دیکھ رہے ہو، سب تمہاری وجہ سے کتنے پریشان ہو رہے ہیں، آئندہ اگر ایسی حرکت کی تو

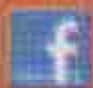











تمہیں سخت سزا ملے گی۔" وہب نے مصنوعی غصے سے اسے لتاڑا تھا۔

"تم چاہو تو اب بھی سزا دے سکتے ہو، میں تیار ہوں۔" اس نے سرِ تسلیم خم کیا۔

"چلو چھوڑو پہلی غلطی تو انسان معاف کر ہی دیتا ہے۔" وہب نے شاہانہ انداز میں آیا تھا، صالح مسکرا دیا۔

"یہ بات اپنی بہن کو بھی سمجھا دو۔" اس کے ذو معنی لہجے پر ماہا ٹھٹھک گئی۔

"اس کی کچھ نہ پوچھو، یہ تو شروع سے ہی نہایت بزدل واقع ہوئی ہے، چڑیا سے بھی چھوٹا دل ہے اس کا، ابھی تک چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھاں بھاں رونا شروع ہو جاتی ہے، اب بچپنا بس کرو اور بڑی ہو جاؤ۔" اس کے سر پہ ہلکی سی چپت رسید کرتے ہوئے اس نے لاڈ بھرے انداز میں کہا تھا۔

"آہ، میرے بھائی کاش تم جان لیتے تمہاری بہن کا دل اب کتنا بڑا ہو گیا ہے کہ اس میں بڑے بڑے راز دفن ہو گئے ہیں۔" آنسو اس کے دل پہ گرنے لگے تھے اس نے مضطربانہ انداز میں لب کچلتے ہوئے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کی تھی۔

اسے اس حالت میں دیکھ کر صالح کا دل بے قرار ہوا تھا، نجانے کیا بات تھی اس لڑکی کے سامنے وہ کمزور پڑنے لگتا تھا، اس کے سارے ارادے مٹی کے ڈھیر کی مانند ڈھے جاتے تھے، یہی بات تھی کہ وہ ابھی تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا، اس کا بے ساختہ جی چاہا تھا کہ کوئی ایسی بات کر دے وہ سارے غم بھلا کر اپنے مخصوص سادہ انداز میں کھلکھلا کر ہنس پڑے لیکن کوشش کے باوجود وہ ایسا کچھ نہیں کر سکا تھا، بس خاموش نظروں سے اس کے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھے گیا تھا۔

"چلو باہر آؤ میں تمہیں ڈنر کے لئے بلانے آیا تھا، صالح کی پریشانی میں کسی نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا، ابھی ہالہ اور منال نے دستر خوان لگایا ہے۔" وہب نے اٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کے کھینچتے ہوئے اسے بھی اٹھانا چاہا تھا۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔" اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے وہ بے دلی سے بولی تھی۔

"اوں ہوں بری بات کھانا کھانے بغیر نہیں سوتے ورنہ جلد بوڑھے ہو جاتے ہیں۔" اس نے اپنی طرف سے بڑے گر کی بات بتائی تھی۔

"ایک دن نہ کھانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ بضد ہوئی۔

"کیوں نہیں پڑتا ایک دن جلد بوڑھی ہو جاؤ گی۔" وہ بھی اپنی بات پہ قائم تھا، خلاف توقع صالح بڑی خاموشی سے ان کی تکرار سن رہا تھا، اس نے نہ تو وہب سے کچھ کہا تھا اور نہ ہی ماہا کو سرزنش کی تھی۔

"میں جا کر تائی امی کو بتاتا ہوں آپ کی لاڈلی تشریف نہیں لا رہی، جب وہ بہ نفسِ نفیس خود اوپر آئیں گی تب تم تیر کی طرح سیدھی ہو جاؤ گی۔" وہب نے آنکھیں نکالتے ہوئے آخری حربہ آزمایا تھا، جو کہ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر لگ رہا تھا کہ کارگر ثابت ہوا ہے۔

"اچھا بابا آ جاتی ہوں۔" وہ بیزاری سے کہتی اپنی چپل پہننے لگی۔

"یہ ہوئی نہ بات، شاباش۔" وہب نے خوش ہو کر اس کے بالوں کو بکھیرا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

ماہا بھی چپل گھسیٹتی اس کے پیچھے چل پڑی کیونکہ اسے پتہ تھا تائی امی کو اگر اس کی خرابی طبیعت کی بنک بھی پڑ گئی تو وہ از حد پریشان ہو جائیں گی، عزیز تو وہ اسے پہلے بھی رکھتی تھیں، لیکن جب سے اس کی صالح سے منگنی ہوئی تھی وہ انہیں عزیز تر ہو گئی تھی، وہ الماس سے بھی بڑھ کر اس کا خیال رکھتی تھیں، ماہا بھی ان کا مان برقرار




Chicken
Cubes

# Recipe Card

## شیرین انور کی نوابی انڈے کی بریانی

- ............ 1 کپ
- چکن کیوبز ............ 1 عدد
- ............ 2 عدد
- ............ 3 عدد
- ............ 6 عدد
- مرچ ............ 8 عدد
- چاول ............ ½ کلو
- ............ ½ گٹھی

- تیل ............ ½ کپ
- مٹر ............ ½ کپ
- تلی پیاز ............ ½ کپ
- ثابت گرم مصالحہ ............ 1 کھانے کا چمچ
- ادرک لہسن کا پیسٹ ............ 2 کھانے کے چمچے
- کٹا پودینہ ............ 2 کھانے کے چمچے
- کیوڑہ ............ 1 کھانے کا چمچ
- زردے کا رنگ ............ ½ چائے کا چمچ

- لال مرچ ............ 2 چائے کے چمچے
- دھنیا پاؤڈر ............ 2 چائے کے چمچے
- ہلدی ............ ½ چائے کا چمچ
- پسا ہوا زیرہ ............ ½ چائے کا چمچ
- گرم مصالحہ پسا ہوا ............ 1 چائے کا چمچ

تیل گرم کرکے 1 کھانے کا چمچ ثابت گرم مصالحہ، ½ کپ تلی پیاز، 2 کھانے کے چمچے ادرک لہسن
، 2 چائے کے چمچے لال مرچ، 2 چائے کے چمچے پسا ہوا دھنیا، ½ چائے کا چمچ ہلدی، ½ چائے کا چمچ پسا
زیرہ اور 1 چائے کا چمچ پسا ہوا گرم مصالحہ ڈال کر اچھی طرح فرائی کرلیں۔ پھر 2 عدد چھوٹے کٹے آلو، ½ کپ
مٹر اور 1 کپ دہی ڈال کر ڈھک کے سبزیاں گل جانے تک پکائیں۔ اب اس میں 6 عدد اُبلے انڈے شامل
یں۔ ایک دوسرے پین میں اُبلے چاولوں کی آدھی مقدار ڈال کر پھیلائیں۔ اس پر انڈے اور آلو کا مصالحہ ڈال
ں۔ اب اس پر ½ گٹھی کٹا ہرا دھنیا، 8 عدد ثابت ہری مرچ، کنور چکن کیوب 1 عدد اور 2 کھانے کے چمچے
پودینہ کے پتے پھیلا دیں۔ اور اس پر سلائس میں کٹے 3 عدد ٹماٹر بھی پھیلا دیں۔ اب بقیہ
چاولوں کی ایک تہہ بنالیں۔ 1 کھانے کا چمچ کیوڑہ اور 1/4 چائے کا چمچ زردے کا رنگ مکس
کے بریانی کے اوپر پھیلا دیں۔ آخر میں اسے 15 منٹ دم پر رکھیں۔




Shireen Anwar.

(Shireen Anwar)

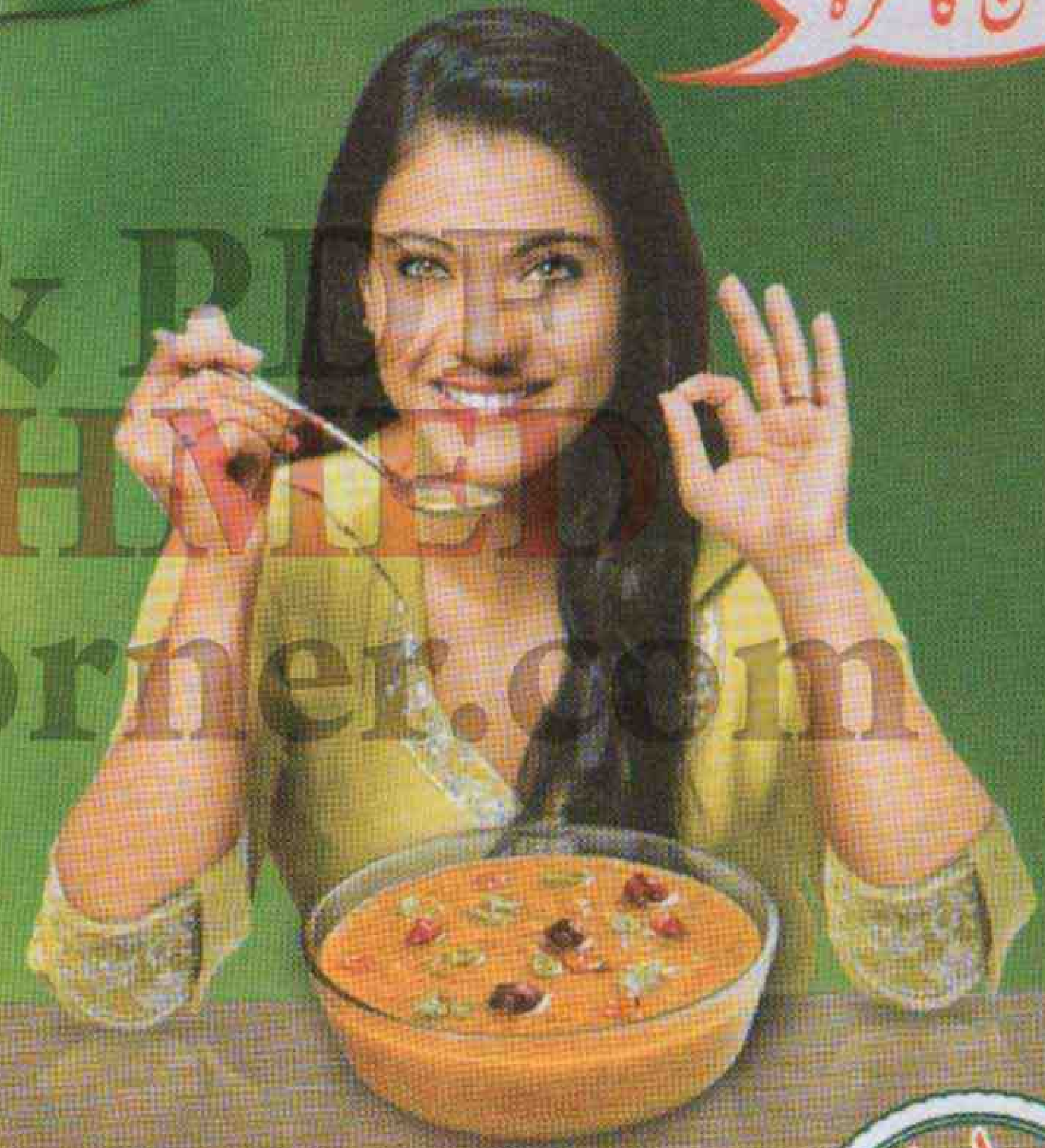
















رکھنے کی بھرپور کوشش کرتی تھی، اب بھی صرف ان کی وجہ سے وہ کھانے میں شریک ہو رہی تھی اگرچہ دل تو ہرگز نہیں چاہ رہا تھا کہ کچھ کھائے یا کسی سے بات کرے لیکن صرف منزہ کی خاطر وہ وہب کے پیچھے چل پڑی تھی۔

☆☆☆

''کہاں چلے گئے یہ سب؟'' وہ ازحد پریشان ہو کے سوچنے لگی اور واپس آ کے صوفے پہ بیٹھ گئی۔

''ہو سکتا ہے دروازہ لاک نہ ہو میں نے اسے ڈھنگ سے کھولا ہی نہ ہو۔'' اس کے ذہن میں ایک اور خیال ابھرا تو وہ برق رفتاری سے اٹھ کے دروازے کی سمت بڑھی، لیکن ہینڈل کو بار بار گھمانے کے بعد بھی نتیجہ صفر ہی رہا تھا۔

''مائی گاڈ!'' اس کی پریشانی حد سے بڑھ گئی۔

سکندر اور مونا تو پہلے ہی اس کے ساتھ اندر نہیں آئے تھے وہ اور میری ہی کمرے میں آئی تھیں اور اب میری بھی اسے اطلاع کیے بغیر نجانے کہاں غائب تھی اوپر سے دروازہ بھی لاکڈ تھا، وہ ایک مرتبہ پھر صوفے پہ آ کے گر سی گئی اور ان سب کا انتظار کرنے لگی۔

یونہی پریشانی کے عالم میں بیٹھے بیٹھے اسے تقریباً دو گھنٹے گزر گئے تھے، جب دروازہ کھلا اور میری اور مونا اندر داخل ہوئیں۔

''ارے یہ کیا تم بیٹھی ہوئی ہو، میں تو تمہیں اس لئے چھوڑ کے گئی تھی کہ تم آرام کر لو تاکہ فریش ہو جاؤ۔'' اسے یوں صوفے پہ بیٹھے دیکھ کر میری تفکر سے بولی تھی۔

''تم سب بغیر بتائے غائب تھے میں اندر اکیلی تھی تو سوچا ذرا ہوٹل کی سیر ہی کر لوں لیکن دروازہ باہر سے لاکڈ تھا۔'' باوجود کوشش کے وہ اپنے لہجے کی ترشی پہ قابو نہیں پا سکی تھی۔

''ہاں وہ تو میں نے ہی احتیاطاً لاک کیا تھا یہاں ویٹرز حضرات ٹپ لینے کی خاطر یونہی بار بار ڈسٹرب کرنے آ جاتے ہیں، میں نے کہا تم فرسٹ ٹائم آئی ہو ابھی یہاں کے ماحول سے واقف نہیں ہو ایسے ہی پریشان ہوتی رہو گی، ویسے اس کی دوسری چابیاں بھی بیڈ کے دراز میں موجود ہیں اگر تم دیکھ لیتی تو باہر گھوم پھر آتی۔'' میری نے شاید اس کے لہجے کی ترشی کو محسوس نہیں کیا تھا، اسی لئے اپنی ہی رو میں اسے تفصیل سے آگاہ کرنے لگی تھی۔

''اف مائی گاڈ، میں کیا الٹا سیدھا سوچتی رہی۔'' اسے بے حد ندامت نے آن گھیرا۔

''واقعی میں کون سا یہاں کے ماحول سے شناسا تھی جو باہر گھومتی پھرتی، اپنی اتنی مخلص دوست کے بارے میں میں نے کیا کچھ نہیں سوچ ڈالا، کیا صرف اپنا ملک چھوڑتے ہی میں اتنی خود غرض ہو گئی کہ میری اپنی دوست کے اخلاص پر شک کرنے لگی۔'' اس کا اپنا دل ہی اسے بار بار ملامت کیے جا رہا تھا، وہ میری سے اتنی شرمندہ تھی کہ اس سے نظریں ہی نہیں ملا پا رہی تھی۔

''اچھا چلو یوں کرو، کہ تھوڑا سا تیار ہو لو، تمہیں کہیں باہر گھما لاتے ہیں، پھر شام کو تو عدیل ہاشمی کی طرف جانا ہے۔'' میری نے خود ہی اٹھ کے اس کا سوٹ کیس کھولا اور اس میں اس کی اسکائی کلر کی ساڑھی نکالی۔

''یہ ٹھیک رہے گی، تمہارے لک میں بھی تھوڑی Changing آ جائے گی۔'' میری نے ساڑھی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے تائید طلب نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

''اوکے۔'' نازو نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس کے ہاتھ سے ساڑھی تھامی اور واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

وہ ساڑھی پہن کے باہر نکلی تو اس کا سڈول جسم ساڑھی میں خوب جچ رہا تھا، میری نے اس کا نہایت مہارت سے اونچا سا جوڑا بنایا اور نفاست

سے میک اپ کیا، ساتھ میں میچنگ جیولری اور جوتی بھی نکال دی، اس کا حسن آنکھوں کو اس قدر خیرہ کر رہا تھا کہ نگاہیں اس کے وجود سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔

''ویل ڈن، چلو آ جاؤ اب سکندر باہر منتظر ہے۔'' میری نے بے حد سراہتی نظروں سے اسے دیکھا۔

میری کی آنکھوں میں ستائش دیکھ کر اس کے لبوں پر بڑی فاخرانہ مسکان پھیلی تھی اور گردن میں خود بخود اکڑاؤ پیدا ہو گیا تھا۔

وہ لوگ باہر نکلیں تو سکندر گاڑی لئے ان کا منتظر تھا ان دونوں کے بیٹھتے ہی گاڑی فراٹے بھرنے لگی تھی، اب کی دفعہ نازو سنبھل کے بیٹھی تھی اور اِدھر اُدھر حیرت و شوق سے دیکھنے کی بجائے مطمئن و پرسکون ہو کے بیٹھی تھی۔

''پہلے لنچ کر لیتے ہیں پھر شاپنگ وغیرہ کریں گے۔'' سکندر نے گاڑی ایک شاندار ریسٹوران کے سامنے کھڑی کرتے ہوئے کہا۔

نازو کا جی تو چاہا کہ منع کر دے کیونکہ کھانا تو اس نے جہاز میں ہی کھا لیا تھا اور اب بالکل بھی بھوک نہیں تھی، لیکن وہ کہہ نہ سکی اس کا خیال تھا کہ نئے ملک میں فی الحال سے اسے میری اور سکندر کی تقلید کی ہی ضرورت ہے۔

''ارے...... راؤ صاحب آپ؟ کیسے مزاج ہیں؟'' اندر داخل ہوتے ہوئے ہی سکندر کا ٹکراؤ ایک آدمی سے ہوا، تو وہ نہایت خوشدلی سے اس کے ساتھ معانقہ کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''بالکل فٹ ہیں تم سناؤ۔'' جواباً انہوں نے بھی خوشدلی کا مظاہرہ کیا تھا، وہ تقریباً چھیالیس سنتالیس سالہ ایک مرد تھا، سر کے بال کافی حد تک جھڑ چکے تھے، انتہائی قیمتی ٹو پیس میں ملبوس تھا اس کی اک اک ادا سے امارت ٹپک رہی تھی۔

''ہیلو، مس مہرین! اور ان کا تعارف......؟''

میری سے مصافحہ کرنے کے بعد اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس نے سوالیہ نظروں سے سکندر کو دیکھا تھا۔

''یہ مس نازنین ہیں۔'' سکندر نے فوراً تعارف کروایا تھا۔

''ہیلو مس نازنین، ہاؤ آر یو۔'' فدا ہو جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

''فائن۔'' پتہ نہیں کیوں لیکن اسے اس شخص کی نظروں سے عجیب سی گھبراہٹ ہوئی تھی، اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو راؤ صاحب نے نہایت گرمجوشی سے اسے دبایا تھا، نازو کے ماتھے پہ پسینہ پھوٹ پڑا۔

یہ ٹھیک ہے کہ عدیل ہاشمی کے ساتھ اس نے کئی لمحات تنہائی میں گزارے تھے لیکن عدیل کے سوا اس نے کبھی کسی مرد کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔

''نازنین! یہ جناب راؤ صاحب ہیں، عدیل ہاشمی کے بزنس پارٹنر ہیں، نہایت کھلے دل اور کھلے ہاتھ ہیں اور ہمارے تو محسن ہیں۔'' سکندر نے اب اس سے تعارف کروایا تھا۔

''سکندر تو شاید کچھ زیادہ ہی کہہ گیا ہے۔'' انہوں نے ایک بلند قہقہہ لگایا، پھر ان سے مخاطب ہوئے۔

''میرا خیال ہے کہیں بیٹھ کر بات کرنی چاہیے۔''

''جی بالکل، کیوں نہیں آیئے۔'' سکندر تو بالکل ہی ان پہ نثار ہونے کو تیار تھا، وہ چاروں نسبتاً ایک الگ تھلگ میز کے گرد بیٹھے تھے۔

''اور سنائیں مس نازنین کیا مصروفیات ہیں آپ کی۔'' آرڈر کے بعد وہ پھر اس سے مخاطب ہوا۔

''کچھ خاص نہیں۔'' اسے سمجھ نہیں آئی کہ کیا جواب دے، البتہ یہ سن کر کہ وہ عدیل کے بزنس پارٹنر ہیں وہ نارمل ہو گئی تھی، میری کی صحبت میں رہتے ہوئے اتنا تو اسے علم ہو ہی چکا تھا کہ ہر کاروباری شخصیت کے ساتھ کس طرح پیش آنا ہے۔

''چلیں ہم خاص بنا دیں گے۔'' ذومعنی لہجے میں کہتے ہوئے انہوں نے نہایت بے تکے سے انداز میں قہقہہ لگایا تھا۔

نازو نے بھی ہلکی سی مسکراہٹ سے ان کا ساتھ دینا تھا، البتہ اسے عجیب کوفت سی ہوئی تھی تاہم وہ خود کو چھپا گئی تھی۔

''آپ کی کیا بات ہے راؤ صاحب! آپ تو بے جان چیزوں میں بھی جان ڈال دیتے ہیں۔'' اس نے صاف میری کے لہجے سے خوشامد کی بو کو محسوس کر لیا تھا۔

''لیکن یقین مانیے مس مہرین ایسی جاندار چیز ہم نے آج تک اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی۔'' ان کی نگاہیں نازو کی طرف اٹھتی تھیں تو بے لگام ہو جاتی تھیں، بمشکل جیسے تیسے کر کے وہ خود پہ جبر و ضبط کیے بیٹھے تھے، ورنہ دل تو چاہ رہا تھا حسن کے اس پیکر کو ایک سیکنڈ کی بھی دیر کیے بغیر خود میں چھپا لیں۔

''پھر تو آپ کا حسن نظر ہے راؤ صاحب؟'' میری کی آنکھوں کی چمک ایکدم بڑھ گئی تھی۔

''پھر کب تشریف لا رہے ہیں آپ میرے غریب خانے پر۔'' بے قراری ان کے لہجے میں نہیں آنکھوں سے بھی ٹپکی پڑ رہی تھی۔

''غریب خانہ کہہ کر تو آپ کسر نفسی سے کام لے رہے ہیں۔'' سکندر نے مصنوعی شکوہ کناں نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔

''اجی حسن کے اس مجسمے کے آگے تو وہ غریب خانہ ہی ہوا، حسن کی ساری دولت تو لگتا ہے کہ یہی سنبھالے بیٹھے ہیں۔'' نازو کے بے خیالی میں میز پر دھرے مرمریں ہاتھ کو انہوں نے یکدم ہی اپنی گرفت میں لے لیا تھا وہ چونکہ اس ''حملے'' کے لئے تیار نہیں تھی اس لئے ایک دم بوکھلا سی گئی، راؤ صاحب نے اس کی کیفیت سے حظ اٹھاتے ہوئے ہاتھ کے دباؤ کو مزید بڑھایا تھا۔

''عدیل ہاشمی سے ملاقات ہوئی آپ کی؟''

ان دونوں نے گویا رائے صاحب کی اس حرکت کو نوٹ ہی نہیں کیا تھا، ویسے بھی وہ جس اسٹیٹس اور کلاس سے تعلق رکھتے تھے وہاں اس جیسی چھوٹی موٹی شرارتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی، بلکہ ان حرکات کو تعلق بڑھانے کا ایک سبب گردانا جاتا تھا۔

''ہاں، آج صبح ہوئی تھی۔'' انہوں نے سرسری سا لہجہ بنایا تھا۔

اتنے میں ویٹر سرو کرنے لگا تو وہ چاروں بلکہ تینوں خاموش ہو گئے کیونکہ نازو تو پہلے ہی خاموش تھی، پھر کھانے کے درمیان جس طرح راؤ صاحب نے نازو کو اہمیت دی تھی اور جس طرح اس کے واری صدقے جا رہے تھے اس نے نازو کو اچھی بھلی کوفت میں مبتلا کر دیا تھا، تاہم اگر اس نے ان کی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی تو حوصلہ شکنی بھی نہیں کی تھی۔

شکر تھا کہ انہیں کوئی ضروری کام یاد آ گیا تو وہ جلدی چلے گئے، وہ تینوں بھی شاپنگ کا ارادہ ملتوی کرتے واپس آ گئے تھے۔

☆☆☆

اس کا سیل فون ایک تواتر سے بجتا چلا جا رہا تھا، وہ باہر کسی کام میں مشغول تھی اندر کمرے میں داخل ہوئی تو موبائل کی ٹون سنائی دی۔

''یہ کس کا نمبر ہے۔'' ایک انجان نمبر کی ڈھیروں مسڈ کال چیک کرتے ہوئے وہ حیران ہونے کے ساتھ ساتھ قدرے پریشان بھی ہوئی۔

اس نے اپنا رابطہ نمبر چند گنے چنے افراد کو ہی دیا تھا، کچھ اس کا حلقہ احباب بھی اتنا وسیع نہیں

تھا، اس لئے جتنے بھی نمبرز اس کے Contact میں Save تھے وہ سب اس کے اچھی طرح جاننے والے ہی تھے۔

''السلام وعلیکم!'' بالآخر اس نے فون ریسیو کر ہی لیا تھا۔

''وعلیکم السلام! بڑا انتظار کروایا تم نے۔'' دوسری طرف ارغان تھا لہجہ کسی قدر شکوہ لئے ہوئے تھا، اس کی ساری پریشانی پل بھر میں ہوا ہو گئی۔

''اچھا تو یہ آپ تھے۔'' اس کے لبوں پہ خود بخود ہی تبسم پھیل گیا تھا، وہ ریلیکس انداز میں اپنے بیڈ پہ آ کے بیٹھ گئی۔

''جی بالکل اس ناچیز کے علاوہ اور کون ویلا نکما ہو سکتا ہے۔'' وہ تپ کے بولا تھا، رمشاء کی مسکراہٹ ہنسی میں تبدیل ہو گئی۔

''اسی لئے کڑکتی دوپہر میں لوگوں کے گھر لڑکیاں تلاش کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔'' اس نے پہلی ملاقات کے حوالے سے چھیڑا۔

''لڑکیاں نہیں لڑکی ہو، کچھ تو خوف خدا کرو، مجھ معصوم پہ اتنے بڑے بڑے الزام تو مت دھرو۔'' اس نے جلبلا کے فوراً تصحیح کی تھی۔

''آپ اور معصوم؟'' وہ احتجاجاً چلائی۔

''معصوم ہی تھا تو تمہیں نکاح کے بعد بھی وہیں چھوڑ آیا، ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ تمہیں بھگا کر لے جاؤں۔'' اس نے آنکھیں بند کر کے اس دن کا تصور کیا۔

''نکاح کے بعد بھگا کر نہیں بٹھا کر لے جایا جاتا ہے۔'' اس نے گویا اس کی ناقص معلومات میں اضافہ کیا تھا۔

''تمہیں تو میں سر آنکھوں پر بٹھانے کو تیار ہوں۔'' وہ شوخ لہجے میں بولا۔

''لیکن میں نہ تو آپ کی آنکھوں پر بیٹھ سکتی ہوں نہ سر پہ کیونکہ گرنے کا اندیشہ قوی ہے، ویسے بھی لوگ کیا کہیں گے کیسی لڑکی ہے، سر پہ بیٹھی ہے۔'' رمشاء قطعاً اس کے لہجے کو خاطر میں لائے بغیر اپنی ہی ہانکنے لگی۔

''میں نے محاورتاً کہا ہے حقیقتاً نہیں۔'' وہ بدمزہ ہوا۔

''اوہ...... اچھا...... اچھا پھر ٹھیک ہے محاورتاً تو آپ مجھے آسمان پہ بھی بٹھا سکتے ہیں۔'' وہ شان بے نیازی سے گویا ہوئی۔

''اچھا یہ بتاؤ کیا کر رہی تھی، میں اتنی دیر سے ٹرائی کر رہا تھا تم میرا فون ہی ریسیو نہیں کر رہی تھی۔'' وہ موضوع تبدیل کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''میں کچن میں تھی اور موبائل میرے روم میں تھا، ابھی آ کے دیکھا تو مسڈ کالز کا انبار لگا ہوا تھا نمبر بھی Unknown تھا میں نے کہا پتہ نہیں کون ہے، ریسیو کیا تو دوسری طرف سے آپ نکلے۔'' وہ بڑے مزے سے بتا رہی تھی۔

''میں نکلا؟'' وہ اس کی بات پہ اچھلا۔

''اے لڑکی! سوچ سمجھ کے تو بولا کرو، میں کیا موبائل سے نکل پڑا تھا، میں تو یہاں آرام سکون سے بیٹھا ہوا ہوں۔'' وہ مصنوعی خفگی سے بولا۔

''تو میں نے کب کہا ہے کہ اچھل کود کر رہے ہیں اپنے گھر میں ہر کوئی آرام سکون سے ہی ہوتا ہے۔'' وہ بھی اس کے لہجے میں بولی تھی۔

''اچھا...... ساری باتوں کو چھوڑو، یہ بتاؤ کل تمہیں ملنے آ جاؤں؟'' اس نے بڑے نرم گمبھیر لہجے میں استفسار کیا تھا۔

''جی...... ای...... ای۔'' اس کا لہجہ کیا بدلا تھا رمشاء کے ساتھ ہی سٹی گم ہو گئی تھی۔

''کتنے دن ہو گئے ہیں ناں تمہیں دیکھے ہوئے، آئی مس یو سو مچ رمشاء۔'' اس کا لہجہ جذبوں کی آنچ لئے ہوئے تھا۔

رمشاء کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی، کچھ لمحات قبل اس کی پٹر پٹر چلتی زبان اب گویا تالو سے چپک گئی تھی، چہرہ الگ تپ کر سرخ ہوا جا رہا تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے ارغان اس کے سامنے بیٹھا ہو۔

''تم بھی تو کچھ بولو، یہ بتاؤ مجھے مس کیا؟'' وہ اب اسے بولنے پر اکسا رہا تھا۔

رمشاء کے لئے اچھا خاصا مشکل سوال تھا، اس نے اگر کچھ بولنا بھی چاہا تھا تو زبان نے ساتھ نہیں دیا تھا۔

''میں اسی لئے اس ٹاپک کی طرف نہیں آ رہا تھا، مجھے پتہ تھا تمہاری بولتی بند ہو جائے گی اور مجھے تو چہکتی ہوئی رمشاء ہی اچھی لگتی ہے۔'' وہ اس کی طویل خاموشی پہ سرد آہ بھر کے بولا، البتہ آخر میں لہجہ کچھ شوخ ہو گیا تھا۔

''ویسے یہ تم نے اتنا لمبا ہنر بازیاں کہاں سے سیکھا ہے۔'' وہ اسے چڑانے کو بولا۔

''یہ بھی کوئی سیکھنے کی چیز ہے، یہ تو خداداد صلاحیت ہے، فطری آرٹ ہے۔'' اس کی زبان کا تالا کھل چکا تھا، خلاف توقع چڑنے کی بجائے اس نے گردن اکڑائی تھی۔

''ہائے رے پھر تو مارے گئے۔'' اس نے بوکھلا کے کہا، تو رمشاء اس کے انداز پہ ہنسنے لگ گئی۔

''ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو میری زندگی اوکے باقی بات ہوگی اب مجھے کہیں جانا ہے۔'' اس کی کھنکتی ہوئی ہنسی کو محسوس کرتے ہوئے اس نے خدا حافظ کہتے ہوئے رابطہ منقطع کر دیا تھا، رمشاء مسکراتے ہوئے اس کی باتوں کو سوچنے لگ گئی تھی۔

☆☆☆

اس دن کے بعد سے نے کر وہ صالح کا سامنا کرنے سے ہی کترانے لگ گئی تھی، عموماً اب کھانے پہ ہی ملاقات ہوتی تھی اس کے گھر آنے کے اوقات میں وہ دائیں بائیں ہو جاتی تھی، اب بھی یونہی ہوا تھا، وہ الماس کے پاس جا رہی تھی جب اسے ہال کمرے سے الماس اور منزہ کے ساتھ ساتھ صالح کی آواز بھی سنائی دی تو وہ اندر جانے کی بجائے وہیں ٹیلی فون اسٹینڈ کے پاس رکھے سنگل صوفے پہ بیٹھ گئی۔

''بھابھی! کیا آپ سے سعدیہ نے ایسا کوئی اظہار کیا تھا۔'' الماس کسی چیز کے متعلق منزہ سے پوچھ رہی تھیں۔

''نہیں اظہار تو نہیں کیا الماس لیکن ان کے ارادوں سے لگتا ہے کہ وہ زیادہ دیر نہیں کریں گے، سعدیہ کو گھر بہو لانے کا بہت شوق ہے، میرا تو خیال ہے کہ رمشاء کو ماسٹرز بھی نہیں کرنے دیں گے، بی اے کے بعد ہی رخصتی کا کہہ دیں گے۔'' منزہ نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔

''لیکن ارغان ایک سلجھا ہوا لڑکا ہے، میرا نہیں خیال کہ وہ رمشاء کے اسٹڈی جاری رکھنے پہ پابندی لگائے گا۔'' صالح نے کہا تھا۔

''بیٹا! تمہاری بات تو ٹھیک ہے اور اگر بالفرض وہ نہیں بھی پڑھنے دے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا، ان کے گھر کا معاملہ ہوگا جیسے وہ اپنے لئے بہتر سمجھیں، ویسے بھی اب تو وہ ان کی امانت بن چکی ہو، وہ جب چاہیں آ کر لے جائیں، میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ بیٹی کی ماں ہونے کی حیثیت سے ابھی ہم تیاری شروع کر دیں، تاکہ وہ جب بھی رخصتی کرنا چاہیں ہمیں اس سلسلے میں کوئی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔'' منزہ نے تفصیلاً اسے اپنا موقف سمجھایا تھا۔

''آپ کو اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، رمشاء کا بھائی موجود ہے، میرے اکاؤنٹ میں اتنی سیونگ ہے کہ میں اپنی دونوں بہنوں کی شادی بہت دھوم دھام سے کر سکتا ہوں۔'' اس نے بڑا بھائی ہونے کا حق ادا کیا تھا۔

اس کے لہجے میں ہالہ اور رمشاء کے لئے جو محبت تھی اس نے ماہا کو ٹھٹھک جانے پر مجبور کر دیا

پکا نکلتا ہے۔'' وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا۔

''میں اتنی بھی کمزور نہیں جتنا آپ خیال کر رہے ہیں، آپ کو کیا لگتا ہے اگر میں ابھی تک خاموش ہوں تو کیا آپ ساری زندگی میری زبان کو بند رکھ سکیں گے؟'' وہ دلیری سے اس کے سامنے تن کے کھڑی تھی۔

''ٹھیک ہے تم اپنی سی کوشش کر لو لیکن یہ بات بھی ذہن میں بٹھا لینا کہ تمہاری زبان کی ہلکی سی لغزش صالح عبد الرحمن کو ناقابل نقصان پہنچا سکتی ہے۔'' یکدم ہی اس کا لہجہ شعلے اگلنے لگا تھا، ماہا کے پورے جسم میں پھریری دوڑ گئی، اس کی ساری تیزی طراری پل بھر میں ہوا ہو گئی تھی۔

وہ چند سیکنڈ سرد برفیلی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا، اس کے قدموں کی دھمک سے ماہا کو اپنا دماغ سنسناتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، اس کا لہجہ جن جارحانہ عزائم کی سختی لئے ہوئے تھا اس نے ماہا کے سارے ارادوں کو بھربھری مٹی کی مانند ڈھیر کر دیا تھا۔

''یا میرے خدا!'' وہ ایک مرتبہ پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کے بیٹھ گئی تھی، لیکن اب اس کی سوچوں میں بے شمار پریشانیوں کا مزید اضافہ ہو چکا تھا۔

☆☆☆

''آپ کا نام نازنین ہے؟'' وہ انیس بیس سال کی ایک خوبصورت لڑکی تھی، جس نے بڑے اشتیاق سے اس سے دریافت کیا تھا۔

ابھی کچھ دیر پہلے وہ میری کے ہمراہ یہاں پہنچی تھی، میری اسے یہاں چھوڑ کے خود نجانے کہاں غائب ہو گئی، یہ ایک وسیع و عریض عمارت تھی، بناوٹ کے لحاظ سے کوئی اتنی خوبصورت نہ تھی، البتہ سہولت کی ہر چیز موجود تھی، نازو کو تو عجب پراسرار اور بھید بھری محسوس ہوئی تھی۔

در و دیوار سے گویا نحوست ٹپ رہی تھی، ابھی فی الحال اس نے اس بلڈنگ کا راؤنڈ نہیں لگایا تھا البتہ باہر کے شور شرابے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہاں ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی موجود تھے میری اسے جس کمرے میں بٹھا کے گئی تھی کہ قدرے الگ تھلگ ایک کمرہ تھا، مونا بھی ان کے ساتھ آئی تھی لیکن میری کے ساتھ وہ بھی غائب تھی۔

اسے یہاں آئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی جب ایک خوبصورت لڑکی مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی اس کے پیچھے نازو کو اور بھی رنگین آنچل نظر آئے تھے، اس کا مطلب تھا یہاں کافی لڑکیاں موجود تھیں۔

''ہاں میرا نام نازنین ہے۔'' خود اعتمادی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نازو نے خود ہی ہاتھ بڑھانے میں پہل کی تھی، جسے اس نے گرمجوشی سے تھام لیا تھا۔

''میرا نام ریشم ہے مجھے آپ سے ملنے کا بڑا شوق تھا، آپ میری کے کالج پڑھتی تھیں نا؟'' اس نے بھی اپنا تعارف کرواتے ہوئے قدرے جوش سے کہا، اگرچہ وہ عمر میں نازو سے چند ایک سال بڑی لگ رہی تھی لیکن اپنی باتوں اور لب و لہجے سے وہ بچی سی محسوس ہوئی تھی۔

''مجھ سے ملنے کا شوق تھا؟ لیکن آپ مجھے کیسے جانتی ہو۔'' اس کی بات سن کے نازو کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

''آپ کو کون نہیں جانتا، حسنات راؤ اس بلڈنگ میں رہنے والی ہر لڑکی کو ریجکٹ کر چکے ہیں لیکن آپ کی تو صرف تصویر دیکھ کر ہی وہ آپ پہ فدا ہو گئے تھے، آپ کو یہاں تک لانے میں جتنا بھی خرچہ ہوا ہے وہ سارا انہوں نے برداشت کیا ہے، سنا ہے انہوں نے پورا مہینہ آپ کو اپنے پاس رکھنا ہے، ہم تو وہاں ایک رات گزارنے کے لئے ترستے ہیں، کیا عالی شان محل ہے ان کا۔'' آنکھیں میچ کے گویا اس نے اس گھر کا تصور کیا تھا، ریشم کافی سے زیادہ باتونی تھی اسی لئے بات سے بات نکالتی جا رہی تھی۔

''واٹ......؟'' نازو اپنی جگہ سے اچھل کے کھڑی ہوئی تھی، شدید غصے سے اس کے گلے کی رگیں ابھر آئی تھیں، اس نے شرربار نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

''تمہیں شاید کوئی شدید قسم کی غلط فہمی لاحق ہوئی ہے، کیونکہ مجھے یہاں عدیل ہاشمی نے بلوایا ہے اور بہت جلد ہمارا نکاح ہونے والا ہے۔'' اس نے اپنے تئیں اسے بہت بڑی خبر سنائی تھی۔

''ہاہاہا......'' ریشم کا قہقہہ بلند ہونے کے ساتھ ساتھ کافی طویل بھی تھا، نازو نے اس کی حرکت پہ ناگوار نظروں سے اسے دیکھا۔

''اگر عدیل ہاشمی یونہی ہر ایک سے نکاح کرنے لگے تو [illegible] میں آنے والی سب سے زیادہ لڑکیاں اس کی بیویاں ہوں۔'' اس نے اپنی بات کا خود ہی مذاق اڑا دیا تھا۔

''میرا تو خیال تھا کہ آپ کو سب کچھ پتہ ہو گا، لیکن آپ تو مجھے لاعلم لگتی ہیں، پلیز آئیں میں آپ کو آپ کی آنکھوں سے دکھا دوں، میری زبان پر تو شاید آپ کو یقین نہ آئے۔'' اس نے نازو کا ہاتھ پکڑ کے اسے اٹھایا۔

کچھ ایسا ایقان و اطمینان ضرور تھا اس کے لہجے میں جس نے نازو کے دل کو گویا اتھاہ گہرائیوں میں گرا دیا تھا، لیکن پھر بھی وہ اپنا اعتماد جمع کرتی اس کے پیچھے چل پڑی۔

اس کمرے کے باہر ایک چھوٹا سا لان تھا، جس میں خوبصورت اور قیمتی پھول لگے ہوئے تھے، لان کو عبور کر کے ایک تنگ سی راہداری تھی جس کے آخری کونے پہ ایک بڑا سا کمرہ تھا، جس کا دروازہ دوسری طرف کھلتا تھا، البتہ اس کمرے میں ایک کھڑکی راہداری میں کھلتی تھی، کھڑکی کا ایک پٹ وا تھا اور دوسرا بند تھا، اندر سے ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں، ریشم نے پہلے خود دیکھ کر اپنی تصدیق کی تھی، پھر نازو کا ہاتھ کھینچ کے اسے کھڑکی کے آگے کر دیا اندر کا منظر دیکھ کر زمین و آسمان نازو کی آنکھوں میں گھوم گئے تھے۔

عدیل ہاشمی، سکندر اور میری تینوں کمرے میں موجود تھے، ان کے سامنے ٹیبل پہ گلاسوں میں غالباً وسکی تھی، وہ تینوں نہایت خوشگوار موڈ میں باتیں کر رہے تھے۔

''ویسے عدیل! ایک بات تو ماننے کی ہے، نازو جیسا ہیرا پہلی دفعہ ہمارے ہاتھ لگا ہے، اگر نازو ہمیں نہ ملتی تو حسنات راؤ یقیناً مہ جبین بائی کے پاس ہی جاتا اور یوں اچھی بھلی سونے کی چڑیا ہمارے ہاتھ سے اڑ جاتی۔'' یہ سکندر تھا، وسکی کا ایک بڑا سا گھونٹ لیتے ہوئے اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو مخاطب کیا تھا۔

''صحیح کہتے ہو، کیا قیامت لڑکی ہے یار مت پوچھو اس کے ساتھ خلوتوں میں مجھ پر کیا گزر رہی ہے، اگر حسنات راؤ کی ڈیمانڈ Intuch لڑکی نہ ہوتی تو میں یقیناً اتنا عابد، زاہد واقع نہ ہوتا۔'' عدیل کی بات پہ ان دونوں نے قہقہے بلند کیے تھے۔

نازو کی آنکھیں حیرت و بے یقینی کی شدت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں لیکن حقیقت کڑوے سچ کی مانند اس کے سامنے تھی، کیونکہ نہ تو اس کی بصارت دھوکہ کھا رہی تھی اور نہ ہی سماعت۔

''تو تم دونوں کو میرا شکر گزار ہونا چاہیے کہ ایسا نایاب ہیرا میں نے ہی ڈھونڈ نکالا تھا۔'' یہ میری تھی جو اس کی ذات کے پرخچے اڑا رہی تھی۔

میری جس پہ اس نے خود سے بڑھ کے اعتماد کیا جس کو وہ اپنی بہترین دوست سمجھتی رہی جس کے مشورے کے بغیر وہ ایک قدم اٹھانا بھی حرام سمجھتی تھی اور میری کو وہ اپنی محسنہ خیال کرتی تھی۔

اور عدیل ہاشمی جو اس کی اولین چاہت تھا،

جس کی سنگت میں وہ خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی سمجھتی، جس کے آگے اسے دنیا کا ہر مرد ہیچ لگتا جس کی خاطر وہ اپنا سب کچھ چھوڑ آئی، اسے نیلام کرنے میں سب سے پیش پیش تو وہی تھا۔

''بھئی ہم تو تمہارے پاؤں دھو کے پینے کو تیار ہیں۔'' عدیل ہاشمی نے اس کے گرد اپنے بازو کا حصار قائم کرتے ہوئے اسے خود سے قریب کیا تھا، نازو کو اپنا پورا وجود بلاسٹ سے اڑتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

اسی وقت مرکزی دروازہ کھلا تھا اور مونا دندناتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں کچھ ڈالرز کی گڈیاں تھیں، جو آتے ہی اس نے سامنے ٹیبل پہ پٹخ دی تھیں، دو سیاہ گلاس آپس میں ٹکرائے تھے اور دھڑام سے ان کے ٹوٹ کے نیچے گرنے کی آواز آئی تھی۔

''پھر تم تینوں نے مل کے میرے ساتھ گھپلا کیا ہے، اس دفعہ پھر مجھے کم رقم ملی ہے، لاسٹ ٹائم بھی یہی ہوا تھا جو ہمارے درمیان طے پایا تھا تم لوگوں نے اسے سے دس فیصد مجھے کم دیا تھا اور ایک دفعہ پورے بیس فیصد کم ہے۔'' وہ سخت مشتعل نظر آ رہی تھی۔

''ارے مونا جان! اتنا غصہ ٹھیک نہیں ہوتا، تم یہ بھی تو دیکھو ناں تمہارے ایئر لائن کے تمام اخراجات بھی ہم نے پے کیے ہیں۔'' سکندر فوراً اٹھا اور دونوں کندھوں سے اسے تھام کر شانت کرتے ہوئے بولا۔

''کیوں، وہ نازو نام کی بھیک جو تمہیں حسنات راؤ کی طرف سے ملی تھی، جس میں ایئر لائن کے تمام اخراجات بھی شامل ہیں، وہ کیا ہوا میں تحلیل ہو گئی؟ وہ کھاتہ الگ ہے مسٹر سکندر! میں اب اتنی بھی بچی نہیں۔'' اس کے دونوں ہاتھ تنفر سے جھٹکتے ہوئے وہ بغیر کسی لحاظ کے بولی۔

''اگرچہ کھاتہ الگ ہے لیکن تم تو کسی بھی پائی پیسے کے بغیر ہی آئی ہوتاں۔'' اس نے بھی بظاہر تحمل کا لبادہ اتار پھینکا اور چیخ کے بولا۔

''پیسہ تو تم تینوں میں سے بھی کسی کا نہیں لگا۔'' اس نے سلگتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بہر حال بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، ہم تمہیں اس سے زیادہ نہیں پے کر سکتے۔'' عدیل ہاشمی نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے حتمی انداز میں کہا، وہ اس طویل پکڑتی بحث سے اکتانے لگا تھا۔

''Its ok لیکن تم لوگ کسی بھول میں مت رہنا کیونکہ میرا نام بھی مونا ہے، مجھے اتنی آسانی سے نہیں نگل سکتے تم لوگ۔'' اس نے نہایت شرر بار نگاہوں سے انہیں دیکھا اور دھمکی آمیز لہجے میں کہتی تن فن کرتی وہاں سے نکل گئی۔

ریشم نے اس کا ہاتھ پکڑ کے پیچھے کی طرف کھینچا تو وہ جیسے حواس کی دنیا میں لوٹ آئی، اس کا دھواں دھواں چہرہ اور احساس زیاں سے لبریز آنکھیں دیکھ کر ریشم کو اس پر بہت ترس آیا تھا، وہ اس کے نیم مردہ وجود کو تقریباً گھسیٹتی ہوئی واپس اسی کمرے میں لے آئی تھی۔

''یہ لیں، پانی پی لیں۔'' اس نے اسے بٹھایا پھر جگ سے پانی کا گلاس بھر کے اس کی طرف بڑھایا۔

نازو پورا گلاس خالی کر گئی تھی، لیکن اندرونی آگ کی تپش اس کے وجود سے چمٹے جا رہی تھی، اس کا پورا وجود کسی بھابھڑ کی مانند جل رہا تھا، اسے مونا کی طنزیہ نگاہوں کا مفہوم اب سمجھ میں آیا تھا۔

''کیا میری نے آپ کو کسی بھی بات کے متعلق آگاہ نہیں کیا تھا؟'' ریشم اس سے پوچھ رہی تھی، اس کا سر خود بخود ہی نفی میں ہلنے لگا۔

''یہ تو ان لوگوں کا بزنس ہے نازنین جی! خوبصورت لڑکیاں ڈھونڈنا اور پھر ان کی بولی لگانا، جب تک ان کے جسم میں جان رہتی ہے، انہیں ہر رات اس کا خراج دینا پڑتا ہے۔'' وہ تلخ لہجے میں بڑے سلگتی سی ہنسی ہنسی، شاید وہ بھی انہی حالات کی ستائی ہوئی تھی۔

''میری کا کام لڑکی تلاش کرنا ہے، عدیل ہاشمی کا کام اسے پٹانا اور سکندر نے اس کے گاہکوں کو تلاش کرنا، ترتیب آگے پیچھے بھی ہو جاتی ہے۔'' وہ اسے مزید تفصیل بتانے لگی۔

''ریشم! اب آ بھی جاؤ، پہلے ہی تمہاری وجہ سے دیر ہو چکی ہے۔'' ایک لڑکی نے اندر جھانک کر ایک ناگوار سی نظر نازنین پہ ڈالی پھر ریشم سے مخاطب ہوئی۔

''اوکے میں آ رہی ہوں۔'' وہ شاید اسے مزید تفصیلات بھی فراہم کرتی لیکن بلاوے پہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں میں آپ کو چائے بھجواتی ہوں، کچھ دیر آرام کر لیں کیونکہ آج رات آپ نے حسنات راؤ کے عالیشان محل میں جانا ہے۔'' وہ اسے آج کے پروگرام سے بھی آگاہ کرتی باہر نکل گئی، جبکہ نازو کو اپنا آپ ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتا محسوس ہو رہا تھا۔

☆☆☆

وہ اور رمشاء کچن میں ڈنر تیار کر رہی تھیں، جب انہیں دھڑام سے کسی زوردار چیز کے گرنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی ایک نسوانی چیخ بھی سنائی دی، وہ دونوں بے حد گھبراہٹ کے عالم میں الٹے پاؤں باہر کی طرف بھاگی تھیں اور یہ دیکھ کر ان دونوں کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک گئی کہ منزہ سیڑھیوں سے نیچے گری تھیں اور ان کے سر سے بری طرح خون بہہ رہا تھا اور وہ خود بے ہوش ہو چکی تھیں۔

''امی جان!'' رمشاء تو چیخ مار کے وہیں نیچے بیٹھ گئی اور ان کا خون سے لت پت سر اپنی گود میں رکھ لیا۔

جبکہ ماہا نے بروقت عقل کا استعمال کرتے ہوئے اوپر صالح کے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی تھی، دھاڑ سے دروازہ کھول کے وہ اندر داخل ہوئی تو وہ ہیڈ فون کانوں سے لگائے کمپیوٹر پہ بری طرح بزی تھا، شاید اسی لئے اس نے کوئی آواز نہیں سنی تھی۔

''صالح......!'' وہ بھاگتے ہوئے اس تک پہنچی اور بری طرح اس کا کندھا جھنجھوڑ ڈالا، وہ بے حد چونک کر سامنے متوجہ ہوا اور ماہا کے ہوائیاں اڑاتے چہرے کو دیکھ کر اس نے گھبرا کے ہیڈ سیٹ اتار کے دور اچھالا۔

''کیا ہوا؟'' اس نے تشویش زدہ لہجے میں دریافت کیا۔

''وہ...... وہ...... نیچے...... تائی امی......''

آنسوؤں کا پھندا اس کے حلق میں اٹک گیا، وہ اس کی پوری بات سنے بغیر اسے ہاتھ سے دھکیلتا برق رفتاری سے نیچے لپکا، منزہ کو اس حال میں دیکھ کر ایک لمحے کے لئے تو اس کا اپنا دماغ چکرا گیا، لیکن اگلے پل اپنے حواس کنٹرول کرتا وہ تیزی سے دو دو تین تین سیڑھیاں پھلانگتا نیچے لپکا تھا۔

گھر میں موجود سب افراد ان کے گرد جمع ہو چکے تھے، اس نے جلدی سے منزہ کے بے ہوش وجود کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا، پھر وہب سے مخاطب ہوتا باہر کی جانب بھاگا۔

''وہب میرے کمرے سے گاڑی کی چابی لاؤ جلدی۔''

''میں بھی چلتی ہوں تمہارے ساتھ۔'' الیاس بے قراری سے کہتیں اس کی طرف بڑھ گئیں۔

ماہا نے جلدی سے بھاگ کے گیٹ کھولا وہب کے آتے ہی وہ آناً فاناً گاڑی بھگا لے گیا وہ اندر آئی تو رمشاء اور ہالہ صوفے پہ بیٹھیں زار و قطار رو رہی تھیں۔

''روؤ نہیں اللہ سے دعا کرو، اللہ تعالیٰ ہماری تائی امی کو صحت کاملہ عطا فرمائیں۔'' اس

نے دونوں بہنوں کو تسلی دی، اگرچہ اس کا اپنا دل ڈوبا جا رہا تھا، لیکن اسے خود کو مضبوط بنا کے انہیں سنبھالنا تھا، کیونکہ یہ وقت اللہ پاک کے سامنے رونے کا تھا۔

''چلو اٹھو وضو کر کے آؤ اور صلوٰۃ الحاجت پڑھ کے تائی امی کے لئے دعا مانگو کہ یہی سبق انہوں نے ہمیں سکھایا ہے۔'' اس نے ہدایت کی تو وہ دونوں خاموشی سے اٹھ گئیں۔

ماہا نے خود اٹھ کر پہلے فرش پہ بہتا خون صاف کیا، پھر تایا ابو اور ابو جان کو اطلاع دی، جو گھر سے باہر تھے، غوری اور منال دو دن پہلے ہی اپنے گھر راولپنڈی گئے تھے فی الحال انہیں اطلاع دے کر اس نے پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا۔

''اللہ پاک تائی امی کو صحیح سلامت گھر بھیجیں پھر صائمہ پھپھو کو اطلاع کر دیں گے۔'' اس نے سوچا اور کھڑی ہو گئی، رمشاء اور ہالہ نوافل پڑھ رہی تھیں وہ بھی وضو کر کے ان کے ساتھ شامل ہو گئی۔

☆☆☆

''پتر! پتہ نہیں کیا بات ہے آج میرا دل بہت گھبرا رہا ہے تو آج چھٹی کر لے۔'' کیسی بے قراری تھی اس کی ماں کے لہجے میں، کتنی بے چینی تھی اس کے انداز میں۔

وہ ماں تھی ناں شاید کسی انہونی کا خطرہ انہیں پہلے ہی محسوس ہو گیا تھا۔

''ابا! میں تیرا سر ہمیشہ اونچا رکھوں گی۔'' کالج داخلہ لیتے وقت اس نے کیسے پُرعزم لہجے میں اپنے باپ سے کہا تھا، کس انداز میں اس نے اپنے باپ کا شملہ بلند کیا تھا؟ اور اماں، یہ خبر سن کے اماں پہ کیا گزری ہو گی؟ بھائی منیر اس کے کالج پتہ کرنے گیا ہو گا تو کالج سے اس کی کیا رپورٹ ملی ہو گی؟ اور اسلم......؟ اس کی آنکھوں کے سامنے اسلم کا باحیا چہرہ گھوم گیا، جو کسی نامحرم کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا، اسے وہ دن یاد آیا جب ہانڈی پکاتے وقت اسلم رسوئی میں آ گیا تھا، وہ اپنے حسن کا خراج لینے اس کے سامنے گئی تو کیسے اس نے فوراً نگاہیں جھکا لی تھیں، اس وقت اس نے اس کی حرکت کا کتنا مذاق اڑایا تھا، مگر آج اسے اسلم کی قدر پتہ چلی تھی۔

''آہ، سچ تو یہ ہے اسلم! کہ مجھ جیسی نفس کی ماری ہوئی لڑکی تم ایسے شریف مرد کے قابل ہی نہیں تھی، میری بے لگام خواہشوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ میرے بے تحاشا حسن کو ہر مرد پرکھے۔'' آج وہ احتساب کے کٹہرے میں کھڑی تھی۔

''Enjoy your life'' یہ وہ نعرہ تھا جو ہر وقت اس کے لبوں پہ رہتا تھا، ایک باحیا اور باکردار عورت کے لئے زندگی کی لطف کو محسوس کرنا یہ تھا کہ وہ خود کو کسی کی امانت سمجھے اور جب یہ امانت حقدار کے پاس پہنچ جائے تو وہ صرف اسی کے ہو کے رہے، یہی وہ بات تھی، جو اس کی ماں اسے سمجھانا چاہ رہی تھی۔''

''ہاں، کاش وہ اپنی ماں کی زبانی ہی سمجھ جاتی، لیکن جو کسی بڑے کی نہیں مانتے تو پھر حالات انہیں سمجھاتے ہیں، آج جب گردش دوراں نے اسے عدیل ہاشمی کا اصلی چہرہ دکھایا تھا تو اسے اسلم کے اندر چھپے کردار کے خزانے کی قدر و منزلت کا احساس ہوا تھا۔''

''اور وہ عدیلہ نقوی کتنی کوشش کی اس نے مجھے سمجھانے کی، لیکن میری آنکھوں پر تو حرص و ہوس کی گہری پٹی بندھ چکی تھی، آج اگر میں یہاں ہوں جہاں آنے سے پہلے ہر عورت مر جانا چاہتی تھی تو اس میں سراسر قصور میرا اپنا ہی ہے، میری منہ زور خواہشات، میرے مچلتے جذبات، میری بے لگام آرزوئیں، میں چاہتی تھی کہ مجھے چاہا جائے، مجھے سراہا جائے، اب ہر کوئی مجھے سراہے گا، ہر مرد میرے حسن کو خراج تحسین پیش کرے گا، آج سے میرا وجود ہر مرد کے لئے ایک حسین گزرگاہ بن جائے گا، لیکن کوئی مرد بھی میرے لئے ایک شجر سایہ دار نہیں بنے گا، اب میں سب کی ہوں گی لیکن میرا کوئی نہیں ہو گا۔''

''کاش، کاش میں اپنے اس حسین چہرے کو آگ لگا سکتی۔'' اپنا حسن جس پہ اسے ناز تھا، آج اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے تیزاب میں جھونک دے، جس کے وبال نے آج اسے یہاں تک پہنچا دیا تھا۔

''اماں! کاش تو اپنے ہاتھوں سے میرا گلا گھونٹ دیتی تو آج مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔'' وہ بلک بلک کے رونے لگی۔

احساس زیاں، پچھتاوے، ندامت، ذلت، جرم، شرمندگی، کتنے ہی زہریلے ناگ تھے جو بغیر رکے اس کے وجود کو نیل و نیل کرتے جا رہے تھے، چاروں طرف سے اسے ڈس رہے تھے، کوئی جائے پناہ نہیں تھی، نہ ماں کی ممتا، نہ باپ کی شفقت، نہ بھائی کا سہارا، نہ بہنوں کا آسرا، نہ سہیلیوں کی تسلی، ہر چیز کو تو وہ اپنے ہاتھوں سے برباد کر آئی تھی، ملیامیٹ کر آئی تھی، واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا، وہ ساری کشتیاں جلا کر آئی تھی، اس دلدل کی گہرائی میں نے بہ رضا و خوشی خود قدم رکھے تھے کہیں کوئی ہاتھ دینے والا سہارا نہیں تھا۔

''یا اللہ!'' اس کے لبوں نے بے آواز جنبش کی تھی، پتہ نہیں کتنے عرصے بعد یہ مبارک نام اس کے لبوں تک آیا تھا۔

''یا اللہ! مجھے بچا لے...... مجھے بچا لے...... مجھے بچا لے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

آج جب ساری دنیا اس کے لئے اندھیر ہو گئی تھی تو اسے وہ ذات نظر آئی تھی جو نظروں سے پوشیدہ مگر رگ جاں سے بھی قریب تھی، وہ بے خود ہو گئی، خود پر ضبط کھو بیٹھی۔

آج اسے پتہ چلا تھا کہ خدا ہے جب کچھ نظر نہیں آتا تو پھر وہی نظر آتا ہے، اسے بھی گھپ اندھیرے میں روشنی کی صرف ایک ہی کرن نظر آ رہی تھی۔

''اچھا پتر! اللہ تیری حفاظت کرے۔'' اس کے کانوں میں اپنی ماں کے دعائیہ الفاظ گونجے تو اسے اور شدت سے رونا آنے لگا۔

''یا اللہ! میں بدکردار سہی، گناہوں کی دلدل میں پور پور ڈوب چکی ہوں پر اے میرے رب میری ماں تو باحیا، باکردار اور باعزت عورت ہے تو اس کی دعا کی لاج رکھ لے، مجھے بچا لے، مجھے بچا لے، مجھے بچا لے۔'' ندامت کے آنسو اس کے پورے وجود کو بھگوتے جا رہے تھے۔

اسے یونہی روتے بلکتے فریاد کرتے، مجھے بچا لے کا ورد کرتے نجانے کتنی دیر گزر چکی تھی جب دھاڑ سے کمرے کا دروازہ کھلا، اس نے سہم کر دروازے کی سمت دیکھا، مونا نہایت خوفناک تیور لئے اندر داخل ہوئی تھی، نازو کا سانس رک گیا۔

''سمجھتے کیا ہیں یہ اپنے آپ کو ان تینوں (موٹی سی گالی) کو تو میں نے زمین چاٹنے پر مجبور نہ کر دیا تو میرا نام بھی مونا نہیں۔'' وہ غصے سے بھری ہوئی تھی، کمرے کے کارنر میں دھرے اپنے سوٹ کیس کی طرف بڑھتے ہوئے وہ خود ہی بڑبڑائے جا رہی تھی۔

''اور تم...... تم بھی بچ کے رہنا ان حرام خوروں سے، حسنات راؤ سے کوئی ذاتی تعلق قائم کر لینا اور ان سے جان چھڑا لینا، فائدے میں رہو گی۔'' ڈالرز کو سوٹ کیس میں رکھنے کے بعد اس کی نظر نازو کی طرف اٹھی تو نجانے کس رو میں وہ تند لہجے میں اسے بھی مشورے سے نواز گئی، نازو چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی جو اب بھی مسلسل ان تینوں کو گالیوں سے نواز رہی تھی۔

''یہ ان کی دشمن بن چکی ہے یقیناً میری مدد کر سکتی ہے۔'' یکدم نازو کے ذہن میں جھماکا ہوا۔

''لیکن یہ ہے تو ان ہی کی قبیل سے، میرا

فائدہ اسے کیونکر عزیز ہو سکتا ہے؟" اگلی سوچ کے آتے ہی مایوسی اسے اپنی لپیٹ میں لینے لگی۔

"قسمت آزما لیتے ہیں اور کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔" اس نے خود کو حوصلہ دیا اور اپنی ہمت مجتمع کرتی اٹھ کے مونا کے پاس آ گئی۔

"میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں آپ میری مدد کر سکتی ہیں؟" اس نے ٹھہرے ہوئے پرسکون لہجے میں استفسار کیا تھا۔

"کیا...... آ...... آ۔" مونا اپنی جگہ سے اچھل کے کھڑی ہوئی تھی اور یوں اسے سر سے پاؤں تک دیکھا تھا گویا اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہو۔

"آئم سیریس مونا!" اس نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے گویا اپنی بات کی تصدیق کی تھی۔

"نکلنا چاہتی ہو تو کیا یہیں سڑکیں ناپنے آئی تھی۔" استہزائیہ کہتے ہوئے اس نے اس کے ساتھ کو جھٹکا۔

"میرا یقین کرو میرے ساتھ انہوں نے دھوکا کیا ہے۔" اس کے لہجے میں زہر بھر گیا، پھر اس نے مختصراً اپنی کہانی اسے سنا ڈالی۔

"اوہ...... آئی سی۔" مونا نے "اوہ" کو خوب کھینچ کے لمبا کیا۔

"یہ جو میری (گالی) ہے ناں اس کا یہی کام ہے، انٹرنیٹ، ٹیلی فون، بیوٹی پارلرز کالجز اور جگہ جگہ سے لڑکیاں ڈھونڈنا خیر یہ بتاؤ تم یہاں سے جاؤ گی کہاں؟" مونا کو اس کی بات پہ یقین آ گیا تھا، اس کی سرخ متورم آنکھیں بھی گواہ تھیں کہ وہ روتی رہی ہے، پھر ایکدم کوئی خیال اس کے ذہن میں کوندے کی طرح لپکا تھا۔

"بدلہ لینے کا یہ بہترین موقع ہے، پارٹنر شپ تو میں ویسے بھی ختم کر رہی ہوں، کیوں نہ اس نازو کو بھی لے اڑوں، ویسے بھی سونے کی چڑیا ہے، مہ جبین بائی تو اسے پلکوں پہ بٹھائے گی اور حسنات راؤ بھی خود ہی کھینچا چلا آئے گا اور یہ تینوں سر پٹختے رہ جائیں گے، حسنات راؤ جتنا مہربان ہے اصول کا اتنا ہی پابند ہے، جب نازو اس تک نہیں پہنچے گی تو میرے حصے کا بدلہ بھی وہ ہی ان سے لے گا۔" اس سوچ کے آتے ہی اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔

"جہاں بھی جاؤں گی لیکن ان کے چنگل سے تو نکل جاؤں گی، ایک دفعہ اپنی قسمت تو ضرور آزماؤں گی۔" نازو کہہ رہی تھی اس کے لہجے میں کچھ کر گزرنے کا پختہ عزم تھا۔

"او کے، ٹھیک ہے لیکن اگر پکڑی گئی تو میرا نام درمیان میں نہ آئے۔" مونا اپنا پلان ترتیب دے چکی تھی۔

"تھینک یو سوچ۔" مارے تشکر کے نازو کی پلکیں بھیگ گئیں اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے کچھ دیر پہلے بہائے گئے ندامت کے آنسو اس کے کام آ گئے ہیں، وہ مونا کی ہدایات کو غور سے سننے لگی۔

☆☆☆

"میرا تو مانو کسی نے دل مٹھی میں لے لیا، مجھ سے تو ایک منٹ بھی صبر نہ ہوا میں نے غوری سے کہا بس اٹھو اور تیاری پکڑو۔" صائمہ پھپھو نے سیب کی قاشیں چھیل کر منزہ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا، منال اور غوری بھی ان کے ساتھ ہی آ گئے تھے۔

"حادثہ تو اتنا بڑا نہیں تھا بس بچے ہی زیادہ گھبرا گئے تھے، میں نے منع کیا تھا کہ کسی کو بھی اطلاع نہ کرو، خوامخواہ ہی سب پریشان ہوں گے۔" منزہ نقاہت زدہ لہجے میں بولیں۔

شکر تھا کہ بروقت ٹریٹمنٹ مل جانے کی وجہ سے مسئلہ زیادہ بگڑا نہیں تھا، صالح اور وہب چند گھنٹوں بعد ہی انہیں واپس لے آئے تھے، کوئی اندرونی چوٹ تو نہیں آئی تھی البتہ کمزوری کافی ہو گئی تھی، جسے ختم کرنے کی وہ سب بھرپور جدوجہد کر رہے تھے، پھل جوس دودھ گوشت کچھ نہ کچھ وقتاً فوقتاً انہیں کھلائے جاتے، صالح تو ہر چیز اتنی وافر مقدار میں لے آیا تھا کہ اب فریج اور فریزر دونوں میں ہی مزید گنجائش نہیں تھی۔

"پریشان ہونے والی کیا بات ہے بھابھی! دکھ سکھ میں اپنے ہی تو کام آتے ہیں۔" سیب کے چھلکے ڈسٹ بن میں ڈالتے ہوئے انہوں نے جواب دیا۔

"بس میں اب پنڈی نہیں جاؤں گا، مجھے پتہ چل گیا ہے، میرے بعد کوئی بھی ڈھنگ سے آپ کا خیال نہیں رکھتا۔" ہالہ کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر غوری جھٹ سے بولا تھا، مقصد صرف اسے ستانا اور چڑانا۔

"اس چاپلوس لومڑ کی تو بعد میں چٹنی بناؤں گی۔" ہالہ جو منزہ کے لئے جوس لے کر اندر آ رہی تھی اس کی بات پہ دانت کچکچا کے عزم باندھا تھا۔

"ارے بیٹا! سب نے ہی بہت خیال رکھا ہے، بچیوں نے تو اس دن سے نیندیں حرام کر رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو اجر دیں۔" وہ محبت سے معمور لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"لیکن مامی جان! ایک بات تو آپ کی ماننی پڑے گی جو آپ کا بیٹا ہے وہ آپ ہی کا بیٹا ہے۔" اس نے فخر سے سینہ پھلاتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں بھئی جو میرا غوری ہے وہ کوئی اور کہاں ہو سکتا ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کے بال بگاڑے تھے۔

اس نے جتاتی نظروں سے ہالہ کو دیکھا تھا، اس کی زبان میں کھجلی تو بہت ہو رہی تھی، لیکن بڑوں کے ادب کی وجہ سے وہ خاموش تھی اور اس بات کا اسے بھی بخوبی اندازہ تھا اسی لئے تو چڑا رہا تھا۔

"امی جان! یہ جوس لیں۔" ہالہ بظاہر اسے نظر انداز کرتی اور دل میں بعد میں انتقام لینے کا منصوبہ بناتی، منزہ کو جوس دینے لگی۔

"ماہا سے کہو، آج مجھے کوئی سادہ سی سبزی بنا دو، میٹ کھانے کو بالکل دل نہیں چاہ رہا۔" ہالہ کے ہاتھ سے جوس لیتے ہوئے انہوں نے غوری کو مخاطب کیا تھا۔

"جی اچھا۔" وہ سر ہلاتا اٹھ گیا۔

ہالہ کچن میں بزی تھی، صائمہ پھپھو کے ساتھ انکل شہزاد بھی تھے تو کھانے کا اہتمام تو کرنا تھا، رمشاء بھی اس کے ساتھ لگی ہوئی تھی، کل سے وہ کالج بھی نہیں جا رہی تھیں، غوری نے منزہ کا پیغام دیا تو وہ سر اثبات میں ہلانے لگی۔

"میرا خیال ہے کھیا بنا لیتی ہوں تائی امی شوق سے بھی کھاتی ہیں اور صحت کے لئے بھی مفید ہے۔" وہ رمشاء سے کہنے لگی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" رمشاء نے اتفاق کیا۔

اسی وقت گاڑی رکنے کی آواز آئی اور کچھ لمحات بعد صالح لدا پھندا کچن کے دروازے پہ تھا۔

"رمشاء...... ہالہ! یہ سنبھالو۔"

"میں نے آپ کو منع کیا تھا اب مزید کچھ مت لائیے گا جب تک پہلا ذخیرہ ختم نہ ہو جائے۔" ماہا شاپرز کا ڈھیر دیکھ کر کہے بنا رہ نہ سکی۔

"ابھی تک ختم نہیں ہوا؟" وہ لہجے میں مصنوعی حیرت سمو کے بولا۔

"یہاں جنات کا بسیرا تو نہیں جو اتنی جلدی سب ہڑپ کر جائیں گے۔" اس نے جھنجھلا کے کہا۔

ایک تو پہلے ہی کچن لدا پڑا تھا اوپر سے پھر اتنا ڈھیر، وہ کہاں رکھتی سنبھالتی۔

"حیرت ہے تم یہ کہہ رہی ہو حالانکہ تمہاری اپنی خوراک کسی جن سے کم نہیں ہے۔" وہ خود ہی شاپرز اٹھا کر آگے بڑھ کے ٹیبل پہ رکھتے ہوئے

صاف اسے چڑاتے ہوئے بولا۔

"کیا......آ......آ۔" ماہا احتجاجاً چلا اٹھی۔

"تو اور کیا تم تو کباڑہ کروایا کرو گی میرا۔" وہ خود بھی چیئر گھسیٹ کے بیٹھ گیا۔

"جی نہیں، یہ آپ کی خام خیالی ہے، آپ اپنا دولت بینک سنبھال کے رکھیں۔" وہ تڑاخ کے بولی تھی، صالح کا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔

"توبہ......آپ تو ابھی سے میاں بیوی کی طرح جھگڑنے لگ گئے ہیں۔" رمشاء ان کی نوک جھونک سے محظوظ ہوتی صالح کے لئے فریج سے پانی نکالنے لگی، رمشاء کے کمنٹ پہ ماہا کا چہرہ خفت سے سرخ پڑ گیا۔

"تم اپنی بولتی بند رکھا کرو، جو منہ میں آتا ہے بولتی چلی جاتی ہو۔" وہ غصے سے اسی پہ الٹ پڑی۔

"دیکھا...... یہ ابھی سے بھابھی کا رول پلے کرنے لگ گئی ہے۔" صالح نے حاسد عورتوں کی طرح ٹکڑا لگایا تھا، رمشاء بے اختیار ہنسی گئی، جبکہ اسے تو اس قدر غصہ آیا کہ وہ پاؤں پٹختی باہر نکل گئی۔

"سمجھتا کیا ہے اپنے آپ کو۔" اپنے کمرے میں گھستے ہوئے وہ غصے سے بڑبڑائی۔

"ابھی اگر سب کو اس کی اصلیت بتا دوں تو کیا عزت رہ جائے گی۔" اس نے کھولتے ہوئے دماغ سے سوچا۔

"لیکن ماہا عبداللہ! اگر یہ شخص اپنی بات سے مکر جائے اور کہے کہ ماہا کو کوئی غلط فہمی لاحق ہو گئی ہے، میں ہی صالح عبدالرحمن ہوں، تو اس گھر میں کتنے افراد ہوں گے جو تمہاری بات کا یقین کریں گے؟ شاید ایک فیصد بھی نہیں۔" کوئی اس کے اندر سے بولا تھا، وہ ایکدم ٹھٹک کے رک گئی، کسی تکلیف دہ احساس نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تھا اس کا دل کسی انہونی کے احساس سے رک رک کے دھڑکا تھا۔

"جیسا زویہ اس کا سب گھر والوں کے ساتھ تھا، وہ کہیں سے بھی ان سے الگ نہیں لگتا تھا، جس طرح اس نے منزہ کی دیکھ بھال کی تھی، کون کہہ سکتا تھا کہ یہ ان کا بیٹا صالح عبدالرحمن نہیں؟ شاید خود منزہ بھی نہیں اور اگر وہ خود بھی اپنی بات سے مکر جاتا تو کون تھا، جو اس کی بات کا اعتبار کرتا؟" یہ حقیقت پہلی بار اس پہ آشکار ہوئی تھی اور اس کے پورے وجود کو لرزا کے رکھ دیا تھا۔

اسے گزشتہ دنوں کا واقعہ یاد آیا جب منزہ سیڑھیوں سے گر گئی تھیں حالانکہ وہ جب گھر پہ ہی تھا اس کے باوجود اس کے قدم خود بخود صالح کے کمرے کی طرف اٹھ گئے تھے، اس کا یہ قدم کس چیز کی نشاندہی کرتا تھا؟ کیا اسے بھی صالح پہ حد درجہ اعتماد تھا؟ کیا اس کے لاشعور میں بھی صالح کی محبت نہیں موجود تھی؟ ان گنت سوالات اس کی آنکھوں سے گرد چکرانے لگے تو وہ سر تھام کے رہ گئی، آگاہی کا جو در آج اس پہ وا ہوا تھا اس سے پہلے وہ اس سے بے خبر اور انجان تھی، یہ ایک پریشانی تھی جس نے اسے آن گھیرا تھا، وہ ایک نئی کشمکش میں پڑ گئی تھی۔

"اس مسئلے کا کوئی حل تو ہونا چاہیے۔" اس نے تھک ہار کے خود سے کہا تھا، مضطرب وجود کو اب کسی پل قرار نہیں آتا تھا اسے لگتا تھا اگر مزید چند دن اس کی یہی حالت رہی تو عنقریب ہاتھ کسی دن وہ پھٹ جائے گی یا کوئی سائیکو کیس بن جائے گی۔

"اور دونوں صورتوں میں سزا وار تم ہی ہو گے۔" اس نے مٹھیاں بھینچ کر تصور میں اسے مخاطب کیا اور پھر سوچوں کا تانا بانا بننے لگی۔

☆☆☆

وہ سفید پھولوں سی اک دعا
میرے ساتھ ساتھ رہی سدا
یہ اسی کا فیض ہے بارہا



میں بکھر بکھر کے سنور گیا

"بس تم پریشان مت ہونا جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی کرنا، کوئی پریشانی نہیں ہو گی، میں بھی صبح وہاں پہنچ جاؤں گی۔" مونا نے اسے سارا پلان سمجھا دیا تھا۔

جب انسان کسی کے ساتھ گروہ کی شکل میں کام کرتا ہے تو وہ اپنی انفرادی حیثیت پانے کا لاشعوری طور پر متمنی ہوتا ہے اور اس کے لئے سب سے پہلے وہ اپنے حواری تلاش کرتا ہے تا کہ الگ ہونے کی صورت میں وہ ان سے فائدہ اٹھا سکے، اسی طرح مونا نے بھی اس عمارت میں موجود چند لڑکیوں کو نہ صرف اپنے ساتھ ملا رکھا تھا بلکہ وہ خفیہ طور پر انہیں مہ جبین بائی کے اڈے بھی بھیج دیتی تھی، جہاں سے وہ پرائیویٹ طور پر کچھ اضافی رقم کما لیتی تھیں۔

آج ان میں سے وہ لڑکیاں شاپنگ کے لئے جا رہی تھیں، مونا نے نازو کو اسی گاڑی میں دونوں سیٹوں کے درمیان چھپانا تھا اور خود یہیں رہنا تھا تا کہ اس پر کسی کا شک نہ جا سکے، شاپنگ پلازہ کے سامنے the one ہوٹل تھا، جہاں انہوں نے نازو کو اتارنا تھا، مونا نے اسے ایڈریس لکھ دیا تھا وہاں سے وہ نہایت آسانی سے مہ جبین بائی کے پاس پہنچ سکتی تھی، خوش قسمتی سے اس کا سوٹ کیس جو وہ پاکستان سے لائی تھی یہیں پڑا تھا، اس نے مونا کے کہنے پر اپنے تمام کاغذات اور نقدی لے لی تھی۔

یقین تو اسے مونا کی ذات پر بھی نہیں تھا مگر وہ اپنے رب کی ذات پر بھروسہ کر کے نکل رہی تھی، فی الحال وہ یہاں سے نکلنا چاہتی تھی تا کہ حسنات راؤ کے چنگل سے نکل سکے، اس کے بعد اسے کیا کرنا تھا یہ فی الحال اس نے طے نہیں کیا تھا، ابھی تو وہ ایک ہی دعا کر رہی تھی کہ وہ بحفاظت یہاں سے نکل سکے۔

"چلو آؤ۔" مغرب کے بعد کا اندھیرا پھیل رہا تھا، تمام اندرونی لائٹس آن ہو چکی تھیں، البتہ بیرونی کچھ لائٹس آن تھیں اور کچھ لڑکیوں کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے ابھی تک آف تھیں۔

مونا نے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تو وہ مونا کی دی گئی کالی چادر کو اچھی طرح لپیٹتے ہوئے اس کے پیچھے چل پڑی، یہ کمرہ نسبتاً الگ تھا اور اس طرف لڑکیاں بھی کم آتی تھیں شاید یہ "New commer" کے لئے مختص تھا، مونا اسے اسی راستے سے لے کر گئی تھی جس راستے سے ریشم نے اسے اس کی زندگی کا بھیانک ترین منظر دکھایا تھا۔

سامنے پورچ میں دو گاڑیاں کھڑی تھیں، ابھی اس طرف کی لائٹس آن نہیں کی گئی تھیں، اس لئے اندھیرا غالب آ چکا تھا، مونا نے اس کا لاک کھولا، نازو سے جس قدر ہو سکا تھا وہ سیٹوں کے درمیان چھپ گئی تھی۔

"گھبرانا مت، خطرہ ٹلتے ہی وہ تمہیں سیٹ پہ بٹھا دیں گے، تب تک تم نے سانس بھی احتیاط سے لینا ہے اوکے میں اب جا رہی ہوں، لینا اور فضا بس آ رہی ہیں۔" مونا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا پھر اسی طرح ڈور لاک کر کے دبے قدموں اسی راستے سے واپس ہو گئی۔

پھر واقعی چند لمحات بعد دو لڑکیاں بلند آواز سے آپس میں باتیں کرتیں اور قہقہے لگاتی اسی طرف آ رہی تھیں، ان کے پورچ تک پہنچنے سے پہلے یہ پورچ کی تمام لائٹس آن ہو چکی تھیں، پورا پورچ روشنی میں نہا گیا چوکیدار بھی گیٹ پہ آ کے کھڑا ہو گیا تھا، وہ غالباً کسی کام سے گیا تھا جب مونا اسے گاڑی میں چھپا کے گئی تھی۔

وہ دونوں گاڑی کے قریب پہنچ گئیں، لینا نے لاک کھول کے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی، جبکہ فضا باہر کھڑی چوکیدار سے مخاطب تھی۔

"کیسے ہو فضل حسین؟" ڈور کھولتے ہوئے اس نے خوشدلی سے پوچھا۔

''ٹھیک ٹھاک ہوں جی، آپ کی دعائیں ہیں۔'' فضل حسین نے سینہ پھلاتے ہوئے جواب دیا۔

''ہم شاپنگ کے لئے جا رہی ہیں تم کچھ منگواؤ گے۔''

''سارا کچھ آپ ہی کا ہے جی۔'' اس نے بظاہر کسر نفسی سے کام لیا۔

فضل حسین کو لڑکیوں سے بات تک کرنے کی اجازت نہ تھی، تاہم جو پرانی اور میچور ہو چکی تھیں وہ خود ہی اس سے بات چیت کر لیتی تھیں، جن میں سے سر فہرست لینا اور فضا تھیں کیونکہ باقی تو اسے عام ملازم سمجھ کر منہ نہیں لگاتی تھیں اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ بہت سخت تھا اور بے جا روک ٹوک بہت کرتا تھا، کیونکہ ایسا کرنے کے اسے اوپر سے آرڈر تھے البتہ لینا اور فضا کے معاملے میں وہ کچھ نرم تھا، کیونکہ وہ اکثر اس کے لئے کچھ نہ کچھ خریدتی رہتی تھیں، ویسے بھی چند ایک لڑکیاں تھیں جو اپنی مرضی سے بھی آ جا سکتی تھیں ورنہ جس نے بھی باہر جانا ہوتا اسے میرین یا اس کی قائم مقام سے اجازت لینا پڑتی تھی۔

''میرا دل تو تمہاری پرانی شرٹس دیکھ دیکھ کر اوب چکا ہے، میں تمہارے لئے کچھ نئی شرٹس لے کر آتی ہوں آج۔'' لینا نے ڈرائیونگ سیٹ سے سر باہر نکالتے ہوئے بلند آواز میں کہا فضا بھی مسکراتے ہوئے بیٹھ چکی تھی۔

نازو دم سادھے ان کی باتیں سن رہی تھیں، ریشم نے اسے باتوں کے دوران بتایا تھا۔

''فضل حسین کی نظروں سے چھپ کر تو کبھی بھی اس بلڈنگ سے باہر نہیں جا سکتی۔''

''شاید یہ دونوں اسے باتوں میں لگا کر رام کرنا چاہ رہی ہیں۔'' نازو نے سوچا البتہ اس نے آیت الکرسی کا ورد جاری رکھا تھا۔

''یہ تو آپ کی عنایت ہے جی۔'' فضل حسین نے مسکراتے ہوئے گیٹ کھولا تھا۔

لینا نے برق رفتاری سے گاڑی کو گیٹ سے نکالتے ہوئے باہر روڈ پہ ڈالا تھا۔

''تھینکس گاڈ!'' گاڑی مین روڈ پہ ڈالتے ہوئے لینا نے بے اختیار تشکر بھری سانس خارج کی۔

''شکر ہے بلا ٹلی، مجھے سب سے زیادہ فضل حسین سے ہی خطرہ تھا، کیونکہ بظاہر جتنا سادہ نظر آتا ہے اندر سے اتنا ہی گھٹیا ہے۔'' فضا نے بھی ہلکی پھلکی ہو کر کہا۔

''سنو...... تم اب اوپر بیٹھ جاؤ، لیکن خود کو اچھی طرح کور کیے رکھو۔'' فضا نے منہ پیچھے کی طرف کر کے اسے مخاطب کیا۔

نازو نے ہدایت پر عمل کیا تھا، اندر سے اس کا دل پوری قوت سے دھڑک رہا تھا وہ چادر جس کو اس نے بے دردی سے اتار پھینکا تھا، آج اس کا سہارا بنی ہوئی تھی، کتنا سمجھایا کرتی تھیں اسے اماں۔

''پتر! دوپٹہ عورت کی عزت ہوتا ہے اور عزت سر کے اوپر ہی اچھی لگتی ہے اسے کبھی پاؤں میں نہ رولنا۔''

''میری بدبختی کا آغاز تو اسی دن سے شروع ہو گیا تھا جس دن میں نے میری کے کہنے پہ دوپٹہ سر سے اتارا تھا، یہ پہلا اسٹیپ تھا اور ابھی انجام پتہ نہیں کہاں ہونا ہے۔'' اس کی آنکھوں کے سامنے میری سے پہلی ملاقات کا منظر آ گیا، اس کی آنکھوں میں مرچیں بھرنے لگیں۔

''یہ لو ڈیئر! تمہاری منزل آ گئی۔'' گاڑی ایک جھٹکے سے رکی اور لینا کی آواز اسے حواس کی دنیا میں کھینچ لائی، اس نے بے حد چونک کر شیشے کے پار دیکھا۔

The one کی نہایت وسیع و عریض اور انتہا درجے خوبصورت عمارت بڑے شان سے کھڑی تھی، لیکن اب ان بلند و بانگ عمارتوں سے اسے رتی برابر دلچسپی نہیں رہی تھی، بلکہ انہیں دیکھ کر ایک عجیب وحشت اس کے اندر ڈیرہ ڈال رہی تھی۔

''یہاں سے تمہیں نہایت آسانی سے ٹیکسی مل جائے گی، تم مونا کا دیا گیا ایڈریس اسے دکھانا وہ تمہیں مطلوبہ مقام پہ پہنچا دے گا، اگر خطرہ اس قدر زیادہ نہ ہوتا تو ہم خود تمہیں منزل مقصود تک پہنچا دیتے۔'' فضا نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اٹس او کے اینڈ تھینک یو میں اب چلی جاؤں گی۔'' اس نے ان سے زیادہ خود کو حوصلہ دیا تھا، اپنے بیگ کو مضبوطی سے تھاما اور نئے سرے سے چادر درست کرتی باہر نکل آئی۔

''او کے وش یو گڈ لک۔'' وہ دونوں بھی کار لاک کرتیں شاپنگ پلازے کی طرف بڑھ گئیں، وہ دنیا کی مصروف ترین شاہراہ پر تن تنہا کھڑی تھی، کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہاں جانا ہے؟ کس سمت کو جانا ہے؟ منزل معین کہاں ہو گی؟

کچھ پل تو وہ گھبراہٹ میں ادھر ادھر دیکھتی رہی، وہ ایک دم سے گاؤں سے تعلق رکھنے والی لڑکی تھی، اگرچہ اس نے میری اور عدیل ہاشمی کی سنگت میں خود کو کافی سے زیادہ بہادر اور پراعتماد بنا لیا تھا لیکن ابھی تک اس نے جتنے بھی معرکے سر کیے تھے وہ سب میری یا عدیل ہاشمی کے ساتھ ہی کیے تھے، مگر آج وہ تنہا تھی۔

ایک دفعہ تو اس کا دل چاہا کہ کسی گاڑی کے نیچے آ جائے اور ہمیشہ کے لئے اس قصے کو ہی ختم کر دے لیکن کسی نادیدہ قوت نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔

''خبردار! یہ زندگی خدا کی امانت ہے، کیا تم اپنے آخری سہارے کو بھی ناراض کر دو گی؟'' کوئی اس کے اندر سے بولا تھا۔

اس نے خود کو سنبھالا دیا اور ایک سمت کو چل پڑی، سامنے سے ایک کیپ آتی نظر آئی تھی، وہ جلد ہی اسے روکنے کے لئے آگے کی طرف دوڑی اس وقت وہ قطعاً بھول چکی تھی کہ یہ پاکستان نہیں ابوظہبی ہے جہاں ٹریفک کے کچھ قوانین ہیں اس کی دوڑ کے نتیجے میں سامنے سے فل اسپیڈ سے آتی گاڑی اس کے عین سر پہ پہنچ چکی تھی گاڑی کی لائٹس نے اس کی آنکھیں چندھیا دی تھیں، اس نے بھاگ کر دور ہونے کی پوری کوشش کی تھی لیکن اس کے باوجود وہ گاڑی کی سائیڈ سے ٹکرا گئی تھی، فضا میں ایک نسوانی چیخ بلند ہوئی تھی اور وہ لہرا کے نیچے گری تھی۔

☆☆☆

منزہ کی طبیعت اب بہت حد تک سنبھل چکی تھی، صائمہ پھپھو اور شہزاد انکل بھی مطمئن ہو کر آج راولپنڈی روانہ ہو گئے تھے، باقی سب بھی اپنے اپنے کام کاج میں لگ گئے تھے، صرف ایک ماہا تھی جو ابھی تک خود کو سنبھال نہیں پائی تھی، سب کا خیال تھا کہ اس نے منزہ کی بیماری کا زیادہ اثر لے لیا ہے بلکہ صائمہ پھپھو تو جاتے ہوئے اسے چھیڑ رہی تھیں۔

''اب پریشانی چھوڑ دو، تمہاری ساس بالکل بھلی چنگی ہو گئی ہے۔'' باقی سب دبی دبی ہنسی ہنسنے لگے۔

''ماہا شروع سے ہی مجھ سے بہت زیادہ اٹیچ ہے۔'' منزہ نے فوراً اس کی حمایت کی تھی۔

''ہاں ہاں بھابھی جان! آپ اپنی بہو کی طرف داری نہیں کریں گی تو اور کون کرے گا۔'' صائمہ پھپھو نے فوراً ٹکڑا لگایا تھا۔

''صالح بھائی بھی کر سکتے ہیں۔'' ہالہ نے لقمہ دیا، محفل زعفران بن گئی۔

''یہ شخص اور اس کا تذکرہ، کیوں میرا پیچھا نہیں چھوڑ دیتے۔'' اس کا اندر کرلانے لگا، لیکن اس کے جذبات سمجھنے والا کوئی نہیں تھا، اس بیچاری پہ کیا بیت رہی ہے وہ کرب کے کن مراحل سے گزر رہی ہے باقی سب تو اس سے بے خبر تھے۔

''بے خبری کتنی بڑی نعمت ہے، کاش میں

بھی سب کی طرح بے خبر ہوتی۔" اس کے دل نے بے ساختہ خواہش کی تھی، لیکن اب تو ایسا نہیں ہو سکتا تھا، وقت تو لوٹ کر نہیں آ سکتا تھا۔

"شاید اسی میں کوئی مصلحت خداوندی ہے۔" اس نے تھک ہار کے سوچا۔

"لیکن کیوں...... ایسا کیوں ہے؟ یہ شخص کیا چاہتا ہے، کتنے بہروپ ہیں اس کے؟ کیا مقاصد ہیں اس کے...... کیوں کھل کر سامنے نہیں آتا، اندر ہی اندر کون سی گیم کھیل رہا ہے۔" یہی زہریلی سوچیں ایک مرتبہ پھر اسے ڈسنے لگی تھیں اسے لگا تھا اب کی دفعہ وہ سہار نہیں پائے گی، اس کے دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی اس کے قدم خود بخود صالح کے کمرے کی طرف اٹھ گئے۔

وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا کافی مصروف انداز میں اپنا کام مکمل کر رہا تھا چند فائلیں اس کے سامنے کھلی پڑی تھیں، وہ ڈیٹا وہ سیو کرتا جا رہا تھا جبکہ کچھ خاص پوائنٹس سامنے دھری فائل پر اندراج کرتا جا رہا تھا، آج اسے کافی کام تھا اسی لئے وہ کچھ کام گھر میں نمٹا رہا تھا، کیونکہ اگر وہ سارا کام آفس میں کرتا تو لامحالہ اسے آفس سے بہت لیٹ اٹھنا پڑتا اور گھر والوں کا پریشان ہونا یقینی امر تھا۔

اسے دروازہ کھلنے کی آواز تو آئی تھی لیکن وہ اپنے کام میں اس قدر بزی تھا کہ سر اٹھا کر دیکھنے کا بھی وقت نہیں تھا، اپنے کام میں منہمک ہونے کے باوجود اسے اپنے پیچھے کسی کے کھڑے ہونے کا احساس ہوا تھا، یونہی اس نے مصروف سے انداز میں پیچھے مڑ کے دیکھا تو ماہا بالکل اس کے چیئر کے پاس کھڑی تھی، اس کے چہرے کے تاثرات اتنے ناقابل فہم تھے کہ وہ یکدم ٹھٹک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"ماہا...... تم...... خیریت؟" وہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر اس سے پوچھنے لگا۔



ایک عورت کپڑے کی چھوٹی دکان میں گئی جہاں
جوڑوں کی تعداد میں پہلے سلائے ہوئے کپڑے لٹکے تھے
وہ رنگ برنگے کپڑوں کو دیکھتی رہی پھر دکاندار سے بولی۔
"کیا آپ کے پاس کچھ ہے؟"
سیلز گرل نے جواب دیا۔
• محترمہ میرے بیان کو بھی جوڑا ملاحظہ فرمائیے۔

ماہا نے جواب دینے کی بجائے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا، پھر جیسے اچانک اس کی ہمت بندھی ہوئی اس کے عقب سے نکل کر سامنے آئی اور صالح کو حیرت کا شدید ترین جھٹکا لگا تھا، وہ یکدم اس کے قدموں میں بیٹھ چکی تھی۔

"مجھے معاف کر دیں...... مجھ سے مزید برداشت نہیں ہوتا...... میں اب اس بوجھ کو نہیں سہار سکتی، مجھے اس شب و روز کی اذیت سے نجات دلا دیں پلیز...... آپ کو اپنی محبت کا واسطہ...... آپ کو خدا کا واسطہ ہے پلیز...... خدا کے لئے۔"

وہ اس کے قدموں میں بیٹھ کے پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی تھی۔

صالح کے دل کو کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا، ماہا کو اس حالت میں دیکھ کر، اس کی حالت ابتر، بکھرا حلیہ، چہرے پہ مسلسل بہتے آنسو، صالح کے ہر جذبے کو بہا لے گئے تھے اس نے بے بسی سے اسے دیکھا اور بالآخر دل کے ہاتھوں ہار مانتے ہوئے اسے اس اذیت سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا اور کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح ماہا کے سر پہ ہاتھ رکھا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

# محبتوں میں حساب کیسا؟

آٹھویں قسط

مدیحہ تبسم

"چپ کر جاؤ ماہا! روؤ مت پلیز، جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔" اس کے سر پہ ہلکی سی تھپکی دیتے ہوئے صالح نے اسے خاموش کرانا چاہا تھا۔

"میں.....؟ میں کیا چاہوں گی، چاہتے تو آپ ہیں اور پتہ نہیں کیا چاہتے ہیں۔" وہ انہی آنسوؤں کے درمیان چیخ کے بولی تھی۔

"مجھے تو خود نہیں پتہ میں کیا چاہتا ہوں، جو "چاہ" کر یہاں آیا تھا وہ چاہ تو شاید اپنا وجود ہی ختم کر چکی ہے اب تو مجھے خود سمجھ نہیں آ رہی کہ مجھے کیا کرنا ہے۔" وہ کھوئے ہوئے خود کلامی کے سے انداز میں گویا ہوا تھا۔

"آپ کیا "چاہ" کر اور مقصد لے کر یہاں آئے تھے۔" اس کے جملوں نے ماہا کو ٹھٹھکا دیا تھا وہ رونا دھونا بھول کے جرح پہ اتر آئی۔

## ناولٹ



"ماہا!" وہ چیئر گھسیٹتا ہوا کھڑا ہو گیا، انداز میں بے چینی اور اضطراب تھا، ماہا نے بغور اس کے تاثرات کو نوٹ کیا تھا۔

"بہتر ہو گا کہ تم مجھ سے کچھ مت پوچھو، تم نہیں جانتی کتنے بڑے بڑے راز اس سینے میں دفن ہیں، تم تو ان سب باتوں سے بے خبر ہو اور تمہارے لئے بھلائی اسی میں ہے کہ تم بے خبر ہی ہو، ہو سکتا ہے تم حقیقت کو قبول نہ کر پاؤ۔" وہ اسکی طرف پشت کیے بکھرے ہوئے لہجہ میں اسے تنبیہ کر رہا تھا۔

"جب میں اتنی بڑی حقیقت جان گئی ہوں تو آگے کے حالات کیوں نہ جان پاؤں گی؟ آپ بتائیں ماہا کوئی بچی نہیں ہے جو اپنا پسندیدہ چینل چینج کرنے پر رونا، دھونا شروع کر دے گی ماہا ایک سمجھدار لڑکی ہے، وہ زندگی کے اسٹیج پہ ہر قسم کے کردار دیکھنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔" اپنی دائیں ہتھیلی کی پشت سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے



وہ اس کے مقابل آن کھڑی ہوئی تھی۔

''اصرار مت کرو ماہا! تم بہت حساس اور چھوٹا دل رکھتی ہو، اتنی بڑی حقیقت کو شاید قبول نہ کر سکو۔'' اس نے ایک دفعہ پھر اسے سمجھانا چاہا۔

''میں چھوٹا دل رکھتی ہوں؟ میں؟ یعنی ماہا عبداللہ!'' اس نے بے یقین ہوتے ہوئے انگشت شہادت سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے متاسف نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''میرا دل ہرگز اتنا کمزور اور ناتواں نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا ہے تو آج آپ سے آپ کے متعلق سوال کرنے والی میں اکیلی نہ ہوتی بلکہ اس گھر کا ہر فرد آپ سے پوچھتا کہ آپ کون ہیں؟'' وہ بے خوفی سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولی تھی، اس کی آنکھوں میں اتنی کاٹ تھی کہ وہ بے ساختہ نظریں چرا گیا۔

''میں اپنے اس دن کے رویے پر تم سے شرمندہ ہوں ماہا، لیکن تم یقین جانو اس دن جو کچھ بھی ہوا اس میں قطعی میرا قصور نہیں ہے، میرے حواس ہرگز میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے، تم یہ جان چکی ہو کہ میں حقیقی صالح عبدالرحمن نہیں ہوں یہ حقیقت اتنی بھیانک تھی کہ میں شعلوں میں گھر گیا تھا ورنہ میں ہرگز تم پر تشدد نہ کرتا۔'' اسے وہ دن یاد آ گیا جب ماہا نے اس کی گفتگو سن لی تھی، جو وہ صالح سے کر رہا تھا اور اس کا راز لیک آؤٹ ہوا تھا، اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا اور اس نے ماہا پہ ہاتھ اٹھانے سے بھی گریز نہیں کیا تھا، بعد میں جب بھی اسے وہ لمحات یاد آتے اسے ازحد ندامت نے آن گھیرا تھا، لیکن وقت تو ہاتھوں سے پھسل چکا تھا، کئی دفعہ اس نے ارادہ کیا کہ ماہا سے اپنے رویے کی معافی مانگے لیکن ایک ان دیکھی خلیج اس کے ارادے میں حائل ہو جاتی اور وہ اپنی سوچ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔

''اب کیا فائدہ آپ کی شرمندگی کا، کیا آپ کی شرمندگی گزرا ہوا وقت واپس لا سکتی ہے۔'' ماہا تڑخ کر بولی تھی۔

''گزرا ہوا وقت اگرچہ واپس نہیں آ سکتا، لیکن اس کا مداوا تو کیا جا سکتا ہے۔'' وہ کسی غیر مرئی نقطے پہ نظریں جما کے بولا۔

''کون کرے گا یہ مداوا؟'' اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''میں۔'' وہ پراعتماد لہجے میں گویا ہوا۔

''کیسے کریں گے۔'' اس کی آنکھوں میں استہزائیہ کا رنگ واضح جھلک رہا تھا۔

''تم لوگوں کا صالح عبدالرحمن تم تک پہنچا کر۔'' واپس کرسی پہ بیٹھتے ہوئے اس نے پرسکون انداز میں دھماکہ کیا تھا۔

حیرت کی شدت اس قدر زیادہ تھی کہ اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا، وہ بے یقین نظروں سے اسے دیکھے گئی۔

''تم جس اذیت سے دوچار ہو بہت جلد اس سے چھٹکارا پا لوگی، میں تمہیں مزید پریشان نہیں کروں گا، ویسے بھی سعی لاحاصل کا کیا فائدہ، جب منزل ہی بے نام و نشان ہو انسان جتنے چاہے راستے بدل لے سوائے ناکامی کے اسے کچھ حاصل نہیں ہو گا، یہی بات تھی جو میں صالح سے کہا کرتا تھا لیکن وہ ہر دفعہ کہتا، تم زندگی کے بارے میں بہت غلط نظریہ رکھتے ہو، ہر انسان کے لئے ایک منزل منتظر ہوتی ہے، جہاں سے وہ ساری زندگی کا سکون حاصل کرتا ہے، لیکن نہیں اس کا مفروضہ غلط نکلا، میں آج بھی تہی داماں و تہی دست ہوں آج بھی اس دنیا میں کوئی میرا نہیں ہے اور نہ ہی میں کسی کا ہوں، آج بھی میری کوئی شناخت نہیں ہے۔'' کرسی کی پشت سے سر ٹکائے، آنکھیں موندے وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑا رہا تھا، اس کے چہرے پہ کرب و اذیت کا جو جال بکھرا تھا اس نے ماہا کے لبوں کو سی



دیا تھا، وہ گنگ سی اس کی باتیں سن رہی تھی، جس کی سمجھ اسے نہیں آ رہی تھی۔

چند لمحات قبل اس نے جو خوشخبری اسے دی تھی وہ بھی ماہا کو معدوم ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

''حقیقت کیا ہے؟ یہ معمہ کیوں حل نہیں ہو جاتا۔'' وہ ایک مرتبہ پھر برزخ میں اترنے لگی۔

''میں نے تمہیں ایک دفعہ کہا تھا اگر کبھی میری حقیقت اور اصلیت جان پایا تو وہ صالح عبدالرحمن کے بعد ماہا عبداللہ کی ہستی ہو سکتی ہے، تم اب پریشان مت ہو، میں تمہیں ساری حقیقت بتا دوں گا، لیکن مجھے کچھ مہلت دو، میں خود کو سنبھال لوں، جوڑ لوں، پھر تمہیں ہر بات سے آگاہ کر دوں گا چاہے میرا کتنا نقصان ہی کیوں نہ ہو جائے کیونکہ......'' اس نے گفتگو ادھوری چھوڑ کے ماہا کی جانب دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''کیونکہ میں تم سے ہار چکا ہوں ماہا عبداللہ!'' اس نے اپنا جملہ مکمل کیا۔

ماہا نے بے ساختہ ہونٹ کاٹتے ہوئے نگاہیں جھکا لی تھیں، اس کی پیشانی پہ پانی کے کئی قطرے ایک ساتھ نمودار ہوئے تھے۔

چند لمحات پہ مشتمل خاموشی کا ایک مختصر سا وقفہ ان کے درمیان آیا تھا۔

''جوزفین کو پتہ چل جائے تو وہ ہرگز اس بات پہ یقین نہ کرے، وہ تو کہتی تھی تم ہر نازک احساس سے عاری انسان ہو، آج اگر وہ مجھے دیکھ لے تو شاید حیرت سے ہی مر جائے۔'' اس کی نگاہوں میں جوزفین کا سراپا لہرایا، تو بے ساختہ دھیان اس کی طرف چلا گیا، ایک شکستہ سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

''جوزفین میری کلاس فیلو تھی اچھی لڑکی تھی۔'' ماہا کی آنکھوں میں ابھرتے سوال کو دیکھ کر اس نے خود ہی اپنی بات کی وضاحت کر دی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے مزید کچھ بتاتا، اس کے سیل کی بیپ ہونے لگ گئی، وہ ایک طویل سانس خارج کرتا فون کی طرف متوجہ ہوا، جبکہ ماہا نئی الجھنوں میں گھری خاموشی سے پلٹ گئی۔

☆☆☆

''آئم سوری مس! میرے ڈرائیور نے بہت کوشش کی لیکن پھر بھی آپ ٹکرا گئیں آپ کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔'' ایک خوش شکل نوجوان گاڑی سے نکل کر اس کی طرف بڑھا تھا۔

''جی نہیں۔'' بمشکل تھوک نگل کر اپنے خشک حلق کو تر کرتے ہوئے وہ دو لفظ بول پائی تھی، چوٹ تو اسے واقعی زیادہ نہیں آئی تھی، شکر تھا کہ گاڑی کو بروقت بریک لگنے کی وجہ سے وہ کسی بڑے نقصان سے بچ گئی تھی، البتہ روڈ پہ گرنے کی وجہ سے چند خراشیں ضرور پڑ گئی تھیں، لیکن اس کے سر پہ تو پکڑے جانے کا خوف سوار تھا، وہ اسی لئے اتنی بدحواس ہو گئی تھی۔

''اگر آپ نے یہاں قریب ہی جانا ہے تو میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' اس نوجوان نے شاید اپنی کوتاہی کے ازالے کے لئے اسے آفر کر دی تھی، حالانکہ غلطی تو سراسر نازو کی تھی۔

''شکریہ۔'' اس نے اپنا پرس اٹھایا اور چادر سنبھالتی کھڑی ہو گئی، گرنے کی وجہ سے وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ پائی تھی، چادر کا پلو اس کے ہاتھ سے چھوٹا تو اس کا نقاب سرک گیا نازو نے دیکھا نوجوان نے اس کا نقاب سرکتا دیکھ کر فوراً نگاہیں جھکا لی تھیں، اس کے دل پہ ایک گھونسہ پڑا تھا، اسے بے اختیار ہی اسلم یاد آ گیا اور پھر اچانک ہی اس نے اپنا فیصلہ بدل لیا۔

''مجھے اس ایڈریس پر پہنچنا ہے۔'' اس نے اپنے بیگ سے ایک کاغذ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اس نے اس اجنبی سے جو شکل سے بہت مہربان نظر آ رہا تھا، مدد لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اجنبی نے کاغذ اس کے ہاتھ سے تھاما اور اس پہ موجودہ ایڈریس پڑھ کے اس کے چہرے پہ بے اختیار پسینے کے قطرے نمودار ہوئے تھے، اس نے ایک دفعہ عجیب بے یقین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا، نازو غیر ارادی طور پر اپنی چادر درست کرنے لگ گئی۔

"آپ گاڑی میں آ جائیں اتنی دیر باہر کھڑے ہونا مناسب نہیں۔" اس کے لہجے میں کچھ ایسی اپنائیت ضرور تھی کہ وہ خود بخود اس کی تقلید میں گاڑی میں جا بیٹھی۔

"آپ پاکستانی ہیں؟" ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی تو اس نے نازو کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"جی۔" وہ یوں بولی گویا اعتراف جرم کر رہی ہو۔

"میرا نام احمد ہے میں بھی پاکستانی ہوں، میں بزنس کے سلسلے میں شارجہ آیا تھا، پھر وہاں سے آفس کے سلسلے میں ابوظہبی آنا پڑا، اب واپس شارجہ جا رہا ہوں، میرا آپ کو مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے کسی اور عزیز کی طرف چلی جائیں، یہ جگہ جہاں آپ جانا چاہ رہی ہیں کسی طور بھی کسی باعزت لڑکی کے لئے مناسب نہیں ہے۔" اس نے تفصیلاً اسے آگاہ کرتے ہوئے بتایا تھا۔

"باعزت لڑکی۔" نازو کے دل میں درد کی ایک تیز لہر اٹھی تھی۔

"آپ اپنے کسی عزیز کا ایڈریس بتا دیں، میں آپ کو وہاں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" اس کی طویل خاموشی سے اکتا کر احمد نے خود ہی کہا تھا۔

"میرا یہاں کوئی عزیز نہیں ہے، آپ مجھے شارجہ پہنچا دیں، آگے منزل کا تعین میں خود ہی کر لوں گی۔" وہ بولی تو اس کا لہجہ مضبوط تھا۔

اس کے جواب نے احمد کو اچھا خاصا پریشان کر دیا تھا، اس کے ذہن میں کئی سوال کلبلانے لگے تھے، لیکن فی الحال اس نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا تھا، شارجہ پہنچنے تک وہ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم رہے تھے۔

"شارجہ میں میرے ایک دوست کی فیملی رہتی ہے میرا خیال ہے اگر وہاں بیٹھ کر مسئلے کا کوئی حل نکال لیا جائے تو بہتر ہوگا۔" احمد ڈرائیور کے ساتھ آگے بیٹھا تھا جبکہ نازو پچھلی سیٹ پہ بیٹھی تھی، احمد نے رخ اس کی طرف پھیرتے ہوئے اظہار خیال کیا تھا۔

"جی، ٹھیک ہے۔" نازو نے دھیمے لہجے میں تائید کی تھی اور اس کے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا، یہاں کسی نہ کسی پر تو اس نے اعتماد کرنا ہی تھا تو پھر یہی شخص سہی، نجانے اس میں کیا بات تھی کہ دل خود بخود اس پہ اعتماد کرنے کو چاہتا تھا۔

"آیئے۔" گاڑی ایک وسیع و عریض گھر کے سامنے رکی تو احمد نے باہر نکل کر اس کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔

نازو جھجکتے ہوئے باہر نکلی تھی، اس کے دل میں ابھی بھی عدیل ہاشمی کا خوف بیٹھا ہوا تھا بلکہ اب تک تو مونا بھی اس کے مخالف ہو گئی ہو گی جب اسے پتہ چلا ہو گا کہ وہ اسے بھی ڈاج دے گئی ہے۔

"السلام علیکم۔" گیٹ ایک عمر رسیدہ عورت نے کھولا تھا، احمد نے اسے دیکھتے ہی سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام، کیسے ہو بیٹا؟ یہ تو کمال ہو گیا اس دفعہ تو دن میں چاند نظر آ گیا۔" خاتون اسے دیکھتے ہی خوشدلی سے بولی تھیں، ان کے چہرے سے لگ رہا تھا وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی ہیں، ان کی نظر نازو پہ پڑی تو انہوں نے متعجب ہو کر سوالیہ نظروں سے احمد کی جانب دیکھا تھا۔

"اندر آنے کو نہیں کہیں گی۔" وہ ان کی آنکھوں میں ابھرتے سوالیہ نشان کو بھانپ چکا تھا اور اسے اب احساس ہوا تھا کہ اس نے اس لڑکی سے اس کا نام تک نہیں پوچھا۔

"کیوں نہیں، آؤ ناں، آؤ بیٹا۔" وہ خفیف سی ہو کر بولیں، پھر نازو سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے حال چال دریافت کرتے ہوئے ان دونوں کو اندر لے آئیں۔

"آپ لوگ بیٹھو میں چائے لے کر آتی ہوں۔" وہ انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر خود باہر نکل گئیں۔

"آئم سوری مس! لیکن میں تو آپ کا نام بھی نہیں جانتا اس لئے ابھی تک آپ کا تعارف نہیں کروا سکا۔" وہ نازو سے مخاطب ہوا۔

"میرا نام نازنین ہے۔"

"گڈ، اب آپ اپنے بارے میں کچھ بتائیں گی؟" احمد نے اس کی جانب دیکھا، اس نے اگرچہ ابھی تک چادر کو اپنے گرد اچھی طرح لپیٹ رکھا تھا لیکن اب چہرے پہ نقاب نہیں تھا، اس کا چکا چوند حسن دیکھ کر احمد نے بے ساختہ دوسری بار نظریں چرائی تھیں، سوال ہی ایسا تھا کہ وہ مضطرب ہو کر ہونٹ کاٹنے لگی۔

"پتہ نہیں احمد صاحب! میں اس وقت بے حد پریشان ہوں اور خوفزدہ بھی ہوں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ آپ کو کیا بتاؤں؟ صحیح بات تو یہ ہے کہ میں کسی کو بھی کچھ بتانے کے قابل نہیں ہوں۔" وہ ہاتھ مسلتے ہوئے اسے ازحد بے چین لگی تھی۔

"میں کوئی وعدہ تو نہیں کرتا مس نازنین لیکن آپ مجھ پر اعتماد کر سکتی ہیں، مجھ سے جہاں تک ہو سکا میں صرف رضائے الٰہی کی خاطر آپ کی مدد کروں گا۔" وہ پر اعتماد لہجے میں بولا۔

اسی وقت وہی خاتون چائے کی ٹرالی لوازمات سمیت لئے اندر داخل ہوئیں۔

"ارے ذکیہ آنٹی آپ کن تکلفات میں پڑ گئی ہیں۔" احمد انہیں دیکھتے ہی بولا۔

"اتنے عرصے بعد تو کوئی اپنا آتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ کم از کم سوڈشز تو ضرور ہی بناؤں۔" وہ چائے کپوں میں انڈیلتے ہوئے بولیں۔

"نازنین! یہ ذکیہ آنٹی ہیں، ان کے بھانجے میرے بہت اچھے دوست ہیں، وہ پاکستان میں ہوتے ہیں جب یہ ان کی آنٹی ہیں تو پھر میری بھی آنٹی ہوئیں اور آنٹی یہ نازنین ہیں اور پاکستانی ہیں۔" احمد نے اس کا تعارف کروایا۔

"ماشاءاللہ نازنین بیٹا آپ یہ لو ناں میں نے خود بنایا ہے۔" انہوں نے سراہتی نظروں سے اس کا جائزہ لیا پھر کیک اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولیں۔

"شکریہ آنٹی!" نازو نے ہلکی مسکان سمیت کیک کا ایک چھوٹا سا پیس لیا۔

وہ دل میں تہیہ کر چکی تھی وہ احمد کو سب کچھ سچ سچ بتائے گی اب وہ کسی جھوٹ کا سہارا نہیں لے گی۔

"اللہ تعالیٰ جو سچ پر عطا کرتے ہیں وہ جھوٹ پر کبھی نہیں مل سکتا۔" اس سوچ نے اسے اندر تک مطمئن کر دیا تھا۔

☆☆☆

میرا سوہنا سجن گھر آیا
عید ہو گئی میری
مجھے چاند نظر آ گیا

کچن میں داخل ہوتے ہی ہالہ کا ریکارڈ بجنے لگا تھا، جہاں رمشاء برگر کے آگے کھڑی کباب فرائی کر رہی تھی، آج ارغان، منزہ کی عیادت کے لئے آیا ہوا تھا، سعدیہ اور فاروق صاحب تو دو دفعہ آ چکے تھے، لیکن ارغان شہر سے باہر ہونے کی وجہ سے ابھی تک نہیں آ سکا تھا، آج ہی اس کی شہر واپسی ہوئی تھی اور آج ہی وہ آ گیا تھا، اگرچہ منزہ

اب بالکل ٹھیک ٹھاک تھیں لیکن اس کے پاس تو اچھا خاصا بہانا تھا اپنی منکوحہ سے ملنے کا، پھر وہ اسے ضائع کیوں کرتا، جبکہ یہاں ہر کوئی آتے جاتے رمشاء کو چھیڑ رہا تھا۔

''وہاں کھڑے ہو کر فضول راگ الاپنے سے بہتر ہے یہاں میرے ساتھ کچھ ہیلپ کروا دو۔'' رمشاء نے ہالہ کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

''بھئی تم خود ہی اپنے شوہر کی سیوا کر کے ثواب دارین حاصل کرو، میں ہیلپ کرواؤں گی تو خوامخواہ تمہاری نیکیوں میں کمی آجائے گی۔'' ہالہ نے صاف ہری جھنڈی دکھائی۔

''زیادہ علامہ بننے کی ضرورت نہیں ہے کل کو تم پر بھی یہ وقت آسکتا ہے پھر مجھ سے کوئی اچھی توقع مت رکھنا، میں نہایت سخت گیر قسم کی آپا ثابت ہوں گی۔'' رمشاء نے تپ کر اسے دھمکایا تھا۔

''اے لو تم تو ناراض ہی ہو گئی میں تو مذاق کر رہی تھی۔'' ہالہ کے سارے کس بل ایک سیکنڈ میں رفو چکر ہو گئے تھے، رمشاء نے دھمکی ہی ایسی لگائی تھی۔

''سمجھدار لگتی ہو، چلو اب فریج میں سے نگٹس کا ڈبہ نکال کر اوون میں بیک کر لو۔'' رمشاء نے فاتحانہ انداز میں آرڈر جاری کیا۔

''تم لوگ کیا ولیمہ کا انتظام کرنے بیٹھ گئی ہو، تائی جان کہہ رہی ہیں جلدی کچھ اندر بھیجو بچہ بچارہ پیاسا بیٹھا ہوا ہے۔'' غوری اندر داخل ہوتے ہی دہائی دینے لگا تھا، ہالہ پر نظر پڑی تو فوراً اس کے ابرو تن گئے۔

''یہ سست بوا! چولہے کے سامنے کھڑی ہیں آنے والا مہمان بیچارہ، اس کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔'' انداز سخت متاسفانہ تھا ہالہ کے تو سر پہ لگی تلوؤں پہ بجھی۔

''ہر کوئی تمہاری طرح بدذوق نہیں ہوتا جس کے اندر آج تک کھانے کا ٹیسٹ ڈویلپ نہیں ہو سکا اور مسٹر عینک والا جن میرے ہاتھ کے کھانے نہ کھانے والا پچھتاتا ہے، جو ایک دفعہ کھا لیتا ہے اسے تو ساری زندگی میرا احسان مند رہنا چاہیے۔'' اس نے کٹیلے لہجے میں اپنی بے عزتی کا بدلہ چکایا، ادھار رکھنے کی وہ ہرگز قائل نہیں تھی۔

''سبحان اللہ! ماشاللہ! اپنا قد دیکھو اور اپنی خوش فہمیاں دیکھو۔'' اس کا انداز صاف تمسخر اڑانے والا تھا۔

''یہ خوش فہمی نہیں خود شناسی ہے۔'' اس نے ناک سکوڑتے ہوئے اطلاع فراہم کی۔

''میں قربان نہ جاؤں ایسی خود شناسی پہ۔'' وہ ایک ایک لفظ چبا کے بولا۔

''چلے جاؤ۔'' کیا انداز بے نیازی تھا وہ سلگ ہی تو اٹھا۔

''میں اور تمہارے قربان جاؤں؟ تمہاری کس کس خوش فہمی کا علاج کرے بندہ۔'' وہ افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''تم بس اپنے دماغ کا علاج کراؤ جس کے کل پرزے ڈھیلے ہو چکے ہیں، اوروں کی فکر میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے، پہلے ہے وہ سے جل جل کے سوکھے چھرخ ہو چکے ہو۔'' اس نے ناک چڑھا کے نخوت سے کہا، حملہ شدید تھا غوری کا آگ بگولہ ہونا یقینی امر تھا۔

''خاموش ہو جاؤ تم دونوں ہر وقت چونچیں لڑاتے رہتے ہو، غوری! تم یہ لے کر اندر چلو اور ہالہ تمہیں میں نے ایک کام کہا تھا وہ بھی تم سے نہیں ہو سکا، جتنا زبان کا استعمال کرتی ہو اتنا ہاتھوں کا بھی کر لیا کرو۔'' رمشاء نے بڑی بجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے ہالہ کو اچھا خاصا لتاڑ کر رکھ دیا تھا اور غوری کو ٹرالی تھماتے ہوئے باہر جانے کا اشارہ کیا تھا، اسے پتہ تھا اگر یہ دونوں مزید کچھ دیر تک جاری رہے تو کچن تیسری جنگ عظیم کا نقشہ پیش کر رہا ہوگا چند لمحات بعد۔

غوری اسے کچا چبا جانے والی نظروں سے گھورتا ہوا ٹرالی دھکیلنے لگا تھا گویا ٹرالی کے پہیوں کے نیچے ہالہ کو رگید رہا ہو۔

''دیکھا اس لم ڈھینگ کو کیسے گھور رہا تھا مجھے جیسے ابھی چبا ڈالے گا۔'' اس کے جاتے ہی ہالہ رمشاء کے سر ہو گئی۔

''بس کر جایا کر ہالہ، تم اب بچی تھوڑی ہو، جو ہر وقت مرچیں چبائی رہتی ہو۔'' رمشاء اسے ڈپٹتے ہوئے بولی۔

''ہاں تم جو نکاح کروا کے دادی اماں بن گئی ہو۔'' منہ پھلا کے کہتی وہ بسورتی ہوئی باہر نکل گئی۔

''یہ کیا تم کچن میں کھڑی ہو اور تمہارے موصوف تمہارے دیدار کے لئے بے قرار ہو رہے ہیں۔'' ماہا اسے ڈھونڈتے ہوئے کچن میں آن پہنچی تھی۔

''کیا...... آ...... آ......'' رمشاء نے بدک کے اسے دیکھا۔

''جی جناب مجھ سے اسپیشل درخواست کی گئی ہے کہ آپ کی ملاقات کا انتظام کروں۔'' ماہا نے معنی خیزی سے دیدے گھمائے۔

''مم...... مجھے نہیں ملنا۔'' وہ فوراً بولی، دل نے تو اس کے مطالبے پہ ہی اپنی لے تبدیل کر لی تھی، وہ کیونکر اس کا سامنا کر پاتی۔

''تمہیں کیوں نہیں ملنا، فضول میں اعتراض مت کرو، میں نے تائی امی سے بھی اجازت لے لی ہے اور ویسے بھی وہ اب تمہارا شوہر ہے رمشاء بس چند لمحے ڈرائنگ روم میں تم سے ملنا چاہتا ہے اور اس میں اعتراض والی کوئی بات بھی نہیں۔'' ماہا نے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھتے ہوئے اسے سمجھایا۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن...... مجھے شرم آتی ہے۔'' اس نے ہچکچا کے عذر بیان کیا۔

''یہ تو اور اچھی بات ہے تم اسے شرما شرما کے دکھانا وہ اور تم پہ فدا ہوگا۔'' ماہا نے مسکراہٹ لبوں میں دبا کے اسے چھیڑا۔

''ماہا کی بچی!'' وہ سرخ پڑ گئی، ماہا کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

''چلو اب اچھے بچوں کی طرح ہاتھ منہ دھو لو، حلیہ درست کر لو آ جاؤ۔''

☆☆☆

کمرے میں ہر طرف خاموشی کا راج تھا، صرف دو نفوس کے سانس لینے کی آواز وقفے وقفے سے کمرے کے ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں، نازو نے احمد کو سب کچھ بتا دیا تھا، بغیر لگی لپٹی کے اپنے بارے میں بھی بتا دیا تھا احمد اس کی روداد سن کے خاموش ہو گیا تھا۔

''اب آپ نے کیا سوچا ہے۔'' طویل خاموشی کے بعد احمد اس کی جانب متوجہ ہوا تھا، اس کی نگاہوں میں نازو کے لئے نہ تحقیر تھی نہ تذلیل بس وہی رویہ تھا جیسا ابتدا سے تھا۔

''آپ کو میری داستان سن کے مجھ پر غصہ نہیں آیا؟'' نازو کے نہ صرف لہجے بلکہ آنکھوں میں بھی شدید حیرت تھی، اس کا خیال تھا کہ اس کی اسٹوری سننے کے بعد وہ ایک سیکنڈ کی تاخیر کیئے بغیر اسے نکال باہر کرنے لگا اور کہے گا۔

''جاؤ بی بی! میں گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔'' لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا تھا وہ اپنے سابقہ نرم انداز میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔

''آپ نے ٹھیک کہا ایسی لڑکیاں میری نظر میں دو کوڑی کی بھی وقعت نہیں رکھتیں۔'' وہ ٹھہرے ہوئے نرم لہجے میں اس کی بات کی تائید کرتے ہوئے بولا، نازو کے چہرے کی رنگت متغیر ہو گئی، جبکہ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے

مزید کہنے لگا۔

”اور مجھے آپ کی بات سن کے غصہ بھی بہت آیا، لیکن جزا اور سزا کا فیصلہ سنانے والا میں کون ہوتا ہوں، آپ نے میرے ساتھ تو برائی نہیں کی مجھ سے تو اس حال میں آپ کی ملاقات ہوئی ہے کہ آپ اپنے فعل پر شرمندہ ہیں، اب اگر میں بھی آپ کو دھتکار دوں اور آپ خدانخواستہ کسی غلط ہاتھ میں چلی گئیں تو کیا مجھے اس جرم کی سزا نہیں ملے گی؟ کیا میں ساری زندگی اپنے آپ کو معاف کر سکوں گا؟ ہرگز نہیں۔“ وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

”جب اللہ توبہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں اسے سزا دینے والے۔“ وہ اپنی بات کہہ کر خاموش ہو گیا۔

نازو کی آنکھوں سے سیلاب بہنے لگا، اسے خود سے حد درجے نفرت محسوس ہوئی کتنی بدقسمت تھی وہ غلاظت کے ڈھیر میں لتھڑ کر خود پہ فخر محسوس کرتی تھی، یہی تعلیم جب اسے اس کی ماں دیتی تھی تو وہ خاطر میں نہ لاتی تھی آج جبکہ وقت نے اسے اس کی اوقات یاد دلائی تھی تو اسے ہر منظر صاف اور واضح دکھائی دینے لگ گیا تھا۔

”آپ روئیں مت خود کو سنبھالیں آپ بتا رہی تھیں کہ تمام کاغذات آپ کے پاس موجود ہیں تو میرا آپ کو یہی مشورہ ہے کہ آپ واپس پاکستان چلی جائیں، اپنے والدین سے معافی مانگ لیں یا انہیں کوئی بھی کہانی گھڑ کے سنا دیں جس سے آپ کی عزت برقرار رہے، آپ کے والدین یقیناً آپ کو معاف کر دیں گے۔“ احمد نے اسے مشورہ دیا تھا۔

”ہمارے معاشرے میں ہر فرد کی سوچ آپ جیسی نہیں ہے احمد صاحب! ویسے بھی میرے کالج سے میرے گھر والوں کو تمام معلومات مل گئی ہوں گی، ہمارے گاؤں کی روایات اس معاملے میں بہت سخت ہیں اور ہونی بھی چاہئیں، ویسے بھی مہرین مجھے اتنی جلدی نہیں بھولے گی، وہ یقیناً میرے گھر پہ نظر رکھے ہوئے ہو گی، کیونکہ میں اب اس کے لئے خطرہ بن چکی ہوں۔“ وہ نفی میں سر ہلا کر اس کی رائے کی تردید کرنے لگی۔

”تو پھر کیا کریں گی آپ؟“ وہ پریشانی سے اسے دیکھنے لگا۔

”جو اللہ کو منظور ہوا، آپ کا بہت شکریہ، آپ نے مجھے ایک خطرے سے نکال دیا، میں تاعمر آپ کی احسان مند رہوں گی، آپ مجھے اجازت دیں میں کوئی نہ کوئی راستہ ڈھونڈ ہی لوں گی۔“ وہ نم لہجے میں پلکوں کو جھکاتے ہوئے بولی، اس فرشتہ صفت انسان کو وہ مزید پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔

”آپ شاید اس ملک کے حالات سے واقف نہیں، یہاں تو ہر قدم پہ آپ کے لئے خطرہ ہے۔“ وہ فکر مند ہوا، پھر کافی دیر خاموش رہا، اس کے ماتھے پہ شکنوں کا جال بچھا تھا گویا وہ کچھ سوچ رہا ہو۔

”میرا خیال ہے میں آپ کو ذکیہ آنٹی کے پاس ہی چھوڑ دیتا ہوں، یہاں آپ محفوظ رہیں گی، ذکیہ آنٹی اپنے شوہر اویس انکل کے ساتھ رہتی ہیں، ان کی دو بیٹیاں ہیں دونوں ہی بیاہ کر لندن جا چکی ہیں یہ دونوں ہی یہاں رہتے ہیں، دونوں میاں بیوی بہت مخلص ہیں مجھ سے بھی بہت پیار کرتے ہیں، میرا خیال ہے وہ آپ کو یہاں رکھنے میں خوشی محسوس کریں گے۔“ اس نے بالآخر ایک حل نکال ہی لیا تھا۔

”اگر اس کے مکینوں کو اعتراض نہ ہو تو یہ میرے لئے ان کا بہت بڑا احسان ہو گا۔“ اسے اپنے دل کے ایک حصے میں اطمینان اترتا محسوس ہوا تھا۔

”یقیناً نہیں ہو گی کیونکہ میں انہیں کافی



عرصے سے جانتا ہوں۔“ احمد کے لہجے میں یقین بول رہا تھا۔

”اور آپ بھی جب شارجہ آتے ہیں تو یہیں ٹھہرتے ہیں؟“ اس نے جھجکتے ہوئے دریافت کیا۔

”نہیں میں تو آفس کی طرف سے ہوٹل میں ہی ٹھہرتا ہوں، البتہ جب تک یہاں رہتا ہوں فارغ وقت میں چکر لگا لیتا ہوں، اب تو ویسے بھی پرسوں میری واپسی ہے اور کل مجھے اپنی فیملی کے لئے شاپنگ کرنی ہے ذکیہ آنٹی اکثر میرے ساتھ شاپنگ پہ چلی جاتی ہیں ان کی وجہ سے لیڈیز شاپنگ میں آسانی رہتی ہے۔“ اس نے تفصیلاً اسے آگاہ کیا۔

”آپ پاکستان میں کہاں رہتے ہیں؟“ نازو نے ایک اور سوال کیا۔

”لاہور میں اپنی بیوی اور بچی کے ساتھ۔“ اپنے گھر والوں کے ذکر پہ اس کے چہرے پہ بڑی خوبصورت سی مسکان چمکی تھی۔

”آ..... اچھا۔“ نجانے کیوں یہ جان کر کہ وہ شادی شدہ ہے نازو کا دل تڑپ کے رہ گیا تھا اک بے چینی کی لہر اسے اپنے اندر اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔

”کتنی خوش قسمت ہو گی وہ عورت جو اس کی بیوی ہو گی۔“ اس کے دل میں حسرت کی اک ٹیس اٹھی تھی۔

پھر آگے کے معاملات نہایت آسانی سے طے پا گئے تھے اور بالکل ویسا ہی ہوا تھا جیسا احمد نے خیال ظاہر کیا تھا، ذکیہ آنٹی اور اویس انکل نے راضی خوشی اسے قبول کر لیا تھا، احمد نے انہیں بتایا تھا کہ یہ میرے ایک دوست کی کزن ہے اور نامساعد حالات کی وجہ سے کچھ دیر آپ کے پاس رہنا چاہتی ہے، وہ دونوں تو پہلے ہی تنہائی کا شکار تھا فوراً مان گئے۔

احمد اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا اور دو دن بعد جب اس کی فلائیٹ تھی تو وہ ان سب سے ملنے آیا تھا آخر میں نازو سے بھی ملا تھا۔

”آپ کوشش کیجئے گا کہ زیادہ گھر سے باہر نہ نکلیں اگر نکلنا بھی پڑے تو چہرہ کور کر کے نکلیں کیونکہ ابھی آپ کے لئے بہت خطرہ ہے ایسے لوگوں کے ہاتھ بہت لمبے ہوتے ہیں اور ہاں آئندہ کسی کو اپنے بارے میں زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے جب خطرہ ٹل جائے گا تو کوئی حل نکال لیں گے، میں اب جا رہا ہوں۔“ جاتے وقت وہ اسے ضروری ہدایات دینے لگا تھا۔

”آپ دوبارہ کب آئیں گے؟“ آنسو نازو کے حلق میں پھنسنے لگے تھے۔

نجانے دو دنوں میں ہی اس شخص سے کیسا تعلق بندھ گیا تھا کہ وہ ہر وقت اسی کے خیالوں میں کھوئی اسے سوچتی رہتی یہ جاننے کے باوجود بھی کہ وہ کسی اور کا ہے، کوئی اس کی ذات پہ پورا حق رکھتا ہے۔

”جلد آؤں گا، جب بھی خدا کو منظور ہوا، آپ کو اگر کوئی بھی مسئلہ ہو تو ذکیہ آنٹی کو ضرور بتائیے گا اور اپنا خیال رکھیے گا، اللہ حافظ۔“ اپنے مخصوص نرم لہجے میں کہتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ نازو پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی جیسے کوئی بہت اپنا بچھڑ گیا ہو۔

☆☆☆

کب تک رہو گے آخر یوں دور دور ہم سے
ملنا پڑے گا آخر اک دن ضرور ہم سے
دامن بچانے والے یہ بے رخی ہے کیسی
کہہ دو اگر ہوا ہے کوئی قصور ہم سے
ہم چھین لیں گے تم سے ہر شان بے نیازی
تم مانگتے پھرو گے اپنا غرور ہم سے

وہ زمین پہ نظریں گاڑے بیٹھی تھی جبکہ ارغان نے پرشوق نگاہوں سے اسے دیکھتے

ہوئے اشعار پڑھے تھے، رمشاء کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا، ماہا نے زور زبردستی سے اسے اندر تو بھیج دیا تھا، لیکن اسے اس قدر شرم آ رہی تھی کہ نگاہیں اوپر ہی نہیں اٹھائے جا رہی تھیں، وہ تو بس سلام کر کے اس سے قدرے فاصلے پر رکھے سنگل صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔

"اور سناؤ کیسی گزر رہی ہے۔" ارغان نے خود ہی سلسلہ کلام شروع کیا تھا، وہ جانتا تھا کہ رمشاء کی عادت کیسی ہے، اسی لئے اس کی جھجک کو دور کرنے کے لئے اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"ٹھیک۔" اس نے یونہی نگاہیں جھکائے جواب دیا۔

"اسٹڈی کیسی چل رہی ہے اور ایگزامز کب ہو رہے ہیں۔" وہی ہلکی پھلکی گفتگو اس نے جاری رکھی۔

"اسٹڈی بھی ٹھیک ہے اور ایگزامز میں ابھی تین چار ماہ رہتے ہیں۔" وہ بھی قدرے ریلیکس ہو کے بولی۔

"آہ...... اس کا مطلب ہے ابھی جدائی کے تین چار ماہ باقی ہیں۔" اس نے ایک طویل سرد آہ بھرتے ہوئے لہجے میں درد سمویا۔

"جی...... کیا مطلب......؟" رمشاء نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"ہائے، کیا مطلب، مطلب سمجھاؤں تمہیں میری زندگی، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ابھی تمہارے فائنل ایگزامز میں تین چار ماہ پڑے ہیں تو اسی لحاظ سے تمہاری رخصتی بھی لیٹ ہو جائے گی چار مہینے ایگزامز تک کے نکال دو اور ایک مہینہ شادی کی تیاری میں یعنی کم از کم پانچ مہینے باقی ہیں ابھی، تمہیں رخصت کروانے میں۔" اس کی کند ذہنی پہ افسوس کرتے ہوئے وہ اسے سمجھانے لگا۔

"جی نہیں۔" وہ فوراً چمک کر بولی۔

"جی نہیں، یعنی پانچ مہینے زیادہ ہیں ناں، مجھے بھی یہی لگتا ہے پھر ایسا کرتے ہیں اگلے ہفتے رخصتی کروا لیتے ہیں خود ہی پڑھتی رہنا بعد میں۔" وہ درمیان ہی سے اس کی بات اچک کے بولا۔

"افوہ، ایک تو آپ اپنی ہی ہانکے جاتے ہیں، دوسرے کی نہیں سنتے مجھے نہیں کروانی اتنی جلدی رخصتی، ابھی پڑھنا ہے مجھے۔" اس نے جھنجھلاتے ہوئے اپنی بات پر زور دے کر کہا۔

"تو پڑھتی رہنا ناں، تمہیں روک کون رہا ہے۔" اس نے گویا بات ہی ختم کر دی۔

"آپ پڑھنے دیں گے مجھے؟" رمشاء نے خفگی سے پلکیں اٹھا کے اسے دیکھا۔

"امتحان کے دنوں میں، میں تمہیں بالکل ڈسٹرب نہیں کروں گا۔" اس کی بات کو انجوائے کرتے ہوئے اس نے قہقہہ لگایا تھا انداز سراسر معنی خیزی لئے ہوئے تھے رمشاء سرخ پڑ گئی۔

"لیکن پرامس نہیں کرتا، آخر کو بندہ بشر ہوں غلطی کوتاہی سرزد ہو سکتی ہے۔" اس کے چہرے کے تاثرات سے حظ اٹھاتے ہوئے اس نے مزید اسے چھیڑا۔

"رمشاء! یہاں آؤ میرے پاس۔" اس نے گمبھیر لہجے میں اسے پکارتے ہوئے اپنے پاس بلایا تھا، رمشاء کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"رمشاء آؤ ناں۔" پیار بھرے لہجے میں اصرار کیا گیا۔

رمشاء بمشکل اٹھی ایک ایک قدم من من بھر کا لگ رہا تھا، چند قدم کا فاصلہ طے کرنے میں ہی وہ پسینے سے شرابور ہو گئی تھی، وہ قریب پہنچی تو ارغان نے خود ہی ہاتھ پکڑ کے اسے اپنے برابر بٹھا لیا۔

"میرا نہیں خیال تھا کہ میں تم سے اتنی شدید محبت کرنے لگوں گا، شاید یہ ہمارے درمیان ایک مضبوط تعلق بندھ جانے کی وجہ سے ہوا ہے کہ میری محبت میں روز بروز شدت بڑھتی جا رہی ہے۔" دایاں بازو اس کی کمر کے گرد حمائل کر کے اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے وہ محبت سے چور لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"کیا تم بھی ایسا ہی فیل کرتی ہو رمشاء! نکاح کے بولوں نے تم پر بھی وہی اثر کیا ہے جو مجھ پر کیا ہے، کیا تم بھی میرے لئے کچھ الگ فیلنگز رکھتی ہو۔" اپنے بائیں ہاتھ سے اس کے چہرے پہ آتیں آوارہ لٹوں کو پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

رمشاء کی پلکیں لرزنے لگیں، مارے حیاء کے اس سے کچھ بولا ہی نہیں جا رہا تھا ارغان کی نرم گرم نگاہیں اسے پزل کیے جا رہی تھیں۔

"بتاؤ ناں رمشاء! کیا تم بھی محبت میں اس حد تک پہنچ چکی ہو یا میں اکیلا ہی ان راہوں کا مسافر ہوں۔" اگرچہ اس کے دل کا حال اس کے چہرے سے عیاں تھا پھر بھی وہ اس کی زبان سے سننے کا متمنی تھا۔

"جی...... جی...... ای...... ای۔" اپنی پوری طاقت صرف کر کے وہ بمشکل اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"تھینک یو، تھینک یو سو مچ رمشاء! آج تم نے مجھے معتبر کر دیا ہے۔" اس کا چہرہ خوشی سے جگمگا اٹھا۔

"پھر کیا خیال ہے کروا لوں رخصتی؟" اس نے شرارتی لہجے میں استفسار کیا۔

"نہیں۔" ترنت جواب آیا تھا، ارغان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"اب تو بڑی جلدی جواب آیا ہے۔" وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا، رمشاء کے لبوں پہ ہلکی سی مسکان نے چھب دکھلائی تھی۔

"او کے اب چلتا ہوں، اپنا خیال رکھنا ڈھیر سارا۔" وہ اس پر جھکا اور اپنے پیار کی مہر اس کے ماتھے پہ ثبت کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

وہ جا چکا تھا لیکن خوشبو کا ایک حصار سے اپنے چاروں طرف محسوس ہو رہا ہے، وہ ابھی تک اسی ٹرانس میں مقید تھی۔

"کم بیک مس رمشاء! آپ کے مجازی خدا تشریف لے جا چکے ہیں۔" ماہا نے اندر داخل ہوتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا تو وہ ایک دم ہوش میں آئی۔

"ویسے بائی دا وے کیا راز و نیاز ہو رہے تھے۔" ماہا نے اس کی طرف جھکتے ہوئے راز دارانہ لہجے میں دریافت کیا تھا۔

"راز و نیاز بتائے نہیں جاتے۔" اس نے ٹکا سا جواب دیا۔

"نہیں...... ایں...... ایں۔" ماہا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"تم نے تو ابھی سے آنکھیں ماتھے پہ رکھ لی ہیں بعد میں تمہارا کیا بنے گا۔" ماہا نے دانت پیستے ہوئے کشن کھینچ کے اسے دے مارا تھا۔

"اوئی میرے اللہ! مار ڈالا ظالم، میں تو بھول ہی چکی تھی کہ تم مستقبل قریب میں مری اکلوتی بھابھی بننے والی ہو، تم تو نہایت ظالم بھابھی ثابت ہو گی، ہائے میرا شریف اکلوتا بھائی صالح۔" رمشاء نے دہائی دے ڈالی۔

اور ماہا کا فلور کشن کی طرف بڑھتا ہاتھ بے بس سا کن ہو گیا تھا، وہ جتنا اس حقیقت کو جھٹلانا چاہتی تھی اتنا ہی زہریلی سوچوں اور الفاظ کا اژدھا پھن کھولے کھڑا ہو جاتا تھا اور وہ ہر دفعہ خود کو پہلے سے بڑھ کر بے بس پاتی تھی۔

☆☆☆

اسے اتنا بتا دینا
میں اس سے دور ہو کر بھی
بہت مجبور ہو کر بھی
دکھوں سے چور ہو کر بھی
اسی کو یاد کرتا ہوں

اسے اتنا بتا دینا
میں دکھ اپنے چھپا کر بھی
خوشی کے گیت گا کر بھی
ہنسی ہونٹوں پہ سجا کر بھی
اسی کو یاد کرتا ہوں
اسے اتنا بتا دینا
جہاں کے غموں میں کھو کر بھی
میں دل کے داغ دھو کر بھی
کسی کے پاس ہو کر بھی
صرف اسی کو یاد کرتا ہوں

نازو تو وہ نازو ہی نہ رہی تھی کوئی اسے دیکھ لیتا تو پہچان نہ پاتا، ذکیہ اور اویس کو تو اس کی شکل ایک بیٹی مل گئی تھی، وہ سارا دن دونوں کی خدمت کرتی، ذکیہ آنٹی کو تو وہ بالکل کوئی کام کرنے نہیں دیتی تھی، وہ دونوں اسے دعائیں دیتے نہ تھکتے تھے۔

گھر کے کاموں کے بعد جو وقت بچ جاتا وہ زیادہ تر کلام پاک کی تلاوت میں گزر جاتا، رات کو وہ جلدی سو جاتی تھی کیونکہ صبح اسے تہجد کے لئے اٹھنا ہوتا تھا، وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتی رہتی، اپنے والدین کے لئے دعا کرتی، ایسا کر کے اسے بہت سکون ملتا تھا۔

ہاں ایک چہرہ ایسا تھا جو اسے بہت ڈسٹرب کرتا تھا اور وہ تھا احمد کا چہرہ جانے میں انجانے، اختیار میں بے اختیاری میں ہر وقت وہ اسی کے خیالوں میں کھوئی رہتی، پتہ نہیں کیا بات تھی دل کیوں اس شخص کی طرف لپکتا تھا، کیوں اس کے دیدار کے لئے، اس کی آواز سننے کے لئے ہمکتا رہتا تھا، حالانکہ احمد کی نظروں میں یا رویے سے ایسی کسی بات کا اظہار نہیں ہوا تھا، اس کے لہجے و انداز اور آنکھوں میں نازو کے لئے ہمیشہ پاکیزہ تاثرات ہی رہے تھے اور شاید اسی بات نے نازو کو گھائل کر دیا تھا۔

یہ جانتے بوجھتے بھی کہ وہ شادی شدہ اور ایک بچی کا باپ ہے وہ خود کو بے اختیار اور بے بس محسوس کرتی تھی، دن پر دن گزرتے جا رہے تھے لیکن احمد کی آمد کے کوئی آثار نہیں تھے، آخر خدا خدا کر کے تقریباً سات ماہ بعد ذکیہ آنٹی نے کل اس کے آنے کی نوید سنائی تھی نازو کو اپنی سماعت پہ یقین نہیں آ رہا تھا۔

''بیٹا! کھانے میں ذرا اہتمام کر لینا، میں نے احمد سے کہا ہے اس دفعہ ائیر پورٹ سے سیدھا اسی طرف آئے۔'' ذکیہ آنٹی نے اسے اطلاع دی وہ سر ہلا کر کچن میں چلی گئی۔

نازو کا دل دھک دھک کر رہا تھا اسے محسوس ہوا عدیل ہاشمی سے ملاقات کے وقت اس کی کبھی ایسی حالت نہیں ہوئی تھی، اس نے ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھا، دوپٹہ سر سے سیٹ کیا اور ٹرالی دھکیلتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

''السلام و علیکم!'' اندر داخل ہو کر اس نے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام کیسی ہیں آپ؟'' احمد نے خوشدلی سے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے خیریت دریافت کی تھی۔

حسن میں تو وہ یکتا تھی ہی، لیکن آج اس کے چہرے پہ نورانیت کی عجیب چمک نظر آ رہی تھی، جس نے اس کے حسن کو پاکیزگی بخش کر مزید نکھار عطا کیا تھا احمد نے بامشکل اپنی نظر چرائی تھی۔

''الحمدللہ میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں۔'' نگاہیں جھکا کر چائے کپوں میں انڈیلتے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

''اللہ کا احسان ہے، اتنے زیادہ تکلف کی کیا ضرورت تھی، میں تو سادہ سا بندہ ہوں خالی چائے پی کر ہی خوش ہو جاؤں گا۔'' اس کا اشارہ ڈھیروں لوازمات کی طرف تھا۔

''بھئی یہ سارا اہتمام تو نازنین بیٹی نے خاص تمہارے لئے کیا ہے۔'' اویس انکل فوراً بول اٹھے تھے۔

''پھر یہ تو میرے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے۔'' اس نے مسکرا کر کہا اور نازو کو لگا تھا اس کی ساری محنت سود سمیت وصول ہو گئی ہے۔

یونہی خوشگوار موڈ میں ہلکی پھلکی باتوں کے درمیان چائے پی گئی تھی، ذکیہ آنٹی اور اویس انکل نے احمد کے سامنے اس کی خوب تعریفیں کی تھیں، وہ بیچاری شرمندہ ہوتی رہی کہ وہ اس قابل کہاں ہے۔

''میرا خیال ہے اب آپ کچھ دیر آرام کر لو، تھکاوٹ ہو گئی ہو گی، دوپہر کے کھانے پر ملاقات ہو گی۔'' اویس انکل نے احمد کو مخاطب کر کے کہا، تو اس نے بھی سر اثبات میں ہلاتے ہوئے ان کی تائید کی تھی، نازو لنچ کے اہتمام میں لگ گئی جبکہ اویس انکل احمد کو چھوڑنے گیسٹ روم کی طرف بڑھ گئے۔

☆☆☆

''اب پھر آپ نے کیا سوچا ہے اپنے بارے میں۔'' شام کے سائے پھیل رہے تھے وہ دونوں اس وقت ٹیرس پہ بیٹھے تھے اویس انکل اور ذکیہ آنٹی کسی عزیز کی شادی میں گئے تھے، نازو اگرچہ یہاں اچھی طرح سیٹل ہو گئی تھی اور اب تو خطرہ بھی کافی حد تک کم پڑ چکا تھا، کیونکہ اس عرصے میں کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا تھا، وہ سوچ رہا تھا کہ نازو بہت حسین اور نوجوان لڑکی ہے وہ زیادہ دیر معاشرے میں تنہا نہیں رہ سکتی، لہٰذا اس کی کسی اچھی جگہ شادی ہو جائے، ذکیہ آنٹی اور اویس انکل نے بھی اس کی رائے سے بھرپور اتفاق کیا تھا اور وہ ارادہ رکھتا تھا کہ جانے سے پہلے کسی جگہ بات فائنل ہو جائے پھر شادی تو کچھ وقفے سے بھی ہو سکتی ہے۔

''میں نے کیا سوچنا ہے، میں کچھ سوچنے کے قابل کہاں ہوں۔'' وہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اپنے بائیں ہاتھ کی لکیروں کو کھرچتے ہوئے بولی۔

''اوں، ہوں یوں نہیں کہتے، تم بہت سمجھدار اور سلجھی ہوئی لڑکی ہو، اپنا اچھا برا سمجھ سکتی ہو، ہم سب کا مشترکہ خیال ہے کہ تمہاری کسی اچھی جگہ نسبت طے کر دی جائے۔'' احمد نے ٹھہرے ہوئے نرم لہجے میں اسے سمجھایا۔

''یہ نہیں ہو سکتا۔'' وہ بے چینی سے بولی۔

''کیوں نہیں سکتا نازنین، تم میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے بس اپنے ماضی کو بھول جاؤ اور ایک نئی زندگی کا آغاز کرو۔'' اس کا انداز ناصحانہ تھا۔

''میں شادی نہیں کرنا چاہتی، آپ مجھے یونہی رہنے دیں۔'' اس کے لہجے میں التجا تھی، احمد نے متفکر نظروں سے اس کی بے چین حالت کو نوٹ کیا تھا۔

''یونہی تو زندگی نہیں گزر سکتی ناں، اسی لئے میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم کسی محفوظ ہاتھ تک مستقل طور پر پہنچ جاؤ اور ہم سب تمہاری طرف سے مطمئن ہو جائیں۔'' اس نے اپنے طور پر پھر اسے سمجھانا چاہا۔

اب کی بار وہ کچھ نہیں بولی تھی بس ہونٹ کاٹتے ہوئے نیچے سر جھکائے رہی احمد کو اس کی حالت پہ ترس آ گیا۔

''اگر کوئی پریشانی ہے تو تم مجھ سے شیئر کر سکتی ہو، تم ہر حال میں مجھے اچھا دوست پاؤ گی۔'' اسے لگا تھا کوئی ایسی بات ہے جسے وہ چھپانا چاہ رہی تھی، احمد نے اس کا حوصلہ بڑھایا تا کہ وہ اپنے دل کی بات کھل کر اس کے ساتھ شیئر کر سکے۔

''میں نہیں چاہتی کہ میں کسی کی زندگی برباد

کروں، آپ لوگ یقیناً بہت اچھا انسان میرے لئے تلاش کریں گے اور میں کسی اچھے کیا برے انسان کے ساتھ بھی منافقت بھری زندگی نہیں گزار سکتی۔'' وہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

''اس میں منافقت والی تو کوئی بات ہی نہیں کیونکہ تمہارا ماضی......''

''منافقت ہے احمد صاحب! یہ سراسر نفاق ہی تو ہے کہ دل میں کوئی اور ہو اور ظاہراً انسان کسی اور سے محبت جتلاتا پھرے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر تیز لہجے میں بولی تھی۔

''تو کیا تمہارا دل ابھی بھی کہیں پیچھے ماضی میں اٹکا ہوا ہے۔'' احمد نے ٹھٹک کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے ترش انداز میں کہا تھا۔

''ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔'' اس نے تڑپ کر اس کے خدشے کی تردید کی تھی۔

''تو پھر کون ہے وہ، جو تمہارے دل میں ہے۔'' احمد نے ازحد مشکوک نظروں سے اسے جانچا تھا، لہجے میں محسوس کیئے جانے والی کاٹ تھی۔

''آپ صرف اور صرف آپ۔'' وہ ایکدم ہذیانی انداز میں روتے ہوئے چلائی تھی اور بھاگتے ہوئے وہاں سے نکل گئی تھی، احمد حق دق اپنی جگہ پہ کھڑا ہو گیا۔

☆☆☆

آج وہ سب ارغان کی فیملی کی طرف سے ڈنر پہ انوائیٹڈ تھے، لڑکے بھی جلدی گھر پہنچ گئے تھے، سب اپنی اپنی تیاری میں لگے تھے، لڑکیوں نے ہر طرف ہڑبونگ مچا رکھی تھی، وہب اپنے دوست کی گاڑی لے آیا تھا۔

''وہب گاڑی لے کر آ چکا ہے جلدی کر لو، اس نے ابھی آسمان سر پہ اٹھا لینا ہے تم لوگوں کی ابھی تیاری ہی ختم ہونے میں نہیں آ رہی۔'' رمشاء کا مارے جھنجلاہٹ کے برا حال تھا، دانت پیستے ہوئے وہ کبھی ایک کو گھورتی کبھی دوسری کو، غصہ تو اسے اس بات کا تھا کہ سب اس کو اکیلی کو گھر چھوڑے جا رہے ہیں اور کسی نے جھوٹے منہ بھی اسے صلح نہیں ماری۔

''تمہارے سسرال ہی جا رہے ہیں، یونہی سر جھاڑ منہ پہاڑ چلے جائیں گے تو کل کو تمہیں ہی سبکی ہو گی، لوگ کیا کہیں گے، رمشاء کی فیملی تو ال مینرڈ ہیں۔'' ہالہ نے فوراً منہ توڑ جواب دیا تھا۔

''میں کل کو سبکی برداشت کر لوں گی، بس تم لوگ اپنی شکلیں کم کرو، کم بختوں نے آدھا کلو خون جلا کے رکھ دیا ہے۔'' رمشاء نے جل جلا کے کہا تھا۔

''شرم کرو لڑکی! ہم تمہاری عزت بڑھانے جا رہے ہیں اور تم ناقدری کر رہی ہو۔'' ماہا نے اسے لتاڑا، وہ آف وائیٹ اور پنچ کلر کے کنٹراسٹ میں نیچرل میک اپ سمیت بہت دلکش لگ رہی تھی۔

''لڑکیو! جلدی آ جاؤ۔'' نیچے سے وہب نے ہانک لگائی تھی۔

''تم بزرگوں کو لے کے چلو جاؤ، ہم صالح بھائی کے ساتھ آ جائیں گے۔'' منال نے کھڑکی سے سر نکال کے اسے جواب دیا تھا۔

''چلو شکر ہے جان چھوٹی۔'' وہ شکر کا کلمہ پڑھتا منزہ کو بلانے چلا گیا۔

''ہائیں یہاں میں نے کل پرفیوم رکھا تھا کدھر گیا؟'' ہالہ ہر چیز الٹے پلٹتے ہوئے پریشان آواز میں بولی۔

''میں نے تم لوگوں کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔'' رمشاء نے فوراً کہا مبادا وہ اسی کے پیچھے نہ پڑ جائے۔

''مجھے پتہ ہے یہ کس کی حرکت ہے۔'' وہ جیسے کچھ یاد آنے پر مٹھیاں بھینچ کر غرائی اور پھر تن فن کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی تھی۔



''اللہ غوری پر رحم کرے۔'' اس کا غصہ دیکھ کر منال نے بے ساختہ دعا کی تھی۔

دھاڑ سے دروازہ کھول کے وہ اندر داخل ہوئی، غوری کی بدقسمتی کہ وہ اس وقت خود پر پرفیوم کا چھڑکاؤ ہی کر رہا تھا، ہالہ نے شرربار نگاہوں سے اسے گھورا تھا، اس کی ''خونی گھوری'' نے غوری کی حسیات کو ایکدم الرٹ کر دیا تھا، اس کی نگاہوں کے زاویے کو جانچتے ہوئے اسے یاد آیا تھا کہ اس کے ہاتھ میں موجود پرفیوم ''اسی'' کا ہے۔

''تمہیں کسی نے ایٹی کیٹس نہیں سکھائے کہ کسی کے کمرے میں بغیر اجازت داخل ہونا کتنی نازیبا حرکت ہے۔'' غوری نے اسے جھاڑ پلا کر اپنا رعب جمانا چاہا۔

''اور کسی کی چیزیں چرانا تو یقیناً اعلیٰ اخلاق کے زمرے میں آتا ہے۔'' جتنا اسے اس وقت اس پہ غصہ آ رہا تھا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے کچا ہی چبا جائے۔

''بالکل...... بالکل...... کیا اقوال زریں کی طرح روشن بات کہی ہے، سرخ روشنائی سے لکھنے کے قابل ہے۔'' وہ تو جھوم جھوم گیا۔

''یہ ڈرامے بازی بند کرو اور یہ ادھر دو۔'' اس نے لپک کر اس کے ہاتھ سے اپنا پرفیوم چھینا، پھر خونخوار لہجے میں بولی۔

''یہ پرفیوم تمہیں بہت مہنگا پڑیگا۔'' دھمکاتی نظروں سے اسے دیکھتی وہ یہ جا وہ جا۔

''ہالہ! جلدی کرو وہب بڑوں کو لے کر جا چکا ہے، صالح بھائی بھی گاڑی نکال رہے ہیں۔'' وہ کمرے میں آئی تو منال فوراً شروع ہو گئی۔

اور پھر یہی ہوا اسی وقت صالح کی گاڑی کا ہارن نان اسٹاپ بجنے لگ گیا وہ تینوں جلدی سے جلدی نیچے کی طرف لپکیں۔

''اگر اپنے لسوڑے کو کوئی پیغام دینا ہے تو بتا دو۔'' جاتے ہوئے ماہا نے شرارتی لہجے میں اسے چھیڑا تھا اور متوقع عملے سے بچنے کے لئے فوراً دوڑ لگا دی تھی۔

اسے دیکھتے ہی صالح کی نظروں میں ستائش کے رنگ اترے تھے، وہ آج عام دنوں سے ہٹ کر بہت پیاری لگ رہی تھی، نگاہوں کا ارتکاز محسوس کرتے ہوئے ماہا پزل ہونے لگی تھی۔

نہیں بے حجاب وہ چاند سا
کہ نظر کا کوئی اثر نہ ہو
اسے اتنی گرمی شوق سے
بڑی دیر تک نہ دیکھا کرو

اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے غوری نے بڑی معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ شعر پڑھا تھا، صالح کے لب بے ساختہ مسکرا اٹھے تھے جبکہ ماہا مزید کنفیوز ہو گئی تھی۔

''تم ابھی تک یہیں ہو، وہب کے ساتھ نہیں گئے۔'' ہالہ سب سے آخر میں پہنچی تھی اور صالح کے ساتھ غوری کو کھڑے دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

''نہیں، میں نے سوچا صالح سیدھا سادا شریف بچہ ہے تم راستے میں اس کی جیب خالی نہ کروا دو لہٰذا میں محافظ و نگران بن کر تمہارے ساتھ جاؤں گا۔'' اس نے گویا اپنی موجودگی کا جواز بتایا۔

''ہر کوئی تمہاری طرح چور اچکا نہیں ہوتا۔'' طنز کے تیر اور وہ بھی غوری پہ چلانے ہوں تو ہالہ بی بی پیچھے رہ جائیں یہ تو ناممکن تھا۔

''بقیہ لڑائی گاڑی میں بیٹھ کر کر لینا، پہلے ہی دیر ہو چکی ہے۔'' منال نے جھنجلا کر جنگ عظیم کو شروع ہونے سے روکا تھا، اس کی بات میں واقعی وزن تھا لہٰذا وہ سب فوراً گاڑی میں بیٹھ گئے۔

''ماہا کو آگے صالح بھائی کے ساتھ بٹھانا تھا، تم خود زرافے کی طرح گردن اکڑا کے فرنٹ

بیٹھ گئے ہو۔" ہالہ کی زبان نے سکون میں رہنا ہرگز نہیں سیکھا تھا۔

"کیوں...... میں کیوں بیٹھتی آگے۔" ماہا نے تیز نظروں سے ہالہ کو گھورا۔

"آخر کو ایک دن تمہیں وہیں بیٹھنا ہے پھر ابھی سے اپنی سیٹ سنبھالو۔" اس کی گھوری کی قطعی پرواہ کیئے بغیر وہ اپنی ہی دھن میں مگن بولی۔

"رہنے دو ماہا، میں اندر کا معاملہ سمجھ گیا ہوں۔" غوری جھٹ سے بولا تھا۔

"کیا سمجھے ہو تم۔" ہالہ نے تنک کر دریافت کیا تھا۔

"یہی کہ تمہارا اپنا دل کر رہا تھا کہ میرے ساتھ ایک اسمارٹ لڑکا بیٹھا ہوتا کہ دوسری لڑکیاں مجھ سے جیلس ہوں۔" غوری نے اپنے بال سنوارتے ہوئے کہا تھا بلکہ بم پھینکا تھا۔

"کیا...... آ...... آ۔" ہالہ چلا اٹھی۔

"شکل دیکھی ہے کچھ آئینے میں، اسمارٹ اور تم؟ اسمارٹینس تو تمہارے قریب سے بھی نہیں پھٹکی، دماغ میں نری خوش فہمی کا بھوسہ بھرا ہوا ہے اور بات کوئی نہیں ہے۔" چوٹ اتنی سخت تھی اس کا بلبلانا لازمی تھا۔

ان سب کی دبی دبی ہنسی گاڑی میں پھیل گئی، اسی وقت صالح کے موبائل کی بپ بجی، دوسری طرف وہب تھا، اپنے پہنچنے کی اطلاع دے کر اسے جلد پہنچنے کی تلقین کر رہا تھا، صالح نے گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی، وہ سب بھی شرافت کے جامے میں آ گئے۔

☆☆☆

اور پھر سب نے اسے سمجھا کے دیکھ لیا لیکن اس کا انکار، اقرار میں نہ بدلا اس کی ایک ہی رٹ تھی۔

"مجھے شادی نہیں کرنی، اگر آپ لوگ مجھے رکھنا نہیں چاہتے تو میں کہیں اور چلی جاتی ہوں۔"

احمد کی واپسی میں دو دن باقی رہ گئے تھے، اس نے ایک مرتبہ پھر اسے قائل کرنے کی ٹھانی تھی۔

"پاگل لڑکی! کیوں بے نام ونشان منزل کی طرف بھاگ رہی ہو، میں تم سے شادی نہیں کر سکتا میں شادی شدہ ہوں ایک بچی کا باپ ہوں اور اپنے گھر میں بہت خوش ہوں، میری بیوی بہت اچھی ہے ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں۔" احمد نے قطعی لہجے میں کہا تھا۔

"میں جانتی ہوں اور آپ ایسے شریف النفس انسان کو ہونا بھی ایسا ہی چاہیے۔" وہ نگاہیں جھکا کر آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"تو پھر کیوں ضد کر رہی ہو، فہد بہت اچھا لڑکا ہے وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا، میں کئی سالوں سے اسے جانتا ہوں۔" احمد نے ذرا جوشیلے لہجے میں کہا، وہ سمجھا تھا شاید نازو اپنی ضد سے ہٹ گئی ہے۔

"لیکن میں کسی بھی فہد وغیرہ سے شادی نہیں کر سکتی۔" اس کے لہجے میں بے بسی تھی اور انداز میں بے پناہ تھکاوٹ اتر رہی تھی، اس کی لاچاری پہ احمد کو ترس آ گیا۔

"دیکھو نازنین! تم خود کو سمجھاؤ کیونکہ......"

نازنین نے اس کی بات درمیان سے ہی کاٹ دی۔

"میں نے خود کو ہر طرح سمجھا کے دیکھ لیا ہے احمد صاحب! میرا دل کسی سے خیانت کے لئے راضی نہیں ہوتا سچ بتاؤں تو آپ کی شرافت اور تقدس نے مجھے اس وقت زیر کر لیا تھا جب میں آپ کی گاڑی سے ٹکرائی تھی، بعد کا سارا وقت تو مجھے خود کو سمجھانے میں لگا تھا، لیکن میں اس میں بھی ناکام رہی، یہ جاننے کے باوجود کہ آپ شادی شدہ ہیں۔" وہ ایک ثانیے کو رکی، جیسے کچھ کہنے کے لئے خود کو تیار کر رہی ہو، احمد اس دوران



کچھ نہیں بولا تھا۔

"لیکن...... لیکن احمد صاحب! میں آپ سے کسی قسم کا تقاضا تو نہیں کر رہی میں نہ آپ کے ساتھ پاکستان جاؤں گی نہ آپ کو یہاں آنے پہ مجبور کروں گی، میں تو آپ سے کچھ بھی نہیں مانگتی مجھے صرف اپنے نام کا تحفظ دے دیں تاکہ میں معاشرے کی اور خود اپنی نظروں میں سرخرو ہو جاؤں۔" آخر میں وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی۔

"میں جانتی ہوں مجھ ایسی گناہوں کی غلاظت میں لتھڑی لڑکی آپ کے قابل نہیں ہے، اسی لئے کہتی ہوں مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں۔" وہ آنسوؤں کے درمیان بولی اور اٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔

"نازنین!" احمد نے پکارا تو وہ وہیں رک گئی، البتہ اس نے پلٹ کے نہیں دیکھا تھا۔

"پرسوں میری فلائٹ ہے اور کل میں تم سے نکاح کر رہا ہوں، مگر اس سے زیادہ کی مجھ سے امید نہ رکھنا۔" پتہ نہیں نازو کے آنسوؤں نے اسے واقعی کمزور کر دیا تھا یا وہ صرف ایک بے سہارا لڑکی کی مدد کرنا چاہتا تھا، البتہ اپنی بات کہنے کے بعد وہ رکا نہیں تھا، تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا تھا۔

نازو کو اپنی سماعت پر ہرگز یقین نہیں آیا تھا، اس نے پلٹ کر اس سے تصدیق کرنا چاہی لیکن تب وہ جا چکا تھا، اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی لیکن اب کی مرتبہ آنسو خوشی کے تھے۔

اگلے دن ذکیہ آنٹی نے بیوٹیشن کو بلایا تھا اور اس کے لئے بہت خوبصورت ڈریس بھی خریدا تھا، احمد کے کہنے پر تقریب بالکل سادگی سے ہوئی تھی، دو چار خاص لوگوں کو ہی مدعو کیا گیا تھا، نکاح نامے پر دستخط کرتے ہوئے وہ بے تحاشا روئی تھی، اسے سب گھر والے بے طرح یاد آئے تھے، ذکیہ آنٹی نے اسے ساتھ لگا کے پیار کیا تھا۔

نکاح کے بعد وہ منتظر تھی کہ احمد اس سے ملنے آئے گا لیکن اس کا انتظار، انتظار ہی رہا، وہ اس سے ملے بغیر ہی چلا گیا تھا، بلکہ اس دفعہ تو وہ جاتے وقت ذکیہ آنٹی اور اویس انکل سے بھی ملنے نہیں آیا تھا، بس فون پر ہی بات کر لی تھی، نازو کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تھا، اب وہ اس کی اگلی آمد کی منتظر تھی۔

☆☆☆

پتہ نہیں یہ اس کی دعاؤں کا اثر تھا کہ قدرت کو واقعی اس پہ رحم آ گیا تھا، احمد کو گئے ابھی تین ماہ ہی ہوئے تھے کہ آج اسے ذکیہ آنٹی بتا رہی تھیں۔

"کل کی فلائیٹ سے احمد شارجہ آ رہا ہے۔"

نازو کو ہرگز اپنی سماعت پہ یقین نہیں آیا تھا اس کی دعائیں اس قدر جلد شرف قبولیت پا گئی تھیں؟ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

صبح وہ اٹھی تو گھر میں معمول سے زیادہ چہل پہل محسوس ہو رہی تھی، نماز وغیرہ سے فراغت کے بعد وہ کچن میں آئی تاکہ ناشتے کے بعد دوپہر کے کھانے کا اہتمام کر سکے۔

"تم کیوں کچن میں آ گئی ہو، چلو اپنے کمرے میں تیاری وغیرہ کرو، آج احمد نے آنا ہے، میں نے ریڈ کلر کا کام والا سوٹ منگوایا ہے تمہارے لئے، آج وہ پہن لینا، میں نے روزی سے کہہ دیا ہے وہ آ کے تمہیں تیار کر جائے گی، پچھلی دفعہ تو اتنی افراتفری ہوئی تھی کہ احمد ڈھنگ سے تمہیں دیکھ بھی نہیں سکا تھا۔" وہ ابھی کچن میں داخل ہوئی تھی کہ ذکیہ آنٹی اسے دیکھتے ہی ہدایات دینے لگیں، روزی، ذکیہ آنٹی کی دوست کی بیٹی تھی اور بہت اچھی بیوٹیشن تھی۔

"آنٹی! کیا ضرورت ہے اتنے تکلفات میں پڑنے کی۔" اگرچہ خوشی سے اس کے پاؤں

زمین پہ نہیں پڑ رہے تھے لیکن پھر بھی تیار ہونے میں وہ متامل تھی، کیونکہ اندرونی طور پر وہ احمد کے رویے سے ڈری ہوئی تھی۔

"کاہے کے تکلفات بھئی! تمہارا شوہر آرہا ہے چلو بس جو میں نے کہہ دیا ہے اس پر عمل کرو۔" انہوں نے سخت گیر قسم کی ساس بننے کی کوشش کی، نازو مسکرا دی، پھر ان کے حکم کی تائید میں اندر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اویس انکل بھی آج خاصے پر جوش تھے، ان دونوں میاں بیوی کے اتنے زیادہ خلوص پر نازو کی آنکھیں بار بار پرنم ہو جاتیں، اویس انکل، احمد کو لینے ائیر پورٹ جا چکے تھے روزی نے تو اسے پوری پوری دلہن بنا دیا تھا، ذکیہ آنٹی بار بار اس کی نظر اتار رہی تھیں۔

آخر دوپہر تین بجے کے قریب اویس انکل کی گاڑی گھر میں داخل ہوئی تھی، نازو تو اندر ہی دبکی بیٹھی رہی، ذکیہ آنٹی نے باہر نکل کے اس کا استقبال کیا تھا، ان تینوں کے بولنے کی آوازیں اندر آرہی تھیں نازو کی سماعتیں سیراب ہو رہی تھیں۔

چند لمحوں بعد ہی ذکیہ آنٹی اسے لینے اندر آ گئی تھیں، نازو دھڑکتے دل اور لرزتی ٹانگوں کے ساتھ ان کے ہمراہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"السلام وعلیکم!" اس کے حلق سے بمشکل ہلکی سی آواز نکلی تھی۔

ذکیہ آنٹی نے اسے احمد کے برابر بٹھا دیا تھا، احمد جز بز تو ہوا تھا مگر ان کے ادب کی وجہ سے خاموش رہا، اویس انکل تو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے فوراً کیمرہ لے آئے اور کھٹا کھٹ ان کی تصویریں بنانے لگے۔

"ارے...... انکل...... یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" احمد نے بوکھلا کر انہیں روکنا چاہا تھا۔

"نکاح پر بھی تم نے ہمیں کچھ نہیں کرنے دیا تھا، اب تو کچھ ہلکا پھلکا ہونے دو۔" اویس انکل پھر بھی باز نہیں آئے تھے بلکہ ذکیہ آنٹی کو بھی ساتھ بٹھا کر کچھ تصویریں لی تھیں۔

پھر کھانا بہت خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا، ذکیہ آنٹی نے اچھا خاصا اہتمام کر ڈالا تھا، کھانا کھا چکنے کے بعد وہ احمد سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"بیٹا! اب آپ آرام کرو، تھک گئے ہو گے۔"

"جی...... اور کھانا بہت مزے کا تھا۔" ان کے اتنے زیادہ اہتمام پہ تعریف کرنا تو اس کا فرض بنتا تھا۔

"یوں سمجھ لو، تمہارے ولیمے کا کھانا تھا۔" اویس انکل نے ہنس کر کہا تو وہ خفیف سا ہو گیا۔

اویس انکل بھی اس کے ساتھ ہی اٹھے تھے، وہ اپنے لئے مختص گیسٹ روم کی طرف بڑھنے لگا تھا، جب اویس انکل نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے ٹوکا تھا۔

احمد نے بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور خاموشی سے کمرے میں داخل ہو گیا، تھوڑی دیر بعد ذکیہ آنٹی نے نازو کو بھی اندر بھیج دیا تھا، وہ اندر داخل تو ہو گئی تھی مگر اب کنفیوژ سی دروازے کے پاس کھڑی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

"بیٹھ جاؤ نازنین!" احمد نرم لہجے میں اس سے مخاطب ہوا تو وہ پاس رکھی چیئر پہ بیٹھ گئی۔

"مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" وہ خود بھی بیڈ پہ اٹھ کے بیٹھ گیا تھا نازو یونہی سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"تم جانتی ہوں کہ میں اپنی فرم کی طرف سے شارجہ آیا کرتا ہوں، یہ ایک بزنس ٹور ہوتا ہے لیکن پچھلے کچھ ماہ سے فرم خسارے میں جا رہی تھی، جس کی وجہ سے میری یہ فرم سیل کر دی گئی ہے، دوسری فرم والے اس فرم میں نئے ورکرز کو ہائر کریں گے، مجھے ایک اور فرم سے آفر آئی ہے میں شاید وہیں جوائن کر لوں، اس دفعہ میں اتنی جلدی اس لئے آ گیا ہوں کہ یہاں کے سارے کام کو بھی وائنڈ اپ کرنا تھا، میں مالی طور پر بھی اتنا مستحکم نہیں کہ دو چار ماہ بعد یہاں کا راؤنڈ لگا سکوں، شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔" احمد نے تفصیلاً اسے آگاہ کر دیا تھا۔

نازو دم بخود اسے سن رہی تھی، اس کا پہلے سے مضطرب دل اور بے چین ہو گیا تھا، پلکیں آنسوؤں کا بوجھ اٹھانے سے عاجز ہو گئیں تو اس کے نین چھلک پڑے تھے۔

"دیکھو نازنین میں تمہیں اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتا، جو کچھ حقیقت تھی وہ میں نے تمہیں بتا دی، تمہاری ساری زندگی تمہارے سامنے پڑی ہے ابھی بھی وقت ہے تم اپنے لئے بہتر راستے کا انتخاب کر لو، تم کیوں خود کو ایک بند گلی میں مقید کرنا چاہتی ہو۔" احمد ابھی بھی اس کے لئے وہی درد رکھتا تھا کہ وہ کسی اچھے سے انسان سے شادی کر لے، وہ مرد تھا معاشرے کی اونچ نیچ سے واقف تھا، پھر نازو جوان ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت حسین و جمیل بھی تھی۔

نازو کو اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا تھا وہ صحیح کہہ رہا تھا اس طرح تو وہ واقعی ایک بند گلی میں محصور ہو جائے گی پیچھے تو وہ پہلے ہی ساری کشتیاں جلا کے آئی تھی، واپس پلٹ جانے کا تو کوئی راستہ ہی نہیں تھا اور آگے؟ آگے کی منزل بھی اب اسے بے نام و نشان نظر آ رہی تھی، ذکیہ آنٹی اور اویس انکل اگرچہ بہت اچھے تھے لیکن وہ کب تک ان پر بوجھ بنی رہتی۔

"آپ مجھے سوچنے کے لئے کچھ وقت دیں۔" نازو نے ٹھہرے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا تھا۔

"ضرور...... تم اچھی طرح سوچ سمجھ لو، اس دفعہ میرا قیام ویسے بھی کچھ طویل ہو گا کیونکہ سارا کام وائنڈ اپ کرنا ہے، تم سوچ سمجھ کے مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دینا۔" احمد نے قدرے پرسکون ہوتے ہوئے کہا تھا، اس کا خیال تھا کہ نازو واقعی سمجھدار ہو گئی تھی۔

اور پھر اگلے دن ہی نازو اس کے سامنے تھی، اس نے جو فیصلہ کیا تھا، احمد نے اسے گنگ کر دیا تھا، وہ اسے دوٹوک جواب دینا چاہتا تھا لیکن ایک دفعہ پھر نازو کے آنسو اور منت سماجت درمیان میں آ گئے تھے اور وہ ایک دفعہ پھر اس کے آنسوؤں کے سامنے ہار گیا تھا۔

☆☆☆

وہ کالج گیٹ سے باہر نکلی تو گیٹ سے کچھ فاصلے پر صالح گاڑی لئے کھڑا تھا، وہ گہری سانس بھرتے ہوئے گاڑی کی سمت قدم اٹھانے لگی، آج رمشاء نے چھٹی کی تھی منال اور ہالہ کو تو پہلے ہی کالج سے فری کر دیا گیا تھا، وہ دونوں گھر ہی تھیں ماہا آج اکیلی کالج آئی تھی، وین والے نے آج واپسی پہ نہیں آنا تھا، چنانچہ تائی امی نے صالح سے کہا تھا کہ وہ آج ماہا کو کالج سے لے آئے۔

اس دن ارغان کے گھر ان کی دعوت بے جا نہیں تھی، فاروق صاحب نے رمشاء کے امتحانوں کے بعد شادی کی ڈیٹ مانگی تھی تائی امی اگرچہ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار تھیں، تاہم پھر بھی ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے، کیونکہ مسئلہ ایک شادی کا نہیں دو شادیوں کا تھا، رمشاء کے ساتھ صالح اور ماہا کی شادی بھی ہونا تھی، فی الحال تو تائی امی نے بڑے سبھاؤ سے بات کی تھی اور کہا تھا۔

"بچیاں ایزی ہو کے پیپرز دے لیں، پھر جیسے سب کا فیصلہ اور مشورہ ہو گا ویسے ہی کر لیں گے۔"

فاروق اور سعد یہ بھی ان کے جواب پر مطمئن ہو گئے تھے وہ سب بہت شاداں و فرحاں واپس گھر لوٹے تھے، سوائے ماہا کے، ماہا کے تو اندر تک بے چینی پھیل گئی تھی، دو چار دن تو اس نے انتظار کیا کہ صالح خود ہی اس سے بات کرے گا لیکن جب اس کی طرف سے خاموشی چھائی رہی تو اس نے خود ہی بات کرنے کی ٹھان لی تھی، مگر اسے کوئی بھی مناسب موقع نہیں مل رہا تھا، آفس سے گھر آتے ہی ینگ پارٹی اسے گھیر لیتی اور پھر شادی کے پروگرام پر بحث و مشورے ہونے لگتے، دوسری طرف منال اور ہالہ بھی اس کے سر چڑھے رہتیں، آج قدرت نے خود ہی موقع فراہم کر دیا تھا، آج اس نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ وہ ضرور بات کرے گی۔

''لگتا ہے آج تو بہت تھک گئی ہو۔'' اس کے بیٹھتے ہی صالح نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس کے چہرے پہ تھکن کے آثار محسوس کرتے ہوئے کہا تھا۔

''ہوں...... تھکاوٹ تو ہو ہی جاتی ہے۔'' اس نے گول مول سا جواب دیا۔

''پھر آئسکریم کھلائیں تمہیں۔'' اس نے آفر کی۔

''شیور۔'' ماہا ہلکا سا مسکرائی۔

صالح کو خاصی حیرت ہوئی تھی، اس کے جواب پر، اس کا خیال تھا کہ ماہا فوراً انکار کر دے گی، کیونکہ اب وہ اس سے زیادہ بے تکلف نہیں ہوتی تھی لیکن جلد ہی اس نے اپنی حیرت پہ قابو پا لیا تھا اور گاڑی ایک قریبی آئس بار کے سامنے روک دی تھی۔

''کون سا فلیور منگواؤں۔'' اپنے لئے ٹیبل منتخب کرنے کے بعد اس نے ماہا سے پوچھا۔

''اسٹرابری۔'' اس نے سر ہلاتے ہوئے دو اسٹرابری فلیور کا آرڈر کر دیا تھا۔

''آپ کو پتہ ہے آج کل گھر میں کیا موضوع چل رہا ہے۔'' چند اِدھر اُدھر کی ہلکی پھلکی باتوں کے بعد ماہا اصل موضوع بلکہ اصل مقصد کی طرف آ گئی تھی۔

''آں ہاں۔'' صالح کا منہ کی طرف بڑھتا چمچ لمحہ بھر کو ساکت ہوا تھا۔

''تو آپ کو اپنا وعدہ یاد ہے؟'' ماہا نے سنجیدہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا، پھر دوبارہ گویا ہوئی۔

''آپ نے کہا تھا میں تم لوگوں کا صالح عبد الرحمان تم تک پہنچا دوں گا۔''

''بالکل کہا تھا، میں نہ تو اپنا وعدہ بھولا ہوں اور نہ ہی وعدہ خلافی کر رہا ہوں۔'' وہ پر سکون لہجے میں بولا تھا۔

''تو پھر...... پھر کب آ رہے ہیں صالح عبد الرحمن۔'' ماہا نے بے قراری سے پوچھا تھا۔

''ابھی نہیں۔'' وہ اپنے اسی اعتماد سے پر لہجے میں گویا ہوا تھا۔

''ابھی نہیں...... تو پھر کب؟'' ماہا کو بے چینی لاحق ہوئی۔

''جب حالات سازگار ہو جائیں گے۔'' اس نے مبہم سے انداز میں جواب دیا۔

''مجھے بہلائیں مت، حالات کب ناساز ہیں؟ اور آپ کن حالات کا انتظار کر رہے ہیں؟ وہ لوگ شادی کی ڈیٹ مانگ رہے ہیں، اگر گھر والوں نے کوئی ڈیٹ فائنل کر دی تو؟ ابھی تو آپ کی اصلیت سے پتہ نہیں کتنا ہنگامہ کھڑا ہو گا، گھر کی بات تو چلو جیسے بھی ہو گا سب سنبھال لیں گے، لیکن آپ نے رمشاء کے سسرال کا سوچا ہے کہ اس کا کیا بنے گا؟ جب عین بارات والے دن بم پھوٹے گا یہ لڑکی کا حقیقی بھائی نہیں ہے۔'' مارے غصے کے ماہا کی تو آواز پھٹ گئی۔

''میں سب سمجھتا ہوں، میں نے صالح سے



بھی اس کے متعلق بات کی تھی۔'' چند لمحات کی خاموشی کے بعد اس کی سنجیدہ آواز ابھری تھی۔

اس کی بات سن کے ماہا کا سانس ایک لمحے کے لئے گویا رک سا گیا تھا اس نے بے یقین نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

''کیا صالح اس ساری حقیقت سے آگاہ ہیں؟'' بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا تھا۔

''ہاں۔'' اس نے مختصراً جواب دیا۔

''کیا وہ ہمارے پاس آنا نہیں چاہتے؟'' اس کی سنجیدگی ہنوز برقرار تھی۔

''تو پھر آپ انہیں آنے کیوں نہیں دیتے۔'' وہ روہانسی ہوگئی، اس کا خیال تھا کہ اسی شخص نے صالح کو اپنی تحویل میں رکھا ہے اور یہی اس پہ پابندی لگائے بیٹھا ہے اور اس کا خیال کچھ ایسا غلط بھی نہیں تھا کیونکہ اس نے خود اسے یہی بتایا تھا۔

''اسے میں نے نہیں روکا۔'' وہ گویا ہوا۔

''تو پھر...... حقیقت کیا ہے؟ آپ کیوں مجھے حقیقت نہیں بتا دیتے، آپ کون ہیں؟ صالح کہاں ہے؟ یہ کیا معمہ ہے، آخر آپ اسے حل کیوں نہیں کر دیتے۔'' وہ نہایت زچ ہو کے بولی تھی۔

''میں نے تمہیں کہا تھا کہ مناسب وقت آنے دو مجھے خود کو سنبھالنے دو، مجھے ابھی ایک دو کام نپٹانے ہیں، تم فکر مت کرو ماہا، میں زبان کا جھوٹا نہیں، تمہارا صالح تم تک ضرور پہنچے گا اور وقت سے پہلے پہنچے گا، میں نے اس سے کہا تھا کہ تم آ جاؤ لیکن ابھی وہ بضد ہے وہ جو چاہتا ہے شاید میں بھی نہ کر سکوں۔'' اس کی آنکھوں میں ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں چبھنے لگی تھیں، اس کی شفاف سحر انگیز آنکھوں کی اوپری سطح صاف گیلی ہوتی محسوس کی جا سکتی تھی۔

اس کی حالت دیکھ کر ماہا کے لب سل گئے تھے، سارا جوش غصہ جھلاہٹ جھاگ کی طرح بیٹھ گئے تھے۔

''اب تم اس اسٹیج پر پہنچ چکی ہو کہ شاید میری بات کا یقین نہ کرو، صالح لندن میں بالکل آزاد ہے، اگر تم چاہو تو میں تمہاری اس سے بات کروا دیتا ہوں۔'' ایک گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے ماہا کو دیکھا جو صم بکم کی کیفیت میں اس کے سامنے گم صم بیٹھی تھی، پھر جینز کی پاکٹ سے سیل نکالتے ہوئے نمبر پش کرنے لگا تھا۔

''کیا وہ واقعی صالح سے اس کی بات کروا رہا ہے؟'' ماہا ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

''السلام وعلیکم۔'' دوسری طرف سے فون اٹینڈ ہو چکا تھا، ماہا کا رواں رواں ساعت بن چکا تھا، وہ یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔

''ہاں میں ٹھیک ہوں، ماہا تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔'' صالح اسی طرح سنجیدہ تھا۔

''نہیں...... ابھی نہیں۔'' دوسری طرف سے نجانے کیا کہا گیا تھا کہ اس نے نفی میں جواب دیا تھا۔

''مجھ میں حوصلہ نہیں ہے یار! تم خود بتا دو۔'' وہ شکستہ لہجے میں بولا تھا۔

''اچھا یہ لو بات کر لو خود ہی۔'' اس نے سیل ماہا کی طرف بڑھا دیا۔

ماہا کا دل پوری قوت سے دھڑکا تھا، گویا ابھی پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا، اپنا کپکپاتا ہاتھ پوری طاقت صرف کر کے اس نے آگے بڑھایا تھا اور موبائل تھاما تھا۔

''السلام وعلیکم!'' اس کے حلق سے بمشکل پھنسی پھنسی سی آواز نکلی تھی۔

''وعلیکم السلام، کیسی ہو ماہا!'' وہی آواز تو تھی جب وہ فون کیا کرتا تھا اسی لہجے میں تو وہ اس سے حال دریافت کیا کرتا تھا، ماہا پہچان گئی تھی۔

لیکن اگلے ہی لمحے وہ کچھ کہنے کی بجائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئی تھی، کئی مہینوں کی گھٹن آج آنسو بن کر اس کی آنکھوں سے نکل رہی تھی۔

☆☆☆

کبھی لوٹ آئے تو نہ پوچھنا
بس دیکھنا انہیں غور سے
جنہیں راستے میں خبر ہوئی
کہ یہ راستہ کوئی اور تھا

احمد کو گئے ایک مہینہ ہونے کو آیا تھا، وہ جا چکا تھا کبھی واپس نہ آنے کو، نازو کے پاس اب اس کی یادیں تھیں، جانے سے پہلے اس نے نازو کی فرمائش پہ اسے کئی جگہوں کی سیر کروائی تھی، وہ پندرہ دن یہاں رہا تھا اور نازو نے اس ایک ماہ میں اپنی پوری زندگی کو جی لیا تھا۔

آج صبح سے ہی اس کی طبیعت گری گری سی تھی، کچھ کھانے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا، ابھی بھی وہ کچن میں اپنے لیے چائے بنانے آئی تھی کہ برنر آن کرتے ہی اسے اس زور کا چکر آیا کہ وہ دھڑام سے بے ہوش ہو کے نیچے آ رہی تھی۔

ذکیہ آنٹی آواز سن کے کچن کی طرف بھاگی تھیں اور اسے بے ہوش دیکھ کر اویس انکل کو آوازیں دینے لگیں، انہوں نے جلدی سے اٹھا کر اسے لاؤنج میں پڑے صوفے پہ ڈالا، ذکیہ آنٹی اس پہ پانی کے چھینٹے مارنے لگیں۔

"میں ہانگ کو بلا کے لاتا ہوں وہ ابھی گھر ہی ہو گا۔" اویس انکل نے اپنے دوست ڈاکٹر ہانگ کا نام لیا، جو ان کے قریب ہی رہتا تھا اور [illegible] تھا۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر ہانگ ان کے ہمراہ اندر آیا تھا، نازو کا چیک اپ کرنے کے بعد انہوں نے نازو کے ہاں بچے کی خوشخبری ان دونوں کو سنائی تھی۔

ذکیہ آنٹی کے تو پاؤں زمین پہ نہیں پڑ رہے تھے، اویس انکل بھی بہت خوش تھے، نازو کو ہوش آنے پہ انہوں نے بتایا تو اس کی آنکھوں سے بھی خوشی سے آنسو نکل پڑے۔

پھر ذکیہ آنٹی نے تو گویا اسے ہاتھ کا چھالا بنا لیا، وہ اس کی بہت کیئر کرتی تھیں، اویس انکل بھی بہت خیال رکھتے تھے، ان دونوں میاں بیوی کے ہاتھ تو گویا ایک نئی مصروفیت آ گئی تھی، نازو کی عبادتیں طویل ہوتی جا رہی تھیں۔

ٹھیک نو ماہ بعد نازو نے ایک انتہائی خوبصورت بچے کو جنم دیا تھا، بچہ اتنا خوبصورت تھا کہ پورے ہسپتال میں اس کی خوبصورتی کی دھوم مچی تھی، [illegible] دن وہ ہسپتال میں رہی اور [illegible] دن [illegible] کوئی نہ کوئی اس کا بچہ دیکھنے کے لیے آیا رہتا، وہ بچہ ہو بہو احمد کی کاپی تھا۔

اس کے [illegible] ذکیہ آنٹی نے فون کر کے احمد کو مبارکباد دی تھی اور اس سے بیٹے کے نام کی بابت پوچھا تھا۔

"جو نازنین کو پسند ہو وہ رکھ لیں۔" اس نے گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔

"میں اس کا نام حسان احمد رکھوں گی۔" نازنین نے کہا تھا اور حسان کو اٹھا کر اپنے ساتھ لگا لیا تھا، جس میں اسے احمد کی خوشبو آ رہی تھی۔

(جاری ہے)

☆☆☆

# محبتوں میں حساب کیسا؟

مدیحہ تبسم

نہیں میسر تیرا دیدار عرصے سے
کہاں گم ہو میرے یار عرصے سے
تیرے چہرے میں آنکھوں کے ساتھ دل میرا
رو رہا ہے زار و زار عرصے سے
اب آ بھی جا کہ دل کو سکوں ملے
جو کر رہا ہے تیرا انتظار عرصے سے
اس چشم تر کو شاید قرار آ جائے
جو تیری دید کو ہے بے قرار عرصے سے
آ تیرے آنے سے شاید دل بہل جائے
ہے تیرے غم میں گرفتار رہا عرصے سے
تیرے بغیر یہ گلشن اداس ہے سارا
نہ آیا تو نہ ہی آئی بہار عرصے سے

دن پر دن گزرتے جا رہے تھے نازو، احمد کی یاد دل میں بسائے بھی بے حد اداس ہو جاتی تو بھی حسان کے وجود میں خود کو مصروف کر لیتی، کبھی اسے اپنا بھیانک ماضی یاد آنے لگتا، میری،

## ناولٹ

عدیل ہاشمی اور سکندر کا خیال آتے ہی خون اس کی شریانوں میں کھولنے لگتا، ساتھ ہی گھر والوں کی یاد بھی ستانے لگتی۔

آج جب وہ خود ماں کے رتبے پر فائز ہوئی تھی تو اسے اس مقام کی عظمت اور قدر و منزلت سے آگاہی حاصل ہوئی تھی، آج اسے سمجھ آئی تھی کہ ماں ہر وقت اس کے لئے پریشان اور فکر مند کیوں رہتی تھیں جب خود اس نے زندگی اور موت کی کشمکش سے گزر کر اپنے بیٹے کو جنم دیا تھا تو اسے پتہ چلا تھا کہ اولاد سے اس قدر محبت کیوں ہوتی ہے۔

حسان کی بے حد مصروفیت کے باوجود بھی اس نے اپنے رب سے ناطہ نہیں توڑا تھا، بلکہ وہ اپنے پروردگار کے مزید قریب ہوئی تھی، جس نے اس کی زندگی میں حسان احمد جیسی مصروفیت کو پیدا کر دیا تھا، اب اس کی ہر دعا میں اپنے والدین اور احمد کے علاوہ حسان بھی شامل ہو گیا تھا۔

"حسان میرے پاس احمد کی امانت ہے اور



مجھے اس کی صحیح پرورش کرنی ہے تاکہ کل قیامت والے دن مجھے احمد کے سامنے کسی شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔" وہ ہر روز خود کو اپنا عہد یاد دلاتی۔

"یہ لو بیٹا! حسان سو گیا ہے۔" وہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کے جائے نماز کو تہہ لگا رہی تھی جب ذکیہ آنٹی نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"لائیں، مجھے پکڑا دیں۔" نازو نے جائے نماز رکھ کے ان کے ہاتھوں سے سوئے ہوئے حسان کو پکڑا اور کاٹ میں لٹا دیا۔

"آج تو سارا دن حسان نے تمہیں بہت تنگ کیا ہے، بالکل بھی آرام نہیں کیا تم نے، اب سو جاؤ۔" ذکیہ آنٹی کو پتہ تھا عشاء کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت اور تسبیحات وغیرہ اس کا معمول ہیں اسی لئے وہ اسے سونے کی تاکید کرنے لگیں کہ وہ بھی کچھ دیر آرام کر لے۔

"جی آنٹی! میں بس سونے ہی لگی ہوں تھوڑی دیر تک۔" نازو جو قرآن پاک پڑھنے کا ارادہ کر رہی تھی ان کی وجہ سے کچھ دیر کے لئے رک گئی۔

"ہاں آرام کر لو شاباش، حسان بھی بڑی مشکل سے سویا ہے، بس روئے جا رہا تھا، مجھے تو یوں لگ رہا ہے کہ اس کو نظر لگ گئی ہے تم روزانہ اس پر چاروں قل اور آیت الکرسی پڑھ کے پھونکا کرو خوبصورت بھی تو اتنا ہے ماشاءاللہ! جو بھی دیکھتا ہے منہ پھاڑ کے تعریف کر دیتا ہے ماشاءاللہ کہتے ہوئے منہ سوکھتا ہے لوگوں کا، بس تم خود ہی اس چیز کا اہتمام کیا کرو۔" ذکیہ آنٹی بول رہی تھیں جبکہ اس کے دماغ میں جھکڑ چلنے لگے۔

"آخری دن جب میں اپنے گھر سے نکلی تھی تو میری ماں نے بھی تو مجھ پر معوذتین اور آیت الکرسی پڑھ کے پھونکی تھی یہ انہی آیات کا مقدس حصار اور شاید میری ماں کی آخری دعا ہی کام آ گئی جو اللہ نے مجھے برباد ہونے سے بچا لیا۔" اس کی آنکھوں کے سامنے اپنی ماں کی شبیہ لہرانے لگی۔

"بیٹا! احمد کا کوئی فون وغیرہ نہیں آیا تمہیں۔" ذکیہ آنٹی وہ بات زبان تک لے ہی آئیں جو وہ کافی دیر سے اس سے پوچھنا چاہ رہی تھیں۔

"آں...تن...نہیں...تو۔" وہ اپنے ہی خیالات میں تھی ایکدم گڑبڑا گئی۔

"اچھا...تو تم نے خود رابطہ کر لینا تھا۔" انہوں نے سفید دوپٹے کے ہالے میں اس کے چمکتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر کہا۔

سچ تو یہ تھا کہ اس کے بے انتہا حسن کو دیکھ ان کے دل میں ہوک اٹھتی تھی نازو بالکل انہیں اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز ہو گئی تھی اور وہ اس کے لئے ایک ماں جیسا ہی دل رکھتی تھیں، اگرچہ ان کا دل ہرگز نہیں مانتا تھا کہ وہ نازو کو خود سے جدا کریں لیکن وہ چاہتی تھیں کہ نازو، احمد کے ہمراہ رہے، اگر وہ یہاں سیٹل نہیں ہو سکتا تو نازو کو پاکستان بلا لے، احمد کی نرم اور نیک طبیعت کے باعث اور کچھ نازو کی نیک عادت کی وجہ سے انہیں یقین تھا کہ احمد دو بیویوں کی وجہ سے پریشان کا شکار نہیں ہوگا، لیکن یہ ساری باتیں وہ احمد سے نہیں کہہ سکتی تھیں کیونکہ یہ شادی سراسر نازو کی ضد کی وجہ سے ہوئی تھی۔

"جی... میں کہوں گی انشاءاللہ۔" نازو نے محض ان کا دل رکھنے کی خاطر کہہ دیا تھا، ورنہ اندر سے وہ اپنے عہد پر پختگی سے قائم تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا! تم آرام کرو، میں بھی اس سوؤں گی، اللہ ہمیشہ تمہیں خوش رکھے۔" وہ اس دعائیں دیتے ہوئے چلی گئیں۔

جبکہ قرآن پاک کھولتے ہوئے نازو کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔

آج وہ غیروں کی خدمت کر کے ان سے دعائیں وصول رہی تھی، لیکن جن ماں باپ کی خدمت کرنا اس کا فرض تھا ان سے تو وہ کوئی ایک



دعا بھی نہ سمیٹ نہ سکی، یہ شاید انہیں دکھ دینے کا اثر تھا کہ اس کا دل بے چین و بے قرار رہتا تھا، کبھی اسے احمد کا فراق رلاتا، کبھی ماں باپ کی نافرمانی کا دکھ رلاتا، کبھی حسان احمد کا نصیب رلاتا۔

"پتہ نہیں میرا بیٹا کبھی اپنے باپ کو دیکھ بھی سکے گا یا نہیں؟" وہ حسان کے معصوم چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

"یا اللہ! میرے بیٹے کو صراط مستقیم کی ہدایت دینا اسے میری طرح کبھی نہ بھٹکنا پڑے۔" اس کے لبوں سے بے ساختہ دعا نکلی تھی۔

اگلے ہی لمحے وہ قرآن پاک کھول کے اس کی تلاوت میں مشغول ہو گئی تھی، جس کا ہر ہر لفظ پڑھتے ہوئے اس کے دل میں سکون اتر رہا تھا۔

☆☆☆

"ماما!" فون سے دوسری طرف بے چین آواز ابھری تھی۔

"ماما! رو مت پلیز۔" اسے چپ کروانے کی ناکام سی سعی کی گئی تھی۔

"آپ...آپ کہاں ہیں؟ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے آپ؟" اس کے آنسوؤں کی روانی میں کچھ کمی آئی تو اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"میں لندن میں ہوں، بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں، تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں جلد آؤں گا تمہارے پاس۔" اس نے بڑے نرم انداز میں اسے دلاسہ دیا تھا۔

"آپ جب آئیں گے جب ماما پاگل ہو چکی ہوں گی، آخر کیا مسٹری ہے یہ؟ آپ دونوں مل کے کیا گیم کھیل رہے ہیں ہمارے ساتھ؟ کیا بگاڑا ہے ہم نے آپ کا؟" اس کا جواب سنتے ہی وہ ہذیانی انداز میں چلائی تھی۔

"بس ماما تھوڑا صبر اور کر لو، دیکھو تم تو بہت ہمت والی لڑکی ہو، میری محنت رنگ لانے ہی والی ہے بس، چند دن اور۔" وہ بڑے لجاجت سے کہہ رہا تھا۔

ماہا کے آنسو کسی قدر تھمے تھے، اس کی چھٹی حس نے اسے الرٹ کیا تھا۔

"یقیناً کوئی بہت بڑا راز ہے جو یہ دونوں جانتے ہیں اور ہم سب سے مخفی ہے۔" اس کا دل کسی انہونی کے پیش نظر بہت زور سے دھڑکا تھا۔

"مجھ پر یقین رکھو ماہا، میں تم سب کا خیر خواہ ہوں اسی خاندان کا حصہ ہوں، اسی لئے تو سب کا بھلا چاہتا ہوں، جب تم حقیقت جان لو گی تو یقیناً میرے اس قدم کو سراہو گی، بس اسے میری آخری التجا سمجھ کے مان لو، بس چند دن اور صبر اور ہمت سے کام لو، حقیقت بہت جلد تم پر آشکار ہونے والی ہے، میں ابھی تمہیں ہر خبر سے آگاہ کر سکتا ہوں لیکن میں اپنے عزیز ترین دوست کا اعتماد بھی ہوں اور اس کا مان بھی ہوں اور تم سب رشتے بھی میرا پہلا رشتہ ہی ہے، میں اسی رشتے کو بحال رکھنے کے لئے یہ سب کر رہا ہوں، بس اب مجھے تمہاری مدد چاہیے۔" وہ بولتے بولتے آخر میں خاموش ہو گیا، گویا اس کے جواب کا انتظار کر رہا ہو۔

"ٹھیک ہے آپ کے کہنے پر میں اب حقیقت کے منکشف ہونے کا انتظار کروں گی اور اس کے بعد ہی کوئی عملی قدم اٹھاؤں گی۔" چند لمحات کی پرسوچ خاموشی کے بعد وہ گہرا طویل سانس بھرتے ہوئے گویا ہوئی تھی، گویا اس نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہو۔

"تھینک یو، تھینک یو سو مچ، میں جلد ہی دوبارہ خود تم سے رابطہ کروں گا، اللہ حافظ۔" دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا، ماہا موبائل ہاتھ میں تھامے گم صم سی بیٹھی تھی۔

"تمہاری آئسکریم ساری پگھل گئی ہے اور منگواؤں؟" اس کی آواز اسے حقیقت کی دنیا میں

کھینچ لائی۔

''نہیں، مجھے طلب نہیں ہے، اب گھر چلتے ہیں۔'' وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

''اوکے۔'' وہ پے منٹ کرنے کے لئے کاؤنٹر کی طرف چلا گیا، جبکہ ماہا فائل اور بیگ تھامے باہر نکل آئی تھی۔

''ہوگئی تسلی اپنے کزن سے بات کرکے۔'' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وہ ماہا سے مخاطب ہوا۔

''یہ نیک کام آپ بہت پہلے بھی میری فرمائش پر کر سکتے تھے لیکن تب آپ نے ساتھ میں اتنی سیدھی فرمائشیں رکھ چھوڑی تھیں۔'' وہ کٹیلے لہجے میں بولی۔

''بات دراصل یہ ہے ماہا، کہ بعض کاموں کی تعیین خود وقت کرتا ہے، ایک ارادہ ہم کرتے ہیں اور ایک فیصلہ قدرت کرتی ہے، جب تقدیر کا وار چلتا ہے تو ہمارے سارے ارادے پانی کی طرح بہہ جاتے ہیں، اس وقت ہمیں اپنی بے بسی اور لاچاری سمجھ میں آتی ہے۔'' اس کا ذہن کسی غیر مرئی نقطے پہ جما ہوا تھا، آنکھیں کسی گہری سوچ کی عکاسی کر رہی تھیں، ماہا اس کی باتیں سن کر ایک لمحے کے لئے خاموش ہوگئی۔

''میں نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں تم لوگوں سے اس قدر دوستانہ تعلق استوار کروں گا تم سب سے اس قدر اٹیچ ہو جاؤں گا، میں تو انتقام کی آگ اور حسد کے بھڑکتے ہوئے شعلے لے کر یہاں آیا تھا، لیکن تقدیر نے میری کایا ہی پلٹ دی۔'' اس کے لبوں پہ معدوم سی مسکان ابھرتی تھی، یوں جیسے وہ خود پر ہنسا ہو۔

''میں جانتا ہوں کہ تم آج کل بہت ڈپریسڈ ہو، گھر میں شادی کے جو ہنگامہ شروع ہو رہے ہیں انہوں نے تمہیں پریشان کر رکھا ہے، بس اب یوں سمجھ لو کہ تمہاری پریشانی ختم ہونے والی ہے۔'' اس کے لہجے میں پختہ عزم کی جھلک نمایاں تھی، یوں لگ رہا تھا گویا اس نے کوئی فیصلہ کرلیا ہے اور بہت جلد اس پر عمل کرنے والا ہے۔

''آپ ہم سے کس چیز کا انتقام لینا چاہتے تھے؟'' وہ دل میں ابھرتے سوال کو روک نہیں پائی تھی، اس کی باتوں نے واقعتاً اسے متحیر کر دیا تھا، اس کی تو ساری فیملی بہت سادہ دل اور پرخلوص تھی۔

''اس ویک اینڈ پہ آدھی سے زیادہ فیملی پنڈی جا رہی ہے، تمہارے پاس ایک چانس ہے اگر تم مجھ سے حقیقت جاننا چاہتی ہو تو کوئی بہانہ کرکے گھر رک جانا، میں آفس سے جلدی واپس آجاؤں گا، سمجھ لو کہ یہ میرے ذمے تمہارا آخری قرض ہے، اس کے بعد ہو سکتا ہے میں خود ہی واپس چلا جاؤں اور صالح پاکستان آجائے۔'' اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اس کی واپسی کا سن کر ماہا کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا، لیکن وہ خاموش بیٹھی رہی، اسے شدت سے اس ویک اینڈ کا انتظار تھا۔

☆☆☆

حسان سات ماہ کا ہو گیا تھا اور دانت نکال رہا تھا، جس کی وجہ سے پہلے کی نسبت کافی کمزور ہو گیا تھا۔

''ذکیہ آنٹی کے کھانے کا ٹائم ہو گیا ہے، ابھی تو حسان سو رہا ہے میں جلدی سے انہیں کھانا دے دوں۔'' پچھلے دو تین دن سے ذکیہ آنٹی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی، ان کا کولیسٹرول بڑھ گیا تھا، نازو آج کل ان کے لئے پرہیزی کھانا تیار کر رہی تھی۔

سالن اس نے صبح ہی بنایا تھا، سالن گرم کرنے کے ساتھ اس نے جلدی سے دو پھلکیاں ڈالیں اور کھانا لئے ان کے کمرے میں آ گئی اویس انکل غالباً اپنے کسی دوست کی طرف نکلے تھے۔



کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کے منہ سے زوردار چیخ نکلی تھی اور ٹرے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پہ آن گری تھی، ذکیہ آنٹی کا سر بیڈ سے نیچے ڈھلک رہا تھا، ایک ہاتھ دل کے مقام پہ رکھا تھا جب کہ دوسرا نیچے جھول رہا تھا۔

''آنٹی...... آنٹی...... آنکھیں کھولیں...... آنٹی۔'' وہ دیوانہ وار ان کی طرف لپکی تھی اور دونوں ہاتھوں میں ان کا چہرہ لئے مسلسل انہیں پکارے جا رہی تھی، اس کے اتنے واویلے پر بھی ان کے بدن میں ذرا سی جنبش بھی نہیں ہوئی تھی، اویس انکل بھی گھر پہ موجود نہیں تھے، اس کے تو اپنے حواس کام کرنا چھوڑتے جا رہے تھے۔

''مائیک...... ڈاکٹر مائیک۔'' اچانک اس کے ذہن میں کوندا سا لپکا تھا، اسے اپنے ہمسائے اور اویس انکل کے دوست یاد آئے، ذکیہ آنٹی کو سیدھا کرکے بیڈ پہ اچھی طرح لٹا کے وہ الٹے قدموں سے ڈاکٹر مائیک کے گھر کی طرف بھاگی تھی۔

اس کی قسمت اچھی تھی کہ ڈاکٹر مائیک کے ساتھ اسے اویس انکل بھی وہیں مل گئے تھے، اس نے بے ربط انداز میں ذکیہ آنٹی کی حالت کا بتایا، اویس انکل کے چہرے کی رنگت متغیر ہوگئی، وہ تینوں تقریباً بھاگتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے تھے۔

''آپ انہیں ہاسپٹل لے جائیں، یہ بہت خطرے میں ہیں۔'' ڈاکٹر مائیک نے چیک کرنے کے بعد بتایا تھا۔

اویس انکل نے برق رفتاری سے لپک کر گاڑی نکالی تھی اور ذکیہ آنٹی کو اندر لٹایا، نازو، حسان کو اٹھا کے پیچھے ذکیہ آنٹی کے ساتھ بیٹھ گئی تھی، سارے راستے وہ قرآنی آیات کا ورد کرتی رہی، ہاسپٹل لے جاتے ہی انہیں I.C.U میں شفٹ کر دیا تھا۔

ابھی پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ مشہور کارڈیولوجسٹ ڈاکٹر جان I.C.U سے باہر نکلے اور اویس انکل کی طرف بڑھے۔

''سوری شی از ایکسپائرڈ۔'' انہوں نے اویس انکل کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور انہیں ہلکی سی تسلی آمیز تھپکی دیتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

اویس انکل کو اپنی سماعت پہ یقین نہیں آ رہا تھا، نازو کو بھی اپنے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی، ہاسپٹل کا عملہ اپنی کارروائیوں میں مصروف ہو گیا۔

حسان اٹھ چکا تھا اور چلا چلا کے اپنی بھوک کا اعلان کر رہا تھا، لیکن نازو کو تو اپنے چاروں طرف دھماکے ہوتے محسوس ہو رہے تھے، چند لمحوں بعد وہ خود بھی حسان کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگ گئی تھی، اسے یوں لگ رہا تھا جیسے آج اس کی سگی ماں اس سے بچھڑ گئی ہو، صدمہ اس قدر اچانک تھا کہ وہ اور اویس انکل ذہنی طور پر اس کے لئے بالکل تیار نہیں تھے، اسی لئے وہ خود کو سنبھال نہیں پا رہے تھے۔

ڈیڈ باڈی گھر آ چکی تھی، ان کی لندن میں مقیم دونوں بیٹیوں کو فون کر دیا گیا تھا، بے حد کوشش کے باوجود انہیں کل صبح کی فلائٹس مل سکی تھیں، نماز جنازہ کو ان کی بیٹیوں کے آنے تک ملتوی کر دیا گیا تھا۔

☆☆☆

''ڈیڈی! پھر کیا سوچا ہے آپ نے؟'' ذکیہ آنٹی کی وفات کو ہفتہ ہونے کو آیا تھا ان کی بیٹیوں کی واپسی میں چند دن رہ گئے تھے اور ان کا خیال تھا کہ اب ڈیڈی کو ان کے ہمراہ لندن چلے جانا چاہیے، کیونکہ مما کی وفات کے بعد وہ بالکل تنہا ہو گئے تھے، اس سلسلے میں انہوں نے اپنے ڈیڈی سے بات بھی کی تھی، لیکن ابھی وہ فیصلہ کرنے میں

ہچکچا رہے تھے، آج ان کی بڑی بیٹی نوریا نے ان سے حتمی بات کرنے کی ٹھانی تھی۔

''بیٹا! یہاں آپ کی مما کی یادیں ہیں، سچ پوچھو تو میرا یہاں سے جانے کو دل نہیں کرتا۔'' انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا، نوریا کا اپنا دل دکھ سے بھر گیا۔

''ڈیڈی! ہم آپ کے احساسات نہیں سمجھیں گے تو کون سمجھے گا، لیکن آپ یہ بھی تو سوچیں کہ اب آپ بالکل تنہا ہیں ہم آپ کو اس طرح نہیں چھوڑ سکتے، خدانخواستہ آپ کو کچھ ہو گیا تو ہم دونوں بہنیں کبھی خود کو معاف نہیں کریں گی اور پھر وہ نازنین بھی تو ہے وہ لاکھ آپ کی بیٹیوں جیسی ہے لیکن بیٹی تو نہیں ہے ناں، آپ تنہا اس کے ساتھ اس گھر میں نہیں رہ سکتے۔'' نوریا نے انہیں سمجھایا۔

''نازنین!'' وہ اس کے ذکر پہ ایک قدم چونکے، اتنے دنوں سے وہ اپنے غم میں نڈھال تھے کہ انہیں نازنین اور اسکے بیٹے کا خیال بھی نہیں آیا تھا۔

''نازنین کا کیا بنے گا نوریا؟'' وہ پریشانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

''نازنین اپنے بارے میں فیصلہ کرنے میں خود مختار ہے، میں اس سے بات کرتی ہوں۔'' نوریا نے نرمی سے کہا، وہ جانتی تھی دونوں میاں بیوی نازنین سے کتنی محبت کرتے ہیں اور نازنین نے بھی ان دونوں کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، اسی لئے وہ دونوں بہنیں بھی نازنین سے بہت پیار کرتی تھیں کہ آخری وقت میں اس اکیلی نے ہی سارے گھر کو سنبھالا تھا۔

''نہیں بیٹا! تم بات مت کرنا، وہ تم سے کھل کر بات نہیں کر پائے گی، میں خود ہی اس سے بات کر لوں گا اور اس سے بات کرنے کے بعد تمہیں اپنا فیصلہ سنا سکوں گا۔'' انہوں نے حتمی لہجے میں کہا تو نوریا نے بے اختیار اطمینان بھرا سانس خارج کیا۔

انہوں نے پہلی فرصت میں احمد کو فون کیا تھا، احمد بیچارہ ذکیہ آنٹی کی وفات پر بہت افسوس کر رہا تھا، اسے دلی طور پر بہت صدمہ ہوا تھا۔

''احمد بیٹا! آپ نے نازنین کے متعلق کیا سوچا ہے اب؟ کیونکہ نوریا اور ندا تو اب مجھے لندن لے جانے پر بضد ہیں مجھے صرف نازنین کی فکر ہے اور اب تو اس کے ساتھ حسان بھی ہے۔'' وہ درد بھرے لہجے میں کہہ رہے تھے، ان کی بات سن کے احمد ایک لمحے کے لئے سن سا ہو گیا۔

''آپ پریشان مت ہوں انکل، میں نازنین سے بات کرتا ہوں، کوئی راہ نکل آئے گی انشاءاللہ۔'' وہ خود کو سنبھالتے ہوئے گویا ہوا۔

''انشاءاللہ!'' اویس انکل کو بھی قدرے اطمینان ہوا تھا۔

نازنین، حسان کو سلا کر کاٹ میں لٹا ہی رہی تھی جب نوریا اندر داخل ہوئی۔

''نازنین! تمہارا فون ہے۔'' نوریا کی اطلاع پر وہ حیران ہوئی تھی۔

''مجھے کس کا فون آ گیا۔'' وہ دل میں اندازے لگاتی فون اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئی۔

''السلام وعلیکم!'' اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

''وعلیکم السلام، کیسی ہو نازنین!'' دوسری طرف احمد تھا، اپنے مخصوص نرم لہجے میں دریافت کر رہا تھا، نازنین لمحہ بھر کو ساکت ہو گئی۔

''اللہ کا احسان ہے، آپ سنائیں۔'' وہ جلد ہی خود کو سنبھال کے اسکا حال دریافت کرنے لگی۔

''میں بھی ٹھیک ہوں، حسان احمد کیسا ہے؟ طبیعت ٹھیک ہے اس کی۔'' وہ اپنے بیٹے کے



متعلق پوچھنے لگا۔

''جی الحمدللہ۔'' اس نے جواب دیا۔

''میں نے پچھلے ہفتے سے دو تین مرتبہ فون کیا تھا، لیکن اویس انکل اور تم سے بات نہیں ہو سکی، ذکیہ آنٹی کی وفات بلاشبہ تمہارے لئے بہت بڑا سانحہ ہے، انہوں نے تمہیں ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی لیکن ہمیں اس سانحے کو اللہ کی رضا سمجھ کر قبول کرنا ہے، بجائے رونے دھونے اور انہیں پکارنے کے ایسے کام کیے جائیں جو ان کی آگے منازل کو آسان کریں۔'' حال احوال کے بعد وہ اصل موضوع کی طرف آ گیا، ذکیہ آنٹی کی وفات سے اسے بھی بہت دکھ پہنچا تھا۔

نازو کے آنسو روانی سے بہنے لگ گئے تھے، وہ جو سب کے لئے صبر و استقامت کا پہاڑ بنی ہوئی تھی اس کے سامنے پگھل گئی تھی۔

''تم بہت سمجھدار لڑکی ہو، مجھے پورا یقین ہے کہ تم ہر قسم کی صورتحال سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ رکھتی ہو، بس تم ان کے لئے دعا کرو اس سے تمہارے دل کو بھی صبر اور قرار آ جائے گا۔'' نازو کے آنسوؤں نے اسے بے چین کر دیا تھا، وہ اسے نرمی و پیار سے سمجھانے لگا۔

''مجھے اویس انکل نے فون کیا تھا وہ تمہاری اور حسان کی بابت مجھ سے استفسار کر رہے تھے، دیکھو نازنین! جب تک ذکیہ آنٹی حیات تھیں میں تمہاری طرف سے مطمئن تھا، لیکن ان کی وفات کے بعد تم اکیلی اویس انکل کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور ویسے بھی شاید وہ لندن چلے جائیں اور ایسے میں تو تم بالکل ہی تنہا ہو جاؤ گی، میں تمہاری وجہ سے فکر مند ہوں، اگر تم چاہو تو میں تمہیں پاکستان بلا لیتا ہوں۔'' وہ سنجیدہ لہجے میں اسے سمجھانے کے ساتھ اپنے پاس بلانے کی آفر بھی کر رہا تھا۔

ایک دفعہ تو نازو کا بھی جی چاہا کہ اس کی مان لے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اس کے پاس چلی جائے، ان فضاؤں میں زندگی بسر کرے جہاں اس کا محبوب اس کا شوہر سانس لے رہا ہے، لیکن اگلے ہی لمحے اسے وہ عہد یاد آ گیا جو اس نے احمد سے کیا تھا۔

''میں آپ کی رائے سے اتفاق کرتی ہوں احمد صاحب اور آپ کے خیالات کی دل سے قدر کرتی ہوں، لیکن میں آج بھی اپنے عہد پہ قائم ہوں، میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ کی فیملی ڈسٹرب ہو جبکہ یہ رشتہ بھی سراسر میری ضد کی وجہ سے قائم ہوا تھا، آپ نے میری ہر خواہش کو پورا کیا معاشرے میں اپنے نام کی وجہ سے مجھے معزز کیا، مجھے آپ جیسے عظیم انسان کی بیوی ہونے کا شرف حاصل ہے، یہ آپ کے وہ احسانات ہیں جو میں ساری زندگی بدلہ نہیں چکا سکتی، بس اس سے زیادہ میں آپ پہ بوجھ نہیں بنوں گی، میں نے نوریا اور ندا آپی سے بات کر لی ہے ان کو مجھے اپنے ساتھ لندن لے جانے پہ کوئی اعتراض نہیں ہے، میں ان کے ساتھ ہی جا رہی ہوں، حسان جو کہ خدا کے بعد میری زندگی کا سہارا اور آپ کی نشانی اور امانت ہے، میری پوری کوشش ہوگی کہ صحیح نہج پہ اس کی تربیت کروں۔'' بولتے بولتے اس کا گلا رندھ گیا تو وہ خاموش ہو گئی۔

''اگر تمہارا یہی فیصلہ ہے تو ٹھیک ہے لیکن جب کبھی بھی تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑے تو بلا جھجک کہہ دینا، میرا رابطہ نمبر وغیرہ اپنے پاس رکھنا۔'' احمد نے طویل سانس بھرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیے تھے۔

''جی، انشاءاللہ۔'' وہ اپنے فیصلے پر قائم تھی۔

''اوکے ٹھیک ہے پھر اپنا خیال اور حسان کو میری طرف سے پیار کرنا، اللہ حافظ۔'' اس نے الوداعی کلمات کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔

''اللہ حافظ۔'' اس کے بے جان ہونٹوں سے نکلا تھا اور وہ وہیں ڈھے گئی تھی۔

☆☆☆

صائمہ پھپھو کے دیور کی شادی تھی، سب راولپنڈی جا رہے تھے، عبداللہ گھر پہ ہی تھے کہ ان کے کالج میں فائنل والوں کے لاسٹ سمسٹرز چل رہے تھے وہ بالکل چھٹی نہیں کر سکتے تھے صالح کو بھی آفس سے چھٹی نہیں ملی تھی، البتہ اس نے ریسپے کی شام کو آنے کا وعدہ کیا تھا کہ کم از کم ایک فنکشن ہی اٹینڈ کر لے، ماہا بھی اسٹڈیز کا بہانہ کر کے گھر رک گئی تھی، اگرچہ کہ سب نے بہت اصرار کیا تھا کہ وہ ساتھ چلے لیکن اس کی ایک ہی ضد تھی۔

''ایک تو سفر کی وجہ سے میں پورا ہفتہ بیمار رہوں گی اور دوسرا میری اسٹڈی کا بہت حرج ہو جائے گا، جو پہلے ہی میری بیماری کی وجہ سے کافی سے زیادہ ہو چکا ہے لہٰذا میری جان بخش دو۔'' ان سب کے بڑھتے ہوئے اصرار سے تنگ آ کر اس نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا تھا۔

اور وہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں کہہ رہی تھی، سب جانتے تھے کہ اس کی دونوں باتیں صحیح ہیں، وہ زیادہ سفر نہیں کر سکتی تھی اور اپنی اسٹڈی کو تو وہ اپنی جان سے بھی عزیز رکھتی تھی، لہٰذا منزہ اور الماس تو اس کا موقف جان کر خاموش ہو گئی تھیں، لیکن پارٹی نے شور مچایا ہوا تھا، جس کی وجہ سے بیچاری زچ ہو گئی تھی۔

''یار! امتحان تو اگلے سال بھی دیا جا سکتا ہے لیکن شادیاں کون سے روز روز آتی ہیں، میری مانو تو ابھی بھی فیصلہ بدل دو۔'' اس زریں مشورے سے نوازنے والی رمشاء تھی، جواباً ماہا نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔

''اگلے سال پیپر دو تم...... میں کیوں دوں...... اور ویسے بھی اب تو ٹکٹیں بھی کنفرم ہو گئی ہیں۔''

''ٹکٹوں سے کیا ہوتا ہے تم وہب کی ٹکٹ لے لینا، وہ خود ہی بعد میں آتا پھرے گا۔'' رمشاء نے لاپرواہی سے کہا اور برا ہوا اس کی قسمت کا، جو کسی کام سے اندر آتے وہب نے اس کی بات سن لی۔

''میں کیوں دوں اپنی ٹکٹ، تمہارے دل میں ایسی ہی ہڑک اٹھ رہی ہے تو یہ ایثار تم خود کیوں نہیں کر لیتی۔'' وہ بلبلا ہی تو اٹھا تھا، رمشاء ایک لمحے کو تو سٹپٹائی لیکن اگلے ہی لمحے اس کا اعتماد عود کر آیا تھا۔

''تو پھر کیا ہوا بھائی ہی بہنوں کی خاطر قربانی دیا کرتے ہیں۔'' اس نے ناک پہ سے مکھی اڑائی۔

''جی نہیں تم اپنا الو سیدھا کرنے کی بجائے محاورہ سیدھا کرو، بہنیں ہی بھائیوں کی خاطر قربانی دیا کرتی ہیں۔'' وہ بھی میدان میں اتر آیا۔

''یہ انیسویں صدی کا محاورہ ہے، اکیسویں صدی میں بھائی، بہن کی خاطر قربانی دے گا۔'' رمشاء کون سا کم تھی اسے بھی دو گز کی زبان لگی ہوئی تھی۔

''رمشاء کہاں ہے؟'' اس سے پہلے کہ وہب کچھ کہتا غوری اندر داخل ہوا اور سامنے کھڑی رمشاء پہ نظر پڑتے ہی بولا۔

''بڑی مامی کہہ رہی ہیں ارغان آیا ہے چائے کے ساتھ کباب وغیرہ فرائی کرو۔'' اس نے منزہ کا آرڈر پہنچایا، رمشاء ایکدم ہی سیدھی ہوئی، ارغان کے ذکر پہ ہی اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی، وہ وہب سے لڑائی چھوڑ چھاڑ نیچے کچن کی طرف بھاگ گئی۔

''چلو آؤ نیچے چل کے چائے کے ساتھ کباب اڑائیں، کیونکہ رمشاء بی بی نے ویسے تو ہاتھ نہیں آنا تھا، ارغان کے نام پہ تو بھاگ بھاگ کے کام کرے گی، وہ بیچارہ تو کہیں بیٹھا ہو گا اس کے نام پہ ہم تو دعوت اڑائیں۔'' غوری ہنستے ہوئے وہب سے مخاطب ہوا، وہ دونوں خوشی خوشی نیچے چلے گئے۔

''اب تم کہاں جا رہی ہو؟'' ہالہ کو باہر نکلتے دیکھ کر ماہا نے پوچھا تھا، اسے یقین تھا اب یہ جا کر غوری کو چھیڑے گی اسی لئے روک لیا۔

''میں رمشاء کو کہنے جا رہی ہوں کہ کباب کو جہاں گوٹے میں ڈپ کر کے فرائی کرنا۔'' وہ مگن تیزی سے بولی، ماہا اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گئی۔

آخر اللہ اللہ کر کے سہ پہر چار بجے کے قریب ان سب کی رخصتی ہوئی تھی، ہنستے بستے گھر میں پل بھر میں ہی سناٹا چھا گیا تھا، ماہا نے اپنے لئے چائے بنائی اور انگلش کے نوٹس لئے ٹیرس پہ آ گئی، لیکن پڑھائی میں دل کیا خاک لگنا تھا، اس کی ساری توجہ گیٹ کی طرف تھی، صالح نے کہا تھا کہ وہ ویک اینڈ پہ جلدی گھر آ جائے گا اور ساری حقیقت سے آگاہ کرے گا، وہ ٹہل ٹہل کے اس کا انتظار کرنے لگی۔

شام چھ بجے کے قریب اسے گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا، وہ بھاگتے ہوئے نیچے آئی اور گیٹ کھولا۔

''تم گھر ہی ہو، میں تو سمجھا تمہیں زور زبردستی سے سب لے گئے ہوں گے۔'' گاڑی پارک کرتا ہوا وہ اس سے مخاطب ہوا۔

''میں نہیں گئی، کیونکہ میں یہ آخری چانس مس نہیں کرنا چاہتی۔'' اس نے سنجیدگی سے جواب دیا، صالح اس کی بات پہ مسکرا دیا، وہ پس منظر سمجھ گیا تھا۔

''چائے بناؤں آپ کے لئے؟'' اس کے پیچھے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

''شیور۔'' وہ کہتے ہوئے اپنے کمرے میں گھس گیا۔

پندرہ منٹ بعد ماہا چائے لئے اس کے کمرے میں داخل ہوئی اس کی توقع کے مطابق وہ تب تک نہا دھو کر فریش ہو چکا تھا۔

''تھینکس۔'' چائے کا کپ تھامتے ہوئے اس نے کہا تھا، ماہا خاموشی سے اس سے کافی فاصلے پہ رکھی چیئر پہ بیٹھ گئی۔

''میں جانتا ہوں تم حقیقت جاننے کے لئے بے چین ہو لہٰذا میں تمہیں مزید انتظار نہیں کرواؤں گا۔'' وہ لحظہ بھر کو رکا پھر گویا ہوا۔

''صالح سے میری پہلی ملاقات آکسفورڈ یونیورسٹی میں MBA کے لئے Addmission interview کے موقع پہ ہوئی تھی، وہ بھی وہاں میری طرح انٹرویو دینے آیا تھا۔'' وہ بول رہا تھا اور ماہا دم بخود سن رہی تھی۔

☆☆☆

دن مہینے اور مہینے سال بنتے گئے، وہ ثوریا اور ندا آپی کے ساتھ لندن ہی شفٹ ہو گئی تھی، شروع شروع میں تو وہ ان کے ساتھ ہی رہی، ثوریا آپی بالکل ذکیہ آنٹی کی کاپی تھیں البتہ ندا قدرے موڈی تھی، وہ ثوریا آپی کے گھر میں ہی مقیم رہی، ان سب کی لائف بہت مصروف تھی، حسان دو سال کا ہوا تو اس نے ایک ایشین بوتیک جوائن کر لیا، وہاں ابتدائی چند ماہ تو اس نے ٹریننگ میں گزارے پھر جب وہ ایکسپرٹ ہو گئی تو خود ڈیزائننگ کرنے لگی، حسان کو اس نے اسکول میں داخل کروا دیا، صبح جاتے ہوئے وہ اسے چھوڑ جاتی اور واپسی پہ لے آتی، یوں دن پہ دن گزرنے لگے۔

حسان سات سال کا تھا جب اویس انکل بھی وفات پا گئے، نازو کو ان کا بڑا آسرا رہتا تھا، ان کے چلے جانے سے اسے یوں لگا جیسے کسی نے اس کے سر سے چھت چھین لی ہو، حسان بھی ان

سے بہت اٹیچ ہو چکا تھا، خود ان کا زیادہ وقت بھی حسان کے ساتھ گزرتا تھا، اپنی زندگی میں تو وہ نازو پر احسان کرتے ہی آئے تھے، مرتے وقت بھی انہوں نے شریعت کے مطابق اپنی ایک تہائی رقم کی نازو اور حسان کے لئے وصیت کر دی تھی، ان کے جانے کے بعد نازو کو ایک دفعہ پھر بڑی شدت سے احمد کی کمی محسوس ہوئی تھی، لیکن یہاں آ کر اس نے احمد سے کوئی رابطہ نہیں رکھا تھا، وہ اپنے عہد پر بڑی مضبوطی سے جمی ہوئی تھی۔

حسان اب قدرے بڑا ہو چکا تھا، یوں نازو نے الگ گھر میں شفٹ ہونے کا ارادہ کر لیا تھا، نویرا آپی سے کچھ فاصلے پر ہی وہ الگ گھر میں شفٹ ہو گئی تھی، اب بھی اس کا زیادہ تر وقت عبادات میں ہی گزرتا تھا، اس نے حسان کو بھی یہی سبق دیا تھا اور اپنی ہر ممکن کوشش کی تھی کہ اس کی اچھی تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑے، وہ خود بھی بہت سمجھدار لڑکا تھا، جوں جوں اور لڑکپن کی حدود میں داخل ہو رہا تھا توں توں اس کے حسن میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا، اس کے تراشے ہوئے نین نقوش مزید نکھر رہے تھے، لڑکیاں ابھی سے اس پہ فدا ہونے لگی تھیں، لیکن نازو نے اس کے دل میں عورت کا ایک تقدس قائم کیا ہوا تھا، حسان پروانوں کی طرح اپنے گرد منڈلانے والی لڑکیوں سے سخت چڑتا تھا۔

نازو کو خوشی تھی کہ اس کا بیٹا کسی غلط روش پہ نہیں چل رہا بلکہ وہ نازو کی باتوں کو غور سے سنتا اور ان پر عمل بھی کرتا تھا، البتہ جب بھی وہ نازو سے اپنے باپ کے متعلق استفسار کرتا تو وہ چپ کی چپ رہ جاتی، وہ اسے کیا جواب دیتی، اس کے پاس کوئی جواب تھا ہی نہیں۔

اسے وہ دن پوری طرح یاد تھا جب احمد آخری بار شارجہ آیا تھا اور اس نے نازو سے کہا تھا کہ اس کی فرم سیل کر دی گئی ہے، وہ شاید اب دوبارہ بھی شارجہ نہ آ سکے، لہٰذا اب بھی وہ اپنا فیصلہ بدل لے، نازو نے اس سے سوچنے کے لئے وقت مانگا تھا اور پھر اس نے سوچا تھا اور بہت سوچا تھا اور اگلے دن وہ احمد کے سامنے تھی۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو نازنین!'' احمد اس کی بات سن کے اچھل ہی تو پڑا تھا، وہ تو یہ کاغذی تعلق بھی ختم کرنا چاہتا تھا جبکہ وہ اس تعلق کو مزید مضبوط کرنے کا تقاضا کر رہی تھی۔

''میں نے بہت سوچا ہے احمد صاحب! ہر زاویے سے سوچ سمجھ لیا ہے، آپ ٹھیک کہتے ہیں میں تنہا زندگی نہیں گزار سکتی، مجھے ایک سہارے کی ضرورت ہے اور وہ سہارا اگر اپنی اولاد ہو تو انسان کی زندگی پرسکون گزر جاتی ہے۔'' وہ بڑے مضبوط لہجے میں اپنا مدعا بیان کر رہی تھی۔

''لیکن یہ ناممکن ہے نازنین! میں نے تو تم سے نکاح بھی وقتی طور پر کیا تھا صرف تمہاری ضد کی وجہ سے میں تمہیں بارہا دفعہ بتا چکا ہوں، میری اپنی فیملی ہے اور میں بہت مطمئن زندگی گزار رہا ہوں میں اپنی زندگی میں کوئی ڈسٹربنس نہیں چاہتا۔'' وہ قطعی لہجے میں بولا تھا۔

''میں آپ کی زندگی ہرگز ڈسٹرب نہیں کروں گی، میں ساری زندگی آپ سے کوئی مطالبہ، کوئی فرمائش کوئی خواہش نہیں کروں گی، میں کبھی آپ کے اور آپ کے بیوی بچوں کے درمیان نہیں آؤں گی، کبھی فون تک پہ بھی رابطہ نہیں کروں گی، آپ کو ساری زندگی نازنین کا وجود نظر نہیں آئے گا۔'' لجاجت سے کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے تھے، اس کا رواں رواں کسی بھکاری کی طرح اس کے سامنے فریادی کی طرح بلبلا رہا تھا۔

''ایسے زندگی نہیں گزرا کرتی نازنین! جذبات میں آ کر اپنی زندگی داؤ پر مت لگاؤ۔'' وہ بے بس لہجے میں بولا تھا، نازو کی حالت دیکھ کر اس کا دل پگھلنے لگا تھا۔

''آپ اسے مرنے والے کی آخری خواہش کی طرح سمجھ لیں، میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں میری وجہ سے آپ کو زندگی میں کبھی پشیمانی نہیں اٹھانی پڑے گی، میں آپ کی خوشحال زندگی میں کبھی مداخلت نہیں کروں گی میں اپنے ہر حق سے دستبردار ہوتی ہوں، بس آپ ایک دفعہ مجھے بیوی کا مقام، رتبہ اور حق دے دیں، اس کے بعد نازنین آپ سے اس زندگی بھر کچھ نہیں چاہے گی۔'' وہ اس کے قدموں میں بیٹھ گئی، روانی سے بہتے اشک اس کے چہرے کو بھگوتے جا رہے تھے۔

''ٹھیک ہے میں اسے تمہاری آخری خواہش سمجھ کے قبول کر رہا ہوں۔'' وہ اس کے آنسوؤں، گڑگڑاہٹ اور لجاجت کے سامنے ہار گیا تھا۔

اور پھر پورے پندرہ دن اس نے نازو کے ساتھ گزارے تھے، بالکل خوشحال میاں بیوی کی طرح، لگتا ہے نہیں تھا کہ ان دونوں کا ساتھ صرف پندرہ دن کا ہے، نازو نے ان پندرہ دنوں میں اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ جی لیا تھا اور احمد کی واپسی کے ایک ماہ بعد ہی اللہ نے اس کی دلی مراد کو پورا کر دیا تھا، وہ ماں کے رتبے پر فائز ہونے والی تھی، لیکن سارے عرصے میں اس نے اپنے عہد کو خوب نبھایا تھا، حالانکہ ذکیہ آنٹی کی وفات پر اس کا ارادہ متزلزل ہوا تھا لیکن پھر اس نے خدا سے استقامت کی دعا مانگی تھی۔

اب وہ اپنے بیٹے کو کس منہ سے بتاتی کہ اس کا باپ کون ہے؟ اور کہاں چلا گیا ہے؟ اس شخص کے اس پر اتنے احسانات تھے کہ وہ جھوٹ بول کر اس کی ذات پہ کوئی بہتان نہیں باندھ سکتی تھی اور اگر سچ بولتی تو اس کے بیٹے کی نظروں میں عورت ذات کا تقدس ہی ختم ہو جاتا اس کا عورت ذات سے اعتبار اٹھ جاتا اور اس کی زندگی میں عورت سے نفرت کی وجہ سے بہت بڑا خلا پیدا ہو جاتا، لہٰذا وہ ہر دفعہ خاموش ہو جاتی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی خاموشی حسان کے اندر کیسی نفرت پیدا کر رہی تھی وہ اسے اپنے باپ سے کس قدر عداوت رکھتا تھا، وہ طرف اتنا جانتا تھا کہ اس کا باپ پاکستانی تھا اور آگے اس نے از خود فرض کر لیا تھا کہ شادی کے بعد وہ اس کی ماں کو چھوڑ کر واپس فرار ہو گیا تھا، اسے صرف اپنے باپ سے ہی نہیں بلکہ ہر پاکستانی سے نفرت تھی، اس نے یہاں سینکڑوں پاکستانی مرد دیکھے تھے جو یہاں شادی رچانے کے بعد اپنا مفاد نکالتے اور پھر ساری زندگی ان عورتوں کی طرف پلٹ کر رخ نہیں کرتے تھے، دن بدن اس کی اس نفرت میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔

نازو بیچاری تو اس کی زندگی سے ہر محرومی کو دور کر دینا چاہتی تھی، اس نے بچپن سے ہی حسان کے دل میں اللہ کی محبت بٹھانا شروع کر دی تھی، وہ چاہتی تھی کہ اس کے بیٹے کا اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط ہو جائے، وہ اکثر حسان کی فرمائش پر اسے یہ نظم سنایا کرتی تھی۔

تم آرزو کے دیئے جلا کر
خدا سے اچھی امید رکھنا
خزاں کے موسم کی رخصتی پہ
بہار گل کی نوید رکھنا
وہ تیرا رب ہے وہ تیرا اپنا
اسی کو اپنا حبیب رکھنا
اسی سے کرنا تو دل کی باتیں
تو آنکھ میں اک نمی سی رکھنا
وہ تیرا رب ہے وہ تیرا آقا
اسی سے راز و نیاز کرنا
اسی سے غم کی کہانی کہنا

غموں کو دل میں نہاں نہ رکھنا
رحیم ہے وہ کریم ہے وہ
تو رب کو اپنے عزیز رکھنا
ہے سانس سے بھی قریب تر وہ
اسی کو اپنے قریب رکھنا

☆☆☆

''حسان! ناشتہ تو کر کے جاؤ بیٹا!'' وہ عجلت میں فائل میں اپنے پیپرز ترتیب دے رہا تھا جب نازو نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''ماما! آئم آل ریڈی لیٹ۔'' وال کلاک پہ نظر ڈالتے ہوئے اس نے جواب دیا تھا۔

''یوں بھوکے پیاسے جاؤ گے تو تمہارے ذہن میں کسی سوال کا جواب نہیں آئے گا۔'' نازو نے گویا اسے ڈرایا تھا لیکن وہ کہاں ان ڈراوؤں میں آنے والا تھا۔

''ڈونٹ وری ماما! میرا پیٹ خالی ہے ذہن تو خالی نہیں ہے۔'' وہ اب جانے کے لئے کھڑا ہو گیا تھا، نازو نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری تھی، وہ لگ بھی تو اس قدر حسین رہا تھا، وہ تو مجمع میں بھی کھڑا ہوتا تو سب سے ممتاز نظر آتا تھا۔

''اوکے ماما! اب اجازت دیں اور دعا کریں آپ کا بیٹا انٹرویو میں پاس ہو جائے۔'' وہ اس کے سامنے پیار لینے کے لئے جھکا۔

''اللہ تمہیں دنیا و آخرت کے ہر امتحان میں کامیاب کرے۔'' نازو نے اس کے ماتھے کا بوسہ لیا اور دعائیں پڑھ کر اس پر پھونکیں، وہ سرشار سا باہر نکل گیا۔

یونیورسٹی میں اس کی طرح اور بھی کئی لڑکے MBA کے انٹرویو کے لئے آئے ہوئے تھے، اپنی باری آنے پہ وہ انٹرویو روم میں داخل ہوا یہ ایک درمیانے سائز کا کمرہ تھا جس کے وسط میں ایک بڑا ٹیبل تھا، جو کہ بالکل خالی تھا، اس ٹیبل کے پیچھے ریوالونگ چیئر پہ پینٹ کوٹ میں ملبوس ایک لڑکی تھی، جس کے بال کندھوں تک تھے، اس نے ہاتھ میں پین پکڑ رکھا تھا اور سامنے فائل رکھی تھی، لڑکی نے مسکرا کر ہیلو کہتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا، حسان نے بمشکل اپنی دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں سے اسے ٹچ کیا تھا، لڑکی آنکھوں میں بڑی معنی خیز سی چمک لہرائی تھی، اس کی دائیں طرف ایک درمیانے سائز کا ٹیبل تھا جس پہ لیپ ٹاپ پڑا تھا۔

لڑکی نے بزنس ایڈمنسٹریشن کے متعلق اس سے پانچ سوالات کیے تھے، اس نے بڑے اعتماد سے ہر سوال کا جواب دیا تھا، لڑکی نے فائل کھول کر چند الفاظ لکھے۔

''تھینک یو۔'' وہ فائل بند کرتے ہوئے بولی۔

''تھینک یو ٹو۔'' کرسی پیچھے دھکیلتے ہوئے وہ فوراً کھڑا ہو گیا مبادا وہ دوبارہ مصافحے کے لئے ہاتھ نہ بڑھا دے، تھا تو یہ وہاں کے مینرز کے خلاف، لیکن اسے عورت ذات سے ویسے ہی الرجی تھی، لہٰذا وہ مروت بھی کم ہی نبھاتا تھا۔

''کیسا رہا تمہارا انٹرویو۔'' وہ روم سے باہر نکلا تو ایک خوبرو نوجوان نے بڑے دوستانہ انداز میں اس سے دریافت کیا تھا۔

''فائن۔'' حسان کو قدرے حیرت ہوئی کیونکہ وہ اس لڑکے کو نہیں جانتا تھا۔

''یہاں ہر کسی کو نئی دوستیاں پالنے کی عادت ہے۔'' اس نے سوچتے ہوئے بے نیازی سے کندھے جھٹکے اور آگے بڑھ گیا۔

''کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟'' اسے عقب سے اسی لڑکے کی آواز آئی تھی۔

''جی نہیں۔'' اس نے بد لحاظی سے جواب دیا تھا۔

''کیوں؟'' مقابل نے متعجب ہو کر استفسار کیا تھا۔

''کیونکہ مجھے نت نئی دوستیاں پالنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔'' وہ دوٹوک لہجے میں بولا۔

''شوق تو مجھے بھی نہیں ہے اور تمہیں یہ جان کر حیرت ہو گی کہ میرا کوئی بھی دوست نہیں ہے؟'' اس لڑکے نے بڑی ترنگ سے بتایا تھا۔

''جی نہیں مجھے بالکل بھی حیرت نہیں ہوئی کیونکہ یہاں ہر شخص یہی کہتا ہے۔'' کڑوے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے استہزائیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

''اتنی بدگمانی بھی اچھی نہیں ہوتی، اپنی وے تم نے کس طرف جانا ہے، آؤ میں تمہیں ڈراپ کر دوں۔'' اس نے آفر کی۔

''تھینکس، میرے پاس گاڑی ہے۔'' اسے اب اس خوامخواہ کمپل ہونے والے لڑکے سے الجھن ہوتی جا رہی تھی، اس لئے وہ اپنی بات کہہ کر کے بغیر تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھ گیا۔

☆☆☆

آج یونیورسٹی میں اس کا پہلا دن تھا، آکسفورڈ یونیورسٹی جو دنیا کے ہر اسٹوڈنٹ کا خواب تھی، وسیع و عریض احاطے پر مشتمل براؤن کلر کی عمارت، بلکہ یونیورسٹی کا ہر ڈیپارٹمنٹ بہت وسیع بلڈنگ دکھائی دیتا تھا، ہر رنگ، ہر نسل اور دنیا کے ہر خطے سے آئے ہوئے اسٹوڈنٹ یہاں موجود تھے۔

ان کی پہلی کلاس ایک جرمن نژاد پروفیسر مائیکل ہیری نے لی تھی، آج پہلا دن تھا اس لئے آج کے دن تو تعارف اور ابتدائی باتیں ہی ہوئی تھیں، حسان کے بالکل ساتھ ہائیں طرف انتہائی قابل اعتراض حلیے میں ایک لڑکی بیٹھی تھی، کلاس کے دوران ہی وہ مختلف حیلے بہانوں سے حسان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی، وہ جانتے بوجھتے بھی انجان بنا رہا، کلاس ختم ہوئی تو سر مائیکل کے باہر نکلتے ہی وہ لڑکی اٹھ کر اس کے سامنے آ گئی۔

''ہائے، آئم جوزفین فرام سوئٹزر لینڈ۔'' اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اپنا تعارف کروایا۔

حسان نے ناگواری سے دیکھتے ہوئے رخ دوسری طرف موڑ لیا۔

''ویری نائس۔'' وہ قہقہہ لگا کر ہنسی پھر بولی۔

''اتنے ہینڈسم لڑکے پر اتنا پراؤڈ تو سوٹ کرتا ہے۔'' اس نے گویا اسے سراہا تھا۔

حسان کے ماتھے پر بل نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے، وہ کوئی سخت جملہ کہتے کہتے رہ گیا تھا، اس لڑکی کے منہ لگنے کی بجائے اس نے اٹھ جانے میں ہی عافیت سمجھی تھی۔

''السلام علیکم!'' باہر نکلتے ہی اسے اپنے عقب سے سلام کی آواز آئی تو وہ متعجب ہو کر مڑا، سامنے وہی لڑکا کھڑا تھا، جو اسے انٹرویو والے دن ملا تھا۔

''وعلیکم السلام!'' اس نے جواب دینے پہ وہ لڑکا خوش ہو گیا تھا۔

''میرا نام صالح ہے اور میں لندن میں ہی رہتا ہوں، میرا گھر یونیورسٹی سے زیادہ دور نہیں ہے۔'' وہ اب اسے اپنا تعارف کروانے لگا تھا۔

''میرا نام حسان احمد ہے۔'' پتہ نہیں کیا ہوا تھا، لیکن حسان کو یکدم ہی اس سے بہت اپنائیت اور انسیت سی خوشبو آئی تھی، کچھ ایسا احساس ضرور ہوا تھا جس نے اسے صالح کی جانب متوجہ کر دیا تھا۔

''گڈ ویسے تو میں نے سر مائیکل کی کلاس میں تمہارا تعارف سن لیا تھا لیکن تمہارے منہ سے سن کر اچھا لگا۔'' وہ اسی طرح اپنائیت بھرے لہجے میں بولا تھا۔

حسان فقط مسکرا کے رہ گیا، صالح کو اس کی مسکراہٹ سے ہی بہت حوصلہ ملا تھا، ورنہ پہلے دن تو وہ اسے بہت منہ پھٹ اور بد لحاظ لڑکا لگا تھا، وہ ابھی بھی وہ جس طرح جوزفین ایسی قیامت کو نظر انداز کر کے آیا تھا اس سے اس کے مزاج کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا، لیکن اس کی توقع کے برعکس آج اس نے اپنا اکھڑ پن نہیں دکھایا تھا۔

''تم یہاں اسٹڈی کے لئے ہو یا مستقل یہیں رہتے ہو۔'' صالح نے یونہی بات برائے بات پوچھا تھا۔

''میری مستقل رہائش یہیں ہے، میں یہاں اپنی ماما کے ساتھ رہتا ہوں۔'' حسان نے بتایا تھا۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے، میں بھی اپنے پیرنٹس کے ساتھ یہیں رہتا ہوں، اس کا مطلب ہے ہماری خوب گزرے گی۔'' صالح نے خوش ہو کر کہا تھا، وہ دونوں چلتے ہوئے ایک بینچ پر بیٹھ گئے تھے۔

''کیا تم میرے ساتھ یہ جوس شیئر کرو گے۔'' جوزفین پتہ نہیں کس کونے سے نمودار ہوئی تھی، اس کے ہاتھ میں جوس کا گلاس تھا، جس میں اس نے دو عدد اسٹرا لگا رکھے تھے، وہ بڑی دلآویز مسکان لئے حسان سے مخاطب تھی۔

وہ اچھی خاصی خوبصورت لڑکی تھی، بے تحاشا سفید رنگت کندھوں سے کچھ نیچے تک لہراتے براؤن بال، گہری نیلی آنکھیں جو اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کر رہی تھیں، لمبا قد مناسب جسامت اوپر سے اس کی ڈریسنگ، گھٹنوں سے کچھ نیچے تک آتا ٹراؤزر، جس کو اس کی سفید پنڈلیاں خوبصورت بنا رہی تھیں، سلیولیس شارٹ شرٹ انتہائی فٹنگ کے ساتھ گہرا گریبان، حسان کو اس سے حد کوفت محسوس ہوئی۔

''میں تم جیسی لڑکیوں کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا اور تم جوس شیئر کرنے کی بات کر رہی ہو۔'' وہ بولا تو اس کا لہجہ زہر سے بھرا ہوا تھا۔

اپنے اس قدر حقارت سے ٹھکرائے جانے پر جوزفین کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا، اس کا ذلت آمیز لہجہ برا تو صالح کو بھی لگا تھا، لیکن غلطی بہرحال جوزفین کی ہی تھی لہٰذا وہ خاموش رہا۔

''یو مسٹر! تم خود کو سمجھتے کیا ہو، اب ایسے بھی پرنس نہیں ہو تم۔'' وہ دانت پیس کے غرائی تھی، اپنی بے عزتی کا بدلہ بھی تو لینا تھا۔

''میں نے تو ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا البتہ تم ضرور فری ہونے کی کوشش کر رہی ہو بلکہ ناکام کوشش۔'' وہ بھی کٹیلے لہجے میں بولا تھا، جوزفین جیسی حسن پرست کئی لڑکیوں کو وہ سیدھا کر چکا تھا، مروت نبھانا اور وہ بھی صنف نازک سے یہ تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا، کلاس میں وہ صرف کلاس روم کے ایٹی کیٹس کی وجہ سے خاموش رہا تھا۔

کئی اسٹوڈنٹ ادھر اُدھر سے ان کی جانب متوجہ ہو گئے تھے، کیونکہ کوئی لڑکا کسی لڑکی کی وہ بھی بے حد خوبصورت لڑکی کی پیش قدمی کی بری طرح مذمت کر رہا ہو ایسا سین تو شاذ و نادر ہی دیکھنے کو نصیب ہوتا تھا۔

''تمہارے غرور کو اپنے قدموں تلے نہ روندا تو میرا نام بھی زیانا جوزفین نہیں۔'' احساس توہین میں لپٹ کر اس نے چیلنجنگ انداز میں کہا تھا۔

''حسان احمد کو اس دن کا انتظار رہے گا۔'' وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کے سرد لہجے میں پھنکارا تھا۔

ایک لمحے کے لئے تو جوزفین اندر سے کانپ سی گئی لیکن اگلے ہی لمحے وہ اپنے ازلی اعتماد سے سر جھٹکتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی۔

''کیا ضرورت تھی اس جیسی لڑکیوں سے الجھنے کی۔'' صالح بھی اسے لئے دوسری طرف چلا گیا تھا اور اب ڈپٹنے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''میں الجھ رہا تھا یا وہ زبردستی اوپر چڑھی آ رہی تھی۔'' اس کا غصہ ابھی تک کم نہیں ہوا تھا دماغ ابھی تک گھوم رہا تھا، یہ ٹھیک تھا کہ شروع سے ہی لڑکیاں اس سے دوستی کی خواہاں رہی تھی وہ جہاں بھی جاتا لڑکیاں پروانوں کی طرح اس کے اردگرد منڈلانے لگتیں، یہی وجہ تھی کہ جو تقدس اس کی ماں نے اس کے سامنے عورت کا بیان کیا تھا وہ قائم نہ رہ سکا اور اس کے دل میں عورت سے لگاؤ سرے سے رہا ہی نہیں۔

''چلو چھوڑو نیکسٹ پیریڈ شروع ہونے والا ہے۔'' صالح نے کہا تو وہ بھی سر جھٹکتا کلاس روم کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

نازو کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، ایک دم ہی بخار نے آن گھیرا تھا، نقاہت اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ وہ اٹھنے سے بھی لاچار ہو گئی تھی، حسان دو دن سے گھر ہی تھا اور نازو کی تیمارداری کر رہا تھا، نازو نے لاکھ اس سے کہا تھا کہ وہ یونیورسٹی چلا جائے ابھی یونیورسٹی جوائن کیے اسے ایک ماہ ہی ہوا ہے، فی الحال چھٹی کرنا اس کے لئے مناسب نہیں لیکن اس نے نازو کی بات پہ کان نہیں دھرے تھے اور دو دن سے گھر پہ ہی تھا۔

''یہ سوپ لیں پھر آپ کو میڈیسن بھی لینی ہے۔'' حسان اس کے لئے سوپ بنا کے لایا تھا، صبح سے وہ ہر گھنٹے بعد کوئی نہ کوئی کھانے کی چیز لئے اس کے سر پہ آن کھڑا ہوتا۔

''حسان! بس کرو بیٹا! اب مجھ میں بالکل گنجائش نہیں ہے۔'' نازو نے اس کے ہاتھ میں پکڑے سوپ کے پیالے کو دیکھ کر عاجزی سے کہا تھا۔

''کچھ کھائیں پئیں گی تو آپ کی کمزوری دور ہو گی ایسے تو آپ اور بیمار پڑ جائیں گی۔'' اس کا انداز کسی بچے کو پچکارنے جیسا تھا۔

نازو نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اسی دم بیرونی دروازے پہ بیل ہوئی، حسان سوپ کا پیالہ وہیں رکھ کر گیٹ کھولنے چل دیا۔

''السلام علیکم! کیا حال ہے جناب!'' اس نے دروازہ کھولا تو باہر صالح کھڑا تھا، شدید سردی کی وجہ سے اس نے لمبا کوٹ پہن رکھا تھا اور دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑ رہا تھا۔

''وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں، اندر آ جاؤ۔'' اس نے اندر آنے کے لئے راستہ چھوڑا تو وہ اندر داخل ہو گیا۔

''خیریت ہے آج تیسرا دن ہے تم یونیورسٹی سے غائب ہو۔'' صالح نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا، اس کا خیال تھا کہ شاید حسان بیمار ہے لیکن اس کو دیکھ کر اس کا خیال غلط ثابت ہوا تھا، کیونکہ وہ بالکل تندرست نظر آ رہا تھا البتہ حلیہ کچھ رف سا تھا۔

''حسان! کون تھا باہر؟'' نازو بھی نقاہت سے چلتی باہر تک آ گئی تھی اور حسان کے ساتھ ایک لڑکے کو دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے بھونچکی رہ گئی۔

اس لڑکے میں اسے احمد کی شبیہ نظر آئی تھی، وہ ٹھٹھک کر وہیں کھڑی رہ گئی۔

''ماما آپ باہر کیوں نکلیں، اتنی سردی ہے یہاں۔'' حسان اس کی دلی کیفیت سے بے خبر اس کے یوں صرف شال میں باہر نکلنے پہ خفا ہو رہا تھا۔

''السلام و علیکم آنٹی!'' صالح نے انہیں دیکھ کر فوراً مؤدبانہ سلام کیا تھا۔

''وعلیکم السلام بیٹا آپ؟'' نازو کی نظریں مسلسل اس کے چہرے کو کھوج رہی تھیں۔

''آنٹی میں حسان کا دوست ہوں ہم

یونیورسٹی میں اکٹھے پڑھتے ہیں۔" صالح نے اپنا تعارف کروا کے ان کی الجھن کو رفع کرنا چاہا تھا۔

"میرا خیال ہے اندر چل کے بیٹھتے ہیں، یہاں اچھی خاصی سردی ہے۔" حسان کی نازو کی فکر ستا رہی تھی کہ کہیں انہیں مزید سردی نہ لگ جائے۔

"ہاں آ جاؤ میرے کمرے میں ہی آ جاؤ۔" نازو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تھا، نازو کی بات سن کر حسان کو خاصی حیرت ہوئی تھی، کیونکہ وہ اپنی ماں کی طبیعت سے واقف تھا جو تنہائی پسند تھیں، حسان کے علاوہ کوئی اس کے کمرے میں داخل نہیں ہو سکتا تھا، کوئی جتنا بھی عزیز آ جاتا وہ اسے گیسٹ روم تک ہی محدود رکھتی تھیں، لیکن صالح کو وہ خود اپنے کمرے میں بلا رہی تھیں۔

دوسری طرف نازو کو یہ ڈر تھا کہ حسان اسے گیسٹ روم میں لے جائے گا، اسی لئے اس نے جلدی سے اسے اپنے کمرے میں ہی بلا لیا تھا، کیونکہ وہ صالح سے بہت سے سوالات کرنا چاہتی تھیں، ان کے دل کی کیفیت بہت عجیب ہو رہی تھی۔

"بیٹھو بیٹا!" وہ خود بیڈ پہ بیٹھ گئی تھی اور ٹانگوں پہ کمبل لپیٹ لیا تھا، جبکہ وہ دونوں بیڈ روم صوفے پہ بیٹھ گئے تھے۔

"ماما! میں نے آپ سے اپنے دوست صالح کا تذکرہ کیا تھا ناں، یہ صالح ہی ہے۔" حسان نے نازو کو بتایا تھا۔

"آ...... اچھا۔" یہ سن کر کہ یہ صالح ہے نازو کو خاصی مایوسی ہوئی تھی، کیونکہ حسان نے اسے صالح کے بارے میں بتا رکھا تھا کہ وہ لندن میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتا تھا، یہیں پلا، بڑھا ہے اور یہیں تعلیم حاصل کی ہے، جبکہ وہ سمجھ رہی تھی کہ شاید حسان کا یہ دوست پڑھنے کی غرض سے پاکستان سے لندن آیا ہے، اس کے سلام لینے اور بات کرنے کے انداز سے تو یہی لگا تھا۔

"حسان یونیورسٹی نہیں آ رہا تھا، میں نے سوچا شاید بیمار نہ ہو گیا ہو، میں آج ہی معلوم کرنے آیا تھا۔" صالح نے اپنی آمد کا مقصد بتایا تھا۔

"بس بیٹا! میں بیمار ہو گئی تھی، حسان کو اسی لئے چھٹی کرنا پڑ گئی۔" نازو نے حسان کی غیر حاضری کی وجہ بتائی

حسان انہیں باتیں کرتا چھوڑ کر کچن میں کافی بنانے چلا گیا تھا۔

"الحمدللہ اب تو کافی بہتر ہوں، بس حسان بہت جلدی پریشان ہو جاتا ہے۔" وہ بولیں، تو حسان کے تذکرے پہ ان کے لہجے میں حلاوت ہی حلاوت تھی۔

"اکلوتا ہے ناں، اکلوتے بچے اسی طرح Sensative ہوتے ہیں میں بھی اکلوتا ہوں ناں تو اپنے پیرنٹس کے بارے میں بہت جلد کانشس ہو جاتا ہوں۔" صالح نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس کی مسکراہٹ بالکل احمد جیسی تھی اور مزاج بھی ویسا ہی دھیما اور پرسکون لگ رہا تھا، نازو کے پورے وجود میں ایک مرتبہ پھر بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔

"بیٹا! آپ کا آبائی وطن بھی پاکستان ہے؟" وہ خود کو یہ سوال پوچھنے سے روک نہیں پائی تھی۔

"جی! میں پانچ سال کا تھا جب ڈیڈی کو یہاں جاب مل گئی، تو ہم یہاں آ گئے، پھر یہیں تعلیم وغیرہ کا سلسلہ شروع ہوا۔" صالح نے بتایا۔

"تو اس کے بعد آپ کبھی پاکستان نہیں گئے۔" اس نے اگلا سوال داغا۔

"نہیں، ابھی تک تو اتفاق نہیں ہوا، ہمارے سارے رشتے دار پاکستان میں ہی ہیں، فون اور ای میل وغیرہ پہ رابطہ ہے لیکن کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔" صالح کے لہجے میں جو حسرت پنہاں تھی وہ نازو سے چھپی نہ رہ سکی۔

"آپ بھی پاکستان کی رہنے والی ہیں؟ حسان تو بتا رہا تھا کہ اس کا پاکستان سے کوئی تعلق نہیں۔" صالح نے چونک کر دریافت کیا تھا۔

"ہاں میرا تعلق بھی پاکستان سے ہے، لیکن حسان کی پیدائش U.A.E کی ہے، پھر ہم لندن شفٹ ہو گئے تو بس۔" حسان کے قدموں کی چاپ سن کر وہ خاموش ہو گئی۔

صالح نے اس خاموشی کو نوٹ کیا تھا، اسے حسان کی ماما بہت بے چین لگی تھیں، اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اس سے کچھ کہنا چاہ رہی ہیں لیکن کہہ نہیں پا رہیں۔

"یہ لو، تم ماما کے علاوہ دنیا کے واحد شخص ہو جسے میرے ہاتھ کی کافی پینے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔" حسان نے کافی کا مگ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ باس! یہ ناچیز ہمیشہ آپ کا احسان مند رہے گا۔" صالح نے سر کو خم دیتے ہوئے عاجزانہ لہجے میں کہا تھا اور وہ دونوں ہی مسکرا دیئے۔

چھوٹی موٹی باتوں کے دوران خوشگوار ماحول میں ان دونوں نے کافی ختم کی تھی۔

"او کے، مجھے اب اجازت دیجئے۔" صالح کافی کا مگ رکھتا ہوا کھڑا ہو گیا، پھر حسان سے مخاطب ہوا۔

"تم صبح یونیورسٹی آ رہے ہو ناں؟"

"انشاء اللہ حسان صبح ضرور آئے گا۔" جواب اس کی بجائے نازو نے دیا تھا، حسان نے مدھم مسکان کے ساتھ ان کی بات کی تائید کی تھی۔

"صالح بیٹا! تم سے مل کر بہت اچھا لگا، اب چکر لگاتے رہنا۔" اسے اپنا کوٹ پہنتے دیکھ کر نازو نے کہا تھا، اندر ہیٹنگ سسٹم آن ہونے کی وجہ سے اس نے آتے ہی اپنا کوٹ اتار دیا تھا۔

"جی ضرور آپ بھی حسان کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لائیے گا، میری مما آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گی۔" اس نے خوشدلی سے آفر کی تھی۔

نازو نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا تھا، آج بہت دنوں بعد اسے اپنے اندر خوشگوار تبدیلی محسوس ہو رہی تھی، وہ بخار جو پچھلے تین دن سے اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا، اب چند منٹ میں ہی رفو چکر ہو گیا تھا۔

بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے آنکھیں موند لی تھیں، آج پھر وہ احمد کے ساتھ انہی چند دنوں کے دلکش لمحات میں کھو گئی تھی، جو اس نے احمد کے ساتھ بتائے تھے، آج پھر اسے احمد کی خوشبو اپنے بہت پاس محسوس ہوئی تھی، شکر تھا کہ حسان، صالح کو چھوڑنے گیٹ تک چلا گیا تھا، ورنہ نازو کے لبوں پہ کھلتی مسکان دیکھ کر حیران ضرور ہوتا۔

☆☆☆

"ہیلو۔" وہ پروفیسر مارک کے آفس کی طرف بڑھ رہا تھا جب اسے اپنے عقب سے نسوانی آواز سنائی دی، وہ پیچھے مڑا تو اس کے سامنے جوزفین مسکرا رہی تھی، وہ جواب دینے کی بجائے سر جھٹکتے ہوئے آگے بڑھ گیا تھا۔

"مسٹر حسان! کیا آپ چند لمحوں کے لئے میری بات سن سکتے ہیں؟" اس کے حوصلہ شکن رویے کے باوجود جوزفین نے اس سے دریافت کیا تھا۔

"نہیں۔" اس کی توقع کے مطابق دو ٹوک جواب آیا تھا، وہ مسکرا دی پھر بولی۔

"مجھے پتا تھا تمہارا جواب یہی ہو گا لیکن پھر

بھی میں تم سے دوبارہ ریکوئسٹ کروں گی کہ پلیز پچھلی باتوں کو بھلا کر ہم دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔''

''مس جوزفین! مجھے دوست بنانے کا نہ تو کوئی شوق ہے اور نہ ہی کوئی ضرورت ہے، لہٰذا آپ بلاوجہ اپنا وقت ضائع مت کریں۔'' وہ سرد و سپاٹ لہجے میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔

''میں مانتی ہوں کہ غلطی میری ہے اور میں اس کے لئے ایکسکیوزمی بھی کرتی ہوں، لیکن پلیز تم تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ کر میری بات سن لو اور اتنا تو میں جانتی ہوں کہ کوئی تم پر اپنی مرضی مسلط نہیں کرسکتا، لیکن پھر بھی یہ میری ریکوئسٹ ہے۔'' اس کا انداز التجائیہ ہوگیا تھا، حسان ایک لمحے کے لئے خاموش ہوا تھا، گویا اس نے کچھ دیر سوچا تھا، پھر سر ہلاتے ہوئے بولا۔

''اوکے لیکن میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے مجھے پروفیسر مارک سے بھی کچھ ہدایات لینی ہیں۔''

''تھینک یو سو مچ۔'' آن کی آن میں اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے اسے کوئی بہت بڑی دولت مل گئی ہو۔

''وہاں چل کر بیٹھتے ہیں۔'' اس نے کچھ فاصلے پر بیٹھا تھا، چند لمحات یونہی خاموشی کی نظر ہو گئے، حسان کا خیال تھا کہ وہ اسے چائے یا کافی کی آفر کرے گی اور پھر تعلقات کو بڑھانے کی کوشش کرے گی تو وہ بہت آسانی سے اسے دو ٹوک سنا کر نکل آئے گا، لیکن اس کی توقع کے برعکس وہ یوں خاموش تھی گویا کسی گہرے خیال میں کھوئی ہو۔

''آہم۔'' حسان نے کھنکار کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔

وہ چونک کر متوجہ ہوئی پھر دھیمے سروں میں مسکرائی، بلاشبہ وہ ایک حسین لڑکی تھی اور مسکراتے ہوئے اور بھی خوبصورت لگتی تھی، لیکن اس کی بدقسمتی یہ تھی کہ اس کے مقابل حسان احمد تھا، جس کے نزدیک خوبصورتی کو شرم و حیا کے پیمانے سے ماپا جاتا تھا۔

''سمجھ نہیں آرہا کہ اپنی بات کا آغاز کہاں سے کروں۔'' وہ چند ثانیے کو رکی پھر گویا ہوئی۔

''جب میں نے پہلی دفعہ تمہیں دیکھا تو مجھے یوں لگا کہ یہی وہ ہستی ہے جس کے میں خواب دیکھا کرتی تھی، جس کو میں نے اپنے تخیل میں سجا رکھا تھا، اپنچ پن میں بہت آئیڈلزم لڑکی ہوں، میں نے زندگی میں جو چاہا وہ پالیا، جس چیز کی خواہش کی اسے حاصل کرلیا، جب تمہیں دیکھا تو بھی یوں ہی لگا جیسے تم میرے لئے ہی اس یونیورسٹی میں آئے ہو، بلکہ اس دنیا میں آئے ہو۔'' وہ کچھ دیر سانس لینے کو رکی حسان خاموشی سے اسے سن رہا تھا، اس نے اسے درمیان میں ٹوکا نہیں تھا۔

''میں کوئی پاکدامن لڑکی نہیں ہوں، میری زندگی میں بہت سے مرد آئے ہیں لیکن میں اپنی دلی رضامندی سے کسی کی طرف مائل نہیں ہوئی، کسی کو صرف نیچا دکھانے کے لئے کسی کو ٹائم پاس کا سبب اور کسی کو یونہی مذاق کا نشانہ بنانے کے لئے، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی مرد نے مجھے ریجیکٹ کیا ہو، تم پہلے مرد ہو، جس نے میری آفر کو بری طرح ٹھکرا دیا، اس وقت تو میں سخت طیش کے عالم میں جو منہ میں آیا بول گئی اور سچ بات تو یہ ہے کہ اس سارے عرصے میں میں نے تمہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کا ہر حربہ آزما لیا لیکن تم کسی طرح میری طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ مجھ سے مزید متنفر ہونے لگے، میں اتنا ضرور کہوں گی حسان، میں نے اگرچہ دوسروں کو وقت گزاری کا ذریعہ بنایا لیکن تم میرے دل میں پوری طرح براجمان ہوگئے ہو، میں تم سے بری طرح شکست کھا چکی ہوں اور اپنے دعوے میں بری طرح ہار چکی ہوں مجھے اپنی شکست منظور ہے لیکن میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی، میں نے ایسا کرنے کی کوشش بھی کی لیکن میں صرف دو دن تمہیں دیکھے بغیر گزار سکی، تیسرے دن میری حالت ایسی ہو چکی تھی گویا کسی نے جسم سے روح کھینچ لی ہو، مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے، لیکن پلیز مجھے ٹھکراؤ مت، میں تمہارے لئے سب کچھ چھوڑ سکتی ہوں، حتیٰ کہ اپنا مذہب بھی، لیکن تم مجھے اپنا لو۔'' آخر میں اس کی آواز سسکیوں میں ڈھل گئی تھی۔

اس کی باتوں نے حسان کو ہکا بکا کر دیا تھا، یونیورسٹی کے ابتدائی دنوں میں جوزفین کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کو وہ یکسر فراموش کر چکا تھا، اسے ہرگز امید نہیں تھی کہ جوزفین اب تک اس میں دلچسپی لئے ہوئے ہے۔

''میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں جوزفین!'' قدرے وقفے سے وہ اپنے حواس بحال کر کے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔

''لیکن جیسا تم چاہ رہی ہو ایسا کبھی نہیں ہو سکتا دیکھو، میں تمہیں کسی غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہتا، جس طرح تم نے مجھ سے صاف اور واضح انداز میں بات کی ہے اسی طرح میں بھی تم سے کہوں گا کہ شریک حیات کے لئے میری ایک اپنی سوچ ہے اور تم اس تخیل پر ہرگز پوری نہیں اترتی، بلکہ مجھے آج تک کوئی لڑکی ایسی دکھائی نہیں دی۔'' وہ بغیر کسی لگی لپٹی کے کھرے لہجے میں بولا تھا۔

''حسان! تم مجھے اپنا آئیڈیل بتاؤ تو میں ہو بہو اسی رنگ میں رنگ جاؤں گی، میں ویسی ہو جاؤں گی جیسی تم چاہتے ہو، لیکن پلیز مجھے ٹھکراؤ مت، میں اب نہیں رہ سکتی۔'' اس کی گہری نیلی آنکھوں کی سطح چھلکنے کو بےتاب ہوئی تھی۔

''جوزفین! محبت ایک ایسا جذبہ ہے کہ یہ خود بخود انسان کے دل میں جگہ بنا لیتا ہے، ہم خود پر اور دوسروں پر زبردستی نہیں کر سکتے، محبت زبردستی کا سودا ہے ہی نہیں، میں نے تم سے بالکل سچ بولا، تم سوچو میں بھی اگر دوسروں کی طرح تم سے جھوٹ بول کر ٹائم پاس کرتا اور پھر تمہیں آخری اسٹیج پر لا کے چھوڑ دیتا تو اس وقت تمہارا کیا حال ہوتا؟ شاید تم خود کو سنبھال نہ پاتی، لیکن میں نے ایسا نہیں کیا، تم سے بدلہ لینے کی کوشش بھی نہیں کی، اس لئے مجھے امید ہے کہ تم خود کو سمجھاؤ گی اور جلد ہی اس فیز سے باہر نکل آؤ گی۔'' اپنی زندگی میں پہلی دفعہ وہ کسی لڑکی سے نرم لہجے میں بات کر رہا تھا۔

یہ سچ تھا کہ کئی لڑکیوں نے اسے امپریس کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی اور اس کوشش میں وہ ہر حد سے بھی گزر گئی تھیں، لیکن جوزفین کا معاملہ اور تھا، اس کی آنکھوں میں حسان نے جو عقیدت کے رنگ تھے اور اس کے لہجے میں جو جنون کی جھلک محسوس کی تھی اس نے اسے اپنا رویہ بدلنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

''میں خود کو نہیں سمجھاؤں گی کیونکہ میں خود کو سمجھا ہی نہیں سکتی، البتہ میں یہ دعا ضرور کروں گی کہ گاڈ تمہارے دل میں بھی محبت پیدا کر دے اور دیکھ لینا ایک دن ایسا ضرور ہوگا۔'' وہ پلکوں کو بےدردی سے رگڑتی مصمم لہجے میں بولی۔

حسان اس کی بات پر کچھ نہیں بولا تھا، جوزفین نے چند لمحے اس کی جانب دیکھا اور پھر اٹھ کر چلی گئی، حسان بھی طویل سانس لیتا کھڑا ہو گیا تھا۔

☆☆☆

سمندر پر سکوں ہے پر کنارے شور کرتے ہیں
میرے اطراف بس رنگیں نظارے شور کرتے ہیں
اور اب تو چاندنی راتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں

سکون سے سو نہیں سکتا کہ تارے شور کرتے ہیں
میں جب خاموش رہتا ہوں تو سب خاموش رہتے ہیں
اگر اک لفظ بھی بولوں تو سارے شور کرتے ہیں
بہت مدت ہوئی جب تم میرے کوچے سے گزرے تھے
پر قدموں کے نشان اب تک تمہارے شور کرتے ہیں

ان کے فرسٹ سمسٹر کا اختتام ہوا اور اب انہیں ایک ماہ کی چھٹیاں تھیں، وہ دونوں بیٹھے تھے جب جوزفین ان کی طرف بڑھی۔

''اوکے گائز! اب ایک ماہ بعد ملیں گے۔'' وہ خوشدلی سے ان دونوں سے مخاطب ہوئی تھی۔

''اوکے ٹیک کیئر۔'' صالح نے مسکراتے ہوئے کہا تھا، حسان نے بھی مدھم مسکراہٹ سے اس کا ساتھ دیا تھا۔

''مجھے تم دونوں کا سیل نمبر چاہیے۔'' ضرورت تو اسے صرف حسان کے نمبر کی تھی لیکن اسے ڈر تھا کہ شاید اگر وہ اس اکیلے کا نمبر مانگے تو وہ انکار کر دے، اس لئے اس نے ساتھ صالح کا بھی مانگ لیا تھا۔

''وائے ناٹ۔'' صالح نے اپنا نمبر دے دیا تھا۔

''تم اپنا سیل نمبر مجھے دے دو میں خود تم سے رابطہ کرلوں گا۔'' حسان نے کہا تو اس کی آنکھوں کو جوت بجھ گئی۔

''اتنی بے اعتباری بھی اچھی نہیں ہوتی مسٹر حسان!'' وہ نم لہجے میں بولی۔

صالح کو اس کی شکل دیکھ کر ترس آ گیا تو وہ حسان سے کہے بغیر نہ رہ سکا۔

''کوئی بات نہیں حسان! تم دے دو اپنا نمبر۔'' حسان نے لب بھینچ کر اس کی جانب دیکھا جو اس کی طرف داری میں بول رہا تھا، پھر اپنا سیل نمبر اسے لکھوا رہا تھا، وہ ایکدم خوش ہو گئی۔

''تھینک یو سو مچ۔'' وہ پہلے صالح اور پھر حسان سے مخاطب ہوئی، پھر ان دونوں کو گڈ بائی کہہ کر چلی گئی۔

''چھٹیاں کہاں گزار رہے ہو اس دفعہ تم۔'' جوزفین کے جانے کے بعد صالح اس سے مخاطب ہوا، مقصد صرف اس کا بگڑا ہوا موڈ درست کرنا تھا، کیونکہ اسے ڈر تھا کہیں وہ اسی پہ نہ الٹ پڑے۔

''کہیں بھی نہیں، یہیں ہوں گا ماما کے ساتھ۔'' وہ بیزار لہجے میں بولا۔

چھٹیاں ہمیشہ اسے یونہی بیزار کر دیا کرتی تھیں، جب اس کے اکثر کلاس فیلو اپنے رشتہ داروں کے پاس جاتے تھے اور وہ ہمیشہ ہی کڑھ کر رہ جاتا، اس کا دنیا میں ماما کے علاوہ کوئی رشتہ نہ تھا، حتیٰ کہ باپ بھی نہیں، نہ ننھیال اور ددھیال نہ بہن نہ بھائی اور اصل دکھ تو اسے یہ تھا کہ وہ اپنے کسی بھی رشتے کے بارے میں کوئی حقیقت نہیں جانتا تھا۔

''تمہارے رشتے دار وغیرہ تو ہوں گے کہیں چکر لگا لینا۔'' صالح نے بات کو جاری رکھتے ہوئے مزید کہا تھا۔

''کوئی نہیں ہے میرا اس دنیا میں۔'' وہ زہر خند ہوا، صالح نے چونک کر اس کا ضبط سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔

''تمہارے Father کی فیملی تو ہو گی، تم نے کبھی رابطہ نہیں کیا؟'' صالح نے قدرے جھجکتے ہوئے پوچھا تھا، انہیں ساتھ پڑھتے ہوئے اتنا عرصہ بیت گیا تھا، لیکن صالح نے کبھی اس سے اس موضوع پہ بات نہیں کی تھی، اس کی وجہ حسان کا اس بارے میں سرد و سپاٹ رویہ بھی تھا، آج خود ہی موضوں اس طرف چل پڑا تھا۔

''فادر یعنی باپ۔'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا، اس کی ہنسی میں بھی صالح کو ہزاروں کانچ کی ٹوٹی کرچیاں محسوس ہوئی تھیں۔

''اپنے باپ کے بارے میں مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ پاکستانی تھا، میری ماما سے شادی کی اور اس کے بعد واپس پاکستان چلا گیا۔'' غصے سے اس کے چہرے کی رگیں تن گئیں تھیں، پھر وہ بولا تو اس کے لہجے میں شراروں کی سی لپک تھی۔

''وہ شخص مجھے ایک دفعہ مل جائے ناں، تو اپنی ماما کے سارے بدلے میں اس سے گن گن کرلوں گا، میں نے ماما سے بھی کہہ رکھا ہے کہ مجھے بھی پاکستان نہیں جانا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں ایک دفعہ پاکستان ضرور جاؤں گا اور اس شخص کو پاتال کی گہرائیوں سے بھی نکال لاؤں گا۔'' اس کے لہجے نے صالح کو ہلا کے رکھ دیا تھا، اس کے اندر ہی اندر اتنا لاوا پک چکا تھا یہ تو اسے آج پتہ چلا تھا، وہ تو سمجھ رہا تھا کہ اکلوتا ہونے کی وجہ سے وہ ویسے ہی آدم بیزار رہتا ہے، لیکن اندر سے اسے کون سا دکھ مار رہا ہے یہ اسے آج علم ہوا تھا۔

''لیکن میں تمہیں یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ حقیقت حال جانے بغیر کوئی بھی یکطرفہ فیصلہ مت کرنا۔'' صالح نے اس کے غصہ کو کم کرنا چاہا تھا۔

''کیا میری ماما سے ملنے کے بعد بھی تمہیں یہ شک ہے کہ ان میں کوئی خامی ہو گی؟'' حسان نے ایسی کٹیلی نظروں سے اسے دیکھا تھا کہ وہ بیچارہ اپنی جگہ شرمسار ہو گیا۔

''یہ بات نہیں ہے حسان، لیکن تمہارے رویے میں شدت زیادہ ہے اپنی سوچ کو اگرچہ تم نہ بدلو لیکن اپنے رویے میں شدت کی کمی لاؤ۔'' اس نے بڑے سلیقے سے اسے سمجھایا تھا۔

''یہ بات تم اس لئے کہہ رہے ہو کہ تمہاری زندگی میں کوئی خلا نہیں ہے، تمہیں ماں اور باپ دونوں کو پیار ملا، تمہیں کسی رشتے میں کوئی ڈاؤٹ نہیں، تمہارے اندر اتنی حلاوت اور اطمینان انہی رشتوں کی بدولت ہے۔'' وہ ترش رو ہوا۔

''ہر انسان کے بارے میں ہم جو اندازہ قائم کرتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ صحیح بھی ہو۔'' وہ ہلکے سے مسکرایا، پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گویا ہوا۔

''تم جانتے ہو کہ میرے پیرنٹس جن سے تم مل چکے ہو وہ میرے حقیقی پیرنٹس نہیں؟'' صالح کی بات نے اسے زبردست دھچکا لگایا تھا، اس نے بے حد متحیر ہو کر اس کو دیکھا۔

''یہ میرے چچا اور چچی ہیں، میرے حقیقی پیرنٹس پاکستان میں ہیں، میرے ابو نے بچپن ہی سے بلکہ پیدائش کے وقت سے مجھے میرے چچا کو سونپ دیا تھا، پانچ سال تک میں وہیں رہا، پھر بابا لندن آ گئے وہ اس ڈر سے بھی پاکستان نہیں گئے کہ کہیں میری امی مجھے اپنے پاس نہ رکھ لیں You know میں اپنے پیرنٹس کا اکلوتا بیٹا ہوں اب میری دو بہنیں ہیں، ایک بہن مجھ سے بڑی تھی، جس کی بچپن میں ہی وفات ہو گئی پاکستان میں میرا پورا خاندان ہے، میرے ایک اور چچا اور ایک پھپھو ہیں، سب آپس میں مل جل کے رہتے ہیں، تم تو یہ بھی نہیں جانتے حسان! کہ میں اپنے بہن بھائیوں سے کھل کے بات نہیں کر سکتا، کیونکہ ماما کو ہر وقت میری طرف سے دھڑکا لگا رہتا ہے، وہ میری محبت میں بہت شدت رکھتی ہیں، اس سے بڑھ کر ان کی شدت کیا ہو گی کہ انہوں نے کبھی میرے گھر والوں کو میری تصویر تک نہیں دکھائی۔'' اس کا لہجہ نم ہو گیا تھا۔

حسان ابھی تک شاک کی کیفیت میں تھا، ہر وقت ایک نرم مسکان اپنے چہرے پہ رکھنے والا صالح، اندر سے اتنا دکھی تھا اسے تو اندازہ بھی نہیں تھا۔

''آئم سوری میرے یار! میں نے تو تمہیں دکھی کر دیا۔'' حسان اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے ندامت سے بولا۔

"نہیں میرے دوست، مجھے تو بہت اچھا لگا کہ تم نے آج اپنے پرسنل کو مجھ سے ڈسکس کیا اور میں نے بھی آج زندگی میں پہلی مرتبہ کسی کو اپنا دکھ سنایا ہے، پتہ نہیں کیوں، لیکن تم مجھے شروع دن سے ہی بہت اپنے اپنے لگے ہو۔" صالح نے اس کے ہاتھ کو کندھے سے اتار کر اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگا تھا، تم واقعی بہت اچھے دوست ثابت ہوئے ہو۔" وہ بھی سر جھٹک کے مسکرایا۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں چلنا چاہیے کافی وقت ہو چکا ہے، ماما میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔" حسان نے رسٹ واچ پہ نظر دوڑاتے ہوئے کہا، تو صالح بھی تائیدی انداز میں سر ہلاتا کھڑا ہو گیا۔

☆☆☆

وہ کمرے میں داخل ہوا تو نازو کو ہاتھ میں تصویریں پکڑے دیکھ کر اس کے ماتھے پہ بل پڑ گئے، ادب کی وجہ سے وہ خاموش تو رہا تھا لیکن اندرونی طور پر اسے غصہ بہت آیا تھا۔

"ماما چائے لے آیا ہوں۔" جب وہ کافی دیر تک اس کی آمد سے بے خبر رہیں تو حسان نے خود ہی مخاطب کیا۔

"ہاں..." انہوں نے چونک کر سامنے دیکھا تو حسان چائے کی ٹرے لیے کھڑا تھا۔

"اوہ شکریہ۔" انہوں نے تصویروں والا البم سامنے ٹیبل پہ رکھا اور چائے کا کپ پکڑ لیا۔

"وہ تمہارا دوست صالح، کافی دن ہو گئے ہیں اس نے چکر نہیں لگایا۔" چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے انہوں نے حسان سے کہا۔

"چھٹیاں ہیں ناں ہو سکتا ہے اپنے پاپا کے ساتھ کسی طرف نکل گیا ہو۔" حسان نے کہا، اسی وقت دروازے پہ بیل ہوئی، وہ چائے کا کپ رکھتے ہوئے باہر کی طرف نکل گیا۔

"شیطان کو یاد کرو شیطان حاضر۔" دروازے پہ صالح کو دیکھ کر اسے خوشگوار حیرت ہوئی تھی، صالح خوشدلی سے ہنستا ہوا اندر داخل ہو گیا، اس کی معیت میں وہ نازو کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"ماشاء اللہ صالح بیٹے کی عمر تو بڑی لمبی ہے میں ابھی تمہیں ہی یاد کر رہی تھی۔" نازو بھی اسے دیکھ کر خوش ہوئی تھیں۔

"کیسی ہیں آنٹی آپ؟" صالح نے سلام کے بعد پوچھا۔

"اللہ کا شکر ہے، تم بیٹھو۔" انہوں نے اشارہ کیا تو وہ بیٹھ گیا۔

صوفے پہ بیٹھتے اس کی نظر سامنے ٹیبل پہ دھری البم پر پڑی۔

"اچھا، تو آج پرانی یادیں تازہ کی جا رہی تھیں۔" البم کو پکڑتے ہوئے وہ مسکرا کر بولا۔

وہ اتنی دفعہ اس گھر آ چکا تھا کہ اب اس کی دونوں افراد سے بہت بے تکلفی ہو چکی تھی، وہ یہی سمجھا تھا کہ اس میں حسان کے بچپن کی تصویریں ہوں گی کیونکہ البم کا رنگ بتا رہا تھا وہ کتنی قدیم ہے۔

اس نے بڑے شوق و دلچسپی سے البم کھولا، لیکن پہلی تصویر پہ نظر پڑتے ہی زمین و آسمان اس کی نظروں میں گھوم گئے تھے، تصویر میں حسان کی ماما دلہن بنی بیٹھی تھیں اور ساتھ ہی جو دولہا بیٹھا تھا اسے دیکھ کر صالح کو اپنے قدموں کے نیچے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

(جاری ہے)

# محبتوں میں حساب کیسا

مدیحہ تبسم

دسویں قسط

"تت...... تم جانتے ہو انہیں؟" اس کے چہرے کے تاثرات نے نازو کو بے حد ٹھٹکا دیا تھا، اس نے بے یقین نظروں سے صالح کو دیکھتے ہوئے دریافت کیا تھا، جس کی آنکھوں میں حیرت واستعجاب کا دریا امڈ آیا تھا۔

"جی...... کیا یہ حسان کے پاپا ہیں؟" اس نے خود ہی بے تابانہ انداز میں پوچھا تھا۔

"ہاں۔" انہوں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے مدھم لہجے میں تصدیق کی تھی، گویا کسی جرم کا اعتراف کر رہی ہوں۔

اگرچہ جواب اس کی توقع کے مطابق تھا، تاہم پھر بھی اسے یوں محسوس ہوا تھا کہ کسی نے اس کے اعصاب پر بم بلاسٹ ہوا ہو، جس کے ذرات کے ساتھ اسے اپنا وجود بھی ریزہ ریزہ ہو کر بکھرتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"تم نے بتایا نہیں، تم کیسے جانتے ہو

ناولٹ



انہیں۔" صالح کے چہرے پہ جو زلزلے کے سے آثار تھے، اس نے نازو کو بھی مضطرب کر دیا تھا، بار بار اس کا دل دھڑک کر یہ اعلان کر رہا تھا کہ سامنے بیٹھا لڑکا اس کے لئے اجنبی نہیں، ان دونوں کے بیچ کوئی گہرا تعلق ہے۔

"مم...... م...... میں۔" صالح نے اپنی پوری قوت صرف کر کے کچھ کہنا چاہا تھا، لیکن الفاظ ببول کے کانٹوں کی طرح اس کے حلق میں پھنس کر رہ گئے تھے، وہ بیچارہ اپنے لبوں کو کچل کے رہ گیا۔

نازو کی بے چینی تھی کہ حد سے سوا تھی اور صالح کے لب تھے کہ باہم مضبوطی سے ایک دوسرے میں پیوست تھے، کچھ کہنے کی کوشش میں اس کے لب پھڑ پھڑا کے پھر خاموش ہو گئے

"یہ لو، آج تم میرے ہاتھ کی کافی کے ساتھ ساتھ یہ کیک بھی ٹیسٹ کرو، جو اگرچہ میں نے نہیں بنایا، لیکن اگر میں بناتا تو یقیناً اس سے

بھی مزیدار بناتا۔" حسان گرما گرم بھاپ اڑاتی کافی کے مگ کے ہمراہ کیک لئے بڑے خوشگوار موڈ میں اندر داخل ہوا تھا۔

نازو تو اسے اندر آتا دیکھ کر سنبھل کے بیٹھ گئی تھی، جو بھی حقیقت تھی وہ فی الحال حسان سے مخفی رکھنا چاہتی تھی، وہ نہیں جانتی تھی کہ اپنے باپ کے بارے میں کیسی رائے رکھتا ہے، البتہ اس کا اندازہ اتنا ضرور تھا کہ وہ اپنے باپ کے تذکرے سے بیزار سا ہو جایا کرتا تھا، البتہ نازو کے ادب کا لحاظ کر کے وہ کبھی اسے اس تذکرے سے ٹوک نہیں پایا تھا، لیکن اس کے چہرے پہ جو تناؤ کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی وہ نازو کو پریشان کر دیتی تھی، جسے ہمیشہ وہ جھٹکنے کی کوشش کرتی۔

"مجھے امید ہے کہ اگر میرا بیٹا کیک بناتا تو اس سے کئی گنا اچھا بناتا۔" نازو نے مسکراتے ہوئے کہا، اس کا مقصد حسان کی توجہ اپنی طرف مبذول کروانا تھا، کیونکہ اگر وہ صالح کی حالت پہ غور کر لیتا تو یقیناً چونک جاتا۔

یہ بھی شکر تھا کہ وہ کافی بنانے میں مصروف تھا، ان کے مابین ہونے والی گفتگو سے لاعلم تھا، ورنہ وہ ضرور بال کی کھال اتار کے چھوڑتا، نازو کی قصداً کی گئی کوشش کامیاب رہی تھی، وہ نازو کی طرف گھوم گیا تھا، صالح پر اس نے زیادہ غور نہیں کیا تھا۔

"امید کیوں؟ آپ کو یقین کیوں نہیں ہے کہ آپ کا بیٹا بہت مزے کا کیک بیک کر سکتا ہے۔" اس نے گردن کو اکڑاتے ہوئے فخریہ لہجے میں کہا تھا۔

"یقین تو کھانے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے، پہلے تو صرف امید باندھی جاتی ہے۔" نازو نے گویا بڑے پتے کی بات کی تھی۔

"ایسے یقین کا کیا فائدہ۔" وہ برا سا منہ بناتے ہوئے بولا، پھر کافی کا مگ نازو کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"چلیں یہ کافی تو چکھیں جس کے خوش ذائقہ ہونے کا آپ کو سو فیصد یقین ہے۔"

"بالکل۔" نازو نے مسکراتے ہوئے کافی کا مگ تھام لیا۔

حسان سے گفتگو کے دوران ان کی نظریں گاہے گاہے صالح کا جائزہ لے رہی تھیں، جو ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں گم صم بیٹھا تھا۔

"یہ لو یار! تم بھی پیو۔" حسان کی آواز اسے حقیقت کی دنیا میں کھینچ لائی۔

"تو اسی لئے مجھے اس سے اس قدر اپنائیت محسوس ہوتی تھی کہ اس لڑکے سے میرا اتنا گہرا خونی رشتہ ہے۔" کافی کا مگ پکڑنے کی بجائے وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

"کیا بات ہے بھئی کہیں میرے سر پہ سینگ تو نہیں اگ آئے۔" اسے یوں ٹکٹکی باندھ کر اپنی طرف دیکھتا پا کر حسان نے اپنے سر پہ نادیدہ سینگوں کو تلاش کرتے ہوئے کہا تھا۔

"صالح بیٹا! آپ کی کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" نازو نے دانستہ ذرا اونچی آواز سے اسے مخاطب کیا تھا۔

وہ چونک کر سیدھا ہوا، نازو کی آنکھوں میں اسے ایک التجا نظر آئی تھی، گہرا سانس بھرتے ہوئے اس نے کافی کا مگ تھام لیا، حسان بھی اپنا مگ لئے اس کے برابر آ کے بیٹھ گیا تھا۔

ابھی اس نے کافی کا ایک گھونٹ ہی بھرا تھا، جب اس کے موبائل پہ بپ ہونے لگ گئی، مگ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے اس نے جینز کی سائیڈ پاکٹ سے سیل نکالا تھا، جس کی اسکرین پر "ماما کالنگ" کے الفاظ جگمگا رہے تھے۔

"جی ماما! السلام وعلیکم!" اس نے یس کا بٹن پریس کر کے سیل کان سے لگایا۔

"ماما! میں حسان کی طرف ہوں۔" وہ اپنی موجودگی کا بتا رہا تھا۔

"او کے I am coming۔" سیل



واپس پاکٹ میں ڈالتے ہوئے وہ اب حسان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"او کے مجھے اب اجازت دو، ماما کا فون تھا، گھر میں کچھ گیسٹ آئے ہیں۔" وہ کہنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا۔

"تو کیا تم نے مہمان نوازی کرنی ہے۔" حسان بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا۔

"ممکن ہے کرنی پڑ جائے۔" اس نے ہلکا سا زبردستی مسکرانے کی کوشش کی تھی اور نازو سے سلام لیتے ہوئے حسان کے ہمراہ باہر نکل گیا۔

نازو اپنے دل میں بے چینی کی خلش لئے وہیں بیٹھی رہ گئی۔

"مجھے صالح سے بہت جلد احمد کے بارے میں پوچھنا ہے۔" اس نے دل میں مصمم ارادہ کیا اور صالح سے اگلی ملاقات کے متعلق سوچنے لگی۔

☆☆☆

"آؤ بیٹھو۔" نازو نے اگلے دن ہی صالح کو اپنے بوتیک میں انوائیٹ کر لیا تھا، حسان ان کی اس ملاقات سے بے خبر تھا۔

"تھینک یو۔" اس نے چیئر سنبھالتے ہوئے کہا تھا۔

"چائے لو گے یا کافی؟" وہ انٹر کام کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی۔

"کافی تو اب صرف حسان کے ہاتھ کی ہی اچھی لگتی ہے، آپ چائے منگوا لیں۔" وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا، نازو نے نوٹ کیا وہ کافی حد تک خود کو سنبھال چکا تھا، کل والی کیفیت یکسر ختم ہو چکی تھی اور اس بات نے نازو کو بھی کافی حد تک مطمئن کر دیا تھا کہ وہ مضبوط اعصاب کا سمجھدار لڑکا ہے۔

"او کے۔" سر ہلاتے ہوئے اس نے دو کپ چائے آرڈر کی تھی۔

اگرچہ اس کے اندر بے تابی اور اضطراب کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

تاہم اس نے خود کو بظاہر پرسکون ہی رکھا تھا، بیون چائے رکھ کے جا چکا تھا، نازو نے آداب میزبانی نبھاتے ہوئے اسے چائے بنا کر دی تھی۔

"جی...... اب پوچھئے آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتی ہیں۔" صالح نے چائے کا سپ لیتے ہوئے نازو سے کہا تھا۔

کل سے وہ خود بھی بہت بے چین تھا، ہزاروں سوال سے اس کے دل و دماغ میں کلبلا رہے تھے، اس نے محسوس کیا تھا، نازو حسان کے سامنے اس موضوع کو چھیڑنا نہیں چاہتی تھی، لہٰذا وہ بہت بے کل ہونے کے باوجود خاموش رہا تھا، وہ خود کسی ایسے موقع کا متلاشی تھا جب حسان گھر نہ ہو اور وہ کھل کر نازو سے بات کر سکے، لیکن نازو نے آج خود ہی اسے فون کر کے اپنے بوتیک پہ انوائیٹ کر لیا تھا، صالح ایک منٹ کی بھی تاخیر کیے بغیر ماما کو ایک ضروری کام کا کہہ کر اسی وقت نکل آیا تھا۔

"سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ حسان کے پاپا احمد صاحب سے تمہارا کیا رشتہ ہے۔" وہ سوال جو اس کے لبوں پہ مچل رہا تھا اس نے فوراً داغ دیا تھا۔

"وہ میرے ابو ہیں۔" وہ نہایت سکون سے گویا ہوا تھا۔

نازو چند لمحوں کے لئے اپنی جگہ پہ ساکت ہو گئی تھی، اس کی متحیر و بے یقین نگاہیں صالح کے چہرے پہ جم کے رہ گئی تھیں۔

"اوہ...... لیکن میں تو تمہارے فادر سے مل چکی ہوں۔" اس کے حواس کسی قدر ٹھکانے پہ آئے تو فوراً ہی اس کے ذہن میں صالح کے پاپا کی تصویر کسی کوندے کی طرح لپکی تھی۔

ایک تقریب کے موقع پر صالح نے اپنی ماما اور پاپا کا تعارف اس سے کروایا تھا۔

"وہ میرے فادر نہیں میرے چاچو ہیں،"

میرے چاچو نے مجھے ایڈاپٹ کیا تھا، شروع میں ہم سب اکٹھے مل کے رہتے تھے، میری تین بہنیں ہیں، ایک کی وفات بچپن میں ہی ہو گئی تھی اب دو ہیں، میری چھوٹی بہن کی پیدائش کے وقت ڈاکٹرز نے میری امی سے کہا تھا کہ اب وہ دوبارہ کبھی ماں نہیں بن سکتیں، میں ان کا اکلوتا بیٹا تھا، میری ماما یعنی میری چچی کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں ان سے مجھے چھین نہ لیا جائے، کیونکہ ان کے گھر تو کوئی اولاد ہی نہیں تھی، پھر ماما کے بے حد اصرار پر پاپا لندن شفٹ ہو گئے، میں اس وقت پانچ سال کا تھا۔" وہ کسی غیر مرئی نقطے پہ نگاہیں جمائے اسے اپنے آپ بیتی سنا رہا تھا، جبکہ نازو دم بخود اسے سن رہی تھی۔

"پھر تب سے لے کر اب تک میں کبھی پاکستان نہیں گیا، ماما میری محبت میں بہت زیادہ پوزیسو ہو چکی ہیں، انہیں ابھی تک یہ ڈر ہے کہ اگر میں پاکستان گیا تو میرے والدین مجھے واپس نہیں آنے دیں گے، ان کے جنون کا تو یہ عالم ہے کہ انہوں نے کبھی میری تصویر تک میرے گھر والوں کو نہیں دکھائی مبادا میری شکل انہیں بے چین نہ کر دے، البتہ میرے پاس سب کی تصویریں ہیں، جو میرے کزنز وقتاً فوقتاً مجھے سینڈ کرتے رہتے ہیں۔" ایک گہری سانس بھرتے ہوئے وہ خاموش ہو گیا تھا، نازو کو اس کا لہجہ بھیگا ہوا محسوس ہوا تھا۔

اگرچہ راحیلہ اور سعود نے اسے ہتھیلی کا چھالہ بنا کے رکھا ہوا تھا، اس کے ہر خواہش کو اس کے لبوں پہ آنے سے پہلے ہی پورا کر دیا گیا تھا، لیکن پھر بھی اپنے خونی رشتوں سے ملنے کی خواہش بھی کبھار اس کی ہر خواہش پہ حاوی ہو جاتی تھی، یہ ایک ایسی خلش تھی جو بچپن سے لے کر اب تک اس کے ساتھ ساتھ چلتی آ رہی تھی۔

"تو کیا تم کبھی پاکستان نہیں جاؤ گے؟" نازو نے اس کی یاسیت بھرے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا، ماما، پاپا مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں، میں ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا، میری خواہشات اپنی جگہ، لیکن ان کا احترام ہر حال میں مجھ پر واجب ہے۔" اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"احمد کے بیٹے کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔" اس کی آنکھوں میں نمی پھیل گئی۔

"حسان بھی تو ان کا ہی بیٹا ہے۔" صالح نے کہنا چاہا تھا لیکن وہ کہہ نہیں پایا۔

کل سے ایک بات پھانس کی طرح اس کے سینے میں اٹکی ہوئی تھی، اس کے ابو احمد عبد الرحمن نے دوسری شادی کیوں کی؟ اور وہ بھی خفیہ، پھر ان میں سے ان کا ایک بیٹا بھی تھا، اگر انہوں نے شادی کر ہی لی تھی تو اسے مخفی کیوں رکھا؟

حسان اپنے والد کے بارے میں بغض رکھتا تھا اس نے الگ اسے پریشان کر رکھا تھا، جب اسے علم ہو گا کہ ان دونوں کا باپ ایک ہی ہے کیا وہ انتقام لینے سے باز آئے گا؟ سعود تو ہر وقت اپنے بڑے بھائی احمد عبد الرحمن کی تعریفوں سے رطب اللسان رہتا تھا، خود اپنا بیٹا دے کر انہوں نے جو ایثار کی اعلیٰ مثال قائم کی تھی اس کا گواہ تو خود صالح تھا۔

"کہیں کوئی ایسی بات ضرور ہے جو سب کے یا کم از کم میرے علم میں نہیں ہے۔" اس کے دل نے کہا تھا۔

اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ ساری حقیقت اسے حسان کی، ماما کے علاوہ اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ اسی لئے وہ آج کے سامنے موجود تھا اور پہلے انہیں اپنی کہانی سنا چکا تھا اور اب ان کی سننے کے لئے بے تاب وہ بے قرار تھا۔

"صالح بیٹا! بہت ساری باتیں ایسی ہیں میں کبھی کسی سے نہیں کہہ سکی، میرے دل پہ بڑا بوجھ تھا اور میں دن رات اپنے اللہ سے یہ دعائیں کرتی تھی کہ وہ اس بوجھ کو ہلکا کر دے، جب مروں تو پُرسکون ہو کے مروں، میرا کسی پہ قرض نہ ہو، نہ ہی میں کسی کے مقروض ہوں، آج تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر میں پھر اس ذات اقدس کے سامنے سجدہ ریز ہونا چاہتی ہوں، جس نے میری اس خواہش کو بھی پورا کر دیا۔" اس کی آنکھیں احساس تشکر سے اشک بار ہو گئی تھیں۔

"میں نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی کہ حسان کی اچھی تربیت کر سکوں اور شاید میں کسی حد تک اس میں کامیاب بھی رہی ہوں، لیکن پھر بھی مجھے کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے باپ سے متنفر ہے، اس نے کبھی ایسا کہا تو نہیں لیکن ماں ہوں ناں، میں تو اس کے دل کے اندر تک جھانک سکتی ہوں، میں چاہتی تھی کہ اس کی ذات میں کوئی خلا نہ رہے وہ ایک کامیاب مرد بن کے زندگی گزارے، میں نے اسی لئے اسے کبھی اس کے باپ کے بارے میں نہیں بتایا، لیکن اب مجھے لگتا ہے کہ شاید میں نے غلطی کر دی، مجھے اسے سب کچھ بتا دینا چاہیے تھا، لیکن اب تو پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی گزر چکا، اس بات کا فیصلہ تو آپ نہیں کرنا ہے کہ میں نے صحیح کیا یا غلط۔" وہ بتا رہی تھیں، وہ حال میں سانس لینے کو رکی کیونکہ اب وہ صالح کے ہمراہ اپنے ماضی میں سفر کر رہی تھیں۔

بہت طویل
بہت کٹھن
سالہا سال کی آبلہ پائی پہ مشتمل
لفظ لفظ آنسوؤں کی داستان کے ہمراہ
زخم زخم وجود لئے

"میرا نام نازنین ہے، میں ایک چھوٹے سے گاؤں کی رہنے والی تھی، میرے والدین بہت سادہ تھے، میری ضد پہ میرے ابا نے مجھے کالج میں داخلہ دلوایا تھا، وہاں میری ملاقات نسرین عرف میری سے ہوئی تھی۔" اس نے بالکل ابتداء سے اپنی کہانی کا آغاز کیا تھا۔

کچھ وعدے، قسمیں، یادیں تھیں
کچھ قہقہے تھے فریادیں تھیں
کچھ آنسو تھے جو بہائے تھے
کچھ دھوکے تھے جو کھائے تھے
کچھ جگنوؤں کی پرچھائیاں تھیں
کچھ دل کو روگ لگائے تھے
اب پاس ہمارے کچھ بھی نہیں۔
اب آس کے مارے کچھ بھی نہیں
بس......
یادوں کی زنجیریں ہیں
کچھ رنگ اڑی تصویریں ہیں
کچھ لفظ مٹی تحریریں ہیں
اک دل جو دید کا پیاسا ہے
بس یہی میرا اثاثہ ہے
بس یہی میرا اثاثہ ہے

نازو اپنی داستان سنا کر خاموش ہو چکی تھی، آنسوؤں کی لڑیاں قطار کی صورت میں اس کے رخساروں پہ بہہ رہی تھیں، اس نے صالح سے کچھ بھی چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی، ایک دفعہ پہلے اس نے احمد کو اپنی بپتا سنائی تھی جو بہت وسیع القلب تھا، جس نے اسے ملامت کرنے کی بجائے اس سے رشتہ جوڑا تھا اور کبھی اسے اس کی غلطی پہ عار نہیں دلائی تھی، بلکہ اپنا نام دے کر اسے معاشرے میں معتبر ٹھہرایا تھا اور اپنی نشانی حسان کی شکل میں اسے دے کر تو گویا اس پر احسانات و انعامات کی حد ہی کر ڈالی تھی، وہ احمد عبد الرحمن جیسا شخص ملنے پہ ساری زندگی بھی خدا کا شکر ادا کرتی تو کم تھا۔

آج مد مقابل اسی شخص کا بیٹا تھا، جس میں اس نے احمد کی جھلک دیکھی تھی، اس کی خوشبو محسوس کی تھی، صالح کے بہت سے انداز و اطوار احمد سے ملتے تھے، اسی لئے آج اس نے اپنے دل کا بوجھ اس کے سامنے اتار دیا تھا، تاکہ اس

کے مرنے کے بعد کوئی تو اس کے بیٹے کو حقیقت حال سے آگاہ کر سکے، کوئی تو ہو جو اس کی ذات میں موجود خلا کو پر کر سکے۔

صالح کو بھی اپنے گال گیلے ہوتے محسوس ہوئے تھے، کمرے میں قبر کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی، دونوں نفوس ہی اپنے اپنے خیالوں کی یلغار میں پھنسے ہوئے تھے۔

''تمہیں میرا فیصلہ کس حد ٹھیک لگا ہے بیٹا!'' طویل خاموشی کو توڑتے ہوئے بالآخر نازو نے اس سے دریافت کیا تھا، جسے نت نئے انکشافات نے جامد و ساکت کر ڈالا تھا۔

صالح نے گہری سوچوں کے آکٹوپس کو جھٹکتے ہوئے نہایت عقیدت و احترام سے لبریز آنکھوں سے نازو کو دیکھا تھا۔

''آپ نے جس راستے کا انتخاب کیا تھا وہ بہت طویل، کٹھن اور دشوار ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت صبر، حوصلہ اور استقلال بھی مانگتا تھا اور اس امتحان سے آپ کا بخیر و عافیت نکل آنا یقیناً اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص مدد و نصرت آپ کے شامل حال رہی ہے۔'' وہ بولا تو اس کے لہجے و انداز سے تحسین آمیز جذبات چھلک رہے تھے۔

اور نازو کو یوں لگا تھا کہ جیسے یہ توصیفی کلمات اس کے سامنے بیٹھے صالح نے نہیں بلکہ احمد نے کہے ہوں، اس کی آنکھوں سے ایک بار پھر تشکر کے آنسوؤں نکل پڑے تھے۔

صالح اپنی جگہ سے اٹھ کر نازو کے پاس آیا، اس کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے نازو کے گود میں دھرے ہاتھوں کو تھاما تھا اور چوم کر نہایت عقیدت سے آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولا تھا۔

''جس ماں کے دو جوان بیٹے ہوں، اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں ہونے چاہئیں۔'' نازو کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی تھی، اس نے صالح کو خود سے لگا لیا تھا اور دیوانہ وار اسے چومے جا رہی تھی۔

''میرا صالح...... میرا بیٹا...... میرے احمد کی نشانی...... اے خدا! میں حقیر سی بندی تیرا جتنا شکر ادا کروں اتنا ہی کم ہے، میں ایک بچے کو ترستی تھی تو نے مجھے دو دو بیٹے دے دیئے۔'' اسے لگ رہا تھا آج اس کے دل سے ہر حسرت ہر خلش ختم ہو جائے گی۔

''بس اب آپ نے مزید نہیں رونا۔'' صالح نے ٹشو باکس سے ٹشو کھینچ کر اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بڑی پیار بھری دھونس سے کہا تھا۔

''بیٹا! یہ تو شکرانے کے آنسو ہیں۔'' وہ پیار سے اس کے بال سنوارتے ہوئے بولی۔

''شکرانے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں، صرف آنسو بہانے سے ہی شکر ادا نہیں ہوتے۔'' وہ ترنت بولا تو نازو بے اختیار ہنس پڑی۔

صالح نے آج پہلی مرتبہ انہیں ہنستے ہوئے دیکھا تھا، ورنہ وہ صرف مسکرانے پہ ہی اکتفا کرتی تھیں۔

''شاباش، میری ماما تو بس ہنستی مسکراتی ہی اچھی لگتی ہیں۔'' اسے ہنستا دیکھ کر وہ بھی خوش ہو گیا تھا۔

''اللہ میرے بیٹوں کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے تہہ دل سے دعا کی تھی پھر ایکدم کچھ یاد آنے پہ صالح سے پوچھنے لگیں۔

''تمہارے پاس تصویریں تو ہوں گی نا میری بیٹیوں کی، جن کا تم بتا رہے تھے کہ تمہاری دو بہنیں بھی ہیں۔'' ان کے لہجے میں محسوس جانے والی ممتا تھی۔

''جی ہاں ہیں، میرے کمپیوٹر میں ان تصویریں موجود ہیں، میں آپ کو لا کر دکھاؤں میرے ابو اور چچا جان مل کے رہتے ہیں، ان کے بھی دو بچے ہیں، وہب اور ماہا اور میری صا



پھپھو راولپنڈی رہتی ہیں، ان کے بھی دونوں بچے منال اور غوری پڑھنے کے لئے یہیں رہتے ہیں، سب مل جل کر رہتے ہیں اور آئے دن خوب ہلا گلا مچائے رکھتے ہیں، میرے پاس ایک فنکشن کی تمام پکچرز سیف ہیں، غوری نے سب سے چوری مجھے سینڈ کی تھیں، میں آپ کو دکھاؤں گا۔'' وہ بچوں کے سے جوش و خروش سے بولا تھا۔

''ضرور...... میں ضرور دیکھوں گی۔'' نازو نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے تائید کی تھی۔

''ماما! پھر ہم سب مل کر پاکستان چلیں گے بہت مزہ آئے گا، ابو آپ کا اور حسان کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔'' وہ نازو کا ہاتھ پکڑ کے دبے دبے جوش سے بولا تھا، گویا تصور کی آنکھ سے مستقبل کا منظر دیکھ رہا ہو۔

نازو کا چہرہ اس کی خواہش پہ ایک لمحے کے لئے پھیکا پڑا تھا، کچھ بھی تھا وہ آج بھی اپنے ''وعدے'' پہ قائم و دائم تھی، اگر اس نے صالح سے یہ سب شیئر کیا تھا تو اس کا مقصد جان کر احمد کی زندگی کو ڈسٹرب کرنا نہیں بلکہ احمد کے کردار کو صاف کرنا تھا، جو حسان کی خود ساختہ غلط فہمیوں کے نتیجے میں گرد آلود ہو چکا تھا۔

''جو اللہ کو منظور ہوا۔'' وہ آہستگی سے اس کا سر تھپتھپا کے بولی، وہ اسی میں خوش ہو گیا تھا۔

☆☆☆

اب وہ حسان ان کی طرف سے مطمئن و پرسکون ہو گئی تھی، اسے صالح کی صلاحیتوں پہ اعتماد تھا وہ جانتی تھی کہ وقت آنے پہ صالح ہی حسان کی سوچ درست کر سکتا ہے، ویسے بھی آج کل اس کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی، اس کے دل کی بے تحاشا خواہش تھی کہ وہ ایک بار اپنے پروردگار کا رحمتوں بھرا گھر دیکھ لے۔

حج کا سیزن بھی آنے والا تھا، اس نے حسان سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو وہ ایک لمحہ خاموشی کے بعد بولا تھا۔

''ماما! ابھی تو آپ کی طبیعت بھی سیٹ نہیں رہتی، آپ اچھی طرح ٹھیک ہو لیں، پھر نیکسٹ ایئر چلیں گے، تب تک میری ایجوکیشن بھی مکمل ہو جائے گی۔'' حسان ان کی خواہش بہت عرصے سے جانتا تھا، لیکن ہر دفعہ ہی کوئی نہ کوئی پرابلم پیش آ جاتی اور ہر دفعہ ہی ان کا پروگرام کینسل ہو جاتا۔

''پتہ نہیں نیکسٹ ایئر تک کون زندہ رہتا ہے، اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے۔'' ان کے لہجے میں ایسی تشنہ حسرت تھی جس نے حسان کو بھی تڑپا دیا۔

''آپ پریشان مت ہوں ماما! ہم انشاء اللہ اسی سال جائیں گے۔'' وہ ان کے ہاتھ تھام کے بولا تو نازو کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''اللہ میرے بیٹے کو ہمیشہ سکھی رکھے۔'' وہ وفور مسرت سے اس کے ماتھے کو بوسہ لیتے ہوئے نہایت محبت سے گویا ہوئیں۔

''دس از ناٹ فیئر ماما! یہ تو خالصتاً لڑکیوں کو دی جانے والی دعا ہے۔'' وہ بسورا۔

''تم میرے بیٹے بھی ہو اور بیٹی بھی۔'' وہ شرارت سے بولیں۔

''کیا...... آ...... آ۔'' وہ احتجاجاً چلا اٹھا، نازو کا پھولا ہوا منہ دیکھ کر ہنس پڑی۔

اسی اثناء میں لاؤنج میں پڑا ہوا فون چیخ اٹھا، وہ مصنوعی ناراضگی سے انہیں دیکھتا لاؤنج کی طرف بڑھ گیا، نازو اس کی چوڑی پشت کو دیکھتے ہوئے مسکرانے لگی۔

''ماما! میں ہاسپٹل جا رہا ہوں۔'' چند سیکنڈ بعد وہ فون سن کے آیا تو نہایت عجلت میں انہیں مخاطب کر کے بولا۔

''خیریت بیٹا! کس کا فون تھا؟'' نازو کا دل دھڑک اٹھا۔

''صالح کا۔'' وہ مختصراً کہتا واپس پلٹ گیا، نازو کا دل ڈوبنے لگا، وہ بھی اس کے پیچھے ہی

چکی۔

"سب ٹھیک ہے؟ کون ہے ہاسپٹل میں؟" وہ اپنے کمرے سے کی رنگ لے کر نکل رہا تھا جب نازو نے بے تابی سے دریافت کیا تھا۔

"صالح کے پاپا ہیں، مجھے ابھی خود صحیح صورتحال کا علم نہیں، وہاں جا کر آپ کو انفارم کروں گا، اوکے اللہ حافظ۔" تیز تیز لہجے میں کہتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

نازو اپنے ڈوبتے دل سمیت اندر آ گئی، صالح اسے بالکل حسان کی طرح عزیز ہو گیا تھا، وہ اٹھ کر وضو کر کے چل دی تا کہ اپنے دوسرے بیٹے کی خوشیاں اللہ سے مانگ سکے۔

☆☆☆

"سعود صاحب کو برین ٹیومر ہے وہ بھی آخری اسٹیج پہ۔" شام کو حسان گھر آیا تو وہ اس کے انتظار میں ٹہل رہی تھی، یہ خبر اس پہ بجلی بن کے گری تھی۔

"اور صالح۔" نازو نے سوالیہ نظروں سے حسان کو دیکھا تو وہ نگاہیں چرا گیا۔

"بہت بری حالت ہے اس کی۔" وہ مدھم لہجے میں بولا۔

"مجھے بھی لے چلو اس مشکل وقت میں ہمیں ان کے کام آنا چاہیے جبکہ ان کا یہاں اپنا کوئی نہیں ہے۔" وہ فوراً جانے کے لئے کھڑی ہو گئی تھی۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے ماما! لیکن ابھی اس کے پاپا کے کولیگز وغیرہ وہاں جمع ہیں میں اور صالح صبح سے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں، انہوں نے زبردستی ہم دونوں کو بھیج دیا ہے، میں صبح جاتے ہوئے آپ کو ساتھ لے جاؤں گا۔" حسان نے نرم لہجے میں انہیں جانے سے منع کیا تھا۔

"ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں...... کوئی امید؟" نازو نے رک رک کر خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"ڈاکٹرز نے کہا ہے زیادہ سے زیادہ اڑتالیس گھنٹے کی زندگی ہے ان کے پاس۔" اس نے بتایا تو نازو کو اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔

"کتنی عجیب بات ہے ناں ماما! ساری زندگی انہوں نے صالح کو اپنوں سے دور رکھنا چاہا اور آج اس زندگی نے ان سے وفا نہ کی، اب وہ چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی کے آخری سانس وہ اپنے ملک میں، اپنی سرزمین پر، اپنوں کے ساتھ گزاریں لیکن اب ان کے پاس اتنی مہلت نہیں ہے۔" حسان کا لہجہ صالح کے غم سے ٹوٹ رہا تھا۔

"بیٹا! ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان کی زندگی دراز......" وہ جو انہیں درازی عمر کی دعا دینے جا رہی تھی حسان نے اس کی بات درمیان سے ہی کاٹ دی۔

"نہیں ماما! ڈاکٹرز کہتے ہیں ان کی زندگی کی بجائے یہ دعا کرو کہ وہ جس تکلیف میں تڑپ رہے ہیں، انہیں اس تکلیف سے نجات مل جائے۔" حسان لب کچلتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"آپ بھی کچھ دیر آرام کر لیں، آپ کی اپنی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، صبح ہم اکٹھے ہاسپٹل چلے جائیں گے۔" وہ انہیں آرام کرنے کی تاکید کرتا خود بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

نازو نے اس نازک موقع پر ان سب کا بہت ساتھ دیا تھا، سب سے زیادہ نازک حالت تو راحیلہ کی تھی، جو اپنے محبوب شوہر کو اس حالت میں دیکھ کر اندر ہی اندر ختم ہوتی جا رہی تھی۔

"کاش! میں اتنی خود غرضی کا مظاہرہ نہ کرتی تو سعود آج اپنوں کے درمیان ہوتے، ان کو کندھا دینے کے لئے اپنے ہوتے، میری خود غرضی نے انہیں اس حال تک پہنچایا ہے۔" راحیلہ، نازو کے کندھے سے لگی زارو قطار رو رہی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے راحیلہ! ہر انسان کو وہی ملتا ہے جو اس کی تقدیر میں درج ہوتا ہے، اگر سعود صاحب کی تقدیر میں درج ہوتا کہ وہ پاکستان جائیں تو تمہاری کوئی کوشش کوئی دعا کام نہ آتی، تقدیر کے آگے ہر حربہ بے کار اور نا کام ہو جاتا ہے، بس ان کی تقدیر میں یہی لکھا تھا۔" نازو نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے اسے دلاسہ دیا تھا۔

واقعی نازو کی باتوں سے اس کے دل کو کس قدر تسلی ہوئی تھی، لیکن اس کے دل کی بے قراری حد سے سوا تھی۔

"میں سعود کے بغیر زندہ رہ کے کیا کروں گی، سعود کے بغیر میرے لئے زندگی بے کار ہے۔" وہ ایک بار پھر تڑپ تڑپ کے رو دی۔

"ایسے نہیں کہتے راحیلہ! تمہارا بیٹا ہے اسے تمہاری ضرورت ہے۔" نازو نے اسے سرزنش کرنے کے ساتھ ساتھ صالح کا حوالہ دیا تھا۔

"وہ بھی میری وجہ سے محرومی کا شکار رہا تھا، اچھا ہو گا جب میں نہ رہوں گی تو اس کے سامنے راستہ بالکل صاف ہو گا، وہ بلا جھجک سب کی محبتوں کو سمیٹ سکے گا۔" وہ تو پتھر دل بن گئی تھی۔

"اتنی مایوسی کی باتیں نہیں کرتے، صالح سنے گا تو اسے کس قدر تکلیف ہو گی خود کو سنبھالو۔" نازو نے نرمی سے اس کے بال سنوارتے ہوئے پیار بھرے انداز میں کہا تھا۔

اس کی بات میں واقعی وزن تھا راحیلہ خاموش ہو گئی تھی، لیکن اس کے آنسو بدستور جاری و ساری تھے۔

"میں ذرا صالح کو دیکھ لوں، پتہ نہیں بچہ بیچارہ کدھر نکل گیا ہے۔" وہ صالح کی تلاش میں باہر نکل آئی۔

لفٹ سے نیچے اترتے ہوئے اسے ایک چہرہ جانا پہچانا سا لگا تھا، پہلے تو اس کے ذہن میں نہیں آیا کہ اس نے اس عورت کو کہاں دیکھا۔

"مونا!" دفعتاً اس کے ذہن میں جھماکہ ہوا، تو وہ دیوانہ وار اس کی طرف لپکی تب تک وہ کافی دور جا چکی تھی۔

"مونا...... مونا...... رکو۔" فاصلہ قدرے کم ہوا تو نازو اسے آوازیں دینے لگی گئی، مونا نے رک کر پیچھے پلٹ کے دیکھا۔

"کیسی ہو مونا!" اس کے قریب پہنچتے پہنچتے نازو کی سانس پھول گئی تھی، تاہم وہ اس کے پاس پہنچ کے ہی رکی تھی۔

"تم نازنین ہو ناں؟" نازو کی توقع کے برعکس اس نے فوراً اسے پہچان لیا تھا۔

"ہاں۔" اس نے سر اثبات میں ہلایا، پھر تعجب آمیز لہجے میں استفسار کرنے لگی۔

"تم نے مجھے اتنی جلدی کیسے پہچان لیا۔" اسے واقعی حیرت ہوئی تھی، کیونکہ اب وہ تو جوانی سے بڑھاپے میں داخل ہو چکی تھی، خود مونا بھی کافی حد تک بدل چکی تھی، جوانی کی خوبصورتی و رعنائی اب ختم ہوتی جا رہی تھی، اسی لئے اسے بھی پہچاننے میں بھی کچھ وقت لگا تھا۔

"کیونکہ تم آج بھی اتنی ہی خوبصورت ہو۔" مونا نے سفید دوپٹے کے ہالے میں اس چمکتے چہرے کو سراہتی نظروں سے دیکھتے ہوئے قہقہہ لگایا تھا، نازو جھینپ گئی۔

"بھئی اپنے محسن کو کون بھولتا ہے، میں بھی نہیں بھولی۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے اپنے وہی لاپرواہ انداز میں بولی، نازو نے سمجھ نہ آنے والی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"تم جانتی ہو، اندر کمرے میں بستر مرگ پہ لیٹی شخصیت کون ہے۔" اس نے عجب بھید بھرے انداز میں اس سے دریافت کیا تھا۔

"نہیں۔" نازو نے سرنفی میں ہلایا۔

"مہرین، میری Your collage friend۔" مونا کے انکشاف نے اسے ہلا کے

رکھ دیا، اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

''Dont warry میں یہاں اس کی تیمارداری کے لئے نہیں رکی بلکہ اس خبیث (موٹی سی گالی) کی طرف میرے کچھ احباب ہیں، بڑی مشکل سے اس ہاسپٹل کی کھوج لگاتے اس تک پہنچی تھی، آ جاؤ تم بھی مل لو۔'' اس کی گالیاں بکنے کی عادت ابھی تک ترک نہیں ہوئی تھی، وہ اس کا ہاتھ پکڑے اندر کمرے میں داخل ہوئی، نازو کو اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی، وہ مونا کے ساتھ گھسٹتی ہوئی اندر پہنچی تھی۔

''میری۔'' میری کو دیکھ کر اسے ایک زبردست دھچکا لگا تھا، ہڈیوں کا ڈھانچہ بنی وہ بیڈ پہ لیٹی نظر ہی نہیں آ رہی تھی، وہ چہرہ جو حسن میں اپنی مثال آپ تھا آج عبرت کا نشان بنا ہوا تھا، پچکے گال، اندر کو دھنسی ہوئی آنکھیں، ستواں ناک اب کافی حد تک پھیل چکی تھی، آدھے سے زیادہ دانت بھی گر چکے تھے، اس کا سارا جسم کمزوری و نقاہت کے باعث کپکپا رہا تھا۔

''میرے خدا!'' نازو نے بے ساختہ جھرجھری لی، اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ زندگی میں دوبارہ کبھی میری سے ملے گی، وہ تو اس باب کو ہی ختم کر چکی تھی، لیکن آج اسے اپنے سامنے اور وہ بھی اس حالت میں دیکھ کر نازو کے دل کی کیفیت بڑی عجیب ہو رہی تھی۔

''اے میری! دیکھو کون آیا ہے۔'' مونا نے اس کے قریب جا کر زور سے کہا تھا۔

''بیچاری کو اونچا سنائی دیتا ہے۔'' مونا نے استہزائیہ متاسفانہ لہجہ اختیار کیا تھا، نازو اپنے لب بھینچ کے رہ گئی، اس کا دل گویا کسی نے مٹھی میں جکڑ رکھا تھا۔

میری نے آہستگی سے آنکھیں کھولی تھیں اور اونچا ہو کر سامنے دیکھنے کی کوشش کی۔

''اف......!'' نازو نے بے ساختہ اپنی آنکھیں زور سے میچیں، وہ آنکھیں جن میں زندگی بڑے بھرپور طریقے سے گردش کرتی تھی، آج سیاہ اندھیرے غاروں کی مانند بے نور لگ رہی تھیں۔

''نازنین ہے، وہی نازنین جس کی وجہ سے تمہاری قسمت کی کایا پلٹی تھی اور میری بھی۔'' مونا نے تعارف کروا کے خود ہی اس کی مشکل کو حل کر دیا تھا، میری بڑے بھرپور طریقے سے چونکی تھی اور پھر اپنی قوت صرف کر کے تکیے سے ٹیک لگاتے ہوئے نیم دراز ہو گئی اس کی نگاہیں نازو پہ جمی تھیں۔

''ناز...... نین۔'' اس کے سوکھے پپڑی زدہ لبوں میں جنبش ہوئی تھی۔

''جانتی ہو نازنین! تمہارے جانے کے بعد ان تینوں کا بہت برا حال ہوا تھا، بیچاروں نے بڑی کوشش کی کہ تم انہیں مل جاؤ لیکن تم تو میری دسترس سے بھی نکل چکی تھیں۔'' مونا اب نازو کی طرف متوجہ تھی۔

''بیٹھو، میں تمہیں ساری بات بتاتی ہوں۔'' مونا نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ کسی ریموٹ کنٹرول ربورٹ کی طرح چیئر پہ بیٹھ گئی۔

''یہ تینوں حسنات راؤ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ تمہیں ایک ماہ کے لئے اس کے محل میں چھوڑیں گے ویسے بھی ان کے پاس جتنی بھی مراعات تھیں وہ سب حسنات راؤ کی دی ہوئی تھیں، میرے ساتھ تو یہ لوگ پہلے ہی فراڈ کرتے آ رہے تھے، ان کا مقصد یہ تھا کہ اب میں ان کے درمیان سے نکل جاؤں۔

''خیر جب میں نے تمہیں وہاں سے غائب کروایا تو پہلی رات ان تینوں نے حسنات راؤ سے کوئی بہانہ گھڑ دیا، میرے پاس بدلہ لینے کا بہت اچھا موقع تھا، میں نے حسنات راؤ کو فون کیا اور بتایا کہ ان تینوں نے مل کر کسی اور پارٹی سے پیسے زیادہ لے کر نازو کو اس کے حوالے کر دیا ہے،



حسنات راؤ تو غصے سے پاگل ہو گیا اس نے دو دن تک انتظار کیا، تم نے نہ ملنا تھا نہ ملی، میری بات اس کے دل میں راسخ ہو گئی، بس پھر وہیں سے ان کی بدبختی کا آغاز ہوا، حسنات راؤ نے ان سے تمام مراعات چھین لی، یہ تو میں جانتی تھی کہ وہ اصولوں کا کتنا پکا آدمی ہے، وہ بے ایمانی برداشت نہیں کرتا، بس پھر اس نے ان تینوں کو کوڑی کوڑی کا محتاج کر دیا، یہ کتوں کی طرح آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔

''تینوں نے مل کر پاکستان میں کچھ پراپرٹی خریدی تھی، اب یہی ان کا آخری سرمایہ تھا، دولت کے لالچ میں عدیل ہاشمی نے سکندر کو قتل کر ڈالا، اس کا ارادہ تھا میری کو ٹھکانے لگا کے وہ ساری پراپرٹی سمیٹ لے، لیکن میری نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے اپنا فلیٹ چھوڑ دیا اور تھانے تک پہنچ گئی اور عدیل ہاشمی کو پچیس سال قید بامشقت کی سزا مل گئی، پیچھے تو کوئی تھا نہیں جو اس کا دفاع کرتا، پتہ نہیں جیل میں ہی مر کھپ گیا یا ابھی تک وہیں پڑا ہوا ہے۔''

''رہ گئی میری، تو یہ عدیل ہاشمی کے خوف سے سب کچھ بیچ باچ کر امریکہ چلی گئی، لیکن شاید تمہاری بددعاؤں کا حصار اس کے ساتھ ساتھ تھا، بیچاری نے جو کام بھی کرنا چاہا اس میں نقصان ہی اٹھایا، تھک ہار کر شادی کر لی، شوہر شراب کا رسیا نکلا، جو اسے بھی مار پیٹ کر شراب کے لئے پیسے نکلواتا ہے، دو بیٹے، ایک بیٹی ہے لیکن وہ بھی باپ کے نقش قدم پر ہیں، بیٹی اپنے ہی بھائیوں اور باپ کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی ہے، امریکہ میں گھر چونکہ اس کے نام تھا لہٰذا اس نے اسے بیچ ڈالا اور لندن آ گئی، لیکن تب تک اسے بیماریوں نے چاٹ ڈالا تھا۔'' مونا یوں اسے بتا رہی تھی جیسے کوئی کہانی سنا رہی ہو، اس کے لہجے میں کہیں بھی میری کے لئے تسلی یا ہمدردی نہیں تھی۔

میری نے دونوں ہاتھ گود میں دھرے تھے اور کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح سر جھکائے بیٹھی تھی، آنکھوں کے سوتے خشک تھے، پتہ نہیں وہ کتنا رو چکی تھی کہ اب اس کی آنکھوں میں آنسو بھی نہ رہے تھے۔

''مم...... مجھے...... م...... معاف...... کر...... دو۔'' میری نے اپنے رعشہ زدہ ہاتھ اس کے سامنے جوڑتے ہوئے کہا۔

''تمہیں معافی مجھ سے نہیں اللہ سے مانگنی چاہئے کہ وہ تمہاری اگلی منزلیں آسان کرے، حیرت اور افسوس تو یہ ہے کہ تمہیں ہر قدم پر ٹھوکر ملی لیکن تم نے کسی بھی موقع پر اپنے رب سے رجوع نہ کیا، ابھی بھی موقع ہے ابھی بھی اس سے معافی مانگ لو۔'' میری کو نازو اس وقت بہت شفیق بہت پاکیزہ اور بہت اعلیٰ ہستی لگی تھی، وہ اپنے ہی ہاتھوں پہ سر رکھ کے پھوٹ پھوٹ کے رو دی، پتہ نہیں کب کا خشک نیل رواں پھر سے جاری ہو گیا تھا۔

''میں بہت بری عورت ہوں نازنین! میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ اس کے تقدس میں مجھے پناہ مل سکے، میرے گناہ حد سے بڑھ چکے ہیں۔'' اس کا لہجہ مکمل مایوسی کا غماز تھا۔

''تمہارے گناہ جتنے بھی سہی اس کی رحمت سے بہرحال کم ہی ہیں، مجھے دیکھو میں تو تم سے بھی زیادہ گناہ گار ہوں، لیکن اس رحمٰن نے میرے ایک دفعہ معافی مانگنے پر ہی میرے عیبوں پر پردہ ڈال دیا، اس سے بڑا گناہ کیا ہوگا کہ میں نے اپنے بوڑھے والدین کے سر میں خاک ڈلوائی، بڑھاپے میں ان کی ذلت و رسوائی کا سبب بنی۔'' نازو کی آواز رندھ گئی، وہ جب جب اپنے والدین کے جھکے ہوئے سر کو تصور میں لاتی تب تب اسے اپنا دل کٹتا محسوس ہوتا۔

''نہیں...... نہیں۔'' میری نے تڑپ کر اسے ٹوکا۔

''جس دن تم میرے ساتھ گھر سے بھاگی

تھی، اسی دن واپسی پر تم جس وین پہ جاتی تھی وہ وین ایک ٹرالر سے ٹکرا کر راستے سے گزرتی خان پور کی نہر میں جا گری تھی، کئی لاشیں لاپتہ رہ گئی تھیں، تمہارے گھر والے ابھی یہی سمجھتے رہے کہ تم بھی ان میں سے ایک ہو۔" میری کی باتیں سن کر نازو کو اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"تو کیا یہاں بھی اس کے رب نے اس کی لاج رکھ لی تھی؟" اسے لگا تھا آج یہ آخری چانس بھی اس کے سینے سے نکل گئی۔

"مجھے عدیلہ نقوی ملی تھی، وہ تمہارے حوالے سے بہت افسوس کر رہی تھی، وہ تمہارے گھر بھی گئی تھی، اس نے مجھے بتایا تھا، میں نے چاہا کہ اسے حقیقت بتا دوں، لیکن کسی نادیدہ قوت نے مجھے ایسا کرنے سے روک لیا۔" میری مزید اسے بتا رہی تھی۔

نازو کو احساس ہوا اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا، اس کے اندر بولنے کی بھی سکت نہیں تھی، اس کے گھر والے اسے مردہ سمجھ کے رو دھو بیٹھے تھے، یہ لاکھوں کروڑوں گنا بہتر تھا اس سے کہ انہیں حقیقت سے آگاہی ہوتی، کم از کم وہ لوگوں کے طعنوں، تشنوں سے تو بچ گئے تھے، آخر کبھی نہ کبھی تو ان کے دل کو قرار آ ہی گیا ہو گا، وہ رب کی رضا سمجھ کر کبھی تو صبر کر ہی بیٹھے ہوں گے۔

"میں تمہاری گناہ گار ہوں نازنین! مجھے معاف کر دو۔" وہ ایک مرتبہ پھر ملتجی لہجے میں گویا ہوئی۔

"تم نے یہ خبر سنا کر میرا ہر درد ختم کر دیا ہے، میں نے تمہیں اپنا ہر قصور معاف کیا اور تمہیں بھی نصیحت کروں گی کہ ابھی بھی وقت ہے نجانے تم نے کتنی زندگیاں برباد کی ہیں ابھی بھی معافی مانگ لو۔" نازو کچھ بولنے کے قابل ہوئی تو نرم لہجے میں اسے ترغیب دینے لگی۔

"بھی میں نے پہلے ہی اس گھپلے سے توبہ تائب ہو کے ایک فرم میں جاب کر لی تھی، اگرچہ میں تمہاری طرح نمازی نہ بن سکی، لیکن میں نے کسی کی زندگی کو بھی جہنم نہیں بنایا، ان تینوں کے واقعے سے عبرت پکڑ کے میں نے شادی کر لی اور حلال طریقے سے زندگی گزاری شاید یہی وجہ ہے کہ آج میں با عزت زندگی گزار رہی ہوں۔"

مونا جو اس سارے وقت میں خاموش بیٹھی تھی میری کی حالت پہ جھرجھری لیتے ہوئے بولی۔

"آپ یہاں بیٹھی ہوئی ہیں اور میں ہر جگہ آپ کو تلاش کر چکا ہوں۔" صالح اسے ڈھونڈتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا تھا اور انہیں ایک قریب المرگ عورت کے سامنے بیٹھے دیکھ کر جھنجھلا کے بولا تھا۔

"یہ میرا بیٹا ہے صالح، میرے دو بیٹے ہیں، دوسرا ابھی یہیں ہیں۔" نازو نے ان دونوں سے صالح کا تعارف کروایا تھا۔

میری کی گردن ندامت کے بار گراں سے جھکی ہوئی تھی، وہ اپنا سب کچھ لٹا پٹا کے اگلی منزل کے انتظار میں تھی اور وہ بھی بالکل خالی ہاتھ۔

"صالح بیٹا! یہ میری کالج فیلو میری ہیں اور یہ مونا۔" نازو نے اب اس کا تعارف کروایا، تو وہ بے حد چونک کر میری کو دیکھنے لگا، جو دیکھنے والوں کے لئے عبرت کا نشان بن چکی تھی۔

"انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے، قدرت کی لاٹھی بے آواز ہے، چلیں ماما! حسان آپ کا ویٹ کر رہا ہے۔" صالح نے ایک سرد آہ خارج کرتے ہوئے نازو کا ہاتھ پکڑ کے اسے اٹھانا چاہا۔

"اچھا میری! میں رب تعالیٰ سے تمہارے لئے دعا کروں گی اور تم بھی کرنا، ابھی بھی اسے پکار لو، شاید یہی پکار کام آ جائے۔" نازو آنکھوں میں آنسو لئے کھڑی ہوئی اور مونا سے مصافحہ کرتی ہوئی صالح کے ہمراہ باہر نکل گئی، میری ان دونوں



کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔

"Enjoy your life"۔ سب کو یہ سبق رٹوانے والی کو خود یہ نعرہ بہت مہنگا پڑا تھا، وہ سب کچھ گنوا کے ہی دست و تہی داماں تھی۔

"لیکن نہیں، نازنین کہہ رہی تھی ابھی بھی میرے پاس کچھ وقت ہے۔" اس کے دل کے اندر ایک نئی امید جاگی اور پہلی دفعہ اس نے پچھتاوے کے بجائے گناہ کی ندامت لئے توبہ کے آنسو بہائے تھے۔

جس لڑکی کو اس نے غلاظت کے ڈھیر پہ پھینکنا چاہا تھا وہ جاتے ہوئے اسے روشنی کا راستہ دکھا گئی تھی۔

☆☆☆

بہت کٹھن بہت تکلیف دہ وقت تھا یہ ان سب کے لئے، سعود اڑتالیس گھنٹے بھی گزار نہیں پائے تھے کہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے پھر ایک غم ہوتا تو شاید وہ سب مل جل کے سہار لیتے، لیکن سعود کی وفات کے تیسرے دن ہی راحیلہ اپنے محبوب شوہر کے پہلو میں جا سوئی تھی۔

صالح کے اوپر تو گویا غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا، اس کے دل کو کسی طور چین و قرار نہیں آ رہا تھا، اس کا ہنستا بستا گھر ایک دم اجڑ گیا تھا، وہ گھر جس میں ان تینوں کے قہقہے تھے خوبصورت یادیں تھیں، آج وہاں قبرستان کی سی خاموشی تھی، حسان اور نازو اس کے ساتھ ساتھ تھے، اس کے غم میں برابر کے شریک، صالح تو اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھا تھا، جو کچھ بھی کیا تھا وہ حسان نے ہی کیا تھا اور پھر آنے جانے والی سے نازو نے ملاقات کی تھی، راحیلہ اچھی خاصی سوشل خاتون تھیں، انہوں نے یہاں بہت سے تعلقات قائم کر رکھے تھے۔

صالح کے لئے پاکستان سے بھی مسلسل فونز آ رہے تھے، اس کے اپنے دوہری جدائی کے عذاب میں مبتلا تھے، وہ صالح کو بہت تسلی بہت دلاسہ دیتے تھے۔

کبھی نرمی کبھی گرمی کبھی عجلت کبھی دیر
وقت اے دوست بہرحال گزر جاتا ہے
لمحہ لمحہ نظر آتا ہے کبھی اک اک سال
کبھی لمحے کی طرح سال گزر جاتا ہے

وقت کا تو کام ہی گزر جانا ہوتا ہے، وقت سے بڑا مرہم کوئی نہیں، اس واقعے کو بھی تقریباً ایک مہینہ ہونے کو آیا تھا، صالح نے جیسے تیسے کر کے خود کو تھوڑا بہت سنبھال ہی لیا تھا اور زیادہ وقت اسٹڈی کو دینے لگ گیا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں بیٹھا بزنس کی کوئی کتاب کھولے ہوئے تھا، کتاب سامنے پڑی تھی، لیکن اس کا ذہن کہیں اور ہی محو پرواز تھا، وہ اپنے خیالوں میں مگن تھا جب ڈور بیل کی چنگھاڑتی آواز نے اسے متوجہ کیا۔

"اس وقت کون آ گیا۔" وہ بری طرح اپنی تنہائی میں ڈوبا ہوا تھا، کتاب کو یونہی کھلا چھوڑے وہ بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"السلام وعلیکم!" اس نے گیٹ کھولا تو سامنے حسان اور نازو کھڑے تھے، نازو نے سلام میں پہل کی تھی۔

"وعلیکم السلام! آیئے اندر آ جایئے۔" سلام کا جواب دیتا وہ راستہ چھوڑ کے سائیڈ پہ ہو گیا، حسان بھی اس سے مصافحہ کرتا اندر داخل ہو گیا تھا۔

"میں نے سوچا ذرا اپنے بیٹے کی تو خبر گیری کر کے آؤں۔" نازو نے اندر داخل ہوتے ہوئے صالح کو مخاطب کیا۔

"بلکہ چھاپہ مار کے آؤں کہیں لڑکا بگڑ تو نہیں رہا۔" حسان نے اس کے کان میں سرگوشی کی جو اتنی بلند ضرور تھی کہ نازو بخوبی سن سکتی تھی، صالح کے لبوں پہ بے ساختہ مسکراہٹ رینگ گئی۔

"پھر ہو گئی تسلی۔" اس نے حسان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی کہاں، ابھی تو اس گھر کی ایک ایک چیز چیک کی جائے گی، تمہارا کیا بھروسہ تم کسی حسین دوشیزہ کو بھی بنا کر دیوار سے چپکا دو اور ہم اسے ڈھونڈتے رہ جائیں۔" حسان نے بڑی باریک بینی سے دیواروں کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔

"لندن کی حسین دوشیزہ کم از کم بھی بننا تو گوارا نہیں کرے گی۔" صالح نے اس کی بات کو انجوائے کرتے ہوئے کہا۔

چند لمحوں کے لئے اس کا ذہن بھی بٹ گیا تھا، اس کا بہت سنجیدہ اور لئے دیئے رہنے والا دوست جب اسے ہنسانے کی خاطر اوٹ پٹانگ باتیں یا حرکتیں کرتا تو اسے اس پر ٹوٹ کر پیار آتا، جب وہ اس کی خاطر اپنا مزاج بدل سکتا تھا تو پھر صالح کا بھی حق بنتا تھا کہ ہر وقت پژمردہ بن کر اس کی حوصلہ شکنی نہ کرے، وہ بھی اس کا دل رکھنے کو مسکرا اٹھتا اور واقعی ایسا کرنے سے اس کے گرد گرد چھائی کثافت چھٹنے لگتی تھی۔

"تم دونوں کے لئے لڑکیاں ڈھونڈتی ہوں اور جلدی سے تمہارا کوئی انتظام کرتی ہوں۔" نازو اب صوفے پہ بیٹھ چکی تھی اور مصنوعی تنبیہی نگاہوں سے دونوں کو گھور رہی تھی۔

"ماما! میں تو بہت شریف ہوں البتہ صالح کی گارنٹی نہیں دے سکتا۔" حسان فوراً سے پیشتر بول اٹھا تھا۔

"اپنے بیٹے کی گارنٹی دینے کے لئے میں جو ہوں۔" نازو نے نہال ہوتی نظروں سے اپنے خوبرو بیٹے کو دیکھا تھا جو ان کا دل رکھنے کو مسکرایا تھا۔

"ماما! آپ اس کو نہیں جانتیں، جن دنوں یہ یونیورسٹی نہیں جا رہا تھا ناں، ان دنوں وہ مس سوئٹزر لینڈ روزانہ مجھ سے اس کا پوچھنے کے لئے آئی تھی۔" حسان نے اپنی طرف سے اس کا بھانڈا پھوڑنا چاہا تھا۔

"وہ تم سے بات کرنے کے بہانے میرا پوچھنے آتی ہو گی۔" صالح نے فوراً حقیقت اگلی تھی۔

حسان کھسیانا ہو کے اسے گھورنے لگا، اس کی حالت دیکھ کر صالح کی ہنسی نکل گئی اسے ہنستا دیکھ کر ان دونوں کا سیروں خون بڑھ گیا تھا۔

"تم تو بڑے میسنے ہو، میں تو تمہیں سیدھا سادا ہی سمجھتا رہا۔" وہ جیسے اپنے ہی خیالات پہ افسوس کر رہا تھا۔

"میسنا نہیں باخبر کہو۔" اس نے تصحیح کی۔

"ایک ہی بات ہے کان کو ادھر سے پکڑ لو یا ادھر سے۔" حسان نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

"اچھا بیٹا! باقی باتیں تو ہوتی رہیں گی ہم دراصل تم سے ملنے آئے تھے۔" نازو نے اپنی آمد کا مقصد بتایا۔

"جی.....؟" صالح نے سمجھ نہ آنے والی نگاہوں سے انہیں دیکھا، ملنے تو وہ اسے تقریباً روز ہی آتے تھے پھر یہ کیسا ملنا تھا جس کی وضاحت وہ بطور خاص کر رہی تھیں۔

"دراصل میں اور حسان حج پہ جا رہے ہیں، پرسوں کی فلائیٹ ہے انشاء اللہ۔" انہوں نے بڑے جذب سے بتایا تھا۔

بات تو خوشی کی تھی لیکن پتہ نہیں کیوں صالح کو اپنی ہارٹ بیٹ مس ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

"آپ....." کچھ کہنے کی کوشش میں اس کے لب پھڑپھڑا کے رہ گئے۔

"میرا ارادہ تو بہت پہلے سے تھا، لیکن درمیان میں پھر اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا، ایسے میں ہم تمہیں اکیلا تو نہیں چھوڑ سکتے تھے، بس اب پرسوں آخری فلائیٹ سعودیہ جا رہی ہے، حسان بڑی بھاگ دوڑ کے بعد ٹکٹیں حاصل کی ہیں، اللہ تعالیٰ تم دونوں کو صحت تندرستی اور نیک ہم سفر عطا کریں، راحیلہ کی طرح میری خواہش بھی یہی



ہے کہ تم اپنی پڑھائی کے بعد اپنوں کے درمیان چلے جاؤ میں نے ساری زندگی اس سرد ملک میں گزاری ہے، یہاں کچھ بھی نہیں ہے، کچھ نہیں، تم تو خوش قسمت ہو کہ تمہارے پاس اتنے پیارے رشتے موجود ہیں، میں تم دونوں کے لئے بہت دعائیں کروں گی۔" وہ بالکل ایسے باتیں کر رہی تھیں جیسے کوئی انسان الوداعی ملاقات پہ کسی سے کرتا ہے۔

حسان بے چینی سے پہلو بدل کے رہ گیا، شاید اس نے بھی وہ بات محسوس کی تھی جو صالح کر رہا تھا، اسی لئے وہ بھی مضطرب ہو رہا تھا۔

"آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں آنٹی! آپ کو واپس ہمارے پاس آنا ہے۔" صالح نے مچل کر کہا تھا۔

صالح کا حسان اور نازو سے کیا رشتہ ہے حسان فی الحال اس سے بے خبر تھا اور یہ بوجھ بھی نازو نے اسی کے ناتواں کندھوں پہ ڈالا تھا کہ صالح اسے ساری حقیقت بتائے گا لیکن ابھی نہیں، اس کے جانے کے بعد، جب مناسب وقت آئے گا، اسی لئے اس کی موجودگی کا لحاظ کر کے اس نے نازو کو آنٹی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

"بیٹا! بڑی مقدس جگہ سے بلاوا آیا ہے، میں تو سالوں سے منتظر تھی کہ کب میری آنکھیں خود پہ ناز کریں گی، کب ان آنکھوں کو وہ مقدس مقامات نصیب ہوں گے، ساری زندگی کی تڑپ کو اب شرف قبولیت ملا ہے، بس اب اللہ پاک دل کی آخری حسرت بھی پوری کر دے، وہاں تا قیامت قیام کے لئے دو گز زمین نصیب ہو جائے، تو مجھ گناہ گار سا کوئی خوش نصیب نہ ہو گا۔" ان کے لہجے میں جو عشق حقیقی کی تڑپ تھی اس نے دونوں کو خاموش کر دیا تھا۔

اور پھر وہ دن بھی آن پہنچا جب ان کی فلائیٹ تھی، صالح ان دونوں کو سی آف کرنے ائیر پورٹ آیا تھا، جانے کیوں اس کا دل بار بار کہہ رہا تھا کہ وہ اب اس چہرے کو دوبارہ نہیں دیکھے گا۔

ڈیپارچر لاؤنج میں پہنچ کر نازو نے ایک خط اس کی طرف بڑھایا تھا۔

"جب پاکستان جاؤ تو اپنے پاپا کو میرا اسلام دینا اور یہ خط انہیں دے دینا اور ہاں میرا حسان تمہارے پاس میری امانت ہے، میرے بعد اس کی دیکھ بھال کرنا، کوشش کرنا اس کو بھی دکھ نہ ملے، خدا ہمیشہ تمہیں شاد و آباد رکھے آمین۔" انہوں نے ماتھا چوم کر اسے دعا دی تھی، وہ اسی دعا کے حصار میں مقید انہیں دیکھتا رہا تھا، جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوئی تھیں۔

☆☆☆

"صالح! کیا بات ہے، تم بہت پریشان لگ رہے ہو۔" اس نے آج کوئی کلاس اٹینڈ نہیں کی تھی، بس سارا دن تنہا ایک گوشے میں دوسرے گوشے میں بیٹھ کر گزارا تھا۔

کل کا سارا دن اور ساری رات بھی اس کی رو کے گزری تھی، ایک پل کے لئے بھی چین نہیں آیا تھا، زندگی میں ایک بار پھر اسے راحیلہ اور سعود کی کمی بے حد شدت سے محسوس ہوئی تھی۔

جوزفین نے صبح اس کی ایک جھلک تو دیکھی تھی لیکن اس کے بعد وہ اسے نظر نہیں آیا، وہ اسے ڈھونڈتی ڈھانڈتی بالآخر ایک گوشے میں اس تک پہنچ ہی گئی تھی، وہ تنہا بیٹھا کسی گہری سوچ میں ڈوبا تھا، جوزفین کے پکارنے پر اس نے خالی خالی نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"مائی گاڈ! تمہاری آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی ہیں، یقیناً تم کل روتے رہے ہو۔" وہ اس کی شدت گریہ سے سرخ آنکھیں دیکھ کر پریشان ہو اٹھی، اسے حسان سے وابستہ ہر چیز سے عشق تھا اور یہ تو پھر جیتا جاگتا وجود تھا وہ بھی حسان کا اکلوتا اور گہرا دوست۔

"نہیں، ایسا تو کچھ نہیں ہے۔" وہ نظریں

چراتے ہوئے رخ پھیر گیا۔

"صالح! تم تو بہت نرم مزاج ہو، حسان کی طرح مجھے اجنبیت کی مار تو مت مارو۔" اس کے لہجے میں نمی گھل گئی تھی، صالح کا دل فوراً موم ہو گیا۔

"تم کل یونیورسٹی بھی نہیں آئے یقیناً کوئی بات ہے ورنہ حسان کے بعد تم نے بہت ریگولر کلاسز اٹینڈ کی ہیں۔" اس کے چہرے پہ ندامت کے اثرات دیکھ کر جوزفین فوراً پہلے والی بات پر آ گئی۔

"ہاں...... وہ...... جوزفین...... وہ۔" صالح نے کہنا چاہا تھا لیکن آنسوؤں کا پھندا اس کے حلق میں اٹک کے اس کے سارے الفاظ کو گڈ مڈ کر گیا، اسے اپنا آپ خالی پرزے کی مانند ہوا میں اڑتا، بکھرتا محسوس ہوا تھا۔

"ہاں...... ہاں...... بولو...... کیا بات ہے۔" جوزفین نے اپنائیت بھرے انداز میں اسے بات آگے بڑھانے کا حوصلہ دیا تھا۔

"وہ...... حسان کی ماما...... نازنین آنٹی...... کل مدینہ منورہ میں...... انتقال کر گئیں۔" اس نے نہایت دقت کے ساتھ اٹک اٹک کر اپنا جملہ مکمل کیا تھا۔

"مائی گاڈ!" جوزفین کو بھی زبردست شاک لگا تھا۔

"مجھے پہلے ہی پتہ تھا جوزفین! وہ واپس نہیں آئیں گی، وہ ہمیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ کے جا رہی ہیں، لیکن...... لیکن وہ ایسی جگہ جا رہی تھیں جہاں ہم انہیں جانے سے روک نہیں سکتے تھے اور ہمارے روکنے سے وہ رک نہیں سکتی تھیں۔" اس کے الفاظ پر آنسو غالب آ گئے تھے۔

"اور حسان......" کافی دیر ٹھہر کے جوزفین نے اس دشمن جاں کے متعلق استفسار کیا تھا۔

"وہ وہیں ہے اس کی فلائیٹ تین دن بعد ہے اس نے مجھے کہا تھا صالح رونا نہیں یہ میری ماما کی آخری خواہش تھی زندگی کی آخری خواہش پورا ہونے پہ رویا نہیں جاتا، شکر ادا کیا جاتا ہے۔" وہ روتے ہوئے اس کے الفاظ دوہرا رہا تھا۔

جوزفین کو احساس نہیں ہوا لیکن اس کی خوبصورت نیلی جھیل سی آنکھیں مسلسل برس رہی تھیں۔

"حسان ٹھیک کہتا ہے صالح! اگر یہ ان کی آخری خواہش تھی تو تمہیں واقعی رونا نہیں چاہیے۔" حسان کی بات سے وہ اختلاف کہاں کر سکتی تھی۔

"لیکن میرے دل کو چین نہیں آ رہا جوزفین!" وہ تڑپ کے اس کی طرف مڑا تھا۔

"مجھے تو نازنین آنٹی کی قسمت پر رشک آ رہا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد کتنے لوگ ان سے محبت کرنے والے اور عقیدت رکھنے والے اور ان کے لئے دعا کرنے والے ہیں ایک ہم ہیں......" وہ خود پر استہزائیہ ہنسی

"ہم میں سے کوئی مر جائے تو کسی کے پاس اتنی فرصت نہیں کہ ان کی میت پر بیٹھ کر دو آنسو بہا لئے جائیں۔" گہری سانس اندر کھینچتے ہوئے اس نے اپنا چہرہ صاف کیا، جو آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔

"تمہیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے آؤ میں تمہیں گھر چھوڑ آؤں۔" وہ کھڑی ہو کر اس سے مخاطب ہوئی، صالح میکانکی انداز میں اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔

"تمہاری گاڑی میں چلتے ہیں، میں واپس آ کر پھر اپنی گاڑی لے جاؤں گی، کی رنگ دو مجھے۔" ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے خود ہی فیصلہ کیا، صالح نے کی رنگ نکال کر اسے تھما دی۔

صالح کا گھر زیادہ دور نہیں تھا، یہ شکر تھا کہ اسے اتنی ہوش تھی جو وہ جوزفین کو راستہ بتاتا آیا تھا۔



گھر پہنچ کر جوزفین نے پہلے اسے سلائس سینک کر دیئے اور ساتھ میں چائے دی، اس کے بعد گرم دودھ کے ساتھ دو پین کلرز دیں، ہیٹر آن کر کے کمبل اس کے اوپر ڈالا، پانی کا جگ، گلاس اور ایک تھرماس میں چائے بھی ڈال کر اس کے بیڈ دراز پہ رکھ دی، وہ نیم غنودگی میں تھا جب وہ واپسی کے لئے تیار ہوئی۔

"اوکے اب میں جا رہی ہوں، میں صبح یونیورسٹی جاتے ہوئے تمہیں پک کر لوں گی، اب آرام کرو، ٹیک کیئر۔" اسے ہدایات دیتی وہ دبے قدموں کمرے سے باہر آ گئی۔

مین گیٹ اچھی طرح بند کرنے کے بعد وہ مین روڈ پہ کسی کیب کی تلاش میں نکل آئی تھی۔

☆☆☆

"تم دونوں کے جو لاسٹ لیکچرز مس ہوئے تھے، میں نے سارے احتیاط سے سنبھال کے رکھے ہوئے تھے اس فائل میں وہ سارے نوٹس موجود ہیں۔" جوزفین نے ایک خوبصورت رنگین کور والی فائل ان کی طرف بڑھاتے ہوئے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔

حسان لندن آنے کے دو دن بعد یونیورسٹی آیا تھا، صالح بھی دو دن اس کے ساتھ ہی غائب رہا تھا، آج وہ دونوں اسے نظر آئے تو جوزفین فائل انہیں دینے کی غرض سے اس طرف آ گئی، حسان سے صبح بھی اس کی رسمی سی علیک سلیک ہوئی تھی، البتہ صالح نے بہت اچھے طریقے سے اس سے بات کی تھی۔

"تھینک یو سو مچ جوزفین!" صالح نے فائل اس کے ہاتھ سے تھامتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا تھا کہ بہرحال اتنا تو اس کا حق بنتا تھا۔

"تھینک یو والی کیا بات ہے، کلاس فیلو ہونے کے ناطے اتنا تو میرا حق بنتا ہے کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے میں تم لوگوں کی ہیلپ کروں۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے اپنے ازلی اعتماد سے گویا ہوئی تھی۔

"پھر بھی بہرحال کم از کم تھینکس کہنا تو ہمارا بھی حق بنتا ہے۔" وہ بھی اپنی بات پہ زور دے کے بولا، حسان ان کی گفتگو کے دوران خاموش سامع بنا بیٹھا تھا۔

"کیا بات ہے حسان! بہت خاموش ہو تم۔" اس نے چپ بیٹھے حسان کو مخاطب کیا۔

"میں تو پہلے بھی خاموش ہوا کرتا تھا۔" حسان نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"لیکن آج کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو۔" وہ اپنی بات پہ قائم تھی۔

"ہاں...... شاید...... بس ایسے ہی۔" اس نے گول مول سا جواب دیا، صاف لگ رہا تھا کہ اس نے اسے ٹالنا چاہا تھا۔

"انسان کو اتنا آدم بیزار بھی نہیں ہونا چاہیے کہ کسی سے ہنسے بولے بھی نہ، لائف کے اندر کچھ تو چینج ہونا چاہیے۔" اس کا مقصد اس کی سنجیدہ طبع شخصیت پہ چوٹ کرنا نہیں بلکہ اسے اس فیز سے نکالنا تھا۔

"تم سے کس نے کہا کہ میں آدم بیزار ہوں۔" وہ اپنی سیاہ جگمگاتی آنکھیں اس پہ گاڑ کے بولا، جوزفین اس کی نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے گڑبڑا کے نگاہیں جھکا گئی۔

"بظاہر تمہارے خاموش رہنے سے تو یہی فیل ہوتا ہے۔" وہ چند لمحوں بعد سنبھل کے بولی۔

"بس میں بچپن سے اکیلا رہا ہوں، ماما کے علاوہ میرا کوئی بیسٹ فرینڈ نہیں تھا، اسی لئے زیادہ بولنے کی بھی عادت نہیں ہے، اب ان کی کمی تو محسوس ہو گی۔" حسان کا لہجہ آخر میں بھاری ہو گیا تھا۔

اگرچہ اسے پہلے سے لگ رہا تھا کہ جس طرح ماما کے احساسات ہیں وہ واپس نہیں آئیں گی، ان کی شدید خواہش کو اللہ تعالیٰ نے پورا کر

دیا تھا، وہ بھی رب کی رضا میں راضی تھا کہ یہی اس کی ماں نے اسے سبق پڑھایا تھا، لیکن پھر بھی ماں کی جدائی کا احساس اسے مارے ڈالتا تھا، صالح نے اس کٹھن وقت میں اس کا بہت ساتھ دیا تھا، یہ دو دن انہوں نے نازنین کو یاد کرتے اور ان کی باتیں کرتے گزارے تھے۔

''ہم تمہارے دکھ میں برابر کے شریک ہیں حسان! لیکن تمہیں چاہیے کہ تم اپنی اسٹڈی پر توجہ دو، کیونکہ فائنل ایگزامز میں بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے، مصروف رہنے کی وجہ سے تمہاری توجہ بھی بٹ جائے گی اور نازنین آنٹی کی روح بھی یقیناً بہت خوش ہو گی۔'' جوزفین کو بے حد خوشی ہوئی تھی کہ حسان نے اپنی زندگی کی کوئی بات تو اس سے شیئر کی، لئے دیئے انداز میں رہنے والا یہ شخص اسے اپنی دسترس سے ہمیشہ بہت دور لگا تھا۔

''جوزفین ٹھیک کہہ رہی ہے حسان! ہماری اسٹڈی کا پہلے ہی کافی سے زیادہ حرج ہو چکا ہے، اب ہمیں بھرپور محنت کی ضرورت ہے۔'' صالح نے بھی جوزفین کی تائید کی تھی۔

''ہاں، بات تو ٹھیک ہے۔'' حسان نے بھی آہستگی سے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا تھا اور پھر واقعی ان دونوں نے اپنی ساری توجہ، لگن اور محنت اپنی پڑھائی پر مرکوز کر دی، جوزفین نے اس سلسلے میں ان دونوں سے بہت کوآپریٹ کیا تھا، ان کی خاطر بھی وہ لائبریری کے چکر لگاتی Books تلاش کرتی، کبھی انٹرنیٹ پر مختلف ویب سائٹس کی سرچ کرتی، کبھی کسی پروفیسر کے نوٹس ان تک پہنچاتی، نہ چاہتے ہوئے بھی وہ حسان اور صالح کے درمیان اپنی جگہ بناتی چلی گئی، لیکن ایک عادت اس کی بہت اچھی تھی، اس نے حسان کی موجودگی میں بھی کبھی صالح کو فراموش نہیں کیا تھا، حالانکہ ابتدائی دنوں میں اسے صالح پہ بہت غصہ آتا تھا جو ہر وقت حسان کے ساتھ چپٹا رہتا تھا، جس کی وجہ اسے حسان سے بات کرنے اور اسے امپریس کرنے کا موقع بہت کم ملتا تھا۔

لیکن اب اس کا رویہ بہت تبدیل ہو گیا تھا، محبت نے اسے محبت کرنا سکھلا دیا تھا، وہ حسان سے وابستہ ہر چیز سے محبت کرنے لگی تھی، اگرچہ حسان ابھی بھی اس سے زیادہ فری نہیں ہوتا تھا، تاہم پھر بھی پہلے کی نسبت وہ اس سے تھوڑی بہت گفتگو کر لیتا تھا اور جوزفین کے لئے یہی بہت غنیمت تھا، لاشعوری طور پر ہی وہ خود کو حسان کی پسندیدگی میں ڈھالنے کی کوشش میں رہتی تھی، جب سے اس نے محسوس کیا تھا کہ حسان اس کی ڈریسنگ کو سخت ناپسند کرتا ہے تب سے اس نے اوٹ پٹانگ کپڑے پہننے چھوڑ دیئے تھے۔

اب وہ زیادہ تر جینز یا جینز کے اوپر ڈھیلی ڈھالی سی شرٹ پہنن لگی تھی، منی اسکرٹ، ٹائیٹ جینز، شارٹ ٹاپ یہ سب الم غلم اس نے اپنی وارڈ روب سے اٹھا کر پھینک دیا تھا۔

جیسے جیسے فائنل ایگزامز قریب آتے جا رہے تھے، ویسے ویسے اس کے دل کی اداسی بڑھتی جا رہی تھی، وہ نہیں جانتی تھی کہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد وہ حسان سے کب اور کیسے ملا کرے گی، کیونکہ اس کے وصال کی تڑپ تو صرف جوزفین کو تھی، وہ تو اس کھیل سے یکسر انجان تھا، اس نے تو محبت کی گلیوں میں قدم رکھا ہی نہیں تھا، وہ کیا جانتا۔

وصال کا شوق!

جدائی کی تڑپ!!

ہجر و فراق سے یکسر نابلد تھا۔

''کاش! کاش حسان احمد! تمہیں بھی محبت ہو جائے۔'' اس کے دل کے ایوانوں میں ایک بار پھر اس نے حسرت نے انگڑائی لی تھی۔

☆☆☆

محبت چیز ہے ایسی
کبھی ہوتی ہے اپنوں سے
کبھی ہوتی ہے سپنوں سے
کبھی انجان راہوں سے
کبھی گمنام ناموں سے
محبت چیز ہے ایسی
کبھی ہوتی ہے پھولوں سے
کبھی بچپن کے جھولوں سے
کبھی بے اختیاری میں
کبھی بکھرے اصولوں سے
محبت اک محبت ہے
محبت اک صداقت ہے
محبت اک عبادت ہے
محبت چیز ہے ایسی
[illegible]وں میں رول دیتی ہے
[illegible] انمول دیتی ہے
[illegible] بھی گھول دیتی ہے
محبت چیز ہے ایسی

''تو کیا تم واقعی پاکستان جا رہے ہو۔'' حسان نے صالح سے پوچھا تھا جو ابھی ابھی پاکستان سے اپنے چاچو کا فون سن کے فارغ ہوا تھا، اس کے چہرے پہ اپنوں کی محبت کی بڑی گہری چمک تھی۔

''ایک نہ ایک دن تو مجھے اپنے اصل کی طرف ہی لوٹ کے جانا ہے، لیکن ابھی نہیں، ابھی میرے ذمے کسی کا قرض ہے، پہلے وہ اتار لوں۔'' وہ جیسے کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

''کون سا قرض؟'' حسان نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

''تمہیں یاد ہے حسان! ایک دفعہ تم نے کہا تھا کہ تم زندگی میں ایک دفعہ ضرور پاکستان جاؤ گے، اپنے باپ کو ڈھونڈنے......'' صالح اب اس کے چہرے کو کھوج رہا تھا۔

''ڈھونڈنے نہیں بدلہ لینے اپنی ماں کی [illegible]دیوں اور تلخیوں کا۔'' اس شخص کے ذکر پر ہی [illegible] کے ابرو تن گئے تھے اور آنکھوں سے شرارے [illegible] لگے تھے، لہجہ بھی شعلوں کی سی آنچ لئے ہوئے تھا۔

''اور اگر تمہیں پتہ چل جائے کہ وہ شخص کون ہے اور کہاں ہے تو کیا کرو گے تم۔'' وہ بھی گویا آج کسوٹی کسوٹی کھیلنے پہ آمادہ تھا۔

''میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کروں گا اور اپنا حساب لے کر دم لوں گا۔'' اس کے جذبات بھڑک اٹھے تھے، وہ تو گویا تصور میں ہی اس شخص کا گریبان پکڑے ہوئے تھا۔

''میں تمہارے فادر کو جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔'' صالح اس پہ نظریں جمائے اعتماد سے بولا تھا۔

''کیا...... آ...... آ۔'' حسان تو اچھل کے کھڑا ہوا تھا، اس کی آنکھوں میں بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

''تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔'' وہ پرجوش ہوا تھا۔

''جب موقع آتا تب ہی تمہیں بتانا تھا، تم نے پوچھا نہیں کہ میں انہیں کیسے جانتا ہوں۔'' اس کا خیال تھا کہ حسان سب سے پہلے یہی سوال کرے گا، لیکن اس کی توقع کے برعکس اس نے فوراً ہی اس کی بات پر اعتبار کر لیا تھا، شاید وہ اپنے باپ سے بدلہ لینے کے لے بہت بے چین تھا جو جانچ پڑتال اور تحقیق میں بھی نہیں گیا۔

''ہاں یہ بات تو واقعی اہم بات ہے کہ تم انہیں کیسے جانتے ہو۔'' صالح کے کہنے پر ہی یہ بات اس کے ذہن میں آئی تھی۔

''وہ میرے والد ہیں حسان! میرے پاپا سعود کے سب سے بڑے بھائی احمد عبدالرحمن، ہمارے سارے رشتے دار انہیں عبدالرحمن کہتے ہیں جبکہ آفس میں ان کے کولیگز احمد کہتے ہیں، اسی کی نسبت میں، میں صالح عبدالرحمن اور تم حسان احمد۔'' صالح نے بالآخر وہ بم پھوڑ ہی دیا تھا، جس نے حسان کے پرخچے اڑا دیا تھا۔

وہ پھٹی پھٹی بے یقینی اور کسی قدر بے حواس

نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اسے اپنی سماعت پہ ہرگز ہرگز یقین نہیں آ رہا تھا، ایسے لگ رہا تھا جیسے اس کے کانوں نے کچھ غلط سنا تھا۔

''تت...... تم...... مذاق کر رہے ہو ناں۔''
اسے اپنی ہی آواز بڑی اجنبی سی لگی تھی۔

''نہیں حسان ایسی بات مذاق میں نہیں کی جاتیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کی تردید کی تھی، پھر بڑے نرم انداز میں گویا ہوا تھا۔

''تمہیں کبھی محسوس نہیں ہوا حسان! کہ ہمارے مابین فرینڈ شپ کے علاوہ بھی کچھ ہے جو ہمیں ایک دوسرے کے قریب کرتا ہے، جو محبت اور جذبات ہم ایک دوسرے کے لئے رکھتے ہیں یہ صرف دوستی نہیں یقیناً اس سے آگے یہ ہمارے خونی رشتے کا اعجاز ہے، ورنہ اپنی اپنی طبیعتوں کے برعکس ہم اتنی جلدی ایک دوسرے کے قریب کیسے آ سکتے تھے؟'' وہ سوال بنا اس کے سامنے کھڑا تھا، جبکہ حسان کو اپنا وجود بھربھری ریت کی مانند بکھرتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

''میں جس شخص کے تصور تک سے نفرت کرتا رہا، اسی کے خون سے اسی کے بازو سے محبت میں اتنا آگے نکل گیا۔'' وہ خود کلامی کے سے انداز میں گویا ہوا۔

''اس کا خون تو تم بھی ہو حسان!'' صالح نے سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''مت نام لو اس شخص کا میرے سامنے۔''
وہ یکدم بھڑک کے چلا اٹھا۔

''تم ہرگز اس خوش فہمی میں مت رہنا کہ اسے تمہارا باپ سمجھ کے میں معاف کر دوں گا، مجھے اس شخص سے شدید ترین نفرت ہے اور اس سے وابستہ ہر رشتے، ہر تعلق، ہر چیز سے بھی نفرت ہے، اس ملک، اس شہر، اس گلی، اس گھر سے نفرت ہے جہاں وہ رہتا ہے سانس لیتا ہے، اس کی اولاد سے نفرت ہے جس نے میرا اور میری ماں کا حق چھینا۔'' وہ غصے سے بے قابو ہو رہا تھا، اس کے الفاظ نہیں تھے آگ کے انگارے تھے، جو ایک ایک کر کے صالح کے دل میں پیوست ہوتے جا رہے تھے، ہر انگارے کی تپش، جلن اور حرارت پہلے سے بڑھ کر تھی۔

''نفرت پہ اتنا بھروسہ نہیں کرتے میرے دوست! نفرت تو محبت کے ایک ہی وار سے پگھل جاتی ہے، ختم ہو جاتی ہے۔'' اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی نمی تھی، آنکھوں کی اوپری سطح بھی گیلی ہو گئی تھی۔

لیکن اسے یہ سب برداشت کرنا تھا وہ جانتا تھا حسان دل کا برا نہیں جس کی تربیت نازنین جیسی پاکیزہ ہستی نے کی ہو وہ شخص دل کا یا کردار کا برا کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو محبتوں کو ترسا ہوا انسان ہے، محبتوں کی محرومی نے اسے سب سے بدظن و بدگمان کر دیا ہے، جب اسے اتنی ساری محبتیں، چاہتیں ملیں گی اتنے سارے خوبصورت رشتے ملیں گے، ہر رشتے کا اعتماد، پیار، مان اور بھروسہ ملے گا تو یقیناً اس کی ہر تشنگی، ہر محرومی خود بخود ہی ختم ہوتی چلی جائے گی۔

لیکن اس وقت وہ نفرت اور بدگمانی کی انتہا پر تھا، ابھی اس نے رشتوں کی چاشنی کو محسوس نہیں کیا تھا، ابھی اس کا اعتماد بحال نہیں ہوا تھا، ابھی تو اس کے اندر محرومیاں چیخ رہی تھیں، ابھی تو اس کا وجود محبتوں کو ترسا ہوا تھا، ابھی اگر وہ اسے سب کچھ سچ سچ بتا دیتا تو وہ کبھی بھی اس کا یقین نہ کرتا، اتنے سالوں کی نفرت اور بدگمانی اس کے چند الفاظ کے جواہر سے ختم نہیں ہو سکتی تھی۔

اس لئے اس نے ایک فیصلہ کر لیا تھا وہ حسان کو پاکستان بھیجے گا، صالح عبدالرحمٰن بنا کر، جب وہ اتنی محبتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا، اتنے چاہنے والوں کو پائے گا، رشتوں کی نازکی اور دلکشی کو محسوس کرے گا تو حقیقت جانے بغیر بھی قائل ہو جائے گا کہ یقیناً اس کا باپ دھوکے باز، فراڈیہ اور نفس کا مارا ہوا نہیں ہے، وہ کسی کی عزت نفس اور کردار کو مجروح کر کے اس پہ اپنی زندگی کی بنیاد نہیں رکھ سکتا۔

اور ویسے بھی اسے نازنین کا قرض چکانا تھا، اس کی امانت کی حفاظت کرنی تھی، حسان کے رویے کے اندر تبدیلی لانا تھی، اسے محبت کرنا سکھلانا تھا اور اس کے لئے اسے اپنا فیصلہ بالکل صحیح لگا تھا اور وقت کے عین مطابق تھی۔

''تم نے کبھی وہ زندگی گزاری ہو جو میں نے گزاری ہے تو پھر تم سے اس فلسفے کا مطلب پوچھوں گا۔'' وہ گہرے طنزیہ کاٹ دار لہجے میں بولا۔

''تو کیا یہ سب جاننے کے بعد ہمارا رشتہ ختم ہو جاتا ہے؟'' صالح نے بہت دکھ سے اسے دیکھا تھا، اس کے الفاظ ہی نہیں لہجے میں بھی تڑپ تھی۔

''اگر تم میرے راستے میں آنے کی کوشش کرو گے تو پھر میں اس رشتے کا پاس نہیں کروں گا۔'' وہ بدلحاظی سے گویا ہوا تھا۔

''اور اگر میں خود تمہیں بدلہ لینے کا ایک موقع فراہم کروں تو؟'' اس کی آفر پہ اس نے بےحد چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''کیا مطلب؟'' اس نے الجھن بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''اگرچہ تم اس وقت بدگمانی کی انتہا پہ ہو، لیکن پھر بھی میں کہوں گا کہ میں تمہارے لئے بہت اچھے اور نیک جذبات رکھتا ہوں اور ایسے ہی اپنے والد اور گھر والوں کے لئے بھی، لیکن تمہاری نفرت ختم کرنے کے لئے یا اپنے لفظوں میں تم کہہ لو کہ بدلہ لینے کے لئے میں تمہیں ایک موقع فراہم کروں گا۔'' اس کا لہجہ کھرا اور صاف تھا، تصنع اور بناوٹ سے پاک۔

''میں ابھی بھی نہیں سمجھا، تم مجھے کیسا موقع فراہم کرنا چاہتے ہو۔'' وہ واقعی نہیں سمجھا تھا۔

''دیکھو میں تمہیں موقع دیتا ہوں کہ تم پاکستان جاؤ لیکن حسان احمد نہیں صالح الرحمٰن بن کر وہاں رہو کتنی مدت؟ یہ تم خود طے کرو گے، تمہارے دل کے اندر جو حسرت ہے نفرت کی یا انتقام کی وہ تم پوری کر لینا، لیکن اگر تم نہ کر سکے تو تمہیں میری بات ماننا ہوگی۔'' صالح کے انداز میں چیلنج تھا۔

''ویری گڈ۔'' حسان کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''دیکھ لینا بعد میں پچھتانا مت۔'' اس نے پہلے ہی اسے باور کروا دیا، اس کے خیال میں صالح نے اپنی ازلی سادگی اور بیوقوفی کے ہاتھوں مجبور ہو کر بہت بڑا لیکن بہت غلط قدم اٹھایا تھا۔

''نہیں جن کے پیچھے بہت سی دعائیں ہوں وہ پچھتایا نہیں کرتے۔'' وہ خود اعتمادی سے بولا۔

''ٹھیک ہے لیکن میری بھی ایک شرط ہے کہ تم درمیان میں کوئی انٹرفیئر نہیں کرو گے۔'' ان کا کوئی جواز ہی نہیں تھا اور بخوشی راضی ہو گیا۔

''بالکل نہیں کروں گا، بلکہ میرا رابطہ کسی سے نہیں ہوگا، سوائے تمہارے۔'' وہ فوراً مان گیا تھا، اسے حسان کے اتنی جلدی رضامند ہونے کی توقع نہیں تھی، لیکن لگتا تھا۔

تقدیر کو اسی طرح منظور تھا جبھی معاملہ اتنی آسانی سے طے ہوتا جا رہا تھا، یقیناً نازنین کی دعائیں رنگ لا رہی تھیں۔

''رائٹ، میں بھی خود ہی تم سے رابطہ کروں گا، تم نہیں کرو گے۔'' وہ بولا۔

''ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' صالح نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''میرے خیال میں تین ماہ میرے لئے کافی ہوں گے اپنے ٹارگٹ کو اچیو کرنے کے لئے۔'' وہ اپنے ذہن میں پلان ترتیب دیتا سوچ کے بولا۔

(باقی اگلے ماہ)

# محبتوں میں حساب کیسا

مدیحہ تبسم

## گیارہویں قسط

"تین ماہ تو بہت کم ہیں، چھ ماہ کر لو۔"
"تمہیں کم لگ رہے ہیں تو چلو میں زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک واپس آ جاؤں گا۔" وہ مضبوط و مستحکم لہجے میں بولا تھا۔

"ٹھیک ہے خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔" آخر میں صالح کا لہجہ پھر سے بھیگ گیا تھا۔
آج حسان کی پاکستان کی فلائیٹ تھی۔

جوزفین اور صالح اسے سی آف کرنے کے لئے ائیر پورٹ آئے تھے، جوزفین بیچاری تو حیران و پریشان تھی کہ حسان کو بیٹھے بٹھائے پاکستان جانے کی کیا سوجھی، لیکن وہ کوئی ایسا استحقاق نہیں رکھتی تھی کہ اس کو جانے سے منع کر سکتی۔

صالح نے اسے جانے سے پہلے سارے گھر کی تصویریں بمعہ ناموں کے ازبر کروا دی

ناولٹ

تھیں تاکہ اسے کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے، اسے یقین تھا کہ اس کا رب اس کی قربانی کو ضائع نہیں کرے گا، وہ اپنی خواہش کا گلا گھونٹ کے اپنی جگہ اپنے بھائی کو بھیج رہا تھا، جس گھر میں، جن فضاؤں میں سانس لینے کے سپنے اس نے دن رات دیکھے تھے، جب ان کے پورا ہونے کی باری آئی تو اس نے خود کو پیچھے کر کے اپنا حق اپنے بھائی کو دے دیا تھا۔

"تم انہیں کوئی نقصان پہنچا ہی نہیں سکتے حسان! جو بھی ہے تم کوئی غیر تھوڑی ہو اسی گھر کا خون ہو، انہی میں سے ایک ہو، تم تو ایک ایسے مسافر ہو جو راستہ بھٹک کے کسی دوسری طرف نکل گیا ہو، آج تم اپنی صحیح منزل کی طرف گامزن ہو، میرے ہر سانس میں تمہارے لئے دعا ہے۔"

فلائیٹ کی اناؤنسمنٹ ہونے لگ گئی تھی، تمام مسافر ڈیپارچر لاؤنج سے اپنا سامان اٹھائے اندر کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

"اوکے، اپنا خیال رکھنا۔" صالح نے خود ہی آگے بڑھ کے اسے معانقہ کیا تھا۔



حسان نے محسوس کیا اس کے دل میں صالح کے لئے محبت ہی تھی نفرت نہیں، وہ خود ہی اپنے دل کی اس حالت پہ جھنجلا گیا۔

''اوکے حسان! آئی ہوپ تم جلد واپس آ جاؤ گے۔'' جوزفین کی آنکھیں پانی سے لبریز تھیں۔

''اور اگر میں نہ آیا تو؟'' حسان نے اس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں ہر طرف اداسی کا ڈیرہ تھا۔

''تو میں خود پاکستان آ جاؤں گی۔'' وہ ضبط سے سرخ چہرہ لئے بولی۔

حسان زبردستی مسکراتا انہیں ہاتھ ہلا کر آہستہ آہستہ ان سے دور ہونے لگا تھا۔

☆☆☆

میرے دل میرے مسافر
ہوا پھر سے حکم صادر
کہ ہوں وطن بدر ہم تم
دیں گلی گلی صدائیں
کریں رخ نگر نگر کا
کہ سراغ کوئی پائیں
کسی یار نامہ بر کا
ہر اک اجنبی سے پوچھیں
جو پتا تھا اپنے گھر کا
سر کوئے ناشناساں
ہمیں دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا
تمہیں کیا کہوں کہ کیا ہے؟
شب غم بری بلا ہے
ہمیں یہ بھی تھا غنیمت
جو کوئی شمار ہوتا
ہمیں کیا برا تھا مرنا
اگر ایک بار ہوتا

بالآخر ایک طویل مسافت کے بعد اس کے جہاز نے علامہ اقبال ائیر پورٹ لاہور کی سرزمین کو چھوا تھا۔

حسان احمد کے دل کی کیفیت بڑی عجیب رہی تھی، یہ تو اس نے ہزار ہا دفعہ سوچا تھا کہ پاکستان جائے گا بلکہ اس نے تو اپنی زندگی کا مقصد ہی بنا رکھا تھا، کہ وہ اس شخص کو ذلیل و رسوا کر کے دم لے گا، جس نے اس کی ماں کو گمنامی کی زندگی گزارنے پہ مجبور کر دیا اور اسے ہر رشتے سے محروم کر دیا، لیکن اس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ کسی اور کے بہروپ میں ان سب سے ملے گا، ان ہی کا بیٹا بن کر ان کو دھوکہ دے گا۔

''بہر حال مجھے اس سے غرض نہیں کہ میں کیا بن کر جا رہا ہوں مجھے تو اس سے غرض ہے کہ میں ان سے بدلہ لوں اور اپنی برسوں کی تشنہ خواہش پورا کروں تاکہ میری ماں کی روح کو بھی سکون مل سکے بلکہ مجھے تو صالح کا شکر گزار ہونا چاہیے اس نے اپنی بیوقوفی اور حد سے بڑھے ہوئے اعتماد کے ہاتھوں میرے لئے میری منزل آسان کر دیا۔'' اس نے کندھے اچکاتے ہوئے خود کو باور کرایا۔

''مجھے اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے ہوشیاری اور عقلمندی سے کام لینا ہے اور اپنے اندر کے حسان احمد کو چند ماہ کے لئے فراموش کر کے صالح عبدالرحمن بننا ہے۔'' وہ آخری دفعہ خود سے مخاطب ہوا۔

اپنا سوٹ کیس اٹھائے جب وہ ائیر پورٹ کے اندرونی احاطے میں پہنچا تو گھر کے تقریباً سارے مرد ہی اسے لینے کے لئے آئے ہوئے تھے، حسان کو ان سب کو پہچانتے میں ذرا وقت نہیں ہوئی تھی۔

''کتنے بیوقوف ہیں سارا کنبہ ہی اٹھ کے آ گیا ہے۔'' وہ استہزائیہ ان پہ ہنستا ہاتھ ہلاتا ان کی طرف بڑھ گیا۔

احمد عبدالرحمن سے گلے ملتے ہوئے اس کے اندر شراروں کے طوفان اٹھ رہے ہیں، اپنا آپ اسے کسی انگارے کی مانند جلتا محسوس ہوا تھا، لیکن کمال مہارت سے اس نے اپنے تاثرات کو چھپا لیا تھا۔

اس کو اپنے درمیان موجود پا کر ان سب کے چہرے خوشی سے منور ہو رہے تھے پھر اسی طرح کا حال گھر کی خواتین کا بھی ہوا تھا منزہ کتنی دیر اسے خود سے لپٹائے روتی رہی تھیں۔

''یہ وہ عورت ہے جس نے میری ماں کا حق غصب کیا ہے۔'' اس کا دل ایک مرتبہ پھر نفرت کی آگ میں سلگنے لگا تھا۔

''بیٹا! یہ تمہاری بہنیں ہیں، یہ بڑی ہے رمشاء، اور یہ چھوٹی ہے ہالہ۔'' منزہ نے ان دونوں کا تعارف کروایا تھا، خوشی سے چھلکنے والے آنسوؤں کو ضبط کرتیں وہ دونوں قدرے جھجکتی ہوئی اس کے سامنے کھڑی تھیں۔

پتہ نہیں کیا بات تھی حسان کو ان دونوں پہ یکدم ہی بہت پیارا آیا تھا، اس نے شفقت سے ہالہ کے سر پہ ہاتھ رکھا تو ایکدم ہی اس کے سینے سے آ لگی، وہ پہلے تو بوکھلا گیا، لیکن پھر خود کو سنبھال لیا۔

''ایک لڑکی اور بھی تھی جو صالح کے چاچو کی بیٹی تھی، وہ پتہ نہیں کدھر گئی۔'' سب سے میل ملاپ کرنے کے بعد وہ ہال کمرے میں بیٹھا تھا جب اسے یاد آیا کیونکہ تقریباً سب ہی اس سے مل چکے تھے۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد ہی وہ ہال کمرے میں داخل ہوئی تھی، منزہ نے ہی اس کا بھی تعارف کروایا تھا، نجانے کیوں حسان کو محسوس ہوا تھا کہ وہ اس کی نظروں سے پزل ہوئی تھی، اس نے سلام کرنے کے بعد وہ وہب کے قریب سنگل صوفے پہ دھنس گئی تھی، جس کے ساتھ ہی غوری بیٹھا ہوا تھا، غوری سے بات کرتے ہوئے وہ کسی بات پہ مسکرائی تھی، حسان کو اس کی مسکراہٹ بہت پاکیزہ لگی تھی۔

تھوڑی دیر بعد دستر خوان لگنے کی اطلاع ملی تھی اور ایک دفعہ پھر حسان کو ان سب کو بیوقوفی پہ بہت ہنسی آئی تھی، یہاں سے وہاں اک نہایت وسیع دستر خوان تھا، وہ تو بہت کم کھانے پینے کا شوقین تھا، یہ کھانا تو اسے ایک مہینے کے لئے کافی ہو سکتا تھا، جبکہ صائمہ پھپھو کہہ رہی تھیں کہ ابھی ہم نے زیادہ اہتمام نہیں کیا کیونکہ تمہاری پسند ناپسند کا اندازہ نہیں تھا۔

''پور فیملی۔'' وہ زیر لب بڑبڑاتے ہوئے ان کی بیوقوفی پر ایک مرتبہ پھر دل میں ہنسا تھا۔

ارادہ تو اس کا یہ تھا کہ بس سیلڈ اور ایک آدھ چیز چکھ لے گا، لیکن سب جس طرح اسے وی آئی پی پروٹوکول دے رہے تھے اور بار بار مختلف ڈشز اس کے سامنے رکھ رہے تھے، وہ ان سب کی دل آزاری نہ کر سکا اور نہ چاہتے ہوئے بھی کئی ڈشز کو ٹیسٹ کر گیا۔

☆☆☆

سب افراد اس کا بے حد خیال رکھتے تھے، کئی دفعہ تو وہ جھنجلا جاتا کہ وہ کوئی بچہ تھوڑی ہے، لیکن ان سب کی محبتوں کے آگے وہ بے بس ہو جاتا، اسے محسوس ہو رہا تھا کہ ماما کی ذات میں اس کی دلچسپی بڑھ رہی ہے، خاص کر جب وہ دو دن صائمہ پھپھو کے گھر گزار کر آیا تھا تو اسے ماما کی کمی بے حد محسوس ہوئی تھی، اس کی ادائیں ہر وقت اسے تنگ کرتی تھیں اس کا بولنا، اس کا ہنسنا، اس کا مسکرانا، بچوں کی طرح بات بات پہ خوش ہونا اور خفا ہو کر بچوں کی طرح ہی منہ بنا لینا۔

''شاید یہ وقتی جذبہ ہے۔'' اس نے خود کو ٹالنا چاہا۔

لیکن گزرتے وقت نے اسے خوب اچھی طرح باور کروا دیا تھا کہ یہ وقتی جذبہ نہیں بلکہ وہ واقعی محبت جیسی سنگین غلطی کر بیٹھا ہے۔

''میں یہاں انتقام لینے آیا ہوں محبت

کرنے نہیں۔" ایک دن اس نے خود کو سمجھایا۔
"آج رات بیٹھ کر مجھے لائحہ عمل تیار کرنا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے، کیونکہ اپنے پہلے ہدف میں تو میں کامیاب رہا ہوں، کسی کو شبہ تک نہیں گزرا کہ میں صالح نہیں ہوں، میں سب کا اعتماد حاصل کر چکا ہوں۔" صبح آفس نکلتے ہوئے وہ سوچوں کے سمندر میں غرق تھا، اس نے دل میں پختہ عزم کر لیا تھا کہ وہ آج کی رات کوئی نہ کوئی پلان ترتیب دے لگا تھا۔

لیکن اس کا ارادہ وہیں کا وہیں رہ گیا کیونکہ اسی دن اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، ایکسیڈنٹ بھی اچھا خاصا سیریس تھا، اسے کافی چوٹیں آ گئی تھیں۔

تب حسان نے محسوس کیا تھا، ان سب کی محبت کی گہرائی کو سب اس کی خاطر بھاگے دوڑے پھر رہے تھے، راولپنڈی سے صائمہ پھپھو اور شہزاد انکل بھی آ گئے تھے، خواتین نے رو رو کے اپنی آنکھیں سجا لی تھیں، خاص کر ہالہ تو کسی کے کنٹرول میں ہی نہیں آ رہی تھی، ماہا کی آنکھیں بھی شدت گریہ سے سرخ ہو رہی تھیں حسان کو اپنی ایک بیٹ مس ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

گھر آتے ہی سب نے اسے ہتھیلی کا چھالا بنا رکھا تھا، ہر کوئی ہر وقت اس کی تیمارداری کے لئے مستعد رہتا تھا، پتہ نہیں کیا بات تھی لیکن یہاں وہ "پور فیملی" کہہ کر ان کی سادگی اور بیوقوفی پہ ہنس نہیں سکا تھا۔

چند دن بعد جب حمزہ نے اس سے ماہا کے متعلق استفسار کیا تو وہ اپنی پسندیدگی کو چھپا نہیں پایا تھا، رمشاء کے لئے ارغان کا پرپوزل سلیکٹ کر لیا گیا تھا، اس نے بالکل سگے بھائیوں کی طرح ارغان کے متعلق چھان بین کی تھی اور ہر طرف سے مطمئن ہو کر اوکے کہا تھا۔

سب بڑوں کا خیال تھا کہ دونوں فنکشن ایک ساتھ کر لئے جائیں، ینگ پارٹی نے بھی خوب ہلہ گلا مچایا ہوا تھا، حسان نے محسوس کیا ماہا بھی اس رشتے سے خوش تھی اس کے دل کی خوشی کئی گنا بڑھ گئی تھی۔

وہ اپنا مقصد بھلائے بڑے جوش و خروش اپنی ارینج منٹ کی تیاریوں میں مصروف تھا، جب یونہی ایک دن ہالہ نے بیٹھے بٹھائے کہا۔
"صالح بھائی کو آئے پانچ ماہ ہو چکے ہیں اور پتہ بھی نہیں چلا۔"
"پانچ ماہ۔" حسان کے سر پہ کسی نے بم پھوڑا تھا۔
"یعنی میرے پاس صرف ایک ماہ باقی رہ گیا؟" کئی سوالیہ نشان اس کی آنکھوں کے گرد ناچنے لگے تھے۔
"یعنی ایک ماہ، صرف ایک ماہ میرے پاس باقی رہ گیا ہے؟" وہ جیسے کسی خواب سے جاگا تھا۔

"میرا مقصد، میرا بدلہ، میرا انتقام، میرا جذبہ، یہ سارے احساسات کدھر چلے گئے؟" وہ حق دق کھڑا خود سے مخاطب ہوا۔
"تو کیا حسان احمد! تم ماہا عبداللہ سے دستبردار ہو سکتے ہو؟" کوئی اس کے اندر سے بولا تھا اور اس کے دل نے بڑی شدت سے اس کی نفی کی تھی۔
"ٹھیک ہے یہ منگنی تو ہو جائے اس کے بعد دیکھیں گے کیا صورتحال بنتی ہے۔" اس نے جیسے خود کو ٹالنا چاہا تھا۔
لیکن اس سے پہلے ہی وہ حادثہ پیش آ گیا، جب ماہا نے اس کے اور صالح کے درمیان ہونے والی گفتگو کو سن لیا، اسے راز کے افشا ہونے کی دیر تھی کہ وہ بری طرح بھڑک اٹھا تھا، غصے میں وہ اس قدر جنونی ہو گیا تھا کہ ماہا پر اس کا ہاتھ اٹھ گیا، اسے اپنا گردش کرتا خون بھی کھولتا ہوا محسوس ہوا تھا، ماہا کو سنگین نتائج کی دھمکی دیتے ہوئے اس نے اسے باہر دھکیل دیا تھا۔

مگر اس کے اندر ایک ڈر بیٹھ گیا تھا کہ کہیں ماہا اس راز کو آؤٹ نہ کر دے یا یہ یقین تو اسے واثق ہو چلا تھا کہ وہ منگنی سے انکار کر دے گی، لیکن اس کی توقع کے برعکس اس نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا، شاید وہ اس سے زیادہ ہی خوفزدہ ہو گئی تھی، ہاں البتہ بعد میں جب ارغان کی فیملی کی طرف رمشاء کے نکاح کا اصرار ہوا تو سب کا متفقہ خیال تھا کہ ماہا اور حسان کا بھی نکاح کر دیا جائے، لیکن یہاں ہمت سے کام لیتے ہوئے اس نے انکار کر دیا تھا۔

پھر اس نے محسوس کیا ماہا بہت اداس اور ملول رہنے لگی تھی، اس کی آنکھوں میں ہر وقت ایک انجانا خوف اور ایک اضطراب ہلکورے لیتا رہتا تھا، وہ حسان کی طرف سے لاشعوری طور پر کسی بڑے نقصان کے پیش نظر خوفزدہ رہتی تھی، اپنے طور پر اس نے اس کے کمرے کی تلاشی لے کر چھان بین کی کوشش بھی کی تھی، لیکن اس کے ہاتھ سوائے مایوسی کے کچھ نہ آ سکا تھا۔

بالآخر تھک ہار کے وہ اسی شخص کے قدموں میں آ جھکی تھی اور روتے ہوئے اس کے ہر انتقام، ہر بدلے اور ہر نفرت کے احساس کو بہا لے گئی تھی، وہ جو کسی سے نہ ہار سکا، ساری زندگی نفرت کے پیچھے بھاگتا رہا، ایک منزل کی جستجو میں لگا رہا، جب منزل خود چل کر اس کے سامنے آئی تو، تو انجام کیا ہوا؟ وہ جنہیں ہرانا چاہتا تھا انتہا پہ پہنچ کر خود ہار چکا تھا۔

یہ کون سی منزل تھی کس مقام پہ آ کے ہارے ہیں
تمہیں معلوم ہے تیرے نام پہ آ کے ہارے ہیں
کسی خود پہ جبر کیا ہم نے بھی خود کو یوں بے مول کیا
کہ کے ٹلنے والے تھے اک شام پہ آ کے ہارے ہیں
اک درد مسلسل رہتا ہے اک بارش اندر ہوتی ہے
ان جیسے لوگ یہاں الزام پہ آ کے ہارے ہیں
اب جیت کا دعویٰ ہم نے کیا یہ ازل ابد کا قصہ ہے
ہم بے خبری کے عالم میں انجام پہ آ کے ہارے ہیں

☆☆☆

آج وہ بے حد خوش تھا، اس کی قربانی رائیگاں نہیں گئی تھی، اس کی توقع سے بڑھ کر رنگ لے آئی تھی، محبتوں، چاہتوں اور رشتوں کی انمول زنجیروں نے حسان احمد جیسے پتھر کو بالآخر بے بس کر ہی ڈالا تھا، آج اس کا فون آیا تھا اور وہ نہایت شکست خوردہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔
"میں ہار گیا صالح! تم سچ کہتے تھے صالح، نفرت پہ اپنا بھروسہ نہیں کرتے، جو شخص ساری زندگی اپنوں کی چاہتوں کو ترسا ہو، اس کی نفرت کب تک اس کا ساتھ دے سکتی ہے۔"
"یہ تمہاری ہار نہیں فتح ہے حسان! بھلا محبتوں میں حساب کیسا؟ میرے یار، محبت تو حساب کتاب سے بالاتر ہوتی ہے اور جس میں حساب کتاب ہو وہ محبت نہیں ہوتی۔" صالح کے لہجے میں محسوس کی جانے والی چاشنی تھی۔
صالح فون رکھتے ہی وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا، وہاں سے کی رنگ اٹھاتے ہوئے اس کا ارادہ قبرستان جانے کا تھا، پاکستان جانے سے پہلے وہ ایک دفعہ اپنے پیاروں سے مل لینا چاہتا تھا، اس نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ باہر کھڑی جوزفین کا ہاتھ جو کال بیل کی طرف بڑھ رہا تھا وہیں رک گیا۔
"تم شاید کہیں جا رہے ہو۔" وہ اسے تیار دیکھ کر متذبذب سی وہیں کھڑی رہ گئی۔
"آ جاؤ جوزفین! اندر آ جاؤ، مجھے ایسی بھی کوئی ایمرجنسی نہیں ہے۔" صالح کا موڈ آج چونکہ بے حد خوشگوار تھا، اس لئے اس نے جوزفین کے اس وقت آنے کا برا نہیں مانا تھا۔
ویسے بھی حسان کے جانے کے بعد وہ اکثر اس کے پاس آنے لگی تھی اور دوسری تیسری ملاقات پہ اس نے اپنی آمد کا مقصد صالح پہ واضح کیا تھا۔

"میں اردو سیکھنا چاہتی ہوں صالح! کیا تم میری کوئی ہیلپ کر سکتے ہو؟" اس کی عجیب و غریب خواہش پہ صالح کو خاصی حیرت ہوئی تھی۔

"لیکن تمہیں ایسی کون سی ضرورت آن پڑی جو تمہیں اردو سیکھنا پڑ گئی۔" وہ اپنی حیرت کو چھپا نہیں پایا تھا۔

"میں نے سوچا کبھی پاکستان ہی جانا پڑ جائے۔" وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

صالح چونک گیا یقیناً وہ حسان کی محبت میں ایسا کر رہی تھی، ایک دفعہ تو اس کا جی چاہا کہ اسے صاف لفظوں میں کہہ دے۔

"اچھی لڑکی! تم کبھی بھی حسان کے دل میں جگہ نہیں بنا سکتی، اس کا آئیڈیل بالکل مختلف ہے، ایک مشرقی لڑکی، بالکل ویسی جیسی اس کی ماما تھیں اور جس چیز کو اس نے ابتداء میں ریجیکٹ کر دیا ہے اب بھی اس کے لئے سلیکشن کا درجہ نہیں پا سکتی، اگرچہ اس کی رائے جوزفین کے بارے میں پہلے سے کچھ بدل گئی ہے لیکن پھر بھی ناپسندیدگی کا درجہ نہیں پا سکتی۔" لیکن سب چاہنے کے باوجود ایسا کہہ نہ سکا، وہ اس کا دل نہ توڑ سکا۔

اور پھر واقعی حیرت انگیز طور پر جوزفین نے بہت جلدی اردو سیکھنے میں امپروومنٹ کر لی، ہر ہفتے میں وہ دو تین چکر لگا لیتی تھی، کبھی صالح بھی اس کی طرف چلا جاتا لیکن اکثر اوقات وہ کسی پارک وغیرہ میں چلے جاتے تھے، جوزفین نے محسوس کیا تھا اس کی موجودگی میں وہ دس پندرہ منٹ سے زیادہ گھر نہیں ٹھہرتا تھا اور اسی لئے کسی قریبی کھلی جگہ پہ آ جاتا تھا جوزفین کو اسکی احتیاط پسندی بہت اچھی لگتی تھی۔

"تھینک یو۔" وہ اندر داخل ہو گئی۔

"تم بیٹھو، میں تمہارے لئے کافی لے کر آتا ہوں۔" اسے لاؤنج میں بٹھا کر وہ خود کچن کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا جب جوزفین نے اسے پیچھے سے آواز دے ڈالی۔

"نہیں صالح! میں بھی اس وقت جلدی میں ہوں کافی پھر کبھی سہی۔" وہ جانتی تھی صالح کہیں جانے کے لئے ریڈی ہے اس لئے وہ اسے مزید لیٹ نہیں کروانا چاہتی تھی۔

"اچھا!" اس نے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے ایک فنکشن میں جانا ہے لیکن میں نے سوچا جاتے جاتے آج کا لیسن لے جاؤں۔" وہ کندھا سے لٹکا بیگ اتار کر اس میں سے نوٹس اور پین نکالنے لگی۔

"گڈ، تم ایک اچھی اسٹوڈنٹ ہو۔" صالح نے اسے سراہا۔

اور پھر اگلے دس منٹ میں وہ اس سے دیا گیا سبق سن کر مزید آگے دے کر فارغ ہو چکا تھا۔

"وہ...... حسان کا فون وغیرہ آیا۔" نوٹس واپس بیگ میں ڈالتے ہوئے اس نے سرسری سا لہجہ اپنایا تھا، یہ سوال وہ تقریباً ہر ملاقات پہ اس سے پوچھتی تھی، بلکہ کبھی کبھی تو صالح کو ایسا لگتا جیسے وہ اس کے پاس آتی ہی اس مقصد کے لئے ہے۔

"ہاں، ابھی ابھی تمہارے آنے سے پہلے۔" صالح نے بتایا۔

"اسے گئے چھ ماہ سے اوپر ہونے کو آئے ہیں کچھ واپسی کا پتہ ہے؟" اس کی آنکھیں تو گویا اسے دیکھنے کو ترس گئی تھیں، وہ ظالم جتنا بھی سنگدل تھا، کم از کم اسے دیکھ کر اس کے دل کو قرار آ جاتا تھا۔

"وہ اپنے گھر گیا ہے جوزفین! اور گھر جا کر کون شخص واپس آنا چاہتا ہے؟" صالح کی بات پر اس نے بے حد چونک کر اسے دیکھا تھا، آنکھوں میں امڈتی حیرت کی تحریر صاف پڑھی جا سکتی تھی۔

اس کے علم کے مطابق تو حسان کی فیملی میں صرف اس کی ماما تھیں جن کی ڈیتھ ہو چکی تھی اور اس کے جانے سے لے کر بعد تک صالح نے بھی اس سے تذکرہ نہیں کیا تھا کہ حسان پاکستان اپنے رشتہ داروں کے پاس گیا ہے، اسے تو یہی بتایا گیا تھا کہ وہ کسی کام کے سلسلے میں جا رہا ہے۔

"دیکھو جوزفین! تم بہت اچھی لڑکی ہو، تمہارا ماضی جیسا بھی رہا ہو، لیکن ایک بات میں جانتا ہوں تم نے حسان کی خاطر خود کو بدلنے کی ہر ممکن سعی کی ہے اور اس میں کامیاب بھی رہی ہو، جو بات میں آج تم سے کہنے جا رہا ہوں بہت پہلے سے کہنا چاہتا تھا، لیکن تمہاری دل آزاری کے سبب کہہ نہیں سکا۔" وہ ایک لمحے کے لئے رکا تھا، جوزفین کسی انہونی کا احساس لئے دھڑکتے دل سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"حسان پاکستان میں اپنی فیملی کے ساتھ رہ رہا ہے وہاں اس کے فادر ہیں، اسٹیپ مدر ہیں بہن بھائی ہیں اور حسان کی انگیج منٹ اس کی پسند سے اپنی تایا زاد سے ہو چکی ہے، وہ اب وہیں رہے گا کیونکہ اس کے اپنے اس کے پیار سے اسے کبھی واپس نہیں آنے دیں گے اور واپس آئے بھی تو کس کے پاس؟ کس کے لئے؟" جوزفین کی سماعت میں گویا صالح نے بم پھوڑ دیا تھا، وہ متحیر زدہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھے گئی۔

"تو گویا حسان کو بھی محبت ہو ہی گئی، لیکن اس سے نہیں کسی اور سے۔" اسے اپنا دل اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا محسوس ہوا تھا۔

"کاش! اسے دعا مانگنے کا ڈھنگ آتا، اس کی دعا قبول بھی ہوئی تو کیسے، وہ یہی مانگتی رہی کہ حسان احمد کاش تمہیں بھی محبت ہو جائے، اسے تو خوش ہونا چاہیے تھا اس کی دعا پوری ہو گئی تھی۔" اس کے اندر سے جیسے کوئی بڑی زور سے اس پر ہنسا تھا۔

"تم بہت اچھی ہو جوزفین! کوئی بھی لڑکا راضی خوشی تمہیں اپنا لے گا اور پھر تمہارا کزن پیٹر وہ بھی اچھا لڑکا ہے، تم سے شادی کا بھی خواہشمند ہے وہ یقیناً بہت خوش رکھے گا۔" اس کی حالت دیکھ کر صالح کو بہت دکھ ہوا تھا۔

"مم...... میں چلتی ہوں۔" وہ بدقت کہتی اٹھی اور اس کی باتوں پہ کوئی بھی رسپانس ظاہر کئے بغیر باہر نکل گئی، اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی صالح کیا کیا کہتا جا رہا تھا، یاد تھا تو صرف اتنا۔

"حسان کی انگیج منٹ اس کی پسند سے اپنی تایا زاد سے ہو چکی ہے۔" آنسوؤں سے برستی آنکھیں اور بے تحاشا تکلیف و درد سے بوجھل دل اسے کسی نامعلوم رستے پہ چلائے جا رہے تھے۔

☆☆☆

کمرے میں دبیز خاموشی چھائی ہوئی تھی، وقفے وقفے سے دونفوس کے سانس لینے کی آواز آ رہی تھی، پے در پے ہونے والے انکشافات نے ماہا کو تو گنگ کر دیا تھا، اپنے آئیڈیل تایا ابو کی زندگی کا یہ باب اس سے پوشیدہ تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اب تمہاری تسلی ہو گئی ہو گی۔" بالآخر اس طویل خاموشی کو حسان نے ہی توڑا تھا۔

ماہا نے ذرا کی ذرا پلکیں اٹھا کے اسے دیکھا اس کے چہرے پہ بڑی شکست خوردہ سی مسکان تھی، اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے نگاہیں جھکا لی تھیں۔

"آئم سوری میں پتہ نہیں آپ کے بارے میں کیا غلط سلط گمان کرتی رہی، مجھے کیا علم تھا کہ آپ ہمارے اپنے ہیں۔" وہ نگاہیں زمین پہ گاڑے بڑے شرمندہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"بس تمہارے اس جملے نے ہر تکلیف کا مداوا کر دیا ہے، جانتی ہو ماہا! جب تم مجھے غیر، اجنبی ہونے کا طعنہ دیتی تھی تو مجھے یوں لگتا تھا جیسے کسی نے سنسناتا ہوا تیر میرے دل میں

پیوست کر دیا ہو، لیکن آج تم نے ''اپنا'' کہہ کر میرا سیروں خون بڑھا دیا ہے۔'' وہ کہہ رہا تھا جبکہ ماہا کو وہ لمحات یاد آئے جب وہ اسے اسی طرح کے الفاظ کہتی تو اس کی رنگت پل بھر میں متغیر ہو جاتی اور چہرے سے اضطراب چھلکنے لگتا، اس کی یہ حالت ہمیشہ ہی ماہا کو الجھن میں مبتلا کر دیتی، لیکن آج اس کی ہر الجھن رفع ہو گئی تھی۔

''آئم ساری۔'' وہ مزید کچھ کہنے جا رہی تھی کہ حسان نے درمیان میں ٹوک دیا۔

''اٹس او کے ماہا! تم بھی اپنی جگہ ٹھیک تھیں۔'' اس نے نرمی سے کہا پھر قدرے توقف سے بولا۔

''میں نے صالح کا اور تم سب کا بہت حق غصب کر لیا، اب مجھے جانا چاہیے تاکہ صالح تم سب سے اور تم سب اس سے مل سکو۔''

''لیکن میں آپ کو ایسے نہیں جانے دوں گی۔'' وہ ایک دم ہی جوش میں آ گئی تھی۔

''تو پھر کیا خود ساتھ جاؤ گی۔'' نجانے کیسے یہ جملہ اس کی زبان سے پھسل گیا۔

ماہا کا چہرہ لمحوں میں سرخ ہوا تھا، بڑے عرصے بعد حسان نے اس کا یہ روپ دیکھا تھا، بدقت تمام اس نے اپنی سرکش ہوتی نگاہوں کو چھڑایا تھا۔

''میرا مطلب یہ تھا کہ آپ حقیقت جانے بغیر کیسے جا سکتے ہیں، یقیناً کوئی وجہ تو ضرور ہو گی، جو تایا ابو نے اس شادی کو مخفی رکھا، جب تک وہ وجہ کھل کے سامنے نہیں آ جاتی میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔'' وہ آخر میں پھر پرجوش ہو گئی۔

''یعنی حقیقت سامنے آنے کے بعد تم مجھے یہاں سے دھکا دے دو گی کہ جناب اب آپ یہاں سے تشریف لے جا سکتے ہیں۔'' اس نے اپنی طرف سے بہت سنجیدہ ہونے کی سعی کی تھی۔

''جی نہیں، ایک تو آپ اتنا نگیٹو پتہ نہیں کیوں سوچتے ہیں۔'' وہ چڑ ہی تو گئی۔

''آپ کا اپنا گھر ہے شرعی اور قانونی آپ کا حصہ اور حق ہے اور ایک بات میں آپ کو بتاؤں اگر آپ کو یقین آ جائے تو۔'' ایک تانیے کو رک کے اس نے نگاہیں اٹھا کے اسے دیکھا۔

''جو محبت، پیار اور چاہت آپ کو مل گئی ہے ناں، جتنے ناز نخرے آپ کے اٹھائے گئے ہیں اور جو توجہ آپ کو مل چکی ہے وہ کبھی بھی اب صالح کو نہیں مل سکتی، جو آپ کی محبت سب کے دلوں میں بیٹھ گئی ہے اتنی محبت اب صالح سے بھی نہیں ہو سکتی، کیونکہ آپ پہلے آئے اور سب کی برسوں سے تشنہ محبت کے حقدار ٹھہرے، اب شاید صالح بھی وہ مقام حاصل نہ کر سکے۔'' ماہا کی بات نے حسان کو حق دق کر دیا تھا۔

''لیکن صالح اس گھر کا حقیقی بیٹا ہے۔'' نہیں اس نے کس کی نفی کرنا چاہی تھی، اپنے دل کی آواز کی یا ماہا کی بات کی۔

''بیٹا تو بیٹا ہوتا ہے حسان صاحب! حقیقی اور غیر حقیقی نہیں آپ شاید ہماری تائی امی کے ظرف کو صحیح جان نہیں پائے لیکن آزما ضرور لیں گے۔'' اس کے لہجے میں صداقت پنہاں تھی۔

''لیکن میں پھر بھی یہی کہوں گا ماہا! میں کسی کو آزمانا نہیں چاہتا، تم کسی کو میرے بارے میں کچھ مت بتاؤ، میں خاموشی سے چلا جاؤں گا اور صالح یہاں آ جائے گا، ہو سکتا ہے اس گھر کے سب فرد اس حقیقت کو تسلیم نہ کر سکیں، میں نہیں چاہتا کہ یہ محبت بھرا آشیانہ میری وجہ سے بکھرنے لگے۔'' ان سب کو چھوڑنا اس کے لئے آسان نہ تھا، لب بھینچتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

''محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور بے اعتباری بھی رکھتے ہیں، دیٹس ناٹ فیئر۔'' اس نے خفگی سے سر نفی میں ہلایا۔

''بٹ ماہا!'' اس نے کچھ کہنا چاہا۔

''بس... بس۔'' ماہا نے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔

''اتنا تو آپ جان ہی گئے ہوں گے کہ ماہا ضد کی بہت پکی ہے۔'' وہ دھیمے سروں میں مسکرائی۔

''بہت اچھی طرح۔'' وہ جیسے اس کے آگے شکست مان کے بولا تھا۔

''تو بس پھر خاموش رہیے اور وقت کا انتظار کریں۔'' امید کا دیا اسے تھمائی وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

وہ لڑکی بہت یاد آتی ہے
وہ لڑکی بہت یاد آتی ہے

رات کو ان سب کی واپسی ہوئی تھی، عبدالرحمن اور عبداللہ تو آفس کو نکل چکے تھے، جبکہ ینگ پارٹی ناشتے کے بعد اب پوستیوں کی طرح ادھر ادھر لڑھک رہی تھی، منزہ اور الماس بھی اپنے اپنے کمروں میں چلی گئیں، تو غوری کا کب کا رکا ہوا ریکارڈ فوراً بجنے لگا تھا۔

''تو ساتھ ہی لے آنا تھا ناں اسے، اتنی ہی یاد آ رہی ہے تو۔'' ہالہ حسب عادت بھڑک اٹھی تھی رمشا بھی تو بطور خاص اسے ہی جا رہا تھا۔

''ہائے اللہ! اتنی جلدی کیسے لے آؤں، ابھی تو میں پڑھ رہا ہوں۔'' غوری نے بھی شرمانے کی انتہا کر ڈالی تھی۔

''ایسی پڑھائیاں فائدہ نہیں دیتیں۔'' ہالہ بوڑھی عورتوں کی طرح ہاتھ نچا کے بولی تھی۔

''لیکن ہمیں تو بہت دے رہی ہیں۔'' معنی خیزی سے کہتے ہوئے اس نے نہایت بے تکا قہقہہ لگایا تھا۔

''خیر تو ہے، کل سے غوری کی باچھیں بڑی کھلی جا رہی ہیں۔'' ماہا اسی وقت اندر داخل ہوئی تھی، ہاتھ میں گرما گرم بھاپ اڑاتا چائے کا مگ تھا، جسے رمشاء نے نہایت للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا۔

''آدھی چائے مجھے دے دو۔'' بالآخر اس سے رہا نہ گیا تو مانگ ہی لی حالانکہ اسے سو فیصد یقین تھا ماہا آدھی تو کیا ایک گھونٹ بھی اسے نہیں دے گی۔

''سوری، وہ سامنے کچن ہے۔'' اس نے لٹھ مارا تھا۔

''دیکھو، ہم آدھی رات کو تھکے ہارے گھر پہنچے ہیں تمہیں چاہیے کہ کچھ تو ہماری سیوا کرو۔'' رمشاء نے انتہائی مسکین شکل بنا کے کہا۔

''جتنی رات کو سیور کر لی ہے اتنی ہی کافی ہے اور ویسے تم کون سا پہاڑ ڈھو کے آ رہی ہو، شادی میں بھتیرے مزے کر لئے ہیں، اب تو تمہیں چاہیے کہ چار دن مجھے بٹھا کے کھلاؤ۔'' وہ الٹا اسی کے سر ہو گئی تو رمشاء نے دیدے پھاڑ کے اسے دیکھا۔

''تم بیاہوں بیٹھ گئی ہو جو ہم تمہیں بٹھا کے کھلائیں۔'' وہ چپ ہی تو کر گئی۔

''وہ لڑکی بہت یاد آتی ہے۔'' غوری نے پھر باآواز بلند راگ الاپا۔

''تمہیں کون یاد آ رہا ہے کل سے۔'' ماہا نے رخ روشن غوری کی طرف کیا۔

''اپنی چاچی کی بہن۔'' ہالہ تیکھے چتونوں سے اسے گھورتے ہوئے بولی تھی، غوری کا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا، قدرت نے اسے ہالہ کو تپانے کا اچھا خاصا موقع فراہم کر دیا تھا۔

ہوا کچھ یوں تھا کہ اس کے چاچو کی شادی میں ان کی سب سے چھوٹی سالی غوری کے ارد گرد منڈلاتی رہی تھی، بہانے بہانے سے اسے مخاطب کرتی، کبھی کندھے پہ ہاتھ مار دیتی کبھی فضول باتوں پہ قہقہہ لگاتے ہوئے اس کی بال بگاڑ دیتی، غوری ہرگز کسی لڑکی کو اتنا فری نہ ہونے دیتا لیکن اول تو وہ خود ہی بہت بے باک تھی دوم

جب وہ ہالہ کی آنکھوں میں شرارے لپکتے دیکھتے تو اسے مزید تنگ کرنے کی خاطر خود بھی سائرہ کے ساتھ ہنسی مذاق کر لیتا۔

جب سے وہ گھر آیا تھا تب سے مسلسل ہالہ کو تنگ کیے جا رہا تھا اور وہ جو بارہا خود سے عہد کر چکی تھی کہ اب اس لنگور کی باتوں پہ آؤٹ نہیں ہو گی ہر دفعہ ہی غصے سے آؤٹ ہو جاتی اور غوری کے بچے کو مزید چٹخارے لینے کے موقع مل جاتا۔

"کیا مطلب؟" ماہا نے اچنبھے سے ہالہ کو دیکھا، وہ چونکہ شادی میں شرکت نہیں ہو سکی تھی لہٰذا وہ اس رام کہانی سے بھی بے خبر تھی۔

"غوری کے جس چاچو کی شادی ہوئی ہے ان کی بیوی مائرہ کی چھوٹی بہن ہے سائرہ، وہ اپنے غوری پہ ڈورے ڈالنے کے چکروں میں تھی۔" وہب نے اسے تفصیل سے آگاہ کیا تھا جس پہ غوری کی گردن میں کلف لگ گیا تھا۔

"آ...... آ...... آ...... اچھا۔" ماہا نے انتہائی حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا، پھر بے حد مایوسی سے گویا ہوئی تھی۔

"مجھے تو اس میں کوئی ایسی خوبی نظر نہیں آئی جس کی بدولت اس پہ ڈورے ڈالے جائیں۔"

"دیکھا، میرا بھی یہی خیال ہے، لیکن ایک لڑکی نے لفٹ کیا کروالی موصوف خود کو ٹام کروز سمجھنے لگے ہیں۔" ہالہ بھی چہک کے بولی تھی۔

"ایک لڑکی نہیں ہزاروں فدا ہیں اپنی پرسنالٹی پہ۔" اس نے شرمندہ ہوتے ہوئے بغیر فرضی کالر اکڑائے تھے۔

"کیا بات ہے آج کسی کا پڑھائی کا موڈ نہیں۔" حسان نیچے آیا تو ان سب کو لاؤنج میں دھرنا دیے بیٹھے دیکھ کر پوچھنے لگا، کیونکہ یہ وقت تو سب کے کالج یونیورسٹی جانے کا ہوتا تھا اور اس وقت گھر میں خاصی گہما گہمی اور بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔

"آج ہم گھگے ہوئے ہیں۔" وہب نے اعلان کیا تھا۔

"زبانیں تو صبح سے قینچی کی طرح چل رہی ہیں وہ نہیں تھکیں۔" ماہا نے اسے گھورا۔

"اس کا جواب ہالہ دے گی۔" غوری جھٹ سے بولا تھا۔

"یہاں کوئی کوئز پروگرام نہیں چل رہا جو جواب ہالہ دے گی۔" ہالہ نے منہ بگاڑتے ہوئے اس کی نقل اتاری پھر حسان کی طرف متوجہ ہوئی۔

جو بلیک جینز پہ بلیو ٹی شرٹ پہنے، سلیقے سے بالوں کو جمائے خوشبوؤں میں نہایا، اپنی مسحور کن پرسنالٹی اور دلوں کو موہ لینے والی خوبصورتی سمیت دیکھنے والوں کے دل میں اتر رہا تھا۔

"وہ تمہاری سائرہ بی بی ایک نظر میرے بھائی کو دیکھ لیتی تو تم جیسوں کو گھاس ڈالنا بھی گوارا نہ کرتی، اسے بھی پتہ چل جاتا کہ حسن کسے کہتے ہیں۔" اس کے لہجے میں اپنے بھائی کے لئے بے پناہ ستائش تھی۔

"تمہارا بھائی جتنا بھی اسمارٹ سہی، لیکن وہ بک ہو چکا ہے اس لئے دوشیزاؤں کے لئے باعث کشش نہیں۔" غوری نے اسے مزید چڑایا تھا۔

"کیا بات ہے بھئی، کیا بحث چل رہی ہے، مجھ بیچارے کو کیوں گھسیٹا جا رہا ہے۔" اتنا تو اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ دونوں طرف محاذ گرم ہے لیکن یہ گولہ باری کس سلسلے میں ہو رہی ہے اس سے واقف تھا۔

"چھوڑیں بھائی! ان کو تو رحمت بوا بھی لفٹ کروا لیں تو خود کو آسمانوں پہ اڑتا محسوس کرتے ہیں، وہ تو پھر ایک لڑکی تھی، دو چار دفعہ موصوف کو ہنس کے بلا لیا یہ بیچارے ابھی تک اس کے فراق میں آہیں بھر رہے ہیں۔" ہالہ نے ناک پر سے مکھی اڑاتے ہوئے خاصا زبردست حملہ کیا تھا۔

"مت پوچھ غوری کے بچے کا ہم سے
ابھی تک سائرہ کے فراق میں آہیں بھرتا ہے

"واہ...... واہ...... کیا خوب ہے۔" وہب نے اپنے شعر پہ کچھ خود ہی سر دھننا شروع کر دیا تھا۔

"ابے گھامڑ تو میرا پارٹنر ہے یا مخالف حریف۔" غوری نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

"جو بھی سمجھ لو وقت آنے پہ ہم ہر طرح کے سوانگ بھر لیتے ہیں۔" اس نے کمال بے نیازی سے سخاوت کا مظاہرہ کیا، سب ہنسنے لگ گئے جن میں پیش پیش ماہا تھی۔

"او کے گائز! مجھے آفس جانا ہے لیٹ ہو رہا ہوں، شام کو ملاقات ہو گی، پھر گپ شپ لگائیں گے۔" حسان بھی ہنستے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا، اتنی دلچسپ محفل چھوڑنے کو تو دل نہیں کر رہا تھا، لیکن اسے آفس جانا تھا، کیونکہ وہ ریزائن دینے سے پہلے اپنا آفس ورک مکمل کر لینا چاہتا تھا تاکہ اس کا ریکارڈ خراب نہ ہو اور وہ با آسانی لندن برانچ میں اپائنٹ ہو سکے۔

☆☆☆

"کتنا فضول کام ہے یہ کپڑے دھونا۔" رمشاء ٹب میں پڑے کپڑوں کو کھنگالتے ہوئے نہایت جھنجلائے ہوئے انداز میں کہہ رہی تھی۔

چونکہ آج اس کی ماہا کی واشنگ مشین لگانے کی ڈیوٹی تھی اور اس کی نہایت منت سماجت کے باوجود منال اور ہالہ میں سے کوئی بھی اس کی ذمہ داری قبولنے کے لئے راضی نہیں تھی، اسی لئے اسے مزید غصہ چڑھا جا رہا تھا۔

"مشقت کا تھوڑا عرصہ ہی باقی رہ گیا ہے میری بہن! جلد ہی تم اپنے گھر سدھار جاؤ گی جہاں تمہیں کپڑے دھونے نہیں پڑیں گے۔" ماہا نے اسے مستقبل کے حوالے سے تسلی دی، کیونکہ سعدیہ آنٹی کے گھر کام والی اور کپڑے دھونے والی ماسی آتی تھی۔

"اونہہ، مجھے تو لگتا ہے امی نے ان کو بھی کہہ دیا ہے ادھر بھی یہی چھوا چھو۔" منہ بگاڑ کر کہتے ہوئے اس نے دوپٹہ اتار کر سائیڈ پہ رکھا اور شلوار کے پائینچے چڑھاتے ہوئے تیزی سے ہاتھ چلانے لگی، غصے میں ہاتھ کچھ زیادہ ہی تیزی سے پڑ رہے تھے جو ٹب میں سے پانی اچھل اچھل کر اسے بھگوتا جا رہا تھا۔

"دھیرج، میری بہنا دھیرج، اتنا غصہ نہیں کرتے اور آنے والے وقت کی اچھی امید رکھتے ہیں۔" ماہا کو اس کی حالت دیکھ کر ہنسی آنے لگی، ماتھے پہ بل ڈالے اپنے کپڑے بھیگنے کی پرواہ کیے بغیر وہ اسی تواتر سے لگی رہی۔

"یہ تم کپڑے دھو رہی ہو یا ان کے ساتھ کشتی کر رہی ہو۔" ہالہ کسی کام سے ادھر نکلی تو رمشاء کو دیکھ کر کہے بنا نہ رہ سکی، شاید وہ بھول چکی تھی کہ ابھی وہ اس کی ہیلپ کروانے والی ریکوسٹ کو بری طرح ریجیکٹ کر چکی تھی، ورنہ اب بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ نہ ڈالتی۔

"تمہیں اس سے مطلب، میں کشتی کروں یا کبڈی، تم اپنے کام سے کام رکھو اور خبردار جو آئندہ میرے سوٹوں، جوتوں اور جیولری پر اپنی لالچی نظر رکھی تو، مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

کپڑے وہیں چھوڑ چھاڑ وہ نیچے جھاڑ کے اس کے پیچھے پڑ گئی۔

"تم تو مائنڈ ہی کر گئی میں تو مذاق کر رہی تھی۔" ہالہ نے کھسیانے لہجے میں کہتے ہوئے کھسک جانے میں ہی عافیت سمجھی تھی۔

"رمشاء! کدھر ہو بیٹا!" منزہ کی پکار سنائی

دی تو وہ فوراً الرٹ ہوئی۔

''ماہا! تم ہی کپڑے پھیلاؤ میں امی کی بات سن کے آئی۔'' ماہا کو ہدایت دیتی وہ اسی سر جھاڑ اور منہ پہاڑ اسی حلیے میں اندر کی طرف بڑھ گئی۔

''جی امی! آپ بلا رہی تھیں۔'' لاؤنج کا بیرونی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے فرمانبرداری سے کہا۔

''ہاں بیٹا! ارغان آیا ہے تم چائے وغیرہ بنا لو اور ہالہ سے کہو وہ ماہا کے ساتھ کپڑے دھلوا دے۔'' منزہ کی بات سن کے اسے کرنٹ لگا تھا، دل اچھل کر حلق میں آ گیا، سامنے دیکھا جو ارغان نہایت پرشوق نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''اف اللہ۔'' مارے خجالت کے اس کا برا حال ہو گیا، دوپٹے سے بے نیاز بھیگے کپڑے بکھرے بال، جوتا ندارد، خود پر اسے جی بھر کے غصہ آیا۔

''جی اچھا۔'' وہ فوراً غڑاپ سے باہر نکل گئی۔

''یہ کدھر سے ٹپک پڑے اور میرا حلیہ، توبہ کیا سوچ رہے ہوں گے۔'' بڑبڑاتے ہوئے وہ کچن کے بیرونی دروازے سے کچن میں داخل ہوئی تھی، کیونکہ اندرونی دروازہ لاؤنج میں کھلتا تھا۔

کیتلی میں چائے کا پانی رکھتے ہوئے اس نے اوپر کی طرف دوڑ لگائی، جلدی میں ماہا کا پریس شدہ سوٹ ہاتھ آیا تھا اسے ہی پہن لیا۔

''خیر تو ہے تم کہیں جا رہی ہو۔'' منال اندر داخل ہوئی تو وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی بال بنا رہی تھی۔

''نہیں، نیچے گیسٹ آئے ہیں، تم ذرا کچن میں چلو میں چائے کا پانی رکھ کے آئی تھی، ساتھ میں دیکھو فریج میں کچھ موجود ہے تو نکالو، میں ابھی آ رہی ہوں۔'' بالوں کو ڈھیلی سی چٹیا بناتے ہوئے اس نے آرڈر جاری کیا۔

''ارغان بھائی آئے ہیں؟'' اس کی حالت کے پیش نظر منال نے اندازہ لگایا تھا، کیونکہ ان کے یا ان کی فیملی کے آنے پر ہی وہ یوں ڈھنگ کا حلیہ اپنائی تھی۔

''ہاں۔'' رمشاء نے سر اثبات میں ہلایا تو منال نیچے کچن میں آ گئی۔

''سنا ہے آپ کے میاں صاحب تشریف لائے ہیں۔'' وہ کچن میں داخل ہوئی تو منال کے ساتھ ماہا بھی موجود تھی، جو اسے دیکھتے ہی شرارت سے گویا ہوئی تھی۔

''جی بالکل ٹھیک سنا ہے، اس لئے آپ کو مابدولت کا احترام کرنا چاہیے اور چولہا ہانڈی خود دیکھنا چاہیے۔'' ماہا کو دیکھ کر وہ بھی چہک گئی تھی، اسی لئے شان بے نیازی سے کہتی چیئر گھسیٹ کے وہیں بیٹھ گئی۔

''آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میں تو کھانے کی تیاری کرنے لگی تھی، لیکن آپ کے شوہر نامدار نہایت عجلت میں ہیں وہ تو چائے پہ بھی نہیں رک رہے تھے، بڑی مشکل سے تائی امی نے روکا ہے لہٰذا اب آپ یہ چائے کی ٹرالی اندر لے جائیں تاکہ موصوف کے آنے کا مقصد پورا ہو اور ایک نظر آپ کو دیکھنے کے بعد وہ اپنے بقیہ کام نمٹا سکیں۔'' ماہا کی زبان پٹر پٹر چل رہی تھی، منال کی بھی ہنسی نکلی پڑ رہی تھی۔

''اتنی جلدی تھی تو آئے کیا لینے تھے۔'' اس کے جلدی جانے کا سن کر اسے خوامخواہ ہی غصہ آیا تھا، منہ بنا کر کہتی وہ اٹھ گئی۔

''ارغان بھائی ڈرائنگ روم میں ہیں۔'' وہ ٹرالی دھکیلتی باہر آئی تو ماہا نے پیچھے سے ہانک لگائی تھی۔

ڈرائنگ روم کا دروازہ ہلکا سا ناک کر کے وہ ٹرالی دھکیلتی اندر آ گئی تھی اسے یقین واثق تھا کہ منزہ اور الماس دونوں کمرے میں ہی موجود ہوں گی۔

''ہائیں، یہ دونوں خواتین کدھر گئیں۔'' اندر صرف ارغان کو موجود پا کر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑا کر ان دونوں کو تلاش کرنا چاہا تھا۔

''آہم، میں ادھر موجود ہوں۔'' ارغان نے گلا کھنکار کے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا، رمشاء گڑبڑا کے آگے بڑھی۔

''چچ...... چائے۔'' اس کی مسلسل پرتپش نظریں اسے پزل کیے جا رہی تھیں، لرزتے ہاتھوں سے چائے بنا کر اس نے اس کی طرف بڑھائی تھی۔

''میں چائے پینے نہیں تم سے ملنے آیا ہوں۔'' ارغان نے ایک ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس کا لرزتا ہاتھ تھام کر اسے اپنے برابر بٹھا لیا۔

''کتنے دن ہو گئے تھے تم سے ملے، تم کو دیکھے، صبر کا پیمانہ چھلکا تو مجھ سے رہا نہ گیا اور پر سے تم میرا فون بھی ریسیو نہیں کر رہی تھی اتنے دنوں سے۔'' اس کے لہجے میں بے قراری کے ساتھ شکوہ کا عنصر بھی موجود تھا۔

رمشاء کو تو اس کی قربت بوکھلائے دے رہی تھی، بڑی مشکل سے اس نے تھوک نگل کے اپنے خشک پڑتے حلق کو تر کیا۔

''ہم سب راولپنڈی گئے تھے، صائمہ پھپھو کے دیور کی شادی تھی، وہاں فون سننا مجھے مناسب نہیں لگا سب موجود ہوتے تھے، گھر آ کر میں نے آپ کو کال کی تھی تو آف جا رہا تھا۔'' اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئی تھیں، نگاہیں جھکا میں لرزتی پلکوں سمیت وہ مشکل بیان صفائی دے پائی تھی۔

''ہاں وہ پھر میں نے غصے میں آ کر آف کر دیا تھا۔'' وہ دھیرے سے ہنستا ہوا بولا، رمشاء کے ہاتھ بدستور اس کے ہاتھ کی گرفت میں تھا۔

''ارے یہ تم نے کپڑے کیوں چینج کر لئے کتنی اچھی لگ رہی تھی اس حلیے میں، بالکل بھیگی بلی کی طرح۔'' اس نے گویا تصور کی آنکھ سے دوبارہ اس کو اسی حلیے میں دیکھا تھا، پہلی دفعہ اس نے رمشاء کو یوں بغیر دوپٹے کے گھریلو حلیے میں دیکھا تھا ورنہ عموماً وہ کپٹی سی اس کے سامنے آتی تھی۔

''پہلے میرا خیال تھا کہ تمہیں کسی کام کو ہاتھ لگانے نہیں دوں گا بس اپنے پاس بٹھائے رکھوں گا لیکن آج تم گھریلو حلیے میں اتنی نائس اتنی پیاری لگی کہ بے ساختہ میرا جی چاہا کہ اور نہیں تو کم از کم لانڈری والے کی چھٹی کروا دوں۔'' وہ بہت مزے سے کہہ رہا تھا۔

''جی...... امی۔'' مارے صدمے کے رمشاء سے بولا ہی نہیں گیا، وہ جو شادی کے بعد عیش و آرام کی آس لگائے بیٹھی تھی وہ بھی ٹوٹتی نظر آ رہی تھی، آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے تھے۔

''ارے...... رے...... رے تم تو پریشان ہو گئی ہو، میں جو ہوں، میں تمہارے ساتھ مل کر ہر کام کروایا کروں گا ناں۔'' اس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑتی دیکھ کر اس نے فوراً اس کی ہمت بندھائی تھی۔

''جی نہیں مجھے کوئی شوق نہیں ہے دھوبن بننے کا اور نہ ایسی مجھ سے کوئی امید رکھیے گا۔'' اس نے تڑاخ کر کے دل کی بات اس کے منہ پہ ماری تھی۔

''ہا...... ہا...... ہا۔'' ارغان کا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔

''اب لگا ہے کہ میری رمشاء ہے۔'' وہ ہنسی

روکتے ہوئے بولا تھا، رمشاء کے لبوں پہ بھی مدھم مسکان بکھر گئی۔

''اوکے مائی لائف! مجھے اب جانا ہے بہت مشکل سے تم سے ملنے کے لئے یہ تھوڑا سا وقت نکالا ہے اپنا بہت سارا خیال رکھنا۔'' وہ جانے کے لئے کھڑا ہو گیا۔

''لیکن یہ چائے تو پی لیں آپ نے تو کچھ بھی نہیں لیا۔'' اس کے جانے کا سن کر وہ بوکھلا گئی، ٹرالی میں ہر چیز جوں کی توں موجود تھی، منزہ کے ہاتھوں اس کی شامت ضرور آنی تھی کہ بچے کو کچھ کھلایا پلایا بھی نہیں اور ماہا اور ہالہ نے الگ چھیڑ چھیڑ کے ناک میں دم کر دینا تھا۔

''نہیں یار! پھر کبھی ایک بہت ضروری کام سے پاپا نے بھیجا ہے اگر مزید لیٹ ہو گیا تو میری خیر نہیں۔'' وہ واقعی نہایت عجلت میں لگ رہا تھا، رمشاء نے پھر مزید اصرار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

''اور ہاں، میرا فون اب آن ہے کبھی آپ بھی کال ملانے کی زحمت کر لیا کریں۔'' وہ جاتے جاتے مڑا تھا۔

''ہم ایسی زحمت کم ہی کیا کرتے ہیں۔'' وہ شان بے نیازی سے کندھے اچکا کے بولی۔

''دیکھ لینا، ایسا نہ ہو کہ سزا کے طور پر میں واقعتاً مستقبل میں لانڈری والے کی چھٹی کروا دوں۔'' اس نے سخت دھمکاتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ سچ مچ بوکھلا گئی۔

''نن...... نہیں میں روز آپ کو فون کر لیا کروں گی۔'' وہ جلدی سے بولی۔

''یہ حربہ تو بڑا کارگر ہے، تم سے تو ہر بات منوائی جا سکتی ہے۔'' آنکھوں میں شرارت بھرتے ہوئے وہ معنی خیزی سے بولا تو رمشاء سرخ پڑ گئی۔

وہ ہنستے ہوئے اس کے بالوں کی لٹ کو کھینچتے ہوئے اس کے دائیں رخسار کو ہلکے سے چھو کر باہر نکل گیا۔

رمشا مسکراتے ہوئے اس کے لئے تیار کیا گیا چائے کا کپ خود پینے لگ گئی تا کہ منزہ کی متوقع ڈانٹ سے بچ سکے۔

☆☆☆

کچھ نہ کہنا چپ رہنا یہ بھی ایک ادا سی ہے
ہنس کے سارے صدمے سہنا یہ بھی ایک ادا سی ہے
بیٹھے بیٹھے کھو سا جانا یونہی دور خیالوں میں
چلتے چلتے ہنستے رہنا یہ بھی ایک ادا سی ہے
یار کے کنکر لہریں گنتا بیٹھ کے جھیل کنارے پر
کچھ لوگوں کا ہے یہ کہنا یہ بھی ایک ادا سی ہے

عبدالرحمان اسٹڈی میں بیٹھے کسی کتاب کی ورق گردانی میں مشغول تھے جب دروازہ ہلکی سی دستک سے کھلا، انہوں نے سر اٹھایا تو سامنے ماہا چائے کی ٹرے لئے دروازے کے فریم میں ایستادہ تھی۔

''آجاؤ بیٹا!'' انہوں نے کتاب بند کرتے ہوئے اس سے کہا۔

اجازت ملتے ہی وہ اندر داخل ہو گئی اور آتے ہی پہلے سلام کیا، پھر تپائی پر ٹرے رکھتے ہوئے وہ خود بھی چیئر پہ بیٹھ گئی۔

''واہ بھئی واہ، یہ تو میری بچی نے بڑا نیک کام کیا ہے۔'' ان کا اشارہ چائے کی طرف تھا۔

''جی بچوں کو ایسے نیک کام کرتے رہنا چاہیے۔'' وہ چائے کپ میں انڈیلتے ہوئے بولی۔

''بالکل۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے اس کی تائید کی اور جزاک اللہ کہتے ہوئے اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ تھام لیا، ہاتھ میں پکڑی کتاب انہوں نے سائیڈ پہ پڑے میز پر رکھ دی تھی۔

''بھئی میری بیٹی چائے بہت مزے کی بناتی ہے، یہ بات میرے لئے تو یقیناً بہت اچھی ہے۔'' انہوں نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس کی تعریف کی۔

ماہا مسکرا دی، وہ جانتی تھی تایا ابو چائے کے بہت رسیا ہیں، اسی لئے وہ آج موقع پاتے ہی ان سے بات کرنے کی غرض سے آئی تھی، اتنے دنوں سے وہ کسی موقع کی تلاش میں تھی لیکن تایا ابو اس کے ہاتھ ہی نہیں آ رہے تھے، آج اتفاقاً وہ جلدی گھر آ گئے تھے۔

منزہ اور الماس رمشاء کے جہیز کی کسی شاپنگ کے سلسلے میں نکلی تھیں، ان کی واپسی اتنی جلدی ممکن نہ تھی اور باقیوں کی اسے پرواہ نہیں تھی کیونکہ اسے یقین تھا کوئی بھی ان کی اسٹڈی میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا، کیونکہ دوران مطالعہ وہ کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتے تھے، البتہ ماہا سے بھی کبھار اس دوران چائے کی فرمائش ہو جاتی تھی، اس لئے آج وہ اس گولڈن چانس کو مس نہیں کرنا چاہتی تھی اور رمشاء کو بتا کر ادھر آ گئی تھی۔

''کیا بات ہے بیٹا! کوئی پریشانی ہے۔'' اس کے چہرے پہ الجھن اور تذبذب کے آثار دیکھ کر انہوں نے دریافت کیا، یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہو لیکن کہہ نہ پا رہی ہو۔

''وہ...... تایا ابو!'' اس نے ہمت مجتمع کر کے کہنا چاہا۔

''ہاں...... ہاں...... بولو بیٹا! کچھ کہنا ہے؟'' انہوں نے اس کی ہمت بندھائی۔

''کہنا تو بہت کچھ ہے، لیکن...... لیکن سمجھ نہیں آ رہی کہ بات کا آغاز کہاں سے کروں۔'' وہ گومگو کی کیفیت میں گویا ہوئی۔

عبدالرحمن نے چونک کر اسے دیکھا، ان کا دل ایک دفعہ پوری قوت سے دھڑکا تھا، یقیناً کوئی بہت بڑی بات تھی جسے کہتے وقت وہ ہچکچا رہی تھی۔

''جو بات سب سے پہلے تمہارے ذہن میں ہے اسے پہلے کہہ ڈالو، باقی بات پھر وہیں سے چل پڑے گی۔'' انہوں نے گویا خود ہی اس کی مشکل آسان کر دی۔

''یہ بھی ٹھیک ہے۔'' اس نے خود سے مخاطب ہو کر کہا، پھر ایک طویل سانس خارج کرتے ہوئے اپنے تایا ابو کی طرف متوجہ ہوئی جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

''آپ کو پتہ ہے صالح جو آپ کا بیٹا بن کر یہاں آیا ہے یہ صالح عبدالرحمن نہیں ہے۔'' جو بات سب سے زیادہ اس کے دل و دماغ میں اودھم مچا رہی تھی، اس نے سب سے پہلے اسے ہی اگلا تھا۔

عبدالرحمن کے سر پہ گویا کسی نے بم پھوڑا تھا، انہوں نے حد درجے بے یقینی سے ماہا کو دیکھا تھا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے بیٹا! تمہیں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔'' دل میں ابھرتے خدشات کو دباتے ہوئے انہوں نے نجانے کے ٹالنا چاہا تھا خود کو یا اسے۔

''مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی، انہوں نے نہ صرف خود مجھے بتایا ہے بلکہ صالح سے میری بات کروائی ہے۔'' سب سے بڑا راز افشا کرنے کے بعد وہ پرسکون ہو گئی تھی، اسی لئے اب نہایت مطمئن انداز میں بیٹھی تھی۔

''تو...... تو پھر یہ لڑکا کون ہے اور...... اور صالح کدھر ہے؟'' انہیں اپنی آواز کسی پاتال سے آتی محسوس ہوئی تھی، دل و دماغ میں زبردست جھکڑ چلنے شروع ہو گئے تھے، اپنا دل انہیں ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، کئی انجانے خدشات نے انہیں اپنی مٹھی میں لے لیا تھا۔

''یہ لڑکا احسان احمد ہے تایا ابو! نازنین عبدالرحمن کا بیٹا۔'' نگاہیں ان کے چہرے پہ جماتے ہوئے وہ ٹھہرے ہوئے ٹھنڈے لہجے میں

بولی تھی۔
"کیا...... آ...... آ......" دھماکہ اتنا زبردست تھا کہ وہ بے ساختہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے یہ دوسرا بم تھا جو ماہا نے ان کی سماعتوں پہ پھوڑا تھا۔
کچھ کہنے کی کوشش میں ان کے لب صرف پھڑپھڑا کے رہ گئے تھے، نہایت بے چینی و اضطراب کے عالم میں انہوں نے دونوں مٹھیاں بھینچ لیں۔
"تو اسی لئے...... اسی لئے...... مجھے لگتا تھا۔" کچھ دیر بعد ماہا نے ان کی بڑبڑاہٹ سنی تھی۔
"تایا ابو!" چند ثانیے بعد ماہا نے انہیں پکارا۔
"ہوں۔" وہ یوں چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئے گویا اس کی موجودگی کو فراموش کر بیٹھے ہوں۔
"نازنین کہاں ہیں اور حسان یہاں کیسے آیا۔" وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئے تو سنبھل کر ماہا سے پوچھنے لگے۔
"آپ بیٹھ جائیں تایا ابو! میں آپ کو ساری بات بتاتی ہوں۔" اس نے نرم لہجے میں کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے بیٹھ گئے۔
اور پھر وہ ساری بات انہیں بتاتی چلی گئی، حسان کا انتقام سے لبریز جذبہ، صالح کی فرط محبت میں دی جانے والی قربانی، گھر والوں کا رویہ، سلوک، حسان کی ذات میں ہونے والی تبدیلیاں، نفرت کا محبت میں بدل جانا اور اب لندن واپسی کا ارادہ، بولتے ہوئے کئی دفعہ اس کی آواز رندھی، دل بھر آیا اور نازنین کی وفات کا بتاتے ہوئے تو آنسو اس کے گالوں پر لڑھک آئے تھے، لیکن وہ رکی نہیں ایک تسلسل سے بولتی رہی، بالآخر ساری بات سنا کے وہ خاموش ہو گئی۔

عبدالرحمن کئی لمحات تک بول نہیں پائے تھے، انہیں بھی اپنا چہرہ بھیگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔
"تو نازنین تم نے اپنے عہد کی پوری پاسداری کی۔" آنسو ایک تواتر سے ان کے چہرے کو بھگوتے چلے جا رہے تھے۔
"کاش میں تمہیں بتا سکتے کہ میرے دل کا ایک حصہ کب کا تمہارے نام ہو چکا تھا، جہاں ہمیشہ میں نے درد ہی محسوس کیا ہے۔" ان کے دل سے ایک ہوک اٹھی۔
ماہا نے انہیں رونے دیا تھا، اس کا خیال تھا کہ شاید اسی طرح ان کے اندر کا غبار نکل جائے گا، دل ہلکا ہو گا تو وہ کچھ بتانے کے قابل ہوں گے اور پتہ نہیں اب تایا ابو نازنین سے شادی کے متعلق کون سے راز افشا کریں گے ان کی سیدھی سادی زندگی میں کتنے ٹرننگ پوائنٹ آ گئے تھے کئی باتیں ایسی تھیں جن سے وہ سب ناواقف تھے، کون جان سکتا تھا کہ تایا ابو کے دل میں کس کس کی یاد تھی۔
"بیٹا! مجھے معلوم ہے کہ تم بہت سی باتیں جاننا چاہتی ہو اور یقیناً تمہارے ساتھ ساتھ حسان بھی جاننا چاہے گا، حسان میرا بیٹا ہے اور اسے اس گھر میں سے پورا حق ملے گا، میں نہیں چاہتا کہ میرے بیٹے کے دل پر کوئی بوجھ رہے۔" وہ بڑے مضبوط لہجے میں کہہ رہے تھے۔
"مجھے آپ سے یہی امید تھی۔" ماہا نے دل میں کہا اس کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو رہا تھا، یقیناً اسے حسان کے سامنے سرخروئی ہو گی۔
"نازنین میری بیوی تھی اور حسان میرا بیٹا ہے مجھے اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں، لیکن اس شادی کے پیچھے کون سی وجوہات پوشیدہ تھیں، یہ ایک لمبی کہانی ہے اس بات سے میں اس گھر کے ہر فرد کو باخبر اور آگاہ کرنا چاہوں گا، تم سب سے کہہ دینا کہ کل سب



گھر میں رہیں، میں حسان کو اس گھر میں اس کا حق دلواؤں گا۔" ٹھوس لہجے میں کہتے وہ چیئر پیچھے دھکیل کے کھڑے ہو گئے اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے اسٹڈی روم سے باہر نکل گئے۔
ماہا بھی ایک طویل سانس لیتی چائے کے برتنوں کو ٹرے میں رکھتے ہوئی کھڑی ہو گئی، البتہ اس نے سوچا تھا کہ سب کی چھٹی کی اناؤنسمنٹ وہ صبح ہی کرے گی، کیونکہ اگر ابھی بتا دی تو رات بھر اسے کسی نے سونے نہیں دینا تھا، جبکہ وہ کم از کم وہ آج کی رات پرسکون ہو کے سونا چاہتی تھی۔

☆☆☆

صبح ہر طرف کھلبلی مچ گئی تھی، ہر کوئی اپنی طرف سے اندازہ قائم کرنا چاہ رہا تھا۔
"میرا خیال ہے بڑے ماموں ہم سب کی دعوت کرنا چاہتے ہیں۔" یہ غوری تھا، جس نے اپنی طرف سے بڑے تکے کی بات کی تھی۔
"تمہارے خیالوں کی دنیا تو بس کھانے پینے کے اردگرد ہی گھومتی ہے۔" ہالہ نے چڑ کے اسے ٹوکا تھا۔
"اور تمہاری دنیا بس میرے اردگرد۔" وہ ترنت بولا تھا۔
"نری خوش فہمی ہے تمہاری اور بات کوئی نہیں۔" اس کا پارہ حسب معمول ہائی ہو چکا تھا۔
"خوش فہمی تو تمہیں لاحق ہے، میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ تم ہر وقت مجھ پہ ہی تنقید کرتی رہتی ہو اور تم پتہ نہیں کیا سمجھ بیٹھی، پتہ نہیں کیا بات ہے لڑکیاں مجھ سے اس قدر امپریس کیوں رہتی ہیں۔" اس نے بال سنوارتے ہوئے بڑے اسٹائل سے کہا تھا۔
"تم دونوں خاموش رہ کے کیا کسی دوسرے کو سوچنے کا موقع فراہم کر سکتے ہو۔" جب منال نے ناک پر سے پھسلتی عینک کو مطلوبہ جگہ پہ ٹکاتے ہوئے دونوں کو باری باری گھورا تھا۔

"کیا پدی کیا پدی کا شوربہ۔" غوری کی نام نہاد انا نے جوش مارا۔
"دیکھا اب شوربے کو گھسیٹ لیا، محاورے بھی ایسے استعمال کرتا ہے جن میں پیٹ پوجا کا تذکرہ ہو۔" ہالہ کی زبان کہاں بند رہنے والی تھی۔
"اُفوہ! چپ کر جاؤ۔" منال نے جھنجھلا کر اب کی دفعہ ذرا بلند آواز سے انہیں ڈپٹا تھا۔
"ماہا! تم جو ابو جان کا پیغام لے کر آئی ہو تو تمہیں کچھ نہیں بتایا انہوں نے کہ ہال کمرے میں سب کی میٹنگ یہ کس سلسلے میں طے ہو رہی ہے۔" رمشا، ماہا کے کان میں گھسی بول رہی تھی۔
"اگر تم سب دس پندرہ منٹ صبر کر لو تو یقیناً سب کچھ جان لو گے، مجھے انہوں نے کہا تھا صبح سب سے کہہ دینا ناشتے کے بعد کوئی کہیں نہیں جائے گا، دس بجے سب افراد ہال کمرے میں جمع ہو جائیں، مجھے سب سے ایک ضروری بات کرنی ہے، ان کے دوٹوک لہجے پر مجھے مزید کچھ پوچھنے کی ہمت پیدا نہیں ہوئی، اب تم میں سے جس کے پیٹ میں زیادہ مروڑ اٹھ رہے ہیں وہ خود جا کر پوچھ لے۔" ماہا نے چپ کر بات ختم کی تھی۔
وہ بیچاری صبح سے کوئی دس دفعہ تایا ابو کا پیغام سنا چکی تھی، ہر کوئی آ جا کے اس کے سر ہو جاتا تھا، وہ شکر کر رہی تھی کہ اس نے رات کو نہیں بتایا تھا، ورنہ اب تک تو اس کا بھیجا خالی ہو چکا ہوتا تھا۔
"اب تم کہاں جا رہی ہو۔" اسے اٹھتے دیکھ کر ہالہ نے دریافت کیا تھا۔
"آتی ہوں ابھی، جب تک یہاں رہوں گی تم لوگ میرا دماغ ہی چاٹتے رہو گے۔" مڑ کے ہالہ کو جواب دیتی وہ اوپر کی طرف چل پڑی۔
اس نے محسوس کیا تھا کہ حسان اس کے اس اقدام سے خوش نہیں تھا کیونکہ جب اس نے جا کر اسے تایا ابو کا پیغام دیا تو اس نے نہایت شکوہ کناں نگاہوں سے ماہا کو دیکھا تھا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا ناں ماہا! بات کو یہیں دفن کر دو، پھیلاؤ مت۔" وہ سنجیدہ لہجے میں اس سے مخاطب تھا۔

"کیوں دفن کر دوں؟ آپ کوئی چور ہیں، ایک فرد ہیں اس گھر کے حق دار ہیں حصہ دار ہیں۔" وہ اپنی بات پہ زور دے کر بولی تھی۔

جواباً وہ ایک اچٹتی سی نظر اس پہ ڈالی کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا اور اس وقت سے لے کر اب تک باہر نہیں نکلا تھا، سب اپنی اپنی سوچوں میں غرق نت نئے اندازے قائم کرنے میں مصروف تھے جبھی کسی کا دھیان اس کی طرف نہیں گیا تھا، البتہ ماہا نے ضرور اس کی غیر موجودگی کو محسوس کیا تھا اور چونکہ وہ اس کی وجہ سے بھی واقف تھی، اسی لئے ان سب کو باتیں کرتا چھوڑ کر خود اوپر آ گئی تھی۔

دروازہ ناک کر کے وہ اندر داخل ہوئی تو صبح کا وقت ہونے کے باوجود کمرے میں اچھا خاصا اندھیرا چھایا ہوا محسوس ہوا تھا، دبیز پردے ابھی تک کھڑکیوں کے آگے موجود تھے، تمام لائٹس بھی آف تھیں۔

"مائی گاڈ! یہ اتنے اندھیرے میں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں آپ۔" اس نے کہنے کے ساتھ ہی کمرے کی تمام لائٹس آن کر دی تھیں اور ساتھ ہی کھڑکیوں سے پردے بھی سرکا دیئے تھے، کمرہ یکدم روشنی میں نہا گیا تھا، حسان نے ناپسندیدہ نظروں سے اس کے اس فعل کو دیکھا تھا، البتہ بولا کچھ نہیں۔

"اگر آپ کو میرا تایا ابو کو ساری حقیقت بتانا برا لگا ہو تو آئم ساری، بٹ یہ سب ضروری بھی تھا۔" وہ آہستہ روی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آ گئی اور نہایت دھیمے لہجے میں بولی تھی، حسان نے رخ پھیر کر اپنی توجہ دوسری جانب مبذول کرنی چاہی تھی۔

"آپ کے دل میں کیوں یہ خوف بیٹھ گیا ہے کہ آپ کے ساتھ حقیقی بیٹیوں والا سلوک نہیں کیا جائے گا، آپ پر صالح کو فوقیت دی جائے گی، آپ حصہ ہیں اس گھر کا حسان! آپ ہم سب سے الگ نہیں ہیں۔" وہ ایک دفعہ پھر اسے قائل کرنے پہ کمر بستہ تھی۔

"کیسے دی جائے گی مجھے فوقیت؟ جبکہ صالح کے لئے اس والدین شروع سے ہی تمہارے خواب دیکھتے ہیں، کیا وہ اپنے حقیقی سگے بیٹے کو چھوڑ کر میرے ساتھ تمہاری شادی کر دیں گے؟ اور کیا تمہارے والدین صالح کی بجائے میرا انتخاب کر لیں گے؟ بولو..... جواب دو؟" وہ یکدم اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے بولا تھا۔

ماہا دھک رہ گئی، اس نہج پر تو اس کے تخیل کی پرواز بھی نہیں گئی تھی، وہ تو صرف یہی سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ تایا ابو حسان کی اصلیت کھل جانے کے بعد بھی اسے اس گھر میں اس کا صحیح مقام دلائیں گے، وہ جانتی تھی حسان کے ساتھ سب کس قدر اٹیچ ہو چکے ہیں، کوئی بھی اس کی دل آزاری نہیں کرے گا کوئی بھی اسے یہاں سے جانے نہیں دے گا، سب اسے ہمیشہ یہیں روک لیں گے۔

لیکن اس بات کو تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ اس کی تو منگنی حسان کے ساتھ ہو چکی تھی، جب صالح یہاں آئے گا تو تائی امی اور خود اس کے پیرنٹس کا انتخاب کون ہو گا، اتنی دور تک تو ابھی اس کی سوچ پہنچی نہیں تھی۔

"خاموش کیوں ہو گئی ہو؟ جواب نہیں ہے ناں تمہارے پاس۔" انگشت شہادت سے اس کی ٹھوڑی کو اوپر کرتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ نظریں جما کے بولا تھا۔

"جواب واقعی اس کے پاس نہیں تھا۔" ماہا



نے ہونٹ کاٹتے ہوئے نگاہیں جھکا لی تھیں۔

"تم جان ہی نہیں سکتی ماہا! میں نے کس قدر تم سے محبت کی ہے، کبھی کبھار تو میرا دل چاہتا تھا، کسی کو بھی بتائے بغیر تمہیں اپنے ساتھ لندن لے جاؤں، جو ہو گا بعد میں دیکھا جائے گا، لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔" وہ ہاتھ اس کے کندھوں سے ہٹاتے ہوئے بولا۔

"مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں اپنی آنکھوں کے سامنے تمہیں کسی اور کا ہوتے دیکھوں اگرچہ وہ میرا مخلص دوست اور بھائی ہی کیوں نہ ہو۔" ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہتا وہ اس سے ماہا کو بہت بکھرا ہوا لگ رہا تھا۔

اس کے ہونٹوں پر تو قفل پڑ گیا تھا، پسینہ پسینہ ہوتے وجود سمیت وہ کسی مجسمے کی طرح وہیں جم گئی تھی، یوں لگ رہا تھا جیسے اب اس کا جسم بھی حرکت نہیں کر سکے گا۔

"اسی لئے میں تمہیں منع کر رہا تھا، میں جانتا تھا اس گھر کے مکینوں کے دلوں میں بہت وسعت ہے، ویسے بھی حسان احمد کو تسخیر کرنے والے کوئی عام نہیں ہو سکتے، میں نہیں چاہتا تھا کہ سب کی محبتیں مجھے کمزور کریں اور نہ ہی میں اتنے دلوں کو توڑ سکتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ واپسی میرے لئے مشکل ہو جائے اور یہاں رہنا مشکل ترین، میں نہ ادھر کا رہوں نہ ادھر کا۔" وہ اب اس سے کئی قدم کے فاصلے پر کھڑکی کے پاس جا کے کھڑا ہو گیا تھا، نگاہیں باہر جمائے وہ اپنی دلی کیفیت سے اسے آگاہ کر رہا تھا، جو دل سمیت اس کے پورے وجود کی مالک بن بیٹھی تھی۔

"میں ابھی بھی تم سے یہی کہوں گا میں واپس جانا چاہوں گا، مگر یہی سمجھوں گا یہ جنت میرے لئے عارضی ٹھکانہ تھی، تم سب کی یادیں میرے لئے بہت اچھی ساتھی اور معاون ہوں گی۔" پتہ نہیں محبت انسان کو کمزور بنا دیتی ہے یا باہمت، بزدل بناتی ہے یا بہادر۔

اسے خود سمجھ نہیں آ رہی تھی، جو فیصلہ اس نے کیا تھا اسے کیا نام دیا جائے گا، بزدلی یا بہادری، لیکن ایک بات تو اٹل تھی وہ اپنے فیصلے سے پیچھے ہٹنے والا نہیں تھا، آنے والے وقت کا سامنا کرنے کے لئے وہ ابھی سے خود کو تیار کر لینا چاہتا تھا۔

☆☆☆

ہال کمرے میں اتنے نفوس کی موجودگی کے باوجود ہر طرف ہو کا عالم تھا، عبدالرحمن کے چہرے پہ غیر معمولی خاموشی اور سنجیدگی کی چھاپ تھی، جس نے ان سب کے دلوں کو بھی دھڑکا دیا تھا، وہ جو ہر وقت آپس میں چونچیں لڑاتے رہتے تھے اب یوں خاموش بیٹھے تھے گویا منہ میں زبان ہی نہیں، چاروں کونوں میں مکمل سکوت چھایا ہوا تھا، بقول شاعر۔

مرتا ہوں خاموشی پہ دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پہ تقریر بھی فدا ہو

عبدالرحمن نے ہلکا سا ہنکارا ابھرا تھا، گہرے سکوت میں ارتعاش پیدا ہوا تھا وہ سب مزید کانش ہو گئے۔

"میرے بچو! اس گھر کا سربراہ ہونے کی وجہ سے میری ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ تم لوگوں کو اچھا ماحول پرووائڈ کروں، تمہاری تربیت، تمہاری تعلیم اور تمہارا رہن سہن ہر چیز معیاری ہو۔" انہوں نے گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

وہ سب دم سادھے ان کی گفتگو سن رہے تھے، سب کے دل یوں دھڑک رہے تھے گویا ابھی پسلیاں توڑ کے باہر آ جائیں گے، ہر شخص یہی سمجھ رہا تھا شاید اس سے ہی انجانے میں کوئی سنگین غلطی سرزد ہو گئی ہے جس کی آج اسے سزا ملنے والی ہے۔

"ان تمام اسباب کو مہیا کرنے کے لئے

مجھ سے جہاں تک محنت ہو سکی میں نے کی، الحمدللہ میرے بھائی اور دونوں خواتین نے بھی اس معاملے میں میرا بھرپور ساتھ دیا، اگرچہ بظاہر میری ساری زندگی تمہارے سامنے ہے لیکن پھر بھی بعض حقائق ایسے ہیں جن سے منزہ سمیت تم سب لاعلم ہو۔" وہ ایک ثانیے کے لئے رکے۔

منزہ نے بے حد چونک کر اپنے شوہر کی جانب دیکھا تھا، نجانے کیوں کسی انہونی کے پیش نظر ان کا دل بہت تیز رفتاری سے دھڑک رہا تھا۔

"میں بات کا آغاز بالکل ابتداء سے کرتا ہوں، لیکن اس سے پہلے اتنا بتا دوں کہ آپ سب لوگوں کو اب تک لاعلم رکھنے کی وجہ کسی کا وعدہ تھا جو اس نے مجھ سے اس معاملے کو مخفی رکھنے کا لیا تھا، چونکہ وہ ہستی وہ شخصیت اب اس دنیا فانی میں نہیں رہی اور حقیقت کا جاننا تم سب کے لئے بہت ضروری ہو گیا تھا، اس لئے آج میں یہ ساری باتیں آپ سے کہنے جا رہا ہوں۔" نازنین کے تذکرے پہ ان کا لہجہ نم ہو گیا تھا، لیکن انہوں نے جلد خود پہ کنٹرول پا لیا۔

"یہ اس وقت کی بات ہے جب میں ایشیاء ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتا تھا، یہ کمپنی ہر چھ ماہ بعد مجھے شارجہ بھیجتی تھی۔" انہوں نے بات کا آغاز کیا تو پھر رکے نہیں ایک ایک کر کے ساری باتیں، سارے راز، سارے پردے ہٹاتے چلے گئے۔

ہاں اتنا ضرور ہوا تھا کہ انہوں نے نازنین کے گھر سے بھاگنے والی بات چھپالی تھی اور یہ بتایا تھا کہ اسے اس کی کاع فیلو فراڈ اور زبردستی سے ابوظہبی لے آئی تھی جس عورت نے ساری زندگی فقط ان کے نام کے سہارے بتا دی تھی وہ اتنی تو اس کی لاج رکھ سکتے تھے کہ اس کا بیٹا سر اٹھا کے سب کے سامنے بات کر سکے۔

وہ سب دم بخود ان کی باتیں سن رہے تھے، ان کی زندگی کے اس پہلو سے ہر شخص ہی ناواقف تھا، حسان اور ماہا بھی سانس روکے ساری بات سن رہے تھے حسان گنگ سا ساری حقیقت کو منکشف ہوتے دیکھ رہا تھا۔

اسے آج علم ہو گیا تھا اس کی نفرت بے بنیاد تھی بھی تو اتنی جلدی ختم ہو گئی اور صالح یقیناً ہر بات سے باخبر تھا ماما نے اس کو ہر بات بتا دی ہو گی، لیکن میری طبیعت اور عادت کے پیش نظر اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا اور اگر اس وقت وہ بتا بھی دیتا تو شاید میں یقین بھی نہ کرتا اور ساری زندگی اپنی نام نہاد نفرت کے پیچھے برباد کر دیتا۔

اسے اب یاد آ رہا تھا ماما کو وہ تصویر یہ شخص اتنا عزیز تھا کہ اکثر وہ بھی چڑ جایا کرتا تھا لیکن آج جب حقیقت کھلی تو اسے پتہ چلا کہ اس شخص کے اس کی ماں پہ کتنے احسانات تھے جو اس نے ساری زندگی اس شخص کے نام پر ہی تیاگ دی، یقیناً اتنی اچھی سوچ رکھنے والے صالح عبدالرحمن کو ہی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس شخص کا بیٹا کہلائے۔

"یہ ہیں وہ ساری باتیں جن کا جاننا تم سب کے لئے بہت ضروری تھا۔" اپنی بات کے اختتام پر وہ لمحہ بھر کے لئے رکے ان سب نے دیکھا عبدالرحمن کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

"حسان! میرے بچے! میرے بیٹے! ادھر آؤ اپنے باپ کے پاس۔" انہوں نے کھڑے ہو کر اپنے دونوں بازو وا کرتے ہوئے بھیگے لہجے میں حسان کو پکارا تھا۔

حسان کو ان کے وجود سے ایک مقناطیسی کشش پھوٹتی محسوس ہوئی تھی وہ بے ساختہ اٹھ کے ان کی طرف لپکا، عبدالرحمن نے اسے اپنے دونوں بازوؤں میں بھر لیا تھا، کبھی وہ اس کا ماتھا چومتے، کبھی سر، کبھی آنکھیں۔



"تمہارا باپ تمہارا مجرم ہے بیٹا! یہ تم سے معافی کا طلبگار ہے۔" وہ اسے سینے سے لگائے آنسوؤں کے درمیان بولے تھے۔

"نہیں ابو جان! میں ہی غلط تھا۔" آج اس کی آنکھوں سے صدیوں کا غبار نکل رہا تھا، باقی سب کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں۔

"بس کریں بھائی جان ہمیں فخر ہے کہ نازنین بھابھی نے اس کی اتنی اچھی تربیت کی اور حسان احمد ہمارا بیٹا ہے۔" عبداللہ بھی کھڑے ہو گئے تھے، انہوں نے حسان کو ان سے الگ کر کے اپنے گلے سے لگا لیا تھا۔

"منزہ!" عبدالرحمن نے پکارا تو وہ جیسے کسی خواب سے جاگی تھیں، انہوں نے خالی خالی نظروں سے عبدالرحمن کو دیکھا تھا۔

"پتہ نہیں یہ میرے ساتھ کیسا سلوک کریں گی آخر میں ان کی سوکن کا بیٹا ہوں ان کے بیٹے کا حق غصب کرنے والا۔" حسان کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

منزہ کو تو گویا حیرت نے جکڑ لیا تھا وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہو سکیں، باقی سب کی بھی بے قرار نظریں منزہ کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں، ایک مرتبہ پھر ان سب کے دل انجانے خوف سے دھڑک اٹھے کہ پتہ نہیں منزہ کا فیصلہ کیا ہوگا، سب سے زیادہ بے چینی تو ماہا کے وجود میں پھیلی ہوئی تھی، اسے اپنے اس دن کے الفاظ یاد آئے جو اس نے جوش جذبات میں آ کر حسان سے کہے تھے۔

"بیٹا تو بیٹا ہوتا ہے حسان صاحب، حقیقی اور غیر حقیقی نہیں، آپ شاید ہماری تائی امی کے ظرف کو صحیح جان نہیں پائے لیکن آزما ضرور لیں گے۔"

"یا اللہ! میری لاج رکھ لینا۔" اس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا نکلی تھی۔

"منزہ!" الماس نے ان کا کندھا ہلایا۔

"سب تمہارے فیصلے کے منتظر ہیں۔" منزہ نے چہرہ گھما کے دیکھا تو سب بچوں کی آنکھوں میں انہیں امید اور التجا نظر آئی تھی، سب کی آنکھیں برس رہی تھیں، وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں کھڑی ہوئیں، حسان کے قریب آ کر انہوں نے اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو صاف کیا، حسان کا دل بہت رک رک کر دھڑک رہا تھا، وہ خوفزدہ نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا، منزہ نے ایکدم اسے پکڑا اور اپنے سینے میں بھینچ لیا۔

"تم میرے بیٹے ہو حسان! میرے لخت جگر ہو، آئندہ کے بعد یہ مت سوچنا کہ تمہاری ماں اس دنیا میں نہیں، میرا صالح بعد میں ہے اور تم پہلے ہو، اے اللہ! میں تجھ سے ایک بیٹا مانگتی تھی تو نے تو دو دیئے، میں کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں۔" وہ اسے دیوانہ وار چومتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

ماہا کے ساتھ ساتھ ان سب کی رکی ہوئی سانسیں بھی بحال ہو گئی تھیں۔

"میں اتنے چھوٹے دل کی مالک نہیں عبدالرحمن صاحب جو ایک کمزور اور بے سہارا لڑکی سے بیر باندھ لیتی، آپ ایک بار مجھ سے تذکرہ تو کر کے دیکھتے، آپ سے اچھا تو آپ کا بیٹا ہی ہے، جس نے ہمیں دیکھے بغیر ہی ہم پہ اتنا اعتماد کیا ہے کہ اس نے صرف اس اعتماد کے بھروسے پہ ہی اتنا بڑا قدم اٹھا لیا اور اپنی جگہ اپنے بھائی کو بھیج دیا، اسے پتہ تھا جو ماں اپنا جنم دیا ہوا بیٹا وہ بھی اکلوتا بیٹا کسی کے حوالے کر سکتی ہے وہ ہرگز اتنی کم ظرف نہیں ہو سکتی۔" بھیگتے بھیگتے ان کی آواز رندھ گئی، عبدالرحمن صاحب نے نگاہیں جھکا لی تھیں۔

"بھائی!" ہالہ بھاگتی ہوئی آئی تھی اور اس سے لپٹ گئی تھی، رمشاء بھی اس کے پیچھے ہی تھی۔

"یار! تم نے بتایا ہی نہیں پہلے بتا دیتے تو اس پہ ایک اچھی خاصی فلم اسٹوری بن سکتی تھی۔" غوری اور وہب بھی اٹھ کے اس کے پاس گئے تھے، غوری اس کے کندھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے بڑے رازدارانہ لہجے میں بولا تھا۔

"چل پگلے! تجھے ہر وقت شرارتیں ہی سوجھتی رہتی ہیں۔" منزہ کے لاڈ سے اس کے پگلے پکارنے پر ساری محفل زعفران بن گئی، حسان نے دیکھا ماما ابھی تک وہیں کھڑی اس ملاپ کو دیکھ کر خوش ہو رہی تھی، اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ مسکراتے ہوئے اس کے پاس آ گئی۔

"بھئی اب جلدی سے صالح کو بھی پاکستان بلاؤ، تاکہ ہماری فیملی کمپلیٹ ہو۔" عبداللہ نے صالح کی کمی محسوس کرتے ہوئے کہا تھا۔

"جی چاچو! وہ پرسوں کی فلائیٹ سے آ رہا ہے۔" حسان کا چہرہ اندرونی خوشی سے جگمگا رہا تھا، اسے اتنے سارے رشتے ایک ساتھ مل گئے تھے۔

"زبردست بھئی، یہ تو بڑی اچھی بات ہے، آ لینے دو اسے بہت سارا مزہ چکھائیں گے۔" وہب ذہن میں کوئی پلان ترتیب دیتے ہوئے چٹخارہ لے کر بولا۔

"بالکل۔" سب نے یک زبان ہو کر اس کا ساتھ دیا تھا، ینگ پارٹی کے ارادے جان کر باقی سب بھی مسکرا دیے تھے۔

☆☆☆

اپنی پیکنگ تو اس نے رات کو ہی کر لی تھی، سب کے لئے تحائف بھی خریدے تھے، ساری رات تو اسے نیند ہی نہ آ سکی تھی، اپنوں سے ملنے کی خوشی اس قدر تھی کہ ہر چیز پہ حاوی تھی، اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ اڑ کر گھر پہنچ جائے، خدا خدا کر کے صبح ہوئی تو نماز فجر ادا کر کے اس نے سب کے لئے خیر و عافیت کی دعا مانگی، از سر نو اپنی پیکنگ کا جائزہ لیا، شاور لے کر وہ کچن میں اپنے لئے ہلکا پھلکا ناشتہ تیار کرنے کی غرض سے داخل ہوا تھا جب اسے ڈور بیل کی آواز سنائی دی۔

"جوزفین ہو گی۔" صالح نے رسٹ واچ پہ نظر ڈالتے ہوئے اندازہ لگایا اور اس کا اندازہ واقعی درست نکلا تھا، جوزفین اپنے سوٹ کیس لئے باہر کھڑی مسکرا رہی تھی۔

"ہیلو کیسے ہو؟" وہ خیر مقدمی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے بولی۔

"فائن آ جاؤ۔" وہ اس کا سوٹ کیس تھامتے ہوئے بولا اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔

"لگتا ہے تم بھی میری طرح رات بھر نہیں سوئے۔" وہ دونوں سوٹ کیس دیوار کے ساتھ کھڑے کرتے ہوئے صالح کی آنکھوں میں جھانک کے بولی جو رات بھر جاگنے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔

"نیند کیسے آ سکتی تھی جوزفین! میں بیس سال بعد اپنے وطن اپنے گھر اپنوں کے پاس جا رہا ہوں، میں اس وقت صالح نہیں وہی بیس سال کا چھوٹا سا بچہ ہوں جو بیس سال پہلے لندن آیا تھا۔" اس کی آنکھوں کے سامنے بیس سال پہلے کا عرصہ گھوم گیا جب وہ راحیلہ اور سعود کے ہمراہ لندن آیا تھا۔

"کچھ تو رائٹ رہے ہو۔" وہ لاجواب ہو گئی۔

"تم سناؤ پیکنگ اچھی طرح مکمل کر لی ناں، کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔" وہ اس کی طرف متوجہ ہو کے پوچھنے لگا۔

"بالکل نہیں، ہر چیز مکمل ہے اور صالح ایک بات کہنا تھی تم سے۔" وہ آخر میں کچھ جھجک سی گئی۔

"ہاں...... ہاں...... کہو۔" صالح چونک کر اسے دیکھا۔



"وہ...... میں نے تمہاری فیملی کے لئے کچھ ف خریدے ہیں، وہ لوگ مائنڈ تو نہیں کریں اں۔" رشتوں ناطوں کو نبھانا اسے ہرگز نہیں تھا، کیونکہ اس نے بھی ایسے رشتے دیکھے ہی تھے، بچپن سے اکیلی رہی تھی اور ہمیشہ من کی تھی، لیکن جب اس نے دیکھا کہ صالح ب کے لئے گفٹس خریدے ہیں تو وہ بھی شام کو جا کے سب کے لئے کچھ نہ کچھ خرید ئی۔

"ارے بالکل نہیں، ایسا کچھ مت سوچو، وہ تو بہت خوش ہوں گے۔" صالح نے نفی میں تے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کی تھی۔

پہلے جب اس نے جوزفین کو بتایا کہ وہ ان جا رہا ہے تو جوزفین نے بھی فرمائش کر ی۔

"مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ صالح! میں آنکھوں سے اس لڑکی کو دیکھنا چاہتی ہوں سان احمد جیسے شخص نے چاہا ہے۔" صالح تو کی فرمائش پہ متحیر رہ گیا تھا، وہ اسے چاہتے بھی منع نہیں کر سکا تھا اور ویسے بھی اس نے ا تھا۔

"میں زیادہ دیر وہاں نہیں ٹھہروں گی جلد پس آ جاؤں گی کیونکہ میرا کزن پیٹر یہاں میرا ہے۔" پتہ نہیں اس نے کیا جتانا چاہا تھا کہ وہ ہو گیا۔

جوزفین کا حسان سے جو بھی تعلق تھا اس جانے کے بعد بہرحال اس نے صالح کا یال رکھا تھا، کبھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا الح سے دوستی اس نے صرف حسان کی وجہ ہے۔

"ٹھیک ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں، تم ک چاہو وہاں رہ سکتی ہو۔" لہٰذا آج ین اس کے ساتھ ہی پاکستان جا رہی تھی اس نے صالح کو منع کر دیا تھا کہ وہ حسان کو فی الحال اس کی آمد کے متعلق مت بتائے، وہ اسے سرپرائز دینا چاہتی ہے۔

"ناشتہ کرو گی؟" وہ کھڑے ہوتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا۔

"تم بیٹھو میں ناشتہ بنا لیتی ہوں۔" جوزفین اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتی خود کھڑی ہو گئی تھی۔

چائے کے ساتھ چند کوکیز لے کر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے، فلائیٹ کا ٹائم ہونے والا تھا، جوزفین کا کزن پیٹر ان دونوں کو ایئر پورٹ تک چھوڑنے کے لئے آیا تھا، سارا سفر ان دونوں کا اپنے اپنے خیالوں میں مگن گزرا تھا۔

جہاز نے لاہور علامہ اقبال ایئر پورٹ پہ لینڈ کیا تو ان دونوں کے دل مختلف انداز میں دھڑک اٹھے تھے، سامان وغیرہ کی کلیئرنس کے بعد وہ ایئر پورٹ کے اندرونی احاطے میں داخل ہوئے تو صالح کو دور سے ہی حسان کا چہرہ نظر آ گیا تھا وہ جوزفین کو بھی فراموش کیے دیوانہ وار حسان کی طرف لپکا تھا۔

(باقی اگلے ماہ)

# محبتوں میں حساب کیسا

## بارھویں قسط

## ناولٹ

بڑی دیر کر دی مہرباں آتے آتے حسان اس سے گلے ملتے ہوئے کہہ رہا تھا، جواباً اس نے ہنستے ہوئے ایک چپت اسے رسید کی تھی۔

''دیر تمہاری جانب سے ہوئی ہے میری طرف سے نہیں۔'' عبدالرحمٰن سے گلے ملتے ہوئے اس کا دل بھر آیا تھا، عبداللہ نے بھی بہت محبت سے معانقہ کیا تھا۔

''وہب اور غوری نہیں آئے۔'' ان دونوں کو غیر حاضر پا کر اس نے حسان سے دریافت کیا تھا۔

''اب کیا ساری پلٹن آ جاتی، صائمہ پھپھو اور شہزاد انکل بھی آج آ رہے تھے گھر میں بہت کام تھے تو امی نے انہیں گھر روک لیا۔'' حسان بتا رہا تھا۔

''جوزفین کدھر گئی۔'' وہ میل ملاپ سے فارغ ہوا تو وہ فوراً اس کے ذہن میں جوزفین کا خیال آیا۔

''ہیلو۔'' اسی وقت وہ اس کے عقب سے نکل کر سامنے آئی۔

جوزفین کو سامنے دیکھ کر حسان کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا، عبدالرحمٰن اور عبداللہ بھی حیرت بھری نظروں سے اس انگریز لڑکی دیکھ رہے تھے، جس کا صائم نے کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔

''ابو! یہ ہماری یونیورسٹی فیلو ہے جوزفین! اسے پاکستان دیکھنے کا بہت شوق ہے یہ یہاں چند دن کے لئے سیر و تفریح کی غرض سے آئی ہیں۔'' صائم نے اس کا تعارف کروایا، تو ان دونوں نے ہی شفقت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کے پیار دیا تھا۔

''یہ میرے اور حسان کے فادر ہیں اور یہ ہمارے چاچو ہیں آئی مین پاپا کے چھوٹے بھائی۔'' صائم نے ان دونوں حضرات کا بھی تعارف کروایا۔



صالح کو جوزفین سے اردو بولتے دیکھ کر حسان کو حیرت کا دوسرا جھٹکا لگا تھا، جسے جوزفین نے واضح طور پر محسوس کیا تھا۔

"صالح نے مجھے اردو سپیک کرنا سکھایا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے حسان کی حیرت کو دور کرنا چاہا۔

"پورے سات ماہ اس نے میرا دماغ چاٹا ہے پھر کہیں جا کر اس قابل ہوئی ہے۔" وہ لوگ اب ڈیپارچر لاؤنج سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے بیٹا! کسی بھی کنٹری کے وزٹ کے لئے وہاں کی لینگویج کا علم ہونا بہت ضروری ہے ورنہ بہت ساری پرابلمز کو فیس کرنا پڑتا ہے۔" عبداللہ نے اس کو سراہا تھا، سامان گاڑی میں رکھ کر حسان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"بیٹھو بیٹا!" عبدالرحمٰن نے جوزفین کے لئے فرنٹ ڈور اوپن کیا۔

"تھینکس انکل!" وہ ممنون سی حسان کے برابر بیٹھ گئی، شاید یہ اس کی زندگی کا خوشگوار ترین سفر تھا، جس میں ہم سفر اس کا من چاہا تھا اگرچہ عارضی ہی تھا، گھر پہنچنے میں انہیں بہت زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔

"آ گئے۔" گاڑی کا ہارن سنتے ہی سب سے پہلے ہالہ نے نعرہ لگایا تھا، راولپنڈی سے صائمہ پھپھو اور شہزاد انکل بھی کچھ دیر قبل پہنچے تھے، شام میں ارمغان کی فیملی نے بھی آنا تھا، صائمہ پھپھو کو تو ساری بات بتائی تھی البتہ ارمغان کی فیملی کو مناسب الفاظ میں عبداللہ صاحب نے آگاہ کر دیا تھا، دونوں فیملیز نے ہی نہایت خوشی کا اظہار کیا تھا۔

پہلے سب بڑوں نے ملاقات کی تھی، منزہ نے خوب جی بھر کے اپنے بیٹے کو پیار کیا تھا، اس کے بعد ینگ پارٹی کی باری آئی تھی، جوزفین کو دیکھ کر سب ہی حیرت سے ٹھٹک گئے تھے لیکن صالح کے تعارف پہ سب کی رکی ہوئی سانسیں بحال ہوئی تھیں۔

"میں تو سمجھ رہا تھا شاید صالح اپنے لئے کوئی گوری میم لے آیا ہے۔" غوری نے کان کھجاتے ہوئے کہا تھا، سب کے لبوں پر مدھم مسکان بکھر گئی، اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ جوزفین کو اردو آتی ہوگی۔

"مجھے اردو لینگویج آتی ہے۔" جوزفین نے مسکراتے ہوئے اس اسمارٹ لڑکے کو دیکھا تھا جس کی آنکھیں شرارت کی شوخی سے چمک رہی تھیں۔

"جی...... ای...... ای۔" وہ بری طرح بوکھلایا تھا۔

لاؤنج سب کے قہقہوں سے گونج اٹھا تھا، جن میں سرفہرست خود جوزفین ہی کی تھی۔

"بھئی پہلے سب بیٹھ کر چائے وائے پی لیں باتیں تو ساتھ ساتھ ہوتی رہیں گی۔" صائمہ پھپھو چائے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی لاؤنج میں آئی تھیں، حسب معمول آتے ہی انہوں نے بچیوں کے کئی کام اپنے ذمے لے لئے تھے۔

"پھپھو! آپ بیٹھیں میں ڈالتی ہوں چائے۔" ماہا فوراً ان کی مدد کو لپکی تھی، جوزفین کی نظروں نے ماہا کا تعاقب کیا تھا، زنک کلر کے جام سے سوٹ میں بھی وہ اسے بہت خاص لگی تھی، اس کے چہرے پہ پاکیزگی اور حسن کی ایک عجیب سی کشش تھی جو دیکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔

"جس شخصیت کو حسان احمد جیسا شخص چاہے گا وہ عام کیسے ہو سکتی ہے۔" اس کے ملاحت بھرے چہرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے جوزفین نے ایک شکستہ سی آہ بھری تھی، پتہ نہیں کیا بات تھی اسے ماہا سے کوئی رقابت کوئی جلن، کوئی حسد محسوس نہیں ہوا تھا حالانکہ جب صالح نے



اسے حسان کی انگیج منٹ کے متعلق بتایا تھا تو فطری طور پر اسے اس لڑکی سے بہت حسد محسوس ہوا تھا، لیکن اس وقت اس کے دل میں ایسے کسی جذبے نے سر نہیں ابھارا تھا۔

باری باری سب کو چائے سرو کرنے کے بعد وہ اپنا کپ لئے فلور کشن پہ آ بیٹھی تھی، جہاں بقیہ ینگ پارٹی براجمان تھی۔

"ماشاءاللہ! صالح نے تو خوب قد کاٹھ نکالا ہے، پتہ ہے صالح بچپن میں تم بہت موٹو ہوا کرتے تھے۔" صائمہ پھپھو نے نہال ہوتی نظروں سے اپنے بھتیجے کو دیکھا تھا۔

"صالح جب یہاں سے گیا تھا تو رمشاء اور ماہا ایک ایک سال کی تھی، اس نے اکثر کہنا چاچی ماہا کو مجھے پکڑائیں، میں نے پکڑانا تو اس نے گرا دینا، مسعود نے ڈانٹنا یار، کھا کھا کے موٹے ہوتے جاتے ہو کوئی جان ہمت بھی پیدا کرو۔" الماس اس کے بچپن کا واقعہ یاد کر کے مسکرائیں۔

"ڈونٹ وری امی جان! میں اپنے سارے بدلے لے لوں گی۔" ماہا نے شرارت سے صالح کو دیکھتے ہوئے کہا تھا، سب ہی مسکرا دیئے۔

"ویسے یار تمہارا موٹاپا کدھر گیا، اب تو مجھے بھی شوق ہو چلا ہے تمہیں گول مٹول دیکھنے کا۔" حسان نے پھلجھڑی چھوڑی تھی ساری محفل زعفران بن گئی۔

"یہ راز کی بات ہے کبھی اکیلے میں بتاؤں گا۔" آج اس کا دل خوشی سے لبریز ہو رہا تھا۔

کئی سالوں کا خواب آج پورا ہوا تھا، اسے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنوں کے درمیان آ گیا ہے، کتنی محبتیں بکھری تھیں اس کے اردگرد کتنا اچھا لگ رہا تھا، جیسے وہ کوئی مسحور کن، دلکش خواب دیکھ رہا ہو۔

"میرا خیال ہے دسترخوان لگا لیا جائے۔" ماہا نے چائے کے کپ واپس ٹرالی میں رکھتے ہوئے صائمہ پھپھو کی طرف دیکھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا، رمشاء اور منال بھی اس کی مدد کو اٹھ گئی تھیں، البتہ ہالہ وہیں بیٹھی پٹر پٹر زبان چلا رہی تھی۔

☆☆☆

رات کو خوب دیر تک ان کی محفل جمی رہی تھی، منزہ نے کئی دفعہ کہا کہ بچے تھک گئے ہوں گے انہیں آرام کرنے دو، لیکن کوئی بھی اپنی جگہ سے اٹھنے کو تیار نہیں ہوا تھا، جوزفین کو یہ سب بہت بہت اچھا لگ رہا تھا، ان سب کی کمپنی کو وہ اتنا انجوائے کر رہی تھی کہ اسے بھول ہی گیا کہ وہ حسان کی خاطر یہاں آئی ہے۔

"جوزفین! آپ نے شاہی قلعے کا نام سنا ہے۔" یہ غوری تھا۔

"No۔" جوزفین نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"بہت خوبصورت ریسٹورنٹ ہے میں صبح آپ کو لے کر جاؤں گا، بالکل یونیک ہے، آپ نے اپنی زندگی میں بھی ایسا ریسٹورنٹ نہیں دیکھا ہوگا۔" وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

سب کے چہروں پہ دبی دبی مسکراہٹ پھیل گئی، یقیناً اس نے کوئی پلان سوچ رکھا تھا، اس کا شیطانی ذہن ہر وقت نت نئی شرارتوں کے تانے بانے بنتا رہتا تھا۔

"بالکل صحیح کہہ رہا ہے۔" ہالہ نے شاید زندگی میں پہلی دفعہ اس کی رائے سے اتفاق کیا تھا، ان سب کا حیران ہونا لازمی امر تھا، لیکن اگلے ہی لمحے ان سب کی حیرت رفو چکر ہو گئی تھی۔

"لاسٹ ایئر یہ یونیورسٹی سے نکل ہو گیا تھا تو شہزاد انکل نے اپنی ریسٹورنٹ میں اسے ایز آ ویٹر جاب دلوا دی تھی، اسی لئے وہاں اس کی بہت ہیلو ہائے ہے۔" اس نے بڑے مزے سے غوری کے بخیے ادھیڑے تھے۔

ایک غیر ملکی کے سامنے اتنی انسلٹ پہ غوری کا غصے سے پاگل ہونا لازمی امر تھا اور انسلٹ

ہوئی بھی کس کے ہاتھوں تھی جو اس کی دشمن اول تھی۔

”اس کی باتوں پہ مت جائیے گا یہ تو ویسے ہی ہر وقت میرے اوصاف حمیدہ سے خائف رہتی ہے۔“ اس نے بلبلا کر کہا تھا۔

”اب اس بیچاری کی اردو اتنی بھی اچھی نہیں ہے کہ اسے اوصاف حمیدہ اور خائف جیسے ثقیل الفاظ سمجھ میں آ جائیں۔“ صالح نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا۔

”بٹ ویٹر کی جاب بری نہیں ہے آئی واز آلسو آ ویٹرس۔“ وہ یہی سمجھی تھی کہ شاید ہالہ کا اسے غوری کی جاب کے متعلق بتانا غوری کو اچھا نہیں لگا تھا، اب وہ بیچاری کیا جانتی تھی کہ یہاں تو ہر وقت محاذ کھلے رہتے تھے۔

”اسے آبجیکشن ویٹر کی جاب پہ نہیں فیل ہونے پر ہے۔“ رمشاہ نے اس کے خیالات کی تصحیح کی تھی۔

”ایچو کلی شاہی قلعہ ایک Histarical place ہے جسے مغل ایمپائرز نے سینئر انجینئرز اور آرکیٹیکچرز کی ہیلپ سے بنوایا تھا، اس کی Construction بہت Artistie ways میں کی گئی ہے، وزیٹرز اسپیشلی اس کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔“ ماہا نے حقیقت بتا کر اس کی الجھن کو رفع کیا۔

”او آئی سی۔“ وہ غالباً غوری کی شرارت سمجھ گئی تھی، اسی لئے ہلکے سے مسکرائی تھی۔

”سارے پلان پر پانی پھیر دیا۔“ اس نے خونخوار نظروں سے ہالہ اور ماہا کو گھورا۔

”تم اپنی سائرہ بی بی کو ہی سنبھال لو تو بڑی بات ہے۔“ ہالہ نے اسے منہ چڑاتے ہوئے کہا تھا۔

”تم تو ویسے ہی ہر وقت مجھ سے جیلس رہتی ہو۔“ آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھتے ہوئے نہایت شان بے نیازی کا مظاہرہ کیا گیا تھا۔

”آپ لوگ بہت انٹرسٹنگ ہو nice family۔“ جوزفین کی آنکھوں میں سب کے لئے تحسین آمیز جذبات تھے، پھر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولی۔

”Whare is my suit case“

”ہم نے ایک روم آپ کے لئے سیٹ دیا ہے، آپ کا سامان وہیں ہے۔“ جواب کی بجائے منال نے دیا تھا۔

”Ok thanks کوئی میرا سوٹ لادے گا ایچو کلی میں نے گفٹس لئے ہیں سب کے لئے۔“ اس نے جھجکتے ہوئے بتایا کیونکہ اس نے بھی کسی کے لئے اس طرح گفٹس نہیں لئے تھے نہ ہی اسے اندازہ تھا ہائی لوگوں کے لئے تو ہر چیز ہی حقیر تھی۔

”اس تکلف کی خاص ضرورت تو نہیں ویسے میں آپ کا سوٹ کیس لا دیتا ہوں۔“ نے عاجزانہ لہجے میں کہتے ہوئے جھٹ خدمات پیش کی تھیں۔

چند لمحوں بعد وہ اس کا سوٹ کیس دھکیل لاؤنج میں داخل ہوا تھا، صالح نے تو بھی ان کے تحائف دے دیے تھے، البتہ جو سب بزرگوں کی موجودگی سے ہچکچا گئی تھی اس وقت تمام بزرگ حضرات اپنے اپنے میں چلے گئے تھے، اس لئے اس نے موقع غنیمت جانتے ہوئے سب کے گفٹس انہیں دے تھے۔

وہب اور غوری کے لئے بہت خوبصورت ٹائیاں تھیں، جنہیں پکڑتے ہوئے ان دونوں کی شکلیں دیکھنے والی تھیں، کیونکہ ٹائی سے ان کو بہت چڑ تھی اور انہوں نے کبھی بھی ٹائی باندھی تھی، ان کی رونے والی شکلیں لڑکیوں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کو ضبط تھا، حسان کے لئے بہت خوبصورت سا پرفیوم یہ شاید پہلا اور آخری تحفہ تھا جو اس نے جو



قبول کیا تھا، رمشاہ، ہالہ اور منال کے لئے اسکس اور نیل پالش تھیں اور ماہا کے لئے Exponsive جیولری سیٹ جو بہت خوبصورت کیس میں پیک کیا گیا، ماہا اتنا مہنگا گفٹ لیتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔

”آپ اتنا Hositate کیوں ہو رہی ہو ماہا، تمہارے لئے تو مجھے یہ گفٹ ہی چھوٹا لگ رہا تھا۔“ وہ اپنی نیلگوں آنکھیں ماہا کے چہرے پہ جماتے ہوئے کہہ رہی تھی، لہجہ جو حسرت اور تڑپ لئے ہوئے تھا، اس نے چند لمحوں کے لئے ماہا کو بھی ٹھٹکا دیا تھا، کسی حد تک تو وہ پس منظر سے واقف تھی، حسان نے لب بھینچتے ہوئے بڑی بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔

”ہائیں...... میرے لئے تم نے کچھ بھی نہیں لیا۔“ صالح فوراً بول پڑا تھا، وہ بات کو مزید پھیلانا نہیں چاہتا تھا، جوزفین چند دن کی یہاں مہمان تھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس دوران کوئی بدمزگی ہو۔

”سوری، یہ تو میں بھول گئی۔“ وہ اپنے سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

”تم یہ لے لو بھائی!“ غوری نے جھٹ اپنی ٹائی پیش کی۔

”چاہو تو یہ بھی لے لو۔“ وہب اس ایثار میں کیوں پیچھے رہتا۔

”I think you dont like it۔“ جوزفین نے قدرے رک کر دونوں کی شکلیں دیکھتے ہوئے اندازہ قائم کیا تھا۔

”No, No, No۔“ غوری نے بڑی تیزی سے نفی کی تھی۔

”Actually we want کہ بچہ ڈس ہارٹ نہ ہو۔“ وہب نے توجیہہ پیش کی۔

”بچہ؟“ جوزفین نے حیرت سے نظریں گھما کر سب کو دیکھا تھا۔

”بچہ...... بچہ آئی مین چائلڈ، بے بی۔“ اس نے جلدی سے لفظ بچہ کی وضاحت کرنا چاہی۔

”آئی نو، دیٹس رائٹ بٹ دیئر از نو بے بی۔“ اسے بچہ کی لغت تو سمجھ آ گئی تھی لیکن یہ کس اصلاح میں استعمال کیا گیا ہے یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کون سا بچہ اور کس کا بچہ۔

”بچہ سے مراد صالح بھائی ہیں۔“ منال اس کی الجھن سمجھ گئی تھی۔

”ویری نائس...... یو آر ویری نائی بوائے۔“ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، وہب کھسیانا ہو کر سر کھجانے لگ گیا۔

”میرا خیال ہے کہ اب سویا جائے، رات بہت بیت چکی ہے، باقی باتیں پھر سہی۔“ حسان نے اٹھتے ہوئے محفل کو برخاست کرنا چاہا۔

”رائٹ، مجھے بھی بہت نیند آ رہی ہے۔“ منال بھی اس کی تائید کرتی کھڑی ہو گئی۔

”تھینک یو سو مچ جوزفین! ہمیں آپ کے گفٹس بہت پسند آئے ہیں۔“ ماہا نے سب کی طرف سے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

”آپ سب جتنے نائس ہو یہ تو کچھ بھی نہیں تھنگ۔“ اس لڑکی کی نظریں ایک بار پھر اس کے چہرے پہ اٹک سی گئیں۔

”غوری! یہ سوٹ کیس واپس رکھ آؤ، اٹھو منال کمرے میں چل کر سوؤ، رمشاہ تم یہ چیزیں اوپر لے جاؤ میں ذرا گیسٹ روم دیکھ لوں، کسی چیز کی کمی تو نہیں۔“ جوزفین کی نظروں پہ وہ خود سے الجھتی سب کو ہدایات دیتی کھڑی ہو گئی۔

صالح پہلے ہی اندر جا چکا تھا، شاید وہ بہت تھک گیا تھا، باقی سب بھی اٹھ گئے تو وہ گیسٹ روم میں آ گئی جو فی الحال جوزفین کے لئے مختص تھا، ہر چیز چیک کر کے مطمئن ہوتی وہ باہر نکلی تو جوزفین، حسان کو پکار رہی تھی۔

”شاید کوئی ضروری بات کرنی ہے۔“ وہ آگے جانے کی بجائے واپس کمرے میں آ گئی۔

”حسان! Your prrfume۔“ اس

کے ہاتھ میں وہی پرفیوم تھا جو وہ اس کے لئے لائی تھی شاید وہ بھول کر یہیں رکھ کر جا رہا تھا۔

''او...... تھینکس۔'' حسان نے پرفیوم اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا۔

''یو نو حسان! لندن ایئر پورٹ پہ تمہیں سی آف کرتے ہوئے میں نے کہا تھا کہ اگر تم جلد واپس نہ آئے تو میں خود پاکستان آ جاؤں، دیکھ لو، اپنی بات پہ قائم رہتے ہوئے میں آ گئی ہوں۔'' وہ محبت سے لبریز بڑے مدھم لہجے میں بول رہی تھی۔

''بس میں مزید نہیں سن سکتی۔'' ماہا کا دل سینے میں بہت بے قرار ہو کے مچلا تھا، مزید سننے کا اس میں یارا نہیں تھا، پردہ ہٹاتی وہ باہر نکلی اور تیز تیز قدم اٹھاتی ان کے پاس سے گزرتی چلی گئی، حسان نے بے حد چونک کر ماہا کو دیکھا تھا۔

''اوکے جوزفین! گڈ نائٹ۔'' عجلت میں کہتا وہ اس کے پیچھے لپکا تھا لیکن تب تک وہ اپنے کمرے میں گھس گئی تھی۔

☆☆☆

''ابو جان! آپ نے بلایا تھا۔'' وہ کمرے میں داخل ہوا تو عبدالرحمن بیڈ پہ نیم دراز کسی کتاب کے مطالعے میں مشغول تھے، ابھی تھوڑی دیر پہلے منال اسے پیغام دے کے گئی تھی کہ بڑے ماموں آپ کو بلا رہے ہیں، وہ خود بھی جب سے آیا تھا کسی وقت تنہائی میں ان سے ملنے کا خواہشمند تھا، لیکن ایسا موقع اسے مل نہیں رہا تھا، صائمہ پھپھو اور شہزاد انکل بھی آج واپس گئے تھے، باقی سب بھی کالج یونیورسٹی سدھارے تھے، عبدالرحمن کی طبیعت آج کچھ ناساز تھی، اسی لئے وہ آج گھر نظر آ رہے تھے۔

''ہاں بیٹا! آؤ بیٹھو۔'' انہوں نے کتاب بند کر کے سائیڈ دراز پہ رکھی گلاسز اتارنے اور فوراً سیدھے ہو کے بیٹھ گئے، وہ خاموشی سے چلتا ان کے بیڈ کے سامنے دھری چیئر پہ بیٹھ گیا۔

''اور سناؤ دل لگ گیا ہے۔'' انہوں نے مسکراتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

''جی بہت زیادہ۔'' اس کے چہرے سے اندرونی خوشی کا عکس تھا۔

''ارغان سے ملے ہو، کیسا لڑکا لگا ہے۔'' چونکہ بھائی تھا اس لئے انہوں نے اس کی رائے لینا چاہی تا کہ اس کے اندر بھی احساس ذمہ داری پیدا ہو۔

''بہت اچھا بہت نائس لڑکا ہے، نیلی بھی بہت اچھی ہے، مجھے تو سب بہت پسند آئے ہیں، مجھے وہاں بھی حسان نے فون کر کے بتایا تھا، میں نے تب ہی سمجھ لیا تھا جسے حسان نے او کے کر دیا ہے وہ عام ہو ہی نہیں سکتا۔'' اس کے لہجے میں حسان کے لئے محسوس کی جانے والی محبت تھی، عبدالرحمن لمحہ بھر کو چپ ہو گئے۔

''حسان نے واقعی بہت چھان بین کی تھی، میں نے تو ساری ذمہ داری اس پہ ہی ڈال دی تھی۔'' وہ بولے پھر ہلکا سا کھنکھار کے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''وہ جو تمہاری کلاس فیلو ہے کیا نام ہے۔''

''جوزفین!'' صالح محتاط ہو کے بیٹھ گیا۔

''ہاں جوزفین بڑی اچھی بچی ہے ماشاء اللہ۔'' انہوں نے تعریف کی، صالح کا دل کھٹک گیا، وہ جانتا تھا اس کا تذکرہ انہوں نے بات برائے بات نہیں کیا۔

''پاکستان اس کے رشتہ دار وغیرہ رہتے ہیں جنہیں صرف ملنے ملانے آئی ہے یا سیر و تفریح کے لئے آئی ہے تمہارے ساتھ۔'' انہوں نے لہجہ یونہی سرسری سا رکھا تھا۔

''رشتہ دار تو نہیں رہتے، یہاں تو وہ سیر و تفریح کے لئے آئی ہے۔'' صالح نے بھی بڑے نپے تلے لہجے میں جواب دیا تھا۔

''دراصل یہ جو عورتیں ہوتی ہیں ناں بیٹا! یہ بڑی شکی مزاج ہوتی ہیں دل بھی تو ان کا چھوٹا سا ہے جلدی کھٹکے میں پڑ جاتا ہے، تمہاری ماں سوچ رہی ہے کہ شاید تم دونوں کی آپس میں انوالومنٹ ہے اس لئے وہ تمہارے ساتھ ہی آئی ہے۔'' انہوں نے بڑے سادہ سے لہجے میں مسکراتے ہوئے بہت بڑی بات پوچھ لی تھی۔

''نن...... نہیں تو...... ابو جان آ'' وہ تو بوکھلا گیا، جوزفین کے متعلق اس نے ایسا کچھ نہیں سوچا تھا اور نہ ہی ایسا کوئی ارادہ رکھتا تھا۔

''دیکھو بیٹا گھبراؤ مت، اگر ایسی کوئی بات ہے بھی تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں، بہت ساری لڑکیاں اسلام قبول کر کے مسلمان لڑکوں سے شادی کرتی ہیں، اس میں کوئی برائی اور کوئی بات نہیں۔'' نرم لہجے میں کہتے ہوئے انہوں نے نہیں اس کا حوصلہ بڑھانا چاہا تھا۔

''نہیں ابو جان ایسی کوئی بات نہیں، میں یہ بات کسی کو بتاتی تو نہیں تھی لیکن اب چونکہ وضاحت ضروری ہو گئی ہے تو بتا دیتا ہوں کہ جوزفین، حسان میں انوالو ہے۔'' جب سے حسان نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا ہے، شروع میں تو حسان نے اس کی خوب عزت کی تھی، لیکن جب میرے ماما، پاپا اور بعد حسان کی ماما کی وفات ہوئی تو ایسے میں جوزفین نے ہمارا بہت ساتھ دیا۔

''تب سے حسان کا رویہ کچھ چینج تو ہو گیا پھر بھی جوزفین کو پسندیدگی کا درجہ نہیں دے سکا، حسان پاکستان آیا تو جوزفین صرف اس کا دل دریافت کرنے کے لئے مجھ سے کونٹیکٹ کرتی تھی، میں نے حسان کی انگیجمنٹ کے متعلق بتایا تو وہ بہت بے قرار ہو گئی، خیر میرے سمجھانے پر اس نے اپنے کزن پیٹر سے شادی کا فیصلہ تو کر لیا، لیکن ایک دفعہ وہ حسان سے ملنا چاہتی تھی اس لئے پاکستان آ گئی۔'' اس نے مکمل تفصیل بتا کر سانس لیا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کے دل میں کوئی الجھن یا تردد باقی رہے۔

''حسان نے کبھی دلچسپی نہیں لی جوزفین میں۔'' لمحہ بھر کے لئے تو ساری بات سن کے سوچ میں پڑ گئے تھے، کچھ دیر بعد انہوں نے دریافت کیا تھا۔

''حسان نے جوزفین تو کیا کبھی کسی لڑکی میں دلچسپی نہیں لی، نازنین آنٹی نے اس کی تربیت ہی اس نہج پہ کی ہے کہ وہ آزاد ماحول کی لڑکیوں کو پسند نہیں کرتا۔'' صالح نے انہیں حقیقت بتائی تھی۔

''یقیناً، نازنین بہت بلند ہستی تھی۔'' انہوں نے مزید توصیفی کلمات کہنے چاہے تھے لیکن درد کی ایک تیز لہر نے ان کے لبوں کو سی دیا تھا، یہ درد دل کے اسی حصے سے اٹھا تھا جہاں نازنین بستی تھی۔

''ابو جان! نازنین آنٹی نے آپ کے لئے یہ خط دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ خط میں چپکے سے آپ کو دے دوں اور الوداعی ملاقات میں انہوں نے آپ کو سلام بھی بھیجا تھا۔'' صالح نے اپنی شرٹ کی اوپری جیب میں سے ایک تہہ شدہ کاغذ نکال کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا، عبدالرحمن نے لرزتے ہاتھوں سے اسے کھولا تھا۔

السلام وعلیکم!

امید ہے خیریت سے ہوں گے سوچا تو یہی تھا کہ اب کبھی زندگی بھر آپ کو ڈسٹرب نہیں کروں گی، لیکن قوی امید ہے کہ جب یہ خط آپ تک پہنچے گا اس دنیا میں نازنین کا وجود نہیں ہو گا اس لئے یہی سمجھئے کہ آخری بار آپ سے بات کرنے کی جسارت کر رہی ہوں۔

حسان احمد آپ کی نشانی کے طور میرے پاس ہے، میں اسے ہمیشہ آپ کی امانت سمجھتی رہی اور جہاں تک ممکن ہو سکا اس کی تربیت اچھے طور طریقوں پر کرنے کی کوشش کی، لیکن شاید میں اس کی زندگی میں موجود باپ کی کمی کے خلا کو پورا

نہ کر سکی۔

صالح عبدالرحمن آپ کا بیٹا بالکل آپ کا پرتو ہے، مجھے یقین ہے میں اسے جتنا سمجھاؤں، مجبور کروں یہ حسان کو اس کا مقام دلا کر ہی رہے گا، حالانکہ میں نہیں چاہتی کہ میری یا میرے بیٹے کی وجہ سے آپ کا گھریلو نظام متاثر ہو۔

میری آپ سے التجا ہے کہ اگر حسان آپ کے پاس آ گیا تو اس کو چاہے ایک ہی دفعہ لیکن باپ کی شفقت ضرور دیجئے گا، وہ رشتوں کو ترسا ہوا ہے، اس کے اندر محرومیوں کی پیاس ہے جسے آپ اور آپ کا گھرانہ ہی دور کر سکتا ہے، آپ حسان کو کسی اور محرومی کا شکار مت کیجئے گا۔

باقی آپ نے اپنا نام جو میرے نام کے ساتھ جوڑا تھا، میں نے پوری کوشش کی کہ اس نام کی لاج رکھوں، اس نام پہ آنچ نہ آنے دوں اور آپ سے ایک آخری التجا کروں گی کہ اللہ سے دعا کیجئے گا وہ جنت میں ہم دونوں کو اکٹھا کر دے، جہاں کی زندگی دائمی اور ابدی ہے، اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ آپ کی زندگی کو ہر طرح سے پرسکون رکھے آمین۔

فقط والسلام

نازنین احمد عبدالرحمن

لفظ ان کی آنکھوں کے سامنے دھندلانے لگ گئے تھے، پورا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا تھا، آنسو اب کاغذ کو بھی گیلا کرتے جا رہے تھے، لیکن وہ یہاں ہوتے تو انہیں احساس ہوتا، وہ تو نازنین کے ساتھ اپنی پندرہ دنوں کی یاد میں کھو گئے تھے، جو انہوں نے شارجہ میں اس کے ساتھ گزارے تھے، محبت تو وہ بھی اس سے کر بیٹھے تھے، لیکن وہ اپنا گھر نہیں توڑ سکتے تھے کیونکہ منزہ بہرحال ان کی اولین چاہت تھیں، صالح انہیں آنسو بہاتے دیکھ کر چپ چاپ اٹھ کر باہر آ گیا تھا۔

☆☆☆

میرے جان و دل، میرے ہم سفر میں اداس ہوں
کوئی بات کر
تیرے لب ہلیں تو کٹے سفر میں اداس ہوں کوئی
بات کر
کوئی بوجھ ہے تو اتار دے کوئی خوف ہے تو نکال
دے
میرا ہاتھ ہے تیرے ہاتھ پر میں اداس ہوں کوئی
بات کر
نہیں یاد کتنے برس گئے، تیری گفتگو کو ترس گئے
میری کھڑکیاں میرے دیوار و در میں اداس ہیں
کوئی بات کر
تجھے چپ ہے کیسی لگی ہوئی، اب عمر تو ہے
ہوئی
ابھی مسکرا، ابھی غم نہ کر، میں اداس ہوں کوئی بات کر

"رمشاء! ذرا میرے کمرے کی ڈسٹنگ کر دو، رات سب کمرے میں اودھم مچاتے رہے ہیں، ہر چیز الٹ پلٹ ہو گئی ہے، مجھے الجھن ہو رہی ہے۔" ماہا اور رمشاء کوئی فیشن میگزین کھولے بیٹھی تھیں اور کپڑوں کے نت نئے ڈیزائنز پر اظہار خیال کر رہی تھیں، جب حسان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے رمشاء کو مخاطب کیا تھا، ماہا کو یوں نظر انداز کر گیا تھا گویا وہ یہاں موجود نہ ہو۔

"بھائی! آپ یہ کام ماہا سے کہیں، مستقبل میں بھی تو اسی نے کرنا ہے۔" رمشاء نے شرارت سے کہتے ہوئے ماہا کو چھیڑا تھا، ماہا کے لب بھینچ گئے۔

"مستقبل کا کیا پتہ۔" وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر مبہم سے لہجے میں گویا ہوا۔

"اوہو یں نہیں پتہ، آپ اپنے سارے کام اس محترمہ سے کروائیے گا، اگر چوں چرا کرے مجھے بتائیے گا، میں اسے منٹوں میں سیدھا کر دیتی ہوں۔" وہ ابھی بھی مائل بہ شرارت تھی۔

"یعنی تم اب اپنی جان چھڑوانا چاہتی ہو۔" اس نے صاف رمشاء کی شرارت کو ٹالا تھا۔

"یہی سمجھ لیں۔" وہ ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے بولی۔

"او کے میں منال یا ہالہ سے کہہ دیتا ہوں۔" وہ پلٹنے لگا تو رمشاء پیچھے سے چلا اٹھی۔

"توبہ ہے بھائی! آپ نے تو ابھی سے اسے مہارانی بنا لیا ہے، نہایت سست لڑکی ہے بعد میں تو اور کاہل ہو جائے گی ابھی سے ہاتھ پہ رکھیں تو بات بنے گی۔" وہ اپنی ہی دھن میں مگن تھی، ان دونوں کے خاموش رویے کو محسوس ہی نہ کر سکی تھی بلکہ بظاہر ماہا کو چھیڑتے ہوئے اس نے جیسے اپنے تئیں بڑے پتے کی بات بتائی تھی۔

"تھینکس۔" وہ فقط مسکرا کے رہ گیا۔

"مینشن ناٹ۔" ادائے بے نیازی سے کہتی وہ باہر نکل گئی۔

ماہا کے دل پہ کسی نے گھونسہ مارا تھا، حسان کی نظر اندازی وہ کئی دنوں سے نوٹ کر رہی تھی، گزشتہ دو دنوں سے تو اس نے اسے مخاطب بھی نہیں کیا تھا، اسے دیکھتے بھی یوں انجان بن جاتا گویا دیکھا ہی نہ ہو، پاس سے بھی گزرتا تو اپنا آپ بچاتا ہوا نہایت سرد مہری سے، ماہا کی آنکھوں میں مرچیں بھرنے لگیں۔

"کیوں کر رہے ہیں آپ میرے ساتھ ایسا؟" اس سے رہا نہ گیا تو بالآخر پھٹ پڑی، وہ بھی کہاں تک برداشت کرتی، خود ہی تو اس نے اسے اپنا عادی کیا تھا، ہر کام کے لئے اسے پکارنا، ذرا بھی وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتی تو گھر کے ایک ایک فرد سے اس کا پوچھتا اب وہ اس کو سامنے چلتی پھرتی بھی نظر نہیں آتی تھی۔

"میں کیا کر رہا ہوں۔" وہ چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"آپ کو نہیں پتہ، آپ کیا کر رہے ہیں۔" گیلی پلکیں اٹھا کر نہایت کاٹ دار نظروں سے اس نے اسے دیکھا تھا۔

"میں تو کچھ بھی نہیں کر رہا۔" نظریں چراتے ہوئے رخ پھیر کے وہ جانے کے لئے پلٹا تھا۔

"سچ نظر چرا کر نہیں نظر اٹھا کر بولا جاتا ہے۔" ماہا سرعت سے اس کے سامنے آئی تھی اور دروازے کے سامنے کھڑی ہو گئی، وہ جب تک اسے دھکیل کر پیچھے نہ کرتا باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

"دیکھو، خوامخواہ کے وہم میں مت پڑو اور راستہ چھوڑو، مجھے باہر جانا ہے۔" وہ اب بھی اسے دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔

"کیوں، باہر جوزفین آپ کے انتظار میں کھڑی ہے۔" وہ بولی تو لہجے میں حسد کی بو رچی ہوئی تھی، کوئی اور وقت ہوتا تو حسان اس کے جملے کو خوب انجوائے کرتا اور اسے دلی خوشی محسوس ہوتی کہ ماہا اس کی ذات میں شرکت برداشت نہیں کر سکتی، یہ اس کی محبت کی واضح دلیل تھی۔

لیکن اب پانسہ پلٹ چکا تھا، وہ اپنے ہر حق سے دستبردار ہو گیا تھا حتیٰ کہ ماہا عبداللہ سے بھی، جو اس کے دل کا سکون تھی، روح کا قرار تھی، وہ چپ چاپ یہاں سے جانے کی تیاری کر رہا تھا، اپنی ذات کی وجہ سے وہ کسی کے لئے آزمائش بننا نہیں چاہتا تھا اس گھر سے اسے پیار محبت چاہت مان اور اعتماد سب کچھ ملا تھا، وہ صالح کی جگہ لے کر مزید ان کی محبتوں کو امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

ماہا سے بے رخی کی وجہ بھی یہی تھی، وہ چاہتا تھا ماہا خود ہی اس کے رویے سے بددل ہو کر صالح کی طرف متوجہ ہو جائے اور ویسے بھی اسے دیکھ کر وہ زیادہ دیر تک خود پہ کنٹرول نہیں رکھ سکتا تھا، دل اس کی جانب ہمکنے لگتا تھا، نگاہیں سرکشی پہ اتر آتی تھیں، اسی لئے وہ اسے نظر انداز ہی کر رہا تھا۔

"جوزفین کا یہاں کیا تذکرہ۔" حسان نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اسی کا تذکرہ ہے، جب سے وہ یہاں آئی ہے آپ مجھ سے بات کرنا تو در کنار دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، جبکہ اس کے ساتھ بڑا ہنس ہنس کے باتیں ہو رہی ہوتی ہیں۔" وہ کٹیلے لہجے میں بولی۔

"آپ کے اور اس کے تعلق کو کیا سمجھوں میں؟" وہ نگاہیں اس پہ گاڑ کے اشتعال آمیز لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"جو تمہارا دل کہے وہ سمجھ لو مجھے اس کی قطعاً پرواہ نہیں۔" بدلحاظی سے کہتا وہ اسے گنگ ہی تو کر گیا۔

"کیوں پرواہ نہیں ہے۔" وہ ایکدم بھڑک اٹھی تھی۔

"جب مجھ سے عشق و محبت کے دعوے ہو رہے تھے تو اس وقت آپ کی پرواہ کہاں تھی یا اب جوزفین کو دیکھ کر ارادہ بدل گیا ہے۔" اس نے طنز میں لپٹا تیر اس کی طرف اچھالا، تیر سیدھا حسان کے دل میں پیوست ہو گیا لیکن وہ ضبط کر گیا۔

"ارادہ بدل بھی جائے تو کیا برائی ہے آخر وہ صرف میری خاطر یہاں تک چلی آئی ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر ٹھوس لہجے میں بولا اور بے دردی سے اسے بازو سے کھینچ کر پیچھے دھکیلا اور اگلے ہی لمحے دروازہ عبور کر گیا۔

ماہا ساکت وجود لئے وہیں جم کے رہ گئی اسے ہرگز یقین نہیں آ رہا تھا کہ حسان نے یہ سب کچھ اس سے کہا ہے۔

"اگر ایسی بات ہے حسان احمد! تو ماہا عبد اللہ بھی کوئی گری پڑی چیز نہیں جس کی کوئی قدر و منزلت نہیں اور وہ تمہارے آگے اپنا وجود بے مول کرتی پھرے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی پانیوں سے بھر گئی تھیں، ایسا کہہ دینا یا سوچ لینا بہت آسان تھا، لیکن حقیقت یہ بھی کہ اس کا دل جو تعلق حسان کے ساتھ استوار کر چکا تھا وہ اس کی لاکھ بے رخی اور بے اعتنائی کے باوجود بھی جوں کا توں تھا، بلکہ روز بروز بڑھتی ہوئی بے قراری شاید اس تعلق کو مزید مضبوط سے مضبوط تر کر رہی تھی اسے خود پہ کنٹرول نہ رہا تو بیڈ پہ گر کے پھوٹ پھوٹ کے رونے لگ گئی۔

☆☆☆

"یہ دن میری زندگی کے بہترین دن تھے جو میں نے آپ سب کے ساتھ گزارے بہت خوبصورت Very nice۔" آج جوزفین کی واپسی تھی، ان سب کی یادوں کو سمیٹ کر جہاں وہ بہت خوش تھی وہیں ان سب سے بچھڑنے کی اداسی بھی تھی۔

"آپ کا اپنا گھر ہے بیٹا! جب آپ کا دل چاہے آ جاؤ۔" منزہ نے اسے ساتھ لگا کر محبت بھرے لہجے میں کہا تو دل کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔

"aunty Know! ایسا Behave تو کبھی میری مام نے میرے ساتھ نہیں کیا۔" وہ نم لہجے میں بولی۔

اسے واقعی نہیں یاد تھا کہ اس کی مام نے کبھی اتنے محبت اور خلوص کے ساتھ اسے پیار کیا ہو، پہلی تو بات یہ ہے کہ اس کی ملاقات ہی بہت کم ہوتی تھی، ان کی اپنی بہت سی ایکٹیویٹیز تھیں جن میں سے جوزفین کے لئے ٹائم نکالنا ان کے لئے بہت مشکل تھا اور کبھی ایسا اتفاق ہو بھی جاتا تو وہ بالکل رسمی سے انداز میں اس کے گال پہ پیار کر کے ہیلو ہائے کر کے چلتی بنتی اس سے زیادہ پیار تو وہی اپنے کسی راہ چلتے بوائے فرینڈ سے کر لیتی تھیں۔

گھر اور اس سے متعلق حقیقی خوشیاں کیسی ہوتی ہیں یہ اس نے یہاں آ کر جانا تھا اور خود سے پختہ عہد کیا تھا کہ وہ بھی اب پیٹر کے ساتھ مل کر ایک ایسا ہی گھر بنائے گی، جہاں ہر طرف خوشیاں، محبت اور رنگ بکھرے ہوں۔



"بس بیٹا! وہاں کا ماحول ہی ایسا ہے، ایسے پیرنٹس کو پھر ان کی اولاد اولڈ ہومز میں داخل نہ کروائے تو پھر کیا کرے۔" منزہ نے دکھ بھرے لہجے میں کہتے ہوئے افسوس کیا۔

"You are rigth بٹ میں نے سوچا ہے میں آفٹر میرج بالکل اس گھر کی طرح ایک Compelete family home بناؤں گی۔" اس کی آنکھیں کسی بہت خوبصورت خیال کے عکس سے چمک رہی تھیں شاید تصور میں وہ ایک ایسا ہی گھر دیکھ رہی تھی، ماہا نے لب بھینچ کر اس کے چمکتے چہرے کو دیکھا تھا۔

"اللہ پاک تمہیں بہت سی خوشیاں دے۔" منزہ نے تہہ دل سے دعا دی۔

"چلیں بھئی، آپ کا میل ملاپ ہی ختم نہیں ہو رہا، فلائیٹ کا ٹائم ہونے والا ہے۔" اسی وقت صالح اندر داخل ہوا تھا، وہ اور حسان اسے ائیر پورٹ تک چھوڑنے جا رہے تھے۔

رات جب وہ اپنی پیکنگ کرنے لگی تھی، تو منزہ نے اسے بہت نفیس کارڈیگن بطور تحفہ کے دیا تھا، الماس نے فینسی اور اسٹائلش شال دی تھی، ینگ پارٹی نے بھی اپنی اپنی طرف سے فرداً فرداً تحائف دیئے تھے، اتنے سارے تحائف بمعہ محبت اور اخلاص کے پا کے وہ پھولے نہیں سما رہی تھی۔

"اوکے آنٹی!" وہ الماس کی طرف بڑھی، انہوں نے بھی ساتھ لگا کے پیار کیا، سب سے مل کے وہ آخر میں ماہا کی طرف بڑھی اور اس کے گلے لگتے ہوئے دھیرے سے اس کے کان میں بولی تھی۔

"You are very lucky maha! may God bless you۔"

"Thanks۔" ماہا دھیمے لہجے میں مسکرائی۔

سب کو ہاتھ ہلا کے وہ باہر نکلی تو عبد الرحمن اور عبد اللہ باہر کھڑے تھے، دونوں نے سر پہ ہاتھ رکھ کے اسے دعائیں دیتے ہوئے رخصت کیا تھا۔

صالح اس کے انتظار میں کھڑا تھا جبکہ حسان ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے بیٹھا تھا، ان کے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی، سارے راستے وہ اور صالح باتیں کرتے آئے تھے درمیان میں کبھی کبھی حسان بھی اپنا حصہ ڈال لیتا تھا۔

"You know hassaan میں جب یہاں آئی تھی تو میری فیلنگز اور تھیں بٹ اب میری فیلنگز ٹوٹلی چینج ہو چکی ہیں اب میں جان گئی ہوں یہ جو خوشیاں ہوتی ہیں ناں، یہ ہمارے اردگرد ہی موجود ہوتی ہیں بس ہمیں انہیں تلاش کرنا اور برتنا آنا چاہیے، اب پیٹر کے ساتھ مل کر بالکل ایک ایسا ہی گھرانہ تشکیل دوں گی۔" ڈیپارچر لاؤنج سے وہ جس وقت رخصت ہونے لگی تو حسان سے مخاطب ہوئی۔

"All my best wishes r with u۔" حسان نے پورے خلوص سے کہا تھا، جوزفین نے اس کے سر سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا تھا، پیٹر کا نام لے کر، اسی وقت اناؤنسمنٹ ہونے لگی تو وہ دونوں کو ہاتھ ہلاتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

یہ تھوڑا سا جیون<br>
ادھورا سا موسم<br>
یہ رنگوں کی چاہت<br>
گلابوں کی حسرت<br>
یہ روشن سویرے<br>
یہ مدھم اندھیرے<br>
کسی روز تنہا ملو تو بتائیں<br>
خیالوں کی راہیں<br>
چمکتی نگاہیں

وفائیں نبھائیں
ادائیں دکھائیں
یہ اک سلسلہ ہے
مگر فیصلہ ہے
اگر جان جاؤ تو احساس رکھنا
اسے راز رکھنا
کرو ایک وعدہ
بنالو ارادہ
ملاقات کرلو
وہی بات کرلو
کسی روز تنہا ملو تو بتائیں
ہماری محبت
تمہاری ادائیں

سب نے رمشاء کو چھیڑ چھیڑ کے اس کا ناک میں دم لگا تھا، ہوا کچھ یوں تھا کہ سعدیہ آنٹی نے فون کرکے ان سب کو ڈنر پہ انوائیٹ کیا تھا اور رمشاء کو بطور خاص لانے کو کہا تھا اور تو جیہہ یہ پیش کی تھی۔

''ارغان شادی کے لئے گھر کی کلر اسکیم چینج کررہا ہے اور ساتھ میں ساری سیٹنگ بھی، تو ہم کہہ رہے تھے کہ رمشاء سے بھی مشورہ ہوجائے، آخر کو رہنا بھی تو اسی نے ہے۔'' عبدالرحمن ان کی فرمائش پر تھوڑا متذبذب ہوئے تھے لیکن الماس نے یہ کہہ کر قائل کرلیا۔

''ہمیں یہ سوچنا چاہیے بھائی جان! کہ رمشاء اب اس گھر کی بہو بن چکی ہے، ارغان قانونی اور شرعی طور پر اس کا شوہر ہے، ایسے میں اگر رمشاء وہاں چلی جاتی ہے تو کیا قباحت ہے ویسے بھی ساری فیملی جارہی تھی وہ اکیلی تھوڑی ہے۔''

''اور میرا خیال ہے کہ ڈنر کی بجائے سعدیہ کو لنچ کا کہہ دیتے ہیں، کیونکہ ڈنر اور پھر اس کے بعد مشورہ گپ شپ تو گھر پہنچتے بہت لیٹ ہوجائیں گے، بچیوں کے ساتھ اتنی لیٹ نائٹ واپس آنا مناسب نہیں حالات بھی اتنے ٹھیک نہیں۔'' منزہ نے بھی ساتھ ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا۔

''یہ ٹھیک ہے۔'' عبدالرحمن کے دل سے آخری پھانس بھی نکل گئی وہ آدھی رات کو جوان بچیوں اور بچوں کی واپسی سے پریشان ہورہے تھے کہ آئے دن اخبارات تو نت نئے واقعات سے بھرے رہتے تھے۔

''ہم تو چلے سسرال ہم تو دولہا ہوگئے۔'' یہ غوری تھا، جو ہالہ کے پریس شدہ دوپٹے کا گھونگھٹ نکالے لہک لہک کے گارہا تھا، رمشاء نے جھنجلا کے ہاتھ میں پکڑا ہیئر برش اس کی کلائی پہ مارا تھا۔

''ارے...... آپ یہ ان کرکس لئے آگ بگولا ہوگئے۔'' وہ کہاں باز آنے والا تھا، کلائی سہلاتا ہوا پھر شروع ہوگیا تھا۔

''رمشاء! وہ جو تمہارے ملٹی کلر کے ایئر رنگز ہیں، وہ آج مجھے دے دو، میرے سوٹ کے ساتھ میچ ہورہے ہیں۔'' ہالہ ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوئی تھی اور نہایت عجلت بھرے انداز میں بولی تھی۔

''Sorry۔'' رمشاء نے لٹھ مارا۔

''یاد ہے ناں اس دن میں نے کتنا کہا تھا، میرے حصے کے کپڑے دھو دو، تب تو تمہارے کان پہ جوں تک نہیں رینگی، اب میری کسی چیز پہ نظر مت رکھنا۔'' اس نے آنکھیں ماتھے پہ رکھ لی تھی، آخر کو بدلہ لینے کا یہ اس کے پاس بہترین موقع تھا۔

''یاد کرو اس دن سارے کپڑے میں نے ہی دھوئے تھے، تم تو اپنے سرتاج کی خدمت میں جت گئی تھی۔'' ہالہ نے بلبلا کے اسے یاددہانی کروائی تھی۔

''وہ تم نے میرے کہنے پہ نہیں امی کے کہنے پہ دھوئے تھے۔'' رمشاء نے آنکھیں سکیڑتے



ہوئے اس کی بات چٹکیوں میں اڑائی۔

''دے دو بیچاری کو ایسا نہ ہو کہ رونے لگ جائے۔'' غوری نے اپنی ٹانگ اڑانے کو ضروری سمجھا تھا۔

''تم۔'' وہ تلملا کے اس کی طرف مڑی اور نظر سیدھی اپنے استری شدہ دوپٹے پہ پڑی جواب غوری کے کندھوں پہ جھول رہا تھا۔

''تمہاری اتنی ہمت۔'' وہ چیل کی طرح اس پہ جھپٹی اور اپنا دوپٹہ کھینچا، اس کے اتنے اچانک اور فوری حملے پہ ایک لمحے کے لئے تو غوری بھی بوکھلا گیا۔

''ستیاناس کردیا، میرے دوپٹے کا، اتنی مشکل سے پریس کیا تھا۔'' وہ میچنگ ایئر رنگ بھول بھال کے اس سے لڑنے مرنے کے لئے تیار ہوگئی۔

''میں نے کیا کیا ہے، میں کون سا اس سے پسینہ صاف کرتا رہا ہوں۔'' وہ کہاں شرمندہ ہونے والا تھا، اپنی ازلی ڈھٹائی سے بولا۔

''تمہارا پسینہ اس قابل نہیں ہے کہ میرے دوپٹے سے صاف کیا جائے، خبردار آئندہ میری کسی چیز کو ہاتھ لگایا تو، ورنہ تمہاری وارڈ روب کا بھی حشر کردوں گی۔'' دانت کچکچا کے اس نے نہایت شرربار نگاہوں سے اسے گھورا تھا اور اتنا وہ بھی جانتا تھا کہ ہالہ بی بی خالی خولی دھمکی نہیں لگایا کرتی۔

''آ......ا......اچھا...... تمہارے گال کو ہاتھ لگالوں؟'' اس کی طرف جھکتے ہوئے اس نے بڑے رازدرانہ لہجے میں دریافت کیا تھا۔

''شٹ اپ۔'' ہالہ کرنٹ کھا کے دور ہوتی تھی، گال دہک کر انگارہ بن گئے تھے، شرم اور غصے کے ملے جلے تاثرات نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔

''دیکھا...... بولتی بند ہوگئی ناں۔'' وہ گردن اکڑاتے ہوئے بولا تھا۔

''بولتی بند ہو میرے دشمنوں کی، غوری جیسی فضول اور ناکارہ چیزیں میں اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرتی، ایسا کارٹون سائرہ بی بی کو ہی مبارک ہو۔'' اس کا ازلی اعتماد عود کر آیا تھا، چمک کر کہتے ہوئے وہ اس کے دانت کھٹے کرگئی۔

''لڑکیو! تیاری ہوگئی، تمہارے تایا ابو کہہ رہے ہیں جلدی کرو۔'' غوری کا منہ کھلنے سے پہلے ہی الماس دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی اور ان سب کے سر جھاڑ منہ پہاڑ حلیے دیکھ کر وہ اپنا سر تھام کے رہ گئیں۔

''تم سب ابھی تک اول جلول حلیے میں گھوم رہی ہو، اپنے تایا ابو کا پتہ ہے ناں، انہوں نے جلدی میں اسی حلیے میں لے جانا ہے تم سب کو، صرف دس منٹ میں جلدی تیار ہوکے نیچے آؤ۔'' انہوں نے سخت لہجے میں آرڈر دیا، جانتی تھیں اسی طرح سب قابو آئیں گی۔

''اور غوری! تم ادھر لڑکیوں کے کمرے میں کیا کررہے ہو، چلو تیار ہو چل کے تم بھی۔'' ان کی نظر غوری پر پڑی تو لگے ہاتھوں اسے بھی لتاڑ دیا اور اس نے دم دبا کر بھاگنے میں ہی عافیت جانی۔

الماس کا آرڈر سن کے ان سب میں بھی افراتفری پھیل گئی تھی، وہ بھی بھاگم بھاگ تیاری کرنے لگیں کہ آخر ماسیوں والے حلیے میں تو رمشاء کے سسرال جانے سے رہیں۔

☆☆☆

سعدیہ آنٹی نے بطور خاص اسے سارا گھر دکھایا تھا، گھر واقعی بہت خوبصورت تھا، گھر کی لوکیشن، کنسٹرکشن، کلر اسکیم اور انٹیریئر ڈیزائننگ ہر چیز ہی کمال کی تھی، رمشاء کو تو سب کچھ ایسا ہی بہت اچھا لگ رہا تھا، اس کے خیال میں تو کسی بھی تبدیلی کی نہ ضرورت تھی نہ گنجائش۔

آخر میں وہ اسے ارغان کے بیڈروم میں لے کر آئی تھیں، ارغان نیچے لاؤنج میں سب کے

ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا لہٰذا وہ اطمینان سے جائزہ لینے لگ گئی، سعدیہ آنٹی اسے چھوڑ کر خود نیچے چلی گئیں تھیں۔

رمشاء نے سلائیڈنگ ونڈو کو دھکیلا اور نیچے دیکھنے لگی جہاں سے لان کا ہرا بھرا منظر بہت خوبصورت دکھائی دیتا تھا، اچانک اسے اپنے کندھے پہ دباؤ محسوس ہوا اس نے پلٹ کر دیکھنا چاہا لیکن ایک مضبوط ہاتھ اس کی آنکھوں پہ آن ٹھہرا تھا۔

''بھ...... بھ...... بھوت۔'' سب سے پہلا خیال جو اس کے ذہن میں آیا وہ یہی تھا۔

''ب...... بچاؤ۔'' وہ بدحواس ہو کر چلائی اسی لمحے فولادی ہاتھ اس کے منہ پہ جم گیا، رمشاء کے تو رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے، جسم سے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔

''ریلیکس اٹ ایزی رمشاء یہ میں ہوں ارغان۔'' اس کی سفید پڑتی رنگت دیکھ کر تو ارغان بھی بوکھلا گیا تھا، وہ تو اپنے ہی کسی کام سے اندر داخل ہوا تھا رمشاء کو موجود پا کر اس کے لب آپوں آپ ہی کھل اٹھے تھے، وہ تو بڑے رومینٹک موڈ پہ اس کی طرف بڑھا تھا کیا پتہ تھا کہ محترمہ کا دل چڑیا سے بھی زیادہ چھوٹا نکلے گا۔

''مائی گاڈ!'' رمشاء کا دل ابھی بھی بری طرح دھڑک رہا تھا۔

ارغان نے اسے بیڈ پہ بٹھایا اور روم فریج سے پانی نکال کر گلاس میں انڈیلا اور اس کی طرف بڑھایا وہ غٹاغٹ ایک ہی سانس میں سارا گلاس خالی کر گئی۔

''توبہ...... تم نے تو مجھے بھی ڈرا دیا۔'' وہ چیئر دھکیل کے اس کے سامنے بیٹھ گیا، حواس کس قدر ٹھکانے پہ آئے تو اسے ازحد ندامت نے آن گھیرا۔

''سوری۔'' وہ نگاہیں جھکا کر بولی، ارغان مسکرا دیا۔

''مجھے کیا پتہ تھا کہ میری زوجہ محترمہ اتنی بزدل واقع ہوں گی۔'' اس نے سر ہلاتے ہوئے لہجے میں مصنوعی افسوس بھرا تھا۔

''اور مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ آپ ہوں گے، میں بھی کہ کمرے میں کوئی بھوت پریت ہو گا۔'' اس کا دل ابھی بھی دھک دھک کر رہا تھا، لیکن حواس ٹھکانے پہ آ چکے تھے۔

''یہ کمرہ تمہیں کسی بھوت پریت کا لگتا ہے؟'' ارغان نے اسے آنکھیں نکالیں۔

''کم بھی نہیں ہے۔'' وہ ہنسی۔

''تو پھر تیار ہو جاؤ یہ بھوت تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے۔'' وہ اٹھ کر بڑے جارحانہ تیور لئے اس کی سمت بڑھا تھا۔

رمشاء نے سٹپٹا کر دروازے کی طرف دوڑ لگائی، ارغان پہلے ہی اس کا ارادہ بھانپ چکا تھا، بیچ راستے میں ہی اسے جالیا۔

''اب تو تمہارا اصل مسکن یہی ہے، کہاں تک بھاگو گی۔'' اسے دونوں بازوؤں کے حصار میں جکڑتے ہوئے اس نے تمام راستے مسدود کر دیئے تھے۔

رمشاء کی تو روح فنا ہو گئی، اس کی قربت نے اسے بری طرح پزل کر دیا تھا اوپر سے کسی کے آ جانے کا خوف اس پہ سوار تھا۔

''ایمان سے آج دل چاہ رہا ہے کہ تمہیں نہیں روک لوں کیا خیال ہے۔'' اس کے چہرے پہ چھلکتی سرخی کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے بڑے دلکش لہجے میں کہا۔

رمشاء نے تھوک نگل کے کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ اس کے حلق سے برآمد ہی نہیں ہوئے، عرق آلود پیشانی سمیت وہ مزید سر جھکا گئی۔

اس نے چند لمحے نہایت دلچسپی و محبت سے شرم و حیا کے اس پیکر کو دیکھا پھر بڑے گمبھیر اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں گویا ہوا۔

اس کے چہرے کی تمازت سے پگھلتے حروف



جیسے کبھار پہ کرنوں کے قبیلے اتریں
جیسے کھل جائے خیالوں میں حنا کا موسم
جیسے خوشبو کی طرح رنگ نشیلے اتریں

رمشاء کا چہرہ مزید گلنار ہو گیا تھا، ارغان کے لباس سے پھوٹتی خوشبو نے اس کے چاروں اور حصار قائم کر دیا تھا، ایسا حصار جس میں محبت تھی، چاہت تھی، مان تھا، ایقان تھا۔

''میری بھرپور کوشش ہو گی رمشاء کہ زندگی کے آنے والے سفر میں، میں تمہیں یونہی تر و تازہ شاداب اور مسکراتا رکھوں، تم سفر میں میرا ساتھ دو گی ناں؟'' اس کے لہجے سے جذبوں کی سچائی جھلک رہی تھی اور آنکھوں میں امید اور مان کے بہت سے دیئے جگمگا رہے تھے۔

''جی!'' آواز تو شاید اس کے حلق سے باہر نہ نکل پائی تھی البتہ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس نے ارغان کی آنکھوں میں جلتے چراغوں کی روشنی کو کئی گنا بڑھا دیا تھا۔

''تھینک یو سو مچ مائی لائف!'' محبت کے بے پایاں احساس سے سرشار ہو کر اس نے اس کی پیشانی پہ پیار کیا تھا اور مسکراتے ہوئے اس کے گرد سے حصار ختم کیا تھا۔

وہ دن رمشاء کے لئے بہت خوبصورت تھا، اسے سارا دن اپنے وجود سے ارغان کی خوشبو آتی رہی، اس کی باتیں یاد آتیں تو وہ محجوب سی ہو کر خود میں سمٹ جاتی اور لبوں پہ ایک مدھم مسکان بکھر جاتی۔

اس نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ شادی کے بعد وہ نہ صرف ارغان بلکہ اس کے والدین کی بھی ہر امید پہ پورا اترے گی، کیونکہ اسے ایک مکمل خوشگوار ماحول ارغان اور اس کی فیملی کو پروائیڈ کرنا تھا، جیسا کہ اس کے اپنے گھر کا تھا، یہی اس کی تربیت کا تقاضہ تھا اور یہی فطرت کا بھی۔

☆☆☆

''میں لندن جانا چاہتا ہوں۔'' ڈنر کے دوران حسان کے انکشاف نے سب کو حق دق کر دیا تھا، وہ سب کھانا بھول بھال کے بے چین نظروں سے اسے دیکھنے لگے تھے۔

ماہا نے لب بھینچتے ہوئے چمچ پلیٹ میں رکھا تھا، صالح نے پہلے حسان اور پھر ماہا کے تاثرات کو نوٹ کیا۔

''لیکن بیٹا! یہاں کوئی پرابلم ہے تو ہمیں بتاؤ۔'' عبدالرحمٰن نے مشفق اور نرم لہجے میں کہا تھا۔

''نہیں پاپا! پرابلم کوئی نہیں ہے، ایکچولی ایک تو لندن میں میری کچھ پراپرٹی ہے اسے سیل کرنا ہے اور کچھ چند ایک کام اور ہیں جنہیں نمٹانا ہے، پھر میں واپس آ جاؤں گا۔'' ان سب کے تاثرات نے اسے خوبی باور کروا دیا تھا کہ وہ اسے ایسے نہیں جانے دیں گے لہٰذا اس نے یہ بہانہ گھڑ لیا تھا تاکہ سب مطمئن ہو کے اسے اجازت دے دیں۔

''مائی گاڈ بھائی! آپ نے تو ڈرا ہی دیا تھا، میں سمجھی آپ ہمیشہ کے جانے کی بات کر رہے ہیں۔'' ہالہ نے اطمینان بھرا سانس خارج کرتے ہوئے دوبارہ سے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا۔

''اس سارے پروسیجر میں اندازاً کتنی دیر لگ جائے گی؟'' عبداللہ نے دریافت کیا۔

''دیکھیں چاچو فی الحال تو کچھ کہا نہیں جا سکتا، میں ویسے بھرپور کوشش کروں گا کہ جلد سے جلد تمام کاموں کو ختم کر لوں۔'' اس نے گول مول جواب دیا۔

''یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زیادہ دیر لگ جائے، رمشاء اور ماہا کے امتحان تو بالکل سر پہ ہیں، رمشاء کے سسرال والے تو زیادہ انتظار کرنے کے موڈ میں نہیں لگتے، ایسا نہ ہو کہ پھر شادی لیٹ کرنی پڑ جائے۔'' حمزہ نے ممکنہ صورتحال کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

''تو پھر ایسا کرتے ہیں کہ حسان اب تھوڑی

دیر مزید رک جائے، شادی کے بعد ہی چلا جائے بلکہ ممکن ہو سکے تو ماہا کو بھی لے جاتے کام بھی ہو جائے گا اور وزٹ بھی۔" عبدالرحمن نے درمیانی راہ نکالی۔

عبدالرحمن کی تجویز سن کے وہ بری طرح سٹپٹا گیا تھا، اسے اندازہ نہیں تھا کہ کوئی ایسی تجویز بھی پیش کر سکتا ہے، اسی لئے چند لمحات تک وہ کچھ بول ہی نہ سکا۔

"وہ تو آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن شادی میں بھی دو تین ماہ تو لگ ہی جائیں گے، پہلے صالح وہاں تھا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا، لیکن اب گھر وہاں ڈھیل دکھائی گئی تو مسئلہ بگڑ بھی سکتا ہے، آپ فکر نہ کریں میں وہاں کسی اچھی پارٹی کی خدمات حاصل کر لوں گا اور جلد واپس آنے کی کوشش کروں گا۔" خود کو سنبھال کر اس نے بروقت ذہن سے کام لیا تھا۔

"اچھا!" عبدالرحمن نے پرسوچ نگاہوں سے اسے دیکھا، نجانے کیوں انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی ایسی بات ضرور ہے جو حسان چھپا رہا ہے، کیونکہ وہ کسی سے بھی نظر ملا کے بات نہیں کر رہا تھا۔

"بھائی! ایسے نہیں ہو سکتا کہ آپ یہیں سے اپنے کسی جاننے والے کو کہہ دیں، دراصل آپ کے بغیر اب گھر سونا اور اداس لگے گا۔" ڈنر سے فراغت کے بعد وہ سب لاؤنج میں نیچے ہی دھرنا دیئے بیٹھے تھے جب رمشاء نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔

"ہو تو سکتا ہے لیکن اس طرح بہت زیادہ لوس ہونے کا اندیشہ ہے، کیونکہ آج کے دور میں اتنا ایماندار کون ہے۔" یہ بات تو بہرحال اس کی سچ تھی، جس کی تائید باقیوں نے بھی کی تھی۔

"لیکن آپ یہ بھی تو دیکھیں ناں کہ آپ کے بغیر ہمیں بالکل مزہ نہیں آئے گا۔" ہالہ بولی۔

"مزہ کیوں نہیں آئے گا، مجھ سے پہلے بھی تم سب کی محفلیں یونہی جمتی تھیں اور اب تو صالح بھی آ گیا ہے، میری کمی فیل نہیں ہوگی۔" اس نے مسکرا کر صالح کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہر انسان کی اپنی اہمیت اور مقام ہوتا ہے حسان! جس کی جگہ کوئی اور نہیں لے سکتا۔" صالح اس کی آنکھوں میں جھانک کر گہرے لہجے میں بولا تھا وہ نگاہیں چرا گیا۔

"صالح بھائی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، آپ کا اپنا مقام ہے بلکہ صالح بھائی سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے۔" ہالہ نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے آخر میں شرارت سے صالح کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے اب تم اپنی ساری فرمائشیں لے کر اپنے حسان بھائی سے ہی پورا کروانا۔" صالح نے سخت دھمکاتی نظروں سے اسے گھورا۔

"اس کی باتوں میں نہ آنا میرے یار! یہ بہت طوطا چشم لڑکی ہے، وقت آنے پر گدھے کو بھی باپ بنا لیتی ہے۔" غوری کی زبان میں کھجلی ہونا لازمی امر تھا، ہالہ کی بات میں وہ بولے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

"وقت آنے پر گدھے کو باپ بنانے والے عقلمند ہوتے ہیں۔" جواب ہالہ کی بجائے منال کی طرف سے آیا تھا۔

"ماشاءاللہ! آپ کے منہ بھی زبان ہے۔" وہب نے آنکھیں پھیلا کے دریافت کیا تھا۔

ماہا اس سارے عرصے میں خاموش بیٹھی رہی تھی، صالح نے کن اکھیوں سے اس کی طرف دیکھا وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی، پھر ایکدم اٹھی اور تیز تیز قدم اٹھاتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

"میں اچھی طرح جانتی ہوں وہ ہمیشہ کے لئے جا رہا ہے اور اپنے اس فیصلے میں وہ اٹل ہے، بظاہر بھی پوز کرے گا کہ میں جلد واپس آ جاؤں گا، لیکن وہ کبھی واپس نہیں آئے گا، پھر وہ جوزفین بھی تو وہیں ہے، حسان کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی آنکھیں جگمگانے لگتی تھیں جیسے سورج کی شعاعیں منعکس ہو رہی ہوں۔" کتاب اس نے سامنے کھلی پڑی تھی، لیکن اس کا ذہن کہیں اور ہی پرواز کر رہا تھا۔

جوں جوں امتحان قریب آتے جا رہے تھے توں توں اس کی پڑھائی میں دلچسپی مفقود ہوتی جا رہی تھی، دل کی بے چینی تھی کہ حد سے سوا تھی، حسان کی محبت اس کے دل میں اس قدر زور آور ہو چکی ہے اس کا احساس اسے اب ہو رہا تھا، دل صرف اسی شخص کا تمنائی ہو کے رہ گیا تھا، اوپر سے اس کی بے رخی و بے اعتنائی اسے مارے ڈالتی تھی۔

وہ جو اپنی اسٹڈی میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتی تھی، اب حسان پوری شان و تمکنت سے اس کے اور اس کی اسٹڈی کے درمیان حائل ہو چکا تھا، بس یہی غم اسے کھائے جا رہا تھا کہ وہ حسان کے جانے کے بعد کیا کرے گی؟

دل کے اس روگ کو کس طرح سنبھالے گی؟ اپنا آپ کیسے دوسروں سے چھپا پائے گی؟ اور اگر حسان کی واپسی سے ناامید ہو کر گھر والے واقعی اس کی شادی صالح سے کر دیتے ہیں تو وہ کیا کر پائے گی؟ کیا وہ اس قدر اچھے اور مخلص انسان کے ساتھ دوغلی زندگی گزارے گی؟ کیا وہ اپنے گھر والوں کو منع کر سکے گی؟ سوچ سوچ کر اس کے دماغ کی رگیں پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں اور آنکھوں میں مرچیں بھرنے لگی تھیں، دل اسی شخص کے نام کی مالا جپتے ہوئے بے قرار ہو گیا تھا۔

"ٹوں...... ٹوں۔" اس کے موبائل کی میسج ٹون بجی تھی، اس نے بے دلی سے موبائل اٹھایا۔

"ماہا! فری ہو تو میرے روم میں آؤ، مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" دوسری طرف صالح تھا۔

"مجھ سے کیا بات کرنی ہے۔" اسے کسی قدر حیرانی ہوئی۔

لیکن اگلے ہی پل سر جھٹکتے ہوئے اس نے چپل پاؤں میں اڑسی اور صالح کے کمرے کی طرف بڑھ گئی، دستک دے کر وہ اندر داخل ہوئی تو ریوالونگ چیئر پہ بیٹھا اسی کا منتظر تھا۔

"آؤ ماہا! بیٹھو۔" وہ آہستگی سے چلتی ہوئی بیڈ کے ایک کونے پہ ٹک گئی۔

"ایگزامز کی تیاری کیسی چل رہی ہے؟" اس نے بات کا آغاز کیا۔

"فائن۔" اس نے یک لفظی جواب دیا۔

"گڈ! اس میں اے پلس گریڈ کی امید رکھنی چاہیے۔" اس نے خوش ہو کر کہا تھا۔

"انشاءاللہ۔" وہ صرف یہی کہہ سکی، ورنہ جس طرح اس کی تیاری تھی اس لحاظ سے تو وہ پاس ہی ہو جاتی تو بڑی بات تھی۔

"گڈ...... اچھا...... حسان سے کوئی بات ہوئی تمہاری؟" چند ثانیے رک کر اس نے یونہی سرسری سا لہجہ اپناتے ہوئے استفسار کیا تھا۔

"نن...... نہیں تو۔" اس نے جز بز ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"اتنا تو تم جانتی ہی ہو کہ وہ واپس لندن جانا چاہ رہا ہے۔" وہ اصل موضوع کی طرف آ گیا تھا۔

"جی۔" ہونٹ کاٹتے ہوئے وہ بمشکل ایک حرف ادا کر پائی تھی۔

"ماہا! ادھر دیکھو میری طرف۔" صالح نے نہایت نرم لہجے میں پکارتے ہوئے کہا تھا اور ماہا کو نجانے کیا ہوا تھا وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کے رونے لگ گئی تھی۔

صالح نے اسے کھل کے رونے دیا تھا وہ

جانتا تھا کئی دنوں سے وہ یہ غبار اپنے اندر لئے پھر رہی تھی، ایک دفعہ جی بھر کے رو لے گی تو مطلع صاف ہو جائے گا۔

"یہ لو پانی پی لو۔" کافی دیر رو چکنے کے بعد صالح نے پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا تو وہ ایک ہی سانس میں سارا گلاس خالی کر گئی۔

"بی بریو ماہا! یو تو جو لوگ بہادر ہوتے ہیں وہ اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ رو کے خود کو کمزور نہیں ہونے دیتے، خود کو ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رکھو۔" صالح نے اس کے سر پہ تھپکی دیتے ہوئے ناصحانہ لہجے میں کہا تھا۔

"اتنا تو تم جان گئی ہو کہ حسان چند دن یا چند ماہ کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے لندن جانا چاہتا تھا اور یہ بات تمہارے اور میرے علاوہ ابو جان اور امی نے بھی محسوس کر لی ہے انہوں نے رات کو بلا کر مجھ سے بات کی تھی تو میں نے انہیں اطمینان دلایا تھا اور تسلی دی تھی کہ آپ بے فکر رہیں ایسا کچھ نہیں ہونے والا۔" صالح کی باتوں نے اسے چونکا دیا تھا۔

"تو کیا یہ بات سب تک پہنچ گئی ہے۔" وہ کہے بنا نہ رہ سکی۔

"کسی حد تک۔" وہ مبہم سا بولا۔

"تو پھر سب اسے روکتے کیوں نہیں ہیں؟" اس نے نم پلکیں اٹھا کے بے بسی سے پوچھا تھا۔

"کیونکہ وہ اپنی مرضی کا آپ مالک ہے ماہا، بہتے پانی کا راستہ نہیں روکا جا سکتا وہ اپنا راستہ آپ بنا لیتا ہے، اسی طرح ہم حسان کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے۔" وہ یاسیت بھرے لہجے میں بولا تھا۔

"تو ٹھیک ہے پھر جانے دیجئے انہیں، ہر گزرتا دن ان کے دامن میں سوائے پچھتاوے کے اور کچھ نہیں ڈال سکے گا۔" وہ چیخ کے تلخ لہجے میں بولی۔

"اوں ہوں ایسا نہیں سوچتے، اگر ایسا ہی کرنا ہوتا تو پھر میں اتنا بڑا قدم کیوں اٹھاتا، میں نے جو اتنی بڑی قربانی دی ہے وہ صرف اور صرف اس لئے کہ میرا بھائی میرا خون ایک خوش و خرم زندگی گزارے، مکمل آسودہ اور خوشحالی، محبتوں، چاہتوں اور رشتوں کے مان میں پروئی ہوئی زندگی، چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوشیاں کشید کرتی زندگی۔" نرم لہجے میں اسے ٹوکتے ہوئے اس نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

"تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں؟" اس نے جیسے بے بسی کی انتہا پر پہنچ کر پوچھا تھا۔

"ہم تو شاید واقعی کچھ نہیں کر سکتے، لیکن تم، تم بہت کچھ کر سکتی ہو ماہا، تم ہی وہ واحد ہستی ہو جو حسان کو ایسا کرنے سے روک سکتی ہو۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا تھا، جو تحیر سے پھیل کر بے یقینی سے اس کی جانب اٹھی تھیں۔

"آپ کو شاید کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، میں کیسے روک سکتی ہوں انہیں۔" اسے خود اپنی آواز بہت اجنبی سی محسوس ہوئی تھی، اب وہ اسے کیسے بتاتی کہ گزشتہ کئی دنوں سے وہ اس سے بات کرنا تو در کنار اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا، صالح کی خوش فہمی کو وہ کیا نام دیتی۔

"جتنا میں اسے جانتا ہوں ناں اتنا تو وہ شاید خود بھی خود کو نہیں جان پایا، تم سے اس کی بے اعتنائی و بے رخی صرف اس وجہ سے ہے کہ کہیں تم اس کے پاؤں کی زنجیر نہ بن جاؤ، اپنی طرف سے وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اپنی جگہ مجھے پیش کر کے شاید وہ اس احسان کا بدلہ چکا دے جو میں نے اس پر کیا ہے، حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ میں تم میں انوالو نہیں ہوں اور اس گھر کے ہر فرد کی یہی خواہش ہے کہ تمہاری شادی حسان کے ساتھ ہی ہو۔" اس انکشاف پہ ماہا سن ہو گئی تھی۔

"تو وہ اس لئے لندن جانا چاہ رہے ہیں



میں تو سمجھ رہی تھی کہ شاید وہ جوزفین کے ساتھ......" بات ادھوری چھوڑ کر اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"ارے نہیں، جوزفین اگرچہ حسان کو پسند کرتی تھی لیکن حسان کے صاف اور واضح جواب پہ اس نے اپنے کزن پیٹر کو شادی کے لئے ہاں کہہ دی ہے اور اب وہ اپنے اس فیصلے سے مطمئن ہے، وہ قصہ تو کب کا ختم ہو چکا۔" اس کی باتوں نے بہت بڑے بوجھ کو اس کے ذہن و دل سے سرکا دیا تھا، وہ ایکدم ہلکی پھلکی ہو گئی۔

"تو حسان صاحب یہ چاہ رہے ہیں کہ وہ منظر عام سے ہٹ جائیں تاکہ گھر والے میری شادی آپ سے کر دیں اور اس کارنامے کو سر انجام دینے کے بعد وہ یہ سمجھیں کہ انہوں نے اپنے قرض اور خون کا بدلہ چکا دیا۔" جوزفین والا معاملہ کلیئر کیا ہوا تھا، اس کے دماغ نے بڑی تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا تھا اور اب صورتحال بڑی واضح طور پر اس کی سمجھ میں آنے لگ گئی تھی۔

"جی بالکل، یہی بات ہے۔" اس نے بڑے زور و شور سے سر اثبات میں ہلا کر اس کی تائید کی تھی۔

"پھر تو آپ فکر ہی نہ کریں، وہ اب کہیں نہیں جانے والے۔" وہ اعتماد سے کہتے ہوئے معنی خیزی سے مسکرائی۔

"گڈ، مجھے تم سے یہی امید تھی۔" اسے اپنے پرانے انداز میں لوٹتے دیکھ کر وہ خوشدلی سے گویا ہوا۔

"Thanks میں اب جاؤں۔" اس نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"Why not لیکن یہ سب کام ذرا جلدی ہونا چاہیے آپ کے صاحب بہادر کو جانے کی بہت جلدی ہے۔" اس نے آخر میں پھر تاکید کی۔

"Don,t warry۔" وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔

☆☆☆

"آپ کے جانے کی تیاری مکمل ہو گئی۔"

اگلے دن وہ اس کے کمرے میں موجود تھی، وہ الماری میں گھسا نجانے کیا تلاش کر رہا تھا، جب ماہا کی آواز پر چونک کر پلٹا جو دونوں بازو سینے پہ باندھے پوری توجہ سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

وہ پوری تیاری کے ساتھ میدان میں اتری تھی، ساری رات بیٹھ کر وہ چاروں ڈائیلاگ تیار کرتی رہی تھیں جسے باقاعدہ ایک پرچے پر لکھا گیا تھا اور ماہا کو رٹوایا گیا تھا، رمشاء بیچاری نے اپنی جان ہتھیلی پہ رکھ کے حسان کے خفیہ بیگ جو اس نے واپسی کے لئے خاص طور پر تیار کیے تھے کی تلاشی لی تھی، جس میں سب گھر والوں کی پکچرز تھیں اور ماہا کی منگنی والے دن کی بہت ساری تصویریں تھیں اور کچھ تحائف تھے جو انہوں نے اس کی سالگرہ وغیرہ کے موقع پر دیئے تھے، ابھی بھی ماہا کو اندر دھکیل کر وہ خود ساری بالکونی میں کھلنے والی کھڑکی کے پاس کھڑی تھیں اور ہاتھ میں رات کا لکھا ہوا پرچہ تھا۔

ماہا کو اس کی طرف سے خاص ہدایت تھی کہ اگر کہیں اٹکنے لگوں تو اشارہ دے دینا اور اگر کوئی ایسا ویسا سین دیکھو تو فوراً آنکھیں بند کر لینا۔

"میرے سیدھے سادے شریف بھائی کے بارے میں تم ایسی رائے رکھتی ہو۔" اس کی آخری بات سن کر رمشاء کی بہناپے کی رگ دکھی تھی۔

"زیادہ مرچیں چبانے کی ضرورت نہیں ارغان بھائی بھی بظاہر شریف ہی نظر آتے ہیں۔" ماہا نے آنکھیں سکیڑ کے اسے آئینہ دکھایا تو وہ بیچاری کھسیانی سی ہنسی ہنس دی۔

"ہاں تقریباً ہو گئی ہے۔" اس نے ایک نظر اسے دیکھ کر جواب دیا، جو نیوی بلیو سوٹ میں معمول سے زیادہ فریش دکھائی دے رہی تھی۔

”کون سی ڈیٹ کی فلائٹ ہے۔“ وہ یوں اطمینان سے کھڑی تھی گویا لمبی گفتگو کا ارادہ رکھتی ہو۔

حسان کو نامعلوم سی بے چینی ہونے لگی، وہ جتنا کترا رہا تھا وہ اتنا ہی سامنے آرہی تھی۔

”کیوں تمہیں کوئی کام ہے۔“ اس نے جواب دینے کی بجائے الٹا رکھائی سے اسی سے سوال کر ڈالا۔

”ہاں جوزفین کی شادی کے لئے کچھ گفٹس بھیجنا تھے۔“ وہ اسی طرح اطمینان سے بولی، حسان اس کی بات پہ چونکا ضرور تھا لیکن بولا کچھ نہیں۔

”ویسے بائی دے وے جا تو آپ چند دنوں کے لئے جا رہے ہیں لیکن سب کی تصویریں اور گفٹس تو یوں حفاظت سے لے جا رہے ہیں جیسے ہمیشہ وہیں قیام کا ارادہ ہو۔“ اس کی بات سن کے حسان کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا اور اسے یہ جاننے میں ایک پل نہیں لگا کہ ماہا اس کا بیگ چیک کر چکی ہے۔

”جسٹ شٹ اپ، تمہیں کس نے پرمیشن دی ہے کہ تم میرے معاملات میں انٹرفیئر کرو۔“ وہ غصے سے اس کی طرف پلٹتے ہوئے دھاڑا تھا۔

”میرے دل نے۔“ اس پر مطلق اس کے غصے کا اثر نہیں ہوا تھا۔

”تت...... تم...... کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے۔“ سخت جھنجلاہٹ کے عالم میں مٹھیاں بھینچ کر لال انگارہ آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

”میرا مطلب یہ ہے مسٹر حسان احمد! آپ نے اگر یہاں سے جانا ہی ہے تو یوں بلی کی طرح دم دبا کر کیوں بھاگ رہے ہیں، پورے گھر کے سامنے میرا ہاتھ صالح کے ہاتھ میں دے کر کہیے کہ آپ ان دونوں کی شادی کر دیں، مجھے ماہا عبداللہ قبول نہیں، اپنی طرف سے یہ ہمدردی کر کے شاید آپ کے احسان اور قرض کا بدلہ کسی طرح چکتا ہو ہی جائے۔“ وہ بے خوفی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لفظ لفظ چبا کر بولی تھی۔

حسان اپنی جگہ ٹھٹھرا کے رہ گیا، اسے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ ماہا اس کی سوچ کو پڑھ لے گی۔

”اس سوچ کو ذہن سے نکال دیجئے کہ ماہا آپ کی واپسی سے مایوس ہو کر صالح بھائی سے شادی کر لے گی، اس دہلیز پہ بوڑھی تو ہو سکتی ہوں مگر اپنی سوچ، اپنا ذہن اور اپنا دل اب کسی اور کے حوالے نہیں کر سکتی۔“ وہ ٹھہر کر دھیمے لہجے میں بولی۔

یہ ڈائیلاگ رمشاء اور ہالہ نے زبردستی اسے رٹوایا تھا، وہ اپنا کھلم کھلا اظہار محبت کرنے پہ بہت متامل ہو رہی تھی، اب بھی دونوں نے غائبانہ اس کے کندھے پہ تھپکی دی تھی، ان کا خیال تھا کہ یہ اظہار محبت تابوت میں آخری کیل ثابت ہو گا اور کچھ ایسا بے جا بھی نہیں تھا۔

”ماہا!“ نچلا لب بے دردی سے کچلتے ہوئے وہ فقط اتنا ہی کہہ پایا تھا، انداز میں بے بسی کی جھلک نمایاں تھی۔

”آپ کیوں خود کو احساس کمتری کا شکار کر رہے ہیں، آپ جانتے ہیں جس بات میں آپ بہت راز داری برت رہے ہیں وہ سب پر آشکار ہو چکی ہے، سب کے دلوں کو یہ دھڑکا لگا ہے کہ اگر آپ چلے گئے تو واپس نہیں آئیں گے آپ، کیوں ہمیں کیوں آزمانا چاہتے ہیں آپ اور کیوں خود کو آزما رہے ہیں، مان لیں حسان صاحب آپ ہمارے بغیر اور ہم آپ کے بغیر نہیں رہ سکتے، اس گھر کو ویران مت کیجئے، اس کو یونہی رہنے دیجئے، خوشیوں، چاہتوں اور رشتوں سے لبریز۔“ آخر میں اس کی آواز بھرا گئی اور آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

باہر کھڑی ان تینوں لڑکیوں کے دل بھی

پوری رفتار سے دھڑک رہے تھے کہ اب پتا نہیں حسان کا فیصلہ کیا ہوتا ہے۔

''میں نے تمہیں کہا تھا ناں ماہا، تمہارے آنسو مجھے کمزور کر دیتے ہیں، میں اتنے دنوں سے اسی لئے تو تم سے کترا رہا تھا، لیکن ہونا تو وہی ہے جو ہونا ہوتا ہے۔'' وہ اس کے قریب آ کر نرمی سے انگلی کے پوروں سے اس کی آنکھیں صاف کرتا ہوا محبت سے چور لہجے میں بولا تھا۔

ماہا ایکدم شپٹا گئی اسے ہرگز اس کے اتنی جلدی مان جانے کی توقع نہیں تھی ابھی تو ان کا لکھا گیا بیچ آدھا بھی نہیں ہوا تھا اور موصوف کے لبوں پہ نرم مسکان ٹھہر گئی تھی۔

''ہاں، تو کیا کہہ رہی تھی تم کہ میرے علاوہ تم اپنا دل کسی اور کے حوالے نہیں کر سکتی۔'' اس کی سحر انگیز آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی، ماہا کی تو سٹی گم ہو گئی، سارے ڈائیلاگز ذہن سے یوں محو ہو گئے تھے جیسے کسی نے تختہ سیاہ پہ ڈسٹر پھیر کے تمام الفاظ کو صاف کر دیا ہو۔

''مم...... میں۔'' وہ ہکلائی مدد طلب نظروں سے کھڑکی کی طرف دیکھا لیکن مصیبت سر پہ آتے ہی وہ تینوں حسب عادت گدھے کے سر سے سینگوں کی طرح غائب ہو گئی تھیں۔

''ہاں، بولو ناں تمہارے منہ سے اظہار محبت سن کے میرا ارادہ کیا میں خود ہی سرتاپا بدل گیا ہوں، بھاڑ میں جائے لندن اور براپرٹی، مجھے تو بس اپنی ماہا چاہیے۔'' اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں نرمی و آہستگی سے دباتے ہوئے وہ گمبھیر لہجے میں گویا ہوا تھا۔

ماہا کی تو روح فنا ہو گئی، چہرہ کانوں کی لوؤں تک سرخ ہوا جا رہا تھا، اس پر مستزاد حسان کی نرم گرم محبت بھری نگاہیں اسے مزید پزل کیے جا رہی تھیں، اس کا جو ہاتھ حسان کے ہاتھوں میں دبا تھا وہ پسینے سے اتنا بھیگ چکا تھا کہ اس نے حسان کی ہتھیلی کو بھی نم کر دیا تھا۔

''مم...... میرا ہاتھ چھوڑیں۔'' سرخ لرزتی پلکیں اور کپکپاتے لبوں سمیت وہ کہہ پائی۔

''چھوڑ تو رہا ہوں لیکن اس یقین اور کے ساتھ کہ جو بہت ساری باتیں ادھوری ہیں وہ اس وقت تم سے کہوں گا جب تم قانونی حقوق سمیت یہاں دوبارہ آؤ گی۔'' خیزی سے کہتے ہوئے اس نے ہولے سے ہاتھ دبا کر چھوڑ دیا تھا۔

اس نے جان لیا تھا کہ محبتوں کے بغیر کی زندگی ادھوری ہے وہ خود ساختہ احساس سے نکل آیا تھا، ماہا کے لبوں سے اقرار سن کے اسے اپنی ہستی عزیز و معتبر لگی تھی، وہ جان کہ یہی رشتے یہی محبتیں اصل زندگی ہیں اور زندگی کے رنگ ہیں جو بدلتے تو ضرور ہیں پھیکے نہیں پڑتے۔

☆☆☆

ماہا تو سر پہ پاؤں رکھ کے بھاگی تھی چہرہ اور پھولی ہوئی بے ترتیب سانسیں لئے وہ اندر داخل ہوئی تو تینوں اسے دیکھ کر گھورنے لگی تھیں۔

''ظالمو...... بدبختو، مجھے وہاں چھوڑ کر ادھر بھاگ آئی ہو۔'' اس نے بے دریغ دھموکے جڑے۔

''اوئی اللہ، خود ہی تو کہا تھا کہ اگر کوئی ویسا سین دیکھو تو فوراً آنکھیں بند کر لینا۔'' نے اپنی کمر سہلاتے ہوئے کہا۔

''یہ تو نہیں تھا کہا کہ وہاں سے بھاگ آنا۔'' اس کی ڈھٹائی پہ ماہا آنکھیں ہوئے کہا۔

''ویسے ماہا، میرا نہیں خیال تھا کہ بھائی اتنی جلدی ایگری ہو جائیں گے۔'' منال تو ابھی غم کھائے جا رہا تھا کہ اس بیچاری نے پورا دماغ لڑا کے اتنے زبردست ڈائیلاگ



ن ان کے بولنے کا تو موقع ہی نہیں آیا۔

''جی یار! مزہ نہیں آیا ابھی تو ماہا نے یہ والا ں گانا تھا۔''

ل تیرے عشق میں وجد کھیا تو پیراتے پاتے سی نیا تے دے بدیاں کی جان تو جا کے وکھاتے سی ہالہ نے ٹھمکا لگایا، تو کمرہ ان چاروں کی ے بھرپور قہقہوں سے گونجنے لگا تھا۔

☆☆☆

یہ عبدالرحمٰن کالج کی چمکیلی اور روشن صبح کا نظر ہے۔

''میرے شوز میں سے جرابیں تم نے اڑائی ں؟'' غوری نے بیڈ کے نیچے سے اپنے شوز تے، جرابوں کے بغیر خالی شوز اس کا منہ چڑا تے، وہ چراغ پا ہو کے وجیہ کی جانب مڑا ے خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے ت کیا۔

''تمہاری جرابیں اس قابل ہوتی ہیں کہ با ہوش انسان اسے استعمال کر سکے؟'' جو بڑے مگن انداز میں ڈریسنگ کے ہیر اسٹائل تبدیل کرنے کی کوشش میں اب دینے کی بجائے الٹا سوال داغا تھا۔

''حد ہو گئی یار! یہ شرٹ تو میں پریس کر کے ں اور تم اسے پہن کے گھوم رہے ہو۔'' ی نظر صالح پر پڑی جو اس کی پریس شدہ پہن کے انٹرویو کے لئے بڑے تک سک ر ہو رہا تھا۔

''کوئی بات نہیں تم میرے والی پریس پہن لو۔'' صالح نے شان بے نیازی سے ے کبھی اڑائی، تو وہ اس کے الفاظ پہ ور کے رہ گیا۔

''اوئی مائی گاڈ! میرے تو ابھی کپڑے بھی یں ہوئے۔'' ان دونوں کی تکرار سن کے کو بھی کپڑوں کا غم یاد آیا تو وہ سب بھول ڈ وارڈ روب کی طرف لپکا اور جو ڈریس

ہاتھ آیا اسے کھینچ کر نیچے کی طرف دوڑ لگا دی دو دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے اس نے آخری تین چار سیڑھیوں سے جمپ لگایا اور سیدھا آئرن اسٹینڈ کی طرف لپکا، جہاں پہلے ہی ہالہ قبضہ جمائے کھڑی تھی اور منال بیچاری حسب معمول یونیفارم ہاتھ میں تھامے اپنی باری کا انتظار کر رہی تھی۔

''سارا دن تم بیڈ پہ پڑی اینڈتی رہتی ہو اور عین ٹائم پہ تمہیں یونیفارم پریس کرنا یاد آ جاتا ہے۔'' اسے دیکھ کر مزید لیٹ ہو جانے کے خیال نے اسے تپا کر دیا تھا۔

''تو تم کون سا سارا دن نفلیں پڑھتے رہتے ہو یہ نیک کام تو پہلے کر لیا کرو۔'' ہالہ نے ترخ کے جواب دیا۔

ان دونوں کی زبانیں رواں ہو چکی تھیں اور منال بیچاری نے حسرت و یاس سے اپنے یونیفارم کو دیکھا جو آج کی تاریخ میں اسے پریس ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

عبدالرحمٰن کالج ہر روز صبح کا کم و بیش ایسا ہی منظر پیش کرتا ہے، جہاں ہر طرف خوشیاں، چاہتیں اور محبتیں بکھری پڑی ہیں، سب ایک دوسرے سے رشتوں کی ایسی ڈور بندھے تھے جو نہایت پرخلوص حساب کتاب سے بالاتر، کیونکہ جہاں محبتیں ہوں وہاں حساب نہیں ہوا کرتے، محبتیں تو ہمیشہ بے حساب ہوا کرتی ہیں۔

محبتوں میں شمار کیسا؟
یقین کیسا، زوال کیسا؟
عروج کیسا، زوال کیسا؟
سوال کیسا، جواب کیسا؟
محبتیں تو محبتیں ہیں
محبتوں میں حساب کیسا؟

☆☆☆